

وَالْحَسْبُنَا اللَّهُ سَيِّدُنَا أَمَّا نَا، بَلْ أَحْيَاؤُكُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝۴۳  
اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ گمان کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے  
رزق پاتے ہیں

درمیان کربلا از بسکہ قحط آب شد  
اشک در چشم پتیاں گوہر نایاب شد

فاطمہ

محمد

علی

نعم العظمیٰ  
عظیم العظمیٰ

حسین

حسین

جلد اول

مؤلفہ

نعم العظمیٰ سرکارِ عالماتہ جناب مولانا غلام حسین صاحب شہید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَنْعَمْنَا عَلَىٰ عَبْدِكَ لِيُجَاهِدَ فِي سَبِيلِنَا يَا أَيُّهَا الْمُرْتَدُّ  
اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہو گئے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ نہ گمان کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے  
رزق پاتے ہیں

درمیان کر بلا از بک قحط آب شد  
اشک در چشم بیتماں گو ہر نایاب شد

# نعمیم الاجراء

اذکار النبی المختار والہدای الھدی

جلد اول

مؤلفاً

نعمیم الاعظمین سرکار نعیم اللہ جناب مولانا غلام حسین صاحب قلم نعیمی ساہیوال (پاکستان)

ناشر

مکتبۃ النذر بالمقابل مسجد مدرسہ حی ٹی روڈ ساہیوال پاکستان

(جمالیہ حقیقہ حق دلائل و ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب : نعیم الابرار جلد نمبر ۱

ناشر : رضا احمد تقی

طابع : مکتبہ النذیر بالمقابل مسجد حیدریہ، جی ٹی روڈ، ساہیوال

قیمت : =/150 روپے

### اشاعت

جنوری ۱۹۷۴ء	1,000	بار اول
فروری ۱۹۷۷ء	1,000	بار دوم
مارچ ۱۹۸۰ء	1,000	بار سوم
اگست ۱۹۸۳ء	1,000	بار چہارم
دسمبر ۱۹۸۹ء	1,000	بار پنجم
جنوری ۱۹۹۱ء	1,000	بار ششم
اکتوبر ۱۹۹۶ء	1,000	بار ہفتم
دسمبر ۱۹۹۸ء	1,000	بار ہشتم
اگست ۲۰۰۱ء	1,000	بار نہم

# نذرانہ صمیمانہ عقیدت

اے حلیم، بذات الصدور تیری ذات پاک بہتر جانتی ہے کہ اس کتاب  
کو تالیف کرنے کی عرض صرف خوشنودی محمد و آل محمد علیہم السلام ہی ہے۔  
پالنے والے میں اپنی اس حقیر تالیف کو محبتِ یگانہ امام زمانہ۔ ناخدا کے کشتی  
اسلام جناب صاحب العصر والزمان حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس  
میں بصد ادب پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔  
گر قبولِ اُفت ز رہے عورت و شرف

خادم التقلین غلام حسین عفی عنہ

# دیباچہ

الحمد لله والصلوة على اهلها

اس منہج حقیقی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اس حقیر پختہ نصیر کو اتنی قوت عطا فرمائی کہ میں اپنے بار بار ان ایامی کی خدمت میں روضہ خوانی کی ایک مستند اور مدلل کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ہر آیت اور حدیث بلکہ عربی عبارت پر تکمیل طور سے اعراب لگائے جائیں۔ اس کے علاوہ واقعات جو بھی اس کتاب میں نقل کئے ہیں ان سب کے صحیح حوالہ جات بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔ کسی آیت و حدیث اور واقعہ کو تشنہ حوالہ نہیں چھوڑا گیا۔ میں نے انہیں کتابوں سے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے جو کتاب میں میری لائبریری میں موجود ہیں تاثرین کرام خود اندازہ لگالیں گے کہ حقیر نے کس قدر اس ترتیب میں محنت و شاقہ سے کام کیا ہے۔ یوں تو علمائے کرام نے سینکڑوں کتابیں روضہ خوانی میں ترتیب فرمائی ہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ ہر معمول کی اپنی خوشبو ہوا کرتی ہے بندہ نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ الفاظ بالکل صاف اور سادے استعمال کئے جائیں۔ کیوں کہ اس کتاب میں صرف فن بیان کی ہی خوبی کو پیش کرنا مطلوب و مقصود نہیں ہے بلکہ مذہبِ حق کے اثبات کے دلائل اور حقائق بھی ہتیا کرنے کی غرض مقصود ہے۔ یوں تو یہ سینیٹل مجالس جو آپ کے پیش نظر ہیں درحقیقت یہ ہتیس کتابیں ہی ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی انسان دنیا میں آلِ محمد کا غلام الیا بھی پیدا ہو جائے جو ان سینیٹل مجالس کو ہتیس کتابوں میں قوم کے سامنے پیش کر دے اور اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ یہ ان علمائے کرام کی ہی مساعی جلیلہ کا نتیجہ ہے جنہوں نے حمایتِ مذہبِ حق میں ہتیار کتا بہن تصنیف فرما کر آنے والی نسوں کے لئے سہولت اور آسانی ہتیا کر دی۔ اللہ تعالیٰ انہیں دُنیا و آخرت میں محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے فیضِ کرم سے سرفراز فرمائے۔ بس یوں سمجھیں کہ میں نے گلشنِ آلِ محمد کے فضائل کے انبار سے چند پھول چُن کر ترتیب دے کر اس لئے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کئے ہیں کہ میرے لئے آخرت کا زاہر راہ بن جائیں۔

انشاء اللہ عنقریب نعیم الابراہ کی باقی چار جلدیں بھی آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت

حاصل کروں گا۔

آخر میں ناظرین حضرات سے استدعا ہے کہ اگر اس کتاب میں کہیں لغزش یا خطا پائیں تو براہ کرم اصلاح فرمائیں۔ بندۂ ناچیز مکتبہ چینی کے قابل نہیں ہے بلکہ از سر تا پا خطا کار بلکہ عین خطا ہے اور محض بے لیاقت اور بے استعداد ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

خادم الثقلمین غلام حسین عفو عنہ

بالمقابل مسجد حیدریہ  
جی ٹی روڈ ساہیوال



شاکست

رحمت اللہ بک ایجنسی کھارادر کراچی  
حسین بک ڈپو کھارادر کراچی

# مؤلف کا تعارف

نعیم الداعین سرکار نعیم الملّت حضرت مولانا غلام حسین صاحب قبلہ نعیمی مدظلہ العالی شہیدانِ پاکستان کا تقریباً ہر فرد متعارف ہے کیوں کہ قبلہ موصوف فن بیان میں شہرتِ تامہ رکھتے ہیں۔ کراچی سے لے کر پشاور اور لاہور سے کوئٹہ تک ہر شہر ہر قریب میں کثرت سے مجالس پڑھتے ہیں۔ میں قبلہ موصوف کی ابتدائی زندگی کے حالات قلمبند کرتا ہوں تاکہ تاریخِ کرام کے ایسے معلومات میں مزید اضافہ کا باعث ہو۔ نعیم الملّت مولانا غلام حسین صاحب چودہ دسمبر ۱۹۲۳ء بروز اتوار ضلع ملتان تحصیل خانیوال کے مشہور قصبہ جہانگیر آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی اہلسنت والجماعت کے مسکن پر حاصل کی۔ ترمذی ۱۹۳۷ء بروز جمعہ کو ان کے والد ترک سکونت کر کے علاقہ ولاڑی چک نمبر ۶۲ w.B میں سکونت پذیر ہوئے۔ چونکہ قبلہ موصوف ترمذی قبوہ خاندان زمیندار کے فرد ہیں اس لئے کاشتکاری کے کام میں اپنے بھائیوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ بارہ جنوری ۱۹۴۳ء کو جب کہ آپ کی عمر انیس برس کی تھی موضع سندیلوالی دربار سید قطب علی شاہ صاحب پنج کر سید اسرار حسین صاحب کے مرید بن گئے اور اپنے والد بزرگوار کی اجازت سے ہمیر صاحب کے پاس ہی رہنے لگے جو ۱۹۴۸ء تک مسلسل ملازمت پر صاحب کے پاس رہنے کے بعد گھر واپس چلے آئے اور پھر محکمہ کنواریٹورنگ میں سب انسپکٹر مقرر ہو گئے۔ ۱۹۵۸ء میں اس ملازمت کو بھی خیر باد کہہ کر حکمہ مال کی طرف رخ کیا اور پٹارمال کا کورس ساہیوال میں پڑھنے کے بعد دو سال حکمہ مال میں ملازم رہے۔ مذہبی لگاؤ چونکہ فطرت میں قدرت نے ودیعت کر دیا تھا اور اچھا نصاب کتابوں کا ذخیرہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ اتریکر نے کا قبلہ موصوف کو ابتدا ہی سے شوقِ مطالعہ میں قبلہ موصوف نے کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنی تحقیق ہی سے شیعہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ بلونت اعلانِ شیعیت یہ رباعی فرمائی۔

باطل پایا اپنے کہہ بات کے اندر

رہتا تھا میرا دین و ایمان غلطات کے اندر

ملا نہ مجھے ایسا مذہب کائنات کے اندر

صادق کی فقہ کو کب دل سے قبول

شعبہ ہونے کے بعد ملازمت چھوڑ کر دو برس قبلہ مولانا سید نذیر احمد صاحب خیر اللہ پوری کی منادی میں رہے اور ۱۹۵۶ء میں جامع المنتظر لاہور مدرسہ عربیہ میں داخل ہو گئے۔ چونکہ قبلہ مرصوف کثیر العیال تھے اس لئے زیادہ دیر تک اپنی تعلیم کو جاری نہ رکھ سکے۔ ایک سال کے بعد ۱۹۵۶ء میں شہر ساہیوال میں پیش نماز مقرر ہو گئے جو پورے پانچ سال گزرنے کے بعد ۱۹۶۳ء میں عارف والا میں خطیب کی حیثیت سے تشریف لے گئے جب مجالس خوانی کا سلسلہ بڑھا تو عارضت والا چھوڑ کر واپس ساہیوال اپنے مکان پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۱۹۶۶ء میں کراہہ مغلّی نجف اشرف زیارات کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں انہی من تعلیم رہنے کا بندوبست ہو گیا مگر گریڈ درجات نے اجازت نہ دی اس لئے چھ ماہ سے زیادہ نجف اشرف میں ٹھہر سکے۔

آپ کی عظیم دینی خدمات: مسجد حیدریہ ساہیوال کی تعمیر، مدرسہ نعیم الواعظین چیک ۹۴  
6-R  
ساہیوال۔

مولانا غلام حسین نعیمی کو 6 نومبر ۱۹۹۱ء مسجد حیدریہ ساہیوال میں نماز خراج کر تے ہوئے سیاہ بیدیر کے غنڈوں نے شہید کر دیا۔ آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق جامعہ غلویہ نعیم الواعظین میں سپرد خاک کیا گیا۔



# عَاوِنِ مَجَالِسِ

- ۱۰ پہلی مجلس :- ترجید باری تعالیٰ، ربط مصائب حضرت بلالؓ اور اس کی اذان
- دوسری مجلس :- نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نور بشرہ انسان، ربط مصائب، دربار ولید میں حسینؑ کا
- ۲۶ جواب، واپسی پر حضرت عباسؓ کا عرض کرنا
- تیسری مجلس :- شان رسالت، نور مصطفیٰ اور جہا بات، خلق عظیم، اعلیٰ شخصیت کے آنے کے اشکات
- ۳۶ ربط مصائب، امام کا اتم سلمہ کو منظر کربلا دکھانا، صغریٰ کو دینے چھوڑنا
- چوتھی مجلس :- زحمتہ العالمین کا تذکرہ، ربط مصائب، رورو کر بلا، زمین خریدنا، مردوں، عورتوں اور بچوں کو
- ۵۱ تین وصیتیں کرنا اور اپنا تعارف کرانا۔
- پانچویں مجلس :- سردار انبیاء کی معراج جہانی، پہلوں کا واقعہ، مقصد معراج، ربط مصائب، عزرائیل کا اجازت
- ۶۲ طلب کرنا، لاشوں میں سیدہ کا روزا۔
- ۶۶ چھٹی مجلس :- حاکم روحانی کا تعارف اور شہادت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
- ساتویں مجلس :- عیاشیت کی تردید اور ربط مصائب شہادت سفیر آل محمد وکیل مظلوم کربلا حضرت
- ۹۰ مسلم بن عقیل علیہ التیمتہ والثناء
- ۱۰۷ آٹھویں مجلس :- مرزائیت کی تردید، اوصاف نبوت، ربط مصائب، فرزندان امیر مسلم کی شہادت
- نویں مجلس :- عزاداری سید الشہداء کے متعلق اعتراضات کے جوابات اور ربط مصائب شہادت
- ۱۲۷ حضرت حرم علیہ التیمتہ والثناء
- دسویں مجلس :- یزید پلیدی کا تعارف، اور فرزند رسولؐ کے فضائل و مناقب، ربط مصائب
- ۱۴۵ راہ کو نہ دشام اور شیریں کا واقعہ
- گیارہویں مجلس :- لفظ اصحاب کی توضیح، پیش کردہ آیات کے جوابات، ربط مصائب
- ۱۶۴ حضرت عروہ و محمدؐ کی شہادت

- ۱۸۶ بارہویں مجلس :- آیتہ استخلاف کی توضیح، ایمان، عمل صالح کی وضاحت، علم امیر المومنین کی تشریح  
 ربط مصائب، شہادت حضرت قاسم بن الحسن علیہ السلام
- ۲۰۳ تیرہویں مجلس :- الحقیقۃ صغریٰ کی وضاحت، اصحاب ثلاثہ کی نماز جنازہ، سبط ابن جوزی کا واقعہ  
 شہادت ہم شکل پیر حضرت علی اکبر علیہ السلام
- ۲۲۱ چودھویں مجلس :- حُبُّنا کُنَّا بِلِ اللّٰهِ کی ترویج، ترمذی ہاشم کی دعا اور شہادت  
 حُبِّ عَلٰی عَلٰیہِ السَّلَامِ، اُمّ البینین کی ترویج، ترمذی ہاشم کی دعا اور شہادت
- ۲۲۹ پندرہویں مجلس :- تفسیر اور تفسیر کے اثبات میں آیات و روایات اور واقعات سید الشہداء  
 کی اپنے شیعوں کو آخری وصیت، ربط مصائب فاتح کربلا شہزادہ علی اصغر کی شہادت
- ۲۵۸ سولہویں مجلس :- عقل بڑی نعمت ہے، حضرت خلیل کے لئے آگ کا گلزار ہونا، ہاتھ کھول کر نماز  
 پڑھنا، بقینۃ اللہ سے امام آخر الزمان مراد ہیں، ناصبی وزیر کے انار کا واقعہ، مصائب شہداء
- ۲۷۵ سترہویں مجلس :- توکل کا بیان، ابراہیم، حرمت غنا، عزوۃ بدر، احد، ناصبی و خارجی کا گناہ  
 بن جانا، جناب فاطمہ الزہراء، ثانی زہراء اور سیدہ سجاد کا عشر میں تشریف لانا۔
- ۲۹۲ اٹھارہویں مجلس :- دنیا کو دین پر ترجیح دینا، معجزات سرکار رسالت ذکر علی عبادت ہے۔  
 معجزات جناب امیر علیہ السلام، شہادت سرکار سید الشہداء علیہ السلام
- ۳۱۰ انیسویں مجلس :- ایمان اور عمل صالح، خالی اور مقعر کی اصطلاح، مفقود، ابو ذر اور سلمان کے درجہ  
 ایمان، تبدیلی مذہب کے اسباب، مومن کی شان، ایفاء عہد، پیکر ونا حضرت عباس علیہ السلام کا تذکرہ  
 اور شہادت۔
- ۳۲۷ بیسویں مجلس :- سردار انبیاء کا کلام، وحی کے تابع ہوتا ہے، خواہشات نفسانیہ کی مخالفت اور  
 جناب امیر المومنین علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام کی تربیت، حسین مسمیٰ و انامین الحسین،  
 معراج خاتم النبیین، سید الشہداء کی شہادت کی پیشگوئی، و سبب کی آمد اور شہادت اور  
 وہب کے مصائب۔

میں شیعہ کیوں ہوا۔ بائیس سوالات۔

# پہلی مجلس

## توحید باری تعالیٰ، ربطِ مصائب، بلائ اور اس کی اذان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ

كُفُوًا اَحَدٌ ۝ پارہ ۳۰ رکوع ۲۷

خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اے رسول تم کہہ دو کہ خدا ایک ہے۔ خدا برحق بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا نہ اُس کو کسی نے جنا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں (ترجمہ حافظ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم اعلیٰ اللہ مقام)

اِیْمِ اللّٰهِ سے آغازِ بیاں کرتا ہوں صفحہ قرطاس پر مقصد کو عیاں کرتا ہوں

حمد و تسبیحِ خداوندِ جہاں کرتا ہوں توجیہ کو وردِ زباں کرتا ہوں

ذکرِ توحیدِ عبادت ہے رقم ہونا ہے

سزنگوں حمدِ الہی میں تسلیم ہونا ہے (آغا سکندر مہدی)

کائنات کی ہر چیز کوئی نہ کوئی اپنی شکل و صورت رکھتی ہے کہ جس کے سبب سے دنیا اُس شے سے متعارف ہوتی ہے۔ ہر شے کی قدر و منزلت۔ عزت و عظمت اُس کے تصور یا دیکھنے سے ہوا کرتی ہے۔ اگر کسی شے کا نقشہ و صورت ذہن میں نہ ہو تو اُس کا سمجھنا مشکل و دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن و محال ہے۔ اس کی نقاب کشائی میں اس مثال سے کرتا ہوں کہ معلم و مدرس نے ایک نپتے کو شیر تو پڑھا دیا مگر شیر کی تصویر و صورت طالب علم کو نہیں دکھائی کہ شیر ایسا ہوتا ہے۔ تو جس نپتے نے شیر کا نوٹ ہی نہ دیکھا ہوگا اُسے کیا علم کہ شیر کیسا ہوتا ہے۔ اگر شیر کے پتھرے میں کسی نے گیدڑ شریف کو بند کر رکھا ہو اور سختی شیر والی پتھرے پر لگا دی

گئی ہو۔ تو جس نے شیر کو کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ وہ تمنّیٰ کو پڑھ کر کہے گا کہ دیکھو پیچھے میں شیر ہے۔ اس کے برخلاف صاحبِ نظر کہے گا کہ بھائی یہ شیر نہیں کم بخت گبیڑ ہے۔ یہ کسی نے شیر کی جگہ پر گبیڑ کو جنم دیا ہے۔ شیر کی شکل و صورت، طور و طریقہ ایسا نہیں ہوا کرتا شیر کی جگہ پر بیٹھنے سے گبیڑ شیر نہیں بن جاتا اگر اعتبار نہیں آتا تو میدان و غاب میں آزما کے دیکھ لو۔ شیر کا کام ہے پڑھ پڑھ کے تلے کرنا اور گبیڑ میاں کا کام ہے میدان سے بھاگ جانا۔

سنو! گبیڑ کی صبح پہچان یہ ہے کہ یہ کم بخت بھاگتا بھی ہے اور پیچھے بھی مڑتا ہے۔ دیکھنا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر تو نے بھاگ ہی ہے تو پھر بھاگ جا پیچھے کیوں مڑتا ہے دیکھنا ہے۔ مگر گبیڑ بڑا سمجھدار جانور ہے یہ اس لئے پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے تاکہ اگر حملہ آور رک گیا تو میں کیوں فضول بھاگتا چھروں۔ میں بھی کسی بھاڑی میں آرام کی خاطر بیٹھتا ہوں۔ صلوٰۃ

بے معرفت نکالیں تو یہی کہیں گی کہ تمنّیٰ پر لکھا ہوا شیر ہے۔ ہذا یہ شیر ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ شیر کی جگہ پڑ بیٹھا ہوا ہے لہذا یہ شیر ہی تو ہے۔ شکل و صورت میں بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے یقیناً یہ شیر ہی تو ہے آئے جس کا جی چاہے میرے راخذ مناظرہ کرے میں ثابت کر دوں گا کہ شیر ہے مگر اہل بصیرت مسکراسکا کر کہیں گے میاں جی صرف لکھا ہوا کانی نہیں ہو کر تا بلکہ ادا متعارفہ کا ہونا ضروری و لازمی ہے۔ حضرت صاحبِ شیر کی جگہ پر بیٹھنے سے گبیڑ شیر نہیں بن جائے گا بلکہ شیر شیر رہے گا اور گبیڑ گبیڑ رہے گا۔ صلوٰۃ۔ ہاں اگر دیکھی ہوئی کسی چیز کا نام جب کبھی زباں پر آ جائے تو فوراً اس کی شکل و صورت کا تصور ذہن میں آ جاتا ہے۔ مثلاً میں نے آپ کے سامنے کڑسی کا ذکر کیا تو اسی وقت آپ کے ذہن میں کڑسی کا نقشہ آ گیا کہ اس شکل و صورت کی کڑسی ہو کرتی ہے۔ میں نے میز کہا آپ فوراً سمجھ گئے کہ میز یوں ہوتا ہے۔ اسی طرح اونٹ۔ گھوڑا۔ مکان۔ سمندر۔ پہاڑ۔ درخت تو میں عرض کرتا گیا آپ سمجھتے گئے میں نے میاں جی کا ذکر کیا آپ کے ذہن میں اُس کی بھولی بھالی صورت آ گئی کہ ہاتھ میں تلیج ہو گئی۔ ٹخنوں سے اونچا پا جا مہوگا۔ پیشانی پر نشان یعنی گنا ہوگا۔ سر بالکل صاف ہوگا۔ ریش دراز ہوگی۔ کاندھے پر پرنا ہوگا۔ سر پہ مہل کی ٹوپی ہوگی۔ نظر نیچی اور جلوے کھانے کا دھنی ہوگا۔ اس کے علاوہ ہر انسان پر کھر کا فترٹے لگانا اُس کی طبعِ سلیم ہوگی۔ میں نے رحمت اللہ کہا۔ آپ کے اذنان نے

فیصلہ کر لیا کہ کسی بزرگ پروردگار کے بندے کا ذکر ہے۔ میں نے رضی اللہ کہا آپ کو مسرت ہوتی ہے کہ اصحاب رسول صلعم سلمان بن ابذر غفاری، عمار یاسر، بلال، صدقہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مبارک تذکرہ ہے۔ میں نے لعنت اللہ کہا۔ آپ نے خیال فرمایا کہ کسی ارجہل یا اس کے ہم نگر وہ ہم روش ملعون انسان کا بیان ہے۔ میں نے صلوات اللہ کہا آپ کے چہروں پر مسرت کی کبر و کبریٰ انبساطِ مودت سے وجد میں آگے کہ کسی معصوم منصوص من اللہ کا ذکر ہے۔ یہ وہ مخلوق ہے کہ جن پر نماز میں درود و سلام بھیجا بر مسلمان پر واجب اور فرض ہے۔ صلوات۔ یہاں معصوم کے فرمان واجب اذعان کو مستدس کی صورت میں پیش کرنا ہوں۔

مشہور ہیں جو صاحبِ توفیر وہ ہم ہیں آئی ہے آری تلمیہ روہ ہم ہیں  
بھیجی ہے اللہ نے تشبیہ وہ ہم ہیں ہے جن کا شرف عرش پہ تحریر وہ ہم ہیں

ناری ہے اس گھر کی جو الفت نہیں رکھتا

عالم میں کوئی ہم پر نظیبت نہیں رکھتا صلوات

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب کسی دیکھی پہچانی ہوئی شے کا نام لیا جائے تو اس کی شکل و صورت کا نقشہ ذہن میں ہو پیدا ہوتا ہے۔ سزاگر ایسا ہے ان یقیناً ایسا ہے تو اب میں ایک مبارک مقتدس نام لیتا ہوں جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے آپ اس پر نور و ذکر کر کے فرمائیں کہ آپ کے ذہن نے کیا کچھ ورک کیا ہے۔ وہ نام ہے اللہ تعالیٰ۔ بناؤ اللہ کیسا ہے مسلمان اگر اللہ تعالیٰ کی کوئی شکل و صورت آپ کے اذہان نے صفوئی تو یہی تو شرک و کفر ہے۔ جناب حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو تشبیہ مخلوق سے دی وہ مشرک ہے اور جس نے اس کا وصف مکان سے کیا وہ کافر ہے۔ جامع الاخبار ص ۱۰۰

ذہن میں جو گھر گیا وہ انتہا کیسے ہوا

آگیا جو سمجھ میں پھر وہ خدا کیسے ہوا

خدا وہ ہے جو ازلان مخلوقات سے بلند و بالا و ارفع و اعلیٰ ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ چند یہودی جمع ہو کر جناب ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پر داز ہوئے کہ اے محمد آپ اپنے پروردگار

کاتب بیان کریں کہ وہ کیسا ہے اور کس سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کے وسعت ازمان پر نگاہ کی اور خالق رحمن تاد مطلق کی وسعت قدرت کو ملاحظہ فرما کے خاموشی اختیار فرمائی مگر یہودیوں نے تین مرتبہ یہی سوال کیا کہ آپ کا خدا کیسا ہے اور حضور پُر نور ہر بار سکوت فرما ہوتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ توحید کو نازل فرمایا۔ تفسیر عمۃ البیان جلد ۲ ص ۵۵۲۔ میرے حسب ان سے کہہ دو کہ خدا احد ہے۔ خدا برحق ہے بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جانشہ اُس کو کسی نے بنا۔ اور اس کا کوئی بوسر نہیں ہے۔ یہاں ایک اشتباہ کا ازالہ مقصود ہے وہ یہ کہ کلام مجید میں سورۃ ابرات کے ہر سورہ کے اول ابتدا میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مرقوم ہے۔ کیا یہ جزو قرآن مجید ہے یا کہ بطور تبرک کے تحریر ہوا کرتی ہے۔ سنو مذہب شیعہ خیر البریہ کے نزدیک ہر جگہ کی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جزو قرآن پاک ہے۔ اور جبنا کتاب اللہ کے تاریوں کا فیصلہ ہے کہ ہر سورہ کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بطور تبرک کے تحریر کی جاتی ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم تو صرف ایک بار ہی نازل ہوئی ہے اور وہ مقام ہے جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام نے شہزادی سبار بقین کو خط لکھا تھا اور وہاں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو تحریر کیا گیا ہے۔ یہی قرآن مجید کا جزو ہے باقی بطور تبرک کے تحریر کیا کرتے ہیں۔ مسلمانو! اگر ایسا ہی ہے تو کیا کہنا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی عزت و عظمت اور رفعت کا کہ قرآن مجید صابی مقدس کتاب کے ہر سورہ (سوائے سورۃ ابرات) کے اول تحریر ہوا کر شکر قرآن کو دوبالا کر دیا۔ صلوات۔ جبنا کتاب اللہ کے قاری ماہ رمضان مبارک میں پورا قرآن پاک تو تلاوت فرماتے ہیں مگر نماز تراویح میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سے احتراز ہی فرماتے ہیں اور جواب یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ قرآن مجید کا جزو نہیں ہے۔ بہر حال شیعہ امامیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو قرآن پاک کا جزو ہی نہیں سمجھتے بلکہ حدیث نبوی سے ثابت کرتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں پورا قرآن معتبر و مستور ہے۔ روایت میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے عبد اللہ ابن عباس کے سامنے عشاء کی نماز کے بعد بسم اللہ کے ب کے نقطہ کی تفسیر بیان کرنا شروع کی اور اس قدر نقطہ باٹے بسم اللہ کو واضح فرمایا کہ مُرَّعِ مصلیٰ اور مُرَّعَانِ سحر نے اذانیں شروع کیں اور یہاں تک کہ صبح کی سفیدی نمودار ہوئی۔ فرمایا ابن عباس اس

بات کو جان لو کہ جتنے علوم اہلین و آخرین کے ہیں وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب سورہ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے۔ وَأَنَا الْتَقَطْتُهُ نَحْتِ النَّبَاءِ اور میں وہ نقطہ ہوں جو بائے بسم اللہ کے نیچے ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مولائے امیر المؤمنین تمام علوم اولین و آخرین سے واقف و آشنا ہیں۔ صلواتہ۔ لراجل الاحزان جلد ۱ ص ۱۴۸ تفسیر القرآن اور ذخیرۃ المال میں جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد موجود ہے لَوْ قَدِمْتُ لَأَدْرِكْتُ سَبْعِينَ بَعِيرًا مِنْ تَفْسِيرِ سُورَةِ الْفَاتِحَةِ اگرچہ ہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے سترارٹ کا بار کر سکتا ہوں۔ المجالس المنفیه ص ۱۲۰۔ چونکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بابِ علم شہر محمد مصطفیٰ جناب علی مرتضیٰ کے بے شمار فضائل پائے جاتے تھے اس لئے یاروں کو اس کی طرف سے یہ سعی ناکام کی گئی مگر شمس امامت کی علمی شمعیں اور دنیا پاشیاں اس معمولی رقم کے گرد سے نہیں چھپ سکتیں صلواتہ رباعلی عرض ہے۔

علیٰ وہ بھر ہے جس کا کنارہ ہوا سیوا علیٰ کے شکل میں کوئی سہارا نہ ہوا  
 احمد وغیرہ خدقی پر خور کر واعظ علیٰ کے بغیر نبیؐ کا بھی گزارا نہ ہوا

اب بسم اللہ الرحمن الرحیم کے فضائل عرض کرتا ہوں۔ حدیث نبویؐ کُلُّ آئِسْرَةٍ فِي بَابِ لَدُنِّي بِبِسْمِ اللَّهِ فَلَمَّا آتَتْهُ بَرُوهُ كَامٌ جَوْ كَهِدٍ وَ قَعْتٌ رَكْعَتًا هُوَ أَرَأَيْتَ أَسْمَ بَسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سے شروع نہ کیا جائے تو وہ کام ابر یعنی ناقص ہے۔ حضرت امام علی رضاعلیہ السلام نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اسم اعظم اللہ تعالیٰ سے اتنا قریب ہے کہ جیسا کہ آنکھ کی سفیدی سیاہی سے۔ جامع الاخبار ص ۲۸

اس مقام پر ایک واقعہ عرض کئے دیتا ہوں تاکہ تلوں مومنین جلا رایان سے مزید منقذ ہو جائیں۔ منقول ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار صحابہ کرام کے ساتھ گورستانِ یقین سے گزرے تو ارشاد فرمایا کہ یہاں سے جلدی جلدی گزر چلو کیوں کہ اس قبر پر عذابِ الہی بھونڈا ہے۔ اس کے بعد جب حضورؐ واپس تشریف فرما ہوئے تو اسی مقام پر کسی صحابی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہی تمام آگے ہے۔ یہیں یہاں سے جلدی نکل جانا چاہیے۔ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ اس قبر پر عذابِ الہی نے عرض کی مولا اس کی وجہ کت ہے۔ ارشاد فرمایا کہ صاحبِ قبر واقعی گنہگار تھا اور اس کے گناہوں

رباعی

فضائل بسم اللہ

کی شامت کی وجہ سے اس پر عذاب مستط کروایا گیا۔ اب اس قبر پر رحمتِ الہی کا نزول ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ مرنے والے نے دنیا میں ایک لڑکا چھوڑا تھا آج اُسے کتب میں بضررِ تعلیم پہنچایا گیا تو معلم نے اسے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تعلیم دی۔ ادھر اس بچے نے منہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور رحمتِ الہی جوش میں لگتی اور اُس کے باپ کی زحمت کو رحمت سے بدل دیا۔ تاری بسم اللہ الرحمن الرحیم کے باپ کے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے بلکہ لاج الاحزان جلد ۵۰ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے مصر کے بادشاہ ولید بن مصعب (جن کی فرعونیت کی وجہ سے اس کا فرعون نام پڑ گیا تھا) کو تازی سے سمجھانا شروع کیا مگر فرعون نے موسیٰ کی ایک نہانی کلیم نے اس کو کئی معجزے بھی دکھلائے۔ مگر فرعونوں کا شک کہاں دور ہوتا ہے۔ فرعون ملعون کو تو ہمیشہ نبرت پر شک ہی رہا۔ آخر تنگ آکر حضرت موسیٰ نے فرعون کو بددعا دی مگر کلیم کی بددعا کو کوئی اثر نہ ہوا۔ اس پر حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ پالنے والے کیا وجہ ہے کہ میری بددعا کا فرعون پر کوئی اثر نہیں ہوا بارِ الہا فرعون میں کیا خوبی ہے کہ عذاب سے بچ گیا حکم ہوا کلیم، فرعون نے اپنے صدر دروازہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا ہے جس کی برکت کی وجہ سے میرے عذاب سے مامون و محفوظ ہے۔ صلاۃ خزینیۃ الجالس ص ۳۵ اس سے ثابت ہوا کہ اس دنیا میں دشمنانِ خدا کو بھی اس آیت کریمہ سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اللہ اکبر۔ میں کہتا ہوں میرا اللہ کریم ہی نہیں بلکہ رحم و کرم کا بھی خالق و مالک ہے۔ مسلمانا سیرا خدا رحیم و رحمن ہی نہیں بلکہ ان صفاتِ جلیلہ و جمیلہ کو اسی نے خلق فرمایا ہے۔ کوئی انسان۔ ولی عزت۔ قلب۔ ابدال۔ تلندر۔ صوابی۔ خلیفہ۔ امام۔ نبی اگر رحیم و کریم ہوگا تو یہ اللہ تعالیٰ کا ہی تو انعام و اکرام ہے کہ جس نے ایسی مخلوق کو اپنی رحمت و فضل سے پیدا فرمایا۔ حضرت محمد مصطفیٰ اگر رحمتہ للعالمین ہیں تو یہ اُس کریم کا ہی تو فیض ہے کہ ایسے مقدس انسان کو خلق فرما کر اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے مبعوث فرمایا۔ چشم بصیرت رکھنے والے جانتے ہیں کہ ساری کائنات سے افضل و اکمل حضرت جناب ختمی مرتبت ہیں مگر جہاں اس ذاتِ مقدس کی شفقت کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے رحمتِ باری تعالیٰ کی ابتدا ہوتی ہے۔ سنو اور غور سے سنو۔ منقول ہے کہ ایک بار معاذ بن جبل روتے ہوئے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم کے پاس آئے تو آنحضرت نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو معاذ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ دروازہ انور پر ایک خوبصورت نوجوان زاد نزار رو رہا ہے اور چاہتا ہے کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بخشش کی دعا کرائے۔ آنجناب نے فرمایا کہ اسے معاذ اس کو میرے پاس بلاؤ۔ اس پر معاذ اس نوجوان کو حضور کی خدمت میں لائے۔ اس نے آنجناب کو سلام عرض کیا۔ حضرت نے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ تیرے اس قدر رونے کی وجہ کیا ہے اس نوجوان نے کہ جس کا نام بہلول تھا روتے ہوئے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے ایک ایسا سخت گناہ کیا ہے کہ اگر اس میں سے تھوڑے کچھ بھی خدا مواخذہ کرے تو دوزخ میرے لئے واجب و لازم ہو جائے اور میں جانتا ہوں کہ میرے گناہوں کی وجہ سے میری ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ نبی اکرم نے پوچھا کہ کیا تو نے شرک کیا ہے۔ عرض کی کہ معاذ اللہ شرک تو میں نے نہیں کیا۔ فرمایا کسی معصوم کو قتل کیا ہے۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ قتل بھی میں نے نہیں کیا تو حضور نے فرمایا خدا تیرے گناہ بخشے گا اگرچہ مثل پہاڑوں کے ہوں۔ عرض کی کہ میرے گناہ پہاڑوں سے بھی زیادہ ہیں فرمایا خدا تیرے گناہ معاف کرے گا اگرچہ مثل ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں اور دریاؤں اور درختوں کے پتوں کے بھی برابر کیوں نہ ہوں۔ بہلول نے روتے ہوئے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے گناہ اس سے بھی زیادہ ہیں حضور نے فرمایا خدا تیرے گناہ معاف فرمائے گا اگرچہ ریت کے ذرات اور عرش و کرسی اور ستاروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس نے رو کر عرض کی کہ مولا میرے گناہ اس سے بھی بڑے ہیں۔ حضرت نے غصتہ کی نظر سے اس کو دیکھا اور فرمایا گناہ تیرا بڑا ہے یا پروردگار تیرا بڑا ہے۔ یہ کلمہ سن کر بہلول سجدے میں گر پڑا اور کہنے لگا کہ پاک ہے پروردگار میرا کہ اس سے کوئی چیز بڑی نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ گناہ بڑے کو خدا بڑا ہی بخشا ہے۔ بہلول نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا گناہ بہت بڑا ہے آپ نے فرمایا کہ بیان کر کہ تو نے کونسا گناہ کیا ہے۔ بہلول نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں گورکن تھا اور سات سال تک قبر میں کھود کر مردوں کے کفن اتارنے کا کام کرتا رہا ہوں۔ چند روز ہوئے کہ انصار کی ایک حسینہ جمیلہ لڑکی نے انتقال کیا۔ حسب دستور رات کو جا کر میں نے اس کی قبر کھودی اور کفن اتار لیا۔ اس کے بعد بہلول نے اپنی بڑی غلطی کو بیان کیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ

جب میں فعلِ شینغ کر کے چلا تو پیچھے سے آواز آئی کہ اے بد بخت تو نے اپنے اوپر چہنم واجب کر لیا۔ کل خدا کے دربار میں تجھے پیش ہونا ہے۔ دربارِ خداوندی میں کیا جواب دے گا۔ بس اتنا سنا تھا کہ رحمتہ للعالمین نے غضبِ ناگ ہو کر فرمایا اور بدکار دورِ محمد میرے دربار سے نکل جا کہیں تیرے عذاب میں ہم بھی شامل نہ ہو جائیں یہ سن کر بہلول روتا ہوا پلٹا اور کہتا تھا کہ پالنے والے تیرے رسولؐ نے مجھے اپنے دربار سے نکال دیا ہے مگر میں تیری رحمت سے ناامید نہیں ہوں۔ اسی طرح فریاد و فغاں کرتا ہوا جگ جگ کو چلا گیا اور اپنے دونوں ہاتھ گردن میں باندھ لئے اور رو کر عرض کرنے لگا خداوند! تیرا گنہ گار بندہ بہلول تیرے رسولؐ کے دربار سے محروم پلٹا ہے مگر تیری رحمت سے بہلول مایوس نہیں ہے۔ اسی طرح چالیس دن تک روتا اور آہ و بکا کرتا رہا۔ اس انداز سے بہلول نے توبہِ خالص کی کہ خالقِ کائنات نے اپنے حبیب کو وحی فرمائی کہ میرے رسولؐ بہلول کے پاس جا کر اُس کے ہاتھ کھول دے اور اُسے میری طرف سے بہشتِ عزیز ترشت کی خوشخبری دے کہ میں نے اُس کی خالص توبہ قبول کر لی ہے اس پر جناب رسالت مآبؐ تبسم فرماتے ہوئے دولت سرا سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کو ساتھ لے کر بہلول کے پاس پہنچے۔ کیا دیکھا اس کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے۔ اور روتے روتے ہلکیں آنکھوں سے جھڑ گئی ہیں۔ نبی اکرمؐ نے اس کے ہاتھ کھولے اور سر سے خاک جھاڑی۔ حضورؐ نے بہلول کو جنت کی خوشخبری دی اور صحابہ سے فرمایا کہ ایسی توبہ کرو جیسی بہلول نے کی ہے۔ صلوات۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ ص ۱۹۳ تفسیر انوار النجف جلد ۴ ص ۵۷۔ مگر میرا خدا اس سے بھی بلند و بالا ارفع اعلیٰ ہے۔

رحمتِ خداوندی کے متعلق رباعی عرض ہے۔

بے گنا ہوں میں چلا زاہد جہاں کو ڈھونڈنے  
مغفرت بولی ادھر آئیں گنہ گاروں میں بول  
وہ کرشمے شانِ رحمت کے دکھائے حشر میں  
بیخ اٹھا ہر بے گناہ بول بھی گنہ گاروں میں

اب میں سورۃ توحید کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ حکم ہوا میرے حبیب اُن سے کہہ دے جو تیرے رب کے بارے میں تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ کہہ میرا اللہ احد ہے۔ سنو احد اور ہے اور واحد اور ہے۔ واحد حساب اور تدبیریں داخل ہے۔ واحد کے واسطے ثانی

ہو سکتا ہے مگر احد کے واسطے ثانی نہیں ہے مثلاً دو آدمیوں کے مجرے کو واحد کہتے ہیں یا واحد وہ ہے کہ جس کے دو آدمے ہو سکیں۔ اجزا کو جمع کر کے ترتیب دے کر واحد تر بن سکتا ہے مگر احد نہیں کہلا سکتا۔ احد ایسا ایک ہے کہ نہ اس کے اجزا ہو سکتے ہیں اور نہ وہ ترکیب سے معرض وجود میں آتا ہے۔ بس خدا ایسا ہی احد ہے۔ سنو اگر کہیں لفظ واحد خدا کی ذات کے لئے استعمال ہوا ہے تو متصل لا شریک لہ لگا کر واحد کو احد کر دیا گیا ہے۔ صلوات آگے ہے اللہ الصمد۔ سنو جو کُن فرما کر کائنات کو پیدا کر دے اسے صمد کہتے ہیں۔ جناب محمد صغیر نے ایک روز جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے عرض کی کہ ابا جان صمد کے معنی تو سمجھا دیں۔ فرمایا بیٹا صمد اُس ذات کو کہتے ہیں کہ جس کا نام ہے نہ جسم نہ مثل ہے نہ مثال نہ شبیہ ہے نہ صورت ہے نہ حد ہے نہ محدود۔ نہ موضع ہے نہ مکان نہ کیونکر ہے نہ کہاں۔ نہ یہاں ہے نہ وہاں نہ خلا ہے نہ قیام و تہود۔ نہ سکون ہے نہ حرکت۔ نہ ظلمانی ہے نہ نورانی نہ جہانی ہے نہ نفسانی نہ اس سے کوئی جگہ خالی ہے نہ اس کو کوئی جگہ گھیرے ہوئے نہ وہ رنگ رکھتا ہے نہ بوز۔ بیٹا ان تمام چیزوں سے اس کی ذات بلند و بالا و ارفع و اعلیٰ ہے۔ جامع الاخبار ص ۱۰۰

لے خدا جبروتی تجھے زمین دے ہر سر تیرے سہرے میں سر انگشت ہے  
 توحید کا کلمہ تو یہی کہتے ہیں دیر جو تیرے سوا ہے تیرا بندہ ہے

اب بتاؤ خدا کو کوئی جے تو کیا سمجھے۔ پہچانے تو کیونکر اور کیسے۔ بس خدا وحدہ لا شریک ہے۔ علمائے خاصہ اور عامہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر جناب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خطبات (جو بیچ البلاغہ میں کتاب کی صورت میں جمع ہیں) نہ ہوتے تو دنیا کو توحید کا پتہ ہی نہ چلتا۔ توحید باری تعالیٰ کی طرف صحیح رہنمائی جناب امیر علیہ السلام کے فرمان واجب اذعان صحیفہ کاملہ۔ اترتی ہے اسی طرح اگر جناب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں کا مجموعہ (جو صحیفہ کاملہ کی صورت میں موجود ہے) نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے طریقے ہی دنیا کو نہ آتے۔ صلوات

محمد صغیر

میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ الصمد ہے۔ چونکہ عظمت الہیہ اتنی بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ ہر بلندی اُس کی ذات کے سامنے پست اور ہر کمال کا وہ خالق و مالک ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ بجز توحید کے خواص حیران و شمشدہ رہیں اور فن بیان میں اس موضوع سخن کو خشک کہا جاتا ہے اس کے علل و اسباب کی تشریح اس طرح کئے دیتا ہوں کہ ایک برگزیدہ خدا کے بندے نے معجزے سے مردے کو زندہ کیا۔ میں نے اس کے اس معجزے کو بیان کیا تو آپ لوگوں نے نعرہ لگایا۔ جوش و لاسے مجھوم گئے۔ اس کے ساتھ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے سو سال بعد حضرت عزیر کو اپنی قدرتِ کاملہ سے زندہ فرمایا اور کھانے کی گرمی اور پانی کی تازگی بھی باقی تھی تو اس پر آپ نعرہ نہیں لگائیں گے۔ کیوں کہ ذاتِ باری تعالیٰ اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ حضور و اوصیاء میں وہاں بلا کرتی ہے جہاں نامل نے حیرت انگیز کام کیا ہو۔ چار ماہ کا بچہ گھٹنوں کے بل چل کر تو داد لے سکتا ہے مگر یہی بچہ دو سال کے بعد اگر گھٹنوں کے بل چلے گا تو اس کی حماقت متصور ہوگی۔ دوسری جماعت کا طالب علم پانچویں جماعت کا سوال نکال کر و فیضہ حاصل کر سکتا ہے مگر پانچویں جماعت کا طالب علم دوسری جماعت کا سوال نکال کر سرفراز نہیں ہو سکتا۔ یہ قاعدہ ہے کہ داد ملتی ہے اپنے معیار سے بلند کام کرنے پر۔ اور جس کی بلندی معیار کا انبیاء علیہم السلام کو بھی کما حقہ علم نہ ہو سکا تو اس کی قدرتِ کاملہ کا احاطہ کرے تو کون اور داد دے تو کس کس کرشمہ توحید کی۔ بس اللہ الصمد ہے۔ صلوات۔ مدرسہ

رب و حید صاحبِ جبروت ذرا لمنن      تھر یک قبیل و قال نہیں جرات سخن  
عاصی ہے اسحق ہے یہ محروم فکر و فن      خامڑے زباں کو دے تو تہ سخن

اسپِ تلمیم ہوا میں جب رفعت یگانہ ہو

سلماں کو تلاق ہو کہ شہ نہ بش نہ ہو      صلوات

میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بزدلِ مرحب کو قتل کرتا تو واقعی اس کی کامل تعریف ہوتی۔ سورج کو پلٹا کر نمازِ عصر ادا کرنے والے نے اگر مرحب کو تہ تیغ کر دیا تو کونسا تعجب کا مقام ہے۔ خیر کی رزمین شابد و مشہود ہے کہ خیر کا نفع کرنا حیدر کرار کا ایک معمولی اشارہ تھا۔ شعرہ

یوں ذرا اکھاڑا تھا جو گراں سنگِ سخت سے

جیسے کہ توڑے کوئی پتہ درخت سے      صلوات

آگے ہے لکھ یلید و لکھ یولد نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا۔

عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ لم یلد کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو عمرِ اُس سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ ملعون یہودی کہتے ہیں اور نہ مسیح اس سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں اور نہ سورج چاند ستارے اس کی ذات سے نکلے جیسا کہ مجوسیوں کا قول ہے اور نہ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں جیسا کہ مشرکین کہا کرتے ہیں اور وَلَدٌ یُّؤَلِّدُکَ الْمَطْلَبُ یہ ہے کہ نہ اُس کا کوئی شبیہ ہے اور نہ نظیر اور نہ برابر والا اور جو کچھ اُس نے اپنے فضل سے تم کو عطا کیا ہے اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ویسا نہیں رہے سکتا۔ وَلَدٌ یُّکِنُّ لَہَا کُفُوًا اَحَدًا سے مراد یہ ہے کہ نہیں ہے واسطے اس کے یہوی کیونکہ یہ اوصاف تو مخلوق یعنی انسانوں کے ہیں کہ کسی طرح کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں کسی اور کو جنکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان چیزوں سے منزہ اور مبتلا ہے۔ کیوں کہ خود فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ پارہ ۲۵ رکوع ۳۔ نہیں ہے مثل اُس کے کوئی شے۔ مخلوق کی پہچان تو حواسِ خمسہ سے ہو جاتی ہے یعنی کسی چیز کی معرفت ان پانچوں میں سے کوئی علت ہی کرائے گی۔

(۱) آنکھ سے دیکھ کر کسی کو پہچانا جاتا ہے

(۲) اُتھ سے ٹٹول کر معرفت حاصل کی جاتی ہے

(۳) زبان سے چکھ کر حقیقت کو معلوم کیا جاتا ہے

(۴) کان سے آواز سن کر اُس کی کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے

(۵) اور ناک سے سونگھ کر اس کی شناخت کی جاتی ہے مگر باری تعالیٰ حواسِ خمسہ کا بھی خالق

ہے۔ ان سے تو ہرگز ہرگز خدا کو نہیں پہچانا جاسکتا۔ بس عقل سے سمجھو کہ کوئی خدا ہے کہ جس نے

ساری کائنات کو پیدا فرمایا ہے کہ نظامِ ارض و سما جاری و ساری ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ

ایک مسلمان وزیر نے اپنے کا فر بادشاہ کو تر حید باری تعالیٰ اس طرح سمجھائی کہ جنگلِ بیابان میں ایک

مالی شان مکان تعمیر کرایا اور اس میں تمام ضروریاتِ زندگی مہیا کر دیں اور محل کے ارد گرد باغ بونٹے

لگوا کر بادشاہ کو سیر و شکار کے بہانے ادھر لایا۔ بادشاہ نے مکان و باغ کو دیکھ کر دریا فت کیا کہ

اس کو کس نے بنایا ہے۔ وزیر نے عرض کی کہ حضورِ خود بخود بن گیا ہے۔ بادشاہ نے حیرت سے

کہا کہ کس طرح بنانے والے کے بغیر بن گیا ہے کیا کوئی چیز خود بخود اس صُن و غوبی سے بن سکتی

آیاتِ صالح کے متعلق واقعہ

ہے۔ وزیر ہا تدبیر نے عرض کی کہ جس طرح زمین و آسمان۔ چاند۔ سورج۔ ستارے۔ بحر۔ برہ۔ اشجار۔ حیوان پرندے۔ انسان وغیرہم خود بخود بن گئے اور نظام بدستور چل رہا ہے۔ اسی طرح یہ بھی بن گیا ہوگا۔ ہاں اگر یہ معمولی سا مکان کوئی اپنا بنانے والا رکھتا ہے تو اس پروری کائنات کے نظام کو جاری رکھنے والا خدا وحدہ لا شریک ہے۔

اسی طرح ایک مومنہ ضعیفہ سے توحید بازی تعالیٰ کے بارے میں سوال ہوا تو اس نے اپنے چرخہ کی مثال پیش کی کہ میرے چلانے سے میرا چہنہ چلتا ہے جب یہ معمولی سا چرخہ چلانے والے کے بغیر نہیں چل سکتا تو اتنا بڑا چرخ کائنات بغیر چلانے والے کے کس طرح چل رہا ہے۔ بس ہے کوئی طاقت غیبی جو اسے چلا رہی ہے اور وہ ہے خدا وحدہ لا شریک۔ صلوات

خواب امیر المؤمنین کا فرمان ہے مَنْ عَرَفَ ذَنْبَهُ عَرَفَ رَبَّهُ جِسْمِ  
 نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ تحفۃ الابرار ص ۱۰۔ بس اپنے آپ  
 کو پہچانو۔ خدا کی پہچان ہو جائے گی۔ مگر یاد رہے کہ اپنے آپ کو پہچانا بڑا مشکل اور محال کام  
 ہے تم چاند میں تو مسکن بنا سکتے ہو۔ ظلمات میں گھوڑے دوڑا سکتے ہو۔ آسمان تک سیدھی لگا  
 سکتے ہو۔ تم ہوا کو مسخر کر سکتے ہو۔ غرضیکہ کائنات کی ہر شے پر قبضہ جاسکتے ہو۔ مگر حقیقتِ نفس  
 کو نہیں سمجھ سکتے۔ غور کر کے فرماؤ کہ میں کہاں ہوں۔ ماخذ میرا ہے میں نہیں ہوں۔ زبان میری  
 ہے میں نہیں ہوں۔ پاؤں میرے ہیں میں نہیں ہوں۔ آنکھ میری ہے میں نہیں۔ ناک میرا ہے  
 میں نہیں۔ بتاؤ میں کہاں ہوں یہ میرے اعضا ہیں۔ چلو اندر دیکھ لیں کہ کہیں میں نہ ہوں۔ سنو  
 دل میرا ہے میں نہیں۔ دماغ میرا ہے میں نہیں۔ جگر میرا ہے میں نہیں۔ عقل میری ہے میں  
 نہیں۔ سانس میرے ہیں میں نہیں۔ اندر بھی میرا باہر بھی میرا بتاؤ میں کہاں ہوں۔ بس میں کو  
 پہچانو تاکہ خدا کی پہچان ہو جائے۔ دنیا کے سانس دانوں سے گزارش ہے کہ جو شئی انسان کے  
 جسم سے نکل جاتی ہے اور تمام عضوبے کار ہو جاتے ہیں اُسے قوتِ سانس سے روکتے کیوں  
 نہیں کہ قیمتی جانیں ضائع نہ ہوں۔ جس دن تم نے حقیقتِ انسانیہ کو سمجھ لیا اسی روز حقیقتِ  
 خداوندی کا ادراک ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا ہے کہ اُس خالقِ حقیقی کے انعاماتِ عظیمہ  
 اور نعماتِ وافزہ میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر نہایت ہی

شفیق، کریم، رحیم اور مہربان ہے اگر اللہ تعالیٰ ہم سے اپنے انعامات کا حساب لینے لگے تو ہم تو اس کی کسی ایک نعمت کا بھی حساب نہ دے سکیں۔

منقول ہے کہ ایک زاہد عابد دن رات خدا کی عبادت میں مشغول رہتا تھا اور عبادت کیشہ کی وجہ سے اُسے گمان تھا کہ میں نے اللہ کی عبادت کا حق ادا کر دیا جیسا کہ وہ چاہتا ہے اس زاہد نے دعا کرنا شروع کی کہ پالنے والے میں اس بات کا مستحق ہو گیا ہوں کہ بہشت عنبر سرشت میری ملکیت ہو کیوں کہ میں اُس کی قیمت سجدوں کی صورت میں تجھے ادا کر چکا ہوں یہ کلمات قدرت کی بارگاہ میں نہایت ہی نامناسب تھے۔ ایک روز یہی زاہد جنگل سے گزرا اور اُسے شدت کی پیاس لگی مگر پانی کہیں میسر نہ ہوا۔ آخر تنگ ہو کر مرنے کے لئے ریت کا ٹرانہ بنا کر لیٹ گیا۔ اسی اثنا میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر زاہد کو اس شرط پر پانی کا پیالہ پیش کیا کہ وہ اپنی زندگی کی آدھی عبادت پانی کے پیالے کے عوض بخش دے اس پر زاہد نے سوچا کہ چلو جان تو بچے۔ میں اور عبادت کر لوں گا ایک پانی کے پیالے کے بدلے آدھی عبادت دے بیٹھا زاہد پانی پینے کے بعد چلا مقوڑی دور گیا کہ پھر پیاس کا فلیہ ہوا جب پھر مرنے کے قریب پہنچا تو اسی انسان کو دیکھا اور عرض کرنے لگا کہ میری آدھی بقایا بھی عبادت لے لو اور ایک پیالہ پانی لا مجھے اور دوسرے دو لہذا دوسرے پانی کے پیالے کے عوض ساری عبادت سے فارغ ہو گیا۔ اس پر قدرت کی آواز آئی اے میرے بندے تو نے اپنی عبادت کی قیمت دیکھ لی ہے۔ اب حساب کر کے بنا کہ تو نے میرا کتنا پانی استعمال کیا ہے اس کی قیمت ادا کرنے کے لئے تیار ہو جا جب طاقت کی آواز زاہد کے کان میں آئی کہ قدرت اپنے انعامات کی قیمت چاہتی ہے تو سجدے میں گر پڑا رو کر عرض کرنے لگا بار الہا تیری بخشش اور فضل کا امیدوار ہوں لہذا اپنے رشتہ قدرت سے مجھے سرفراز فرما۔ صلوات۔ خدائی نعمتوں کا فکر تو ابینار علیہم السلام بھی کثرت سے کرتے تھے۔ روایت میں ہے کہ ایک دفعہ جناب رسالتاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے کسی حصہ میں اپنے بستر سے اٹھے اور جنگل کو نکل گئے۔ حضرت عائشہ کو گمان ہوا کہ حضور کسی اور بیوی کے ہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ لہذا وہ اٹھ کر حضور سے پیچھے چلی۔ نبی اکرم ایک مقام پر پہنچ کر عبادت میں مشغول ہوئے اور اس قدر سجدے میں روئے کہ جس طرح کسی ضعیفہ کا

ایک ہی جوان لڑکا ہوا اور انتقال کر جائے جب عبادت سے فارغ ہو کر آنحضرتؐ واپس مراجعت فرما ہوئے تو عائشہ دوڑ کر پہلے واپس آکر بستر پر لیٹ گئی۔ حضورؐ پڑ نورنے آکر عائشہ کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دل کی دھڑکن پر فرمایا عائشہ تجھے کیا ہو گیا۔ عرض کی کہ حضورؐ کے پیچھے حالات دیکھنے گئی تھی۔ اس کے بعد حضرت عائشہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس قدر آپ سجدوں میں روتے ہیں کیا روزِ محشر کا خوف ہے آپ تو شفیع المذنبین اور رحمة للعالمین ہیں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا عائشہ جس اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ درجات رفیعہ عطا فرمائے ہیں، کیا میں اس خالق کا فکرا ادا نہ کروں کہ اس نے مجھے خاتم النبیین افضل المرسلین کے جلیلہ عہدے سے سرفراز فرمایا۔ ترمذی شریف ص ۹۷ صلوات۔ بس میرا خدا وہ ہے کہ جس کی بارگاہ میں محمد مصطفیٰ علیہ السلام ترضیٰ سرسجد و نظر آتے ہیں۔

سلیم ابن قیس ہلالی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵ پر تحریر کیا ہے کہ مجھ سے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے ذکر فرمایا کہ ایک روز رسول اللہؐ نے مجھے ساتھ لیا اور دینے کی گلیوں سے گرتے ہوئے ہم چلے یہاں تک کہ ایک باغ میں پہنچے میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ باغ کتنا خوبصورت ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ایسا ہی ہے مگر تیرے لئے جنت میں اس سے بھی خوبصورت باغ ہوگا۔ اس کے بعد آگے بڑھے تو ایک اور باغ آیا۔ میں نے پھر عرض کی کہ یا رسول اللہؐ یہ باغ کتنا خوبصورت ہے۔ فرمایا اے علیؑ جنت میں تیرے لئے اس سے بھی خوبصورت باغ ہوگا۔ اس کے بعد تیسرا باغ آیا اور میں نے اسی طرح کہا اور حضورؐ نے وہی جواب مرحمت فرمایا۔ یہاں تک کہ سات باغوں سے ہم گزرے۔ میں یہی کہتا گیا کہ کتنا خوبصورت باغ ہے اور حضورؐ پڑ نور یہی فرماتے گئے کہ جنت میں تیرے لئے اس سے بھی خوبصورت باغ ہوگا اس کے بعد ایک مقام پر پہنچ کر حضورؐ نے مجھے گلے لگالیا اور زار زار رونے لگے اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ میں نے بھی رونا شروع کیا۔ حضورؐ نے فرمایا یا علیؑ لوگوں کے دلوں میں تیرے لئے بدر کے کینے اور احد کی رنجشیں پوشیدہ ہیں جو میرے بعد ظاہر کریں گے اے علیؑ تیرے لئے یہ وقت امتحان ہوگا۔ صبر سے کام لینا اور اسلام کو پارہ پارہ نہ ہونے دینا اے علیؑ قریش متہد ہو کر تجھے حق سے محروم کریں گے۔ ان مصیبتوں پر صبر

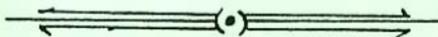
سے کام لینا۔ بے شک مجھ سے تیری وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میرا دین محفوظ ہوگا۔ فرمایا اے علی تیرا دین ہمیشہ سے محفوظ ہے اور ہمیشہ محفوظ رہے گا حق تیرے ساتھ ہے اور تو حق کے ساتھ ہے اس پر جناب حیدر کرار نے عرض کی کہ میں انشاء اللہ تمام مصائب و شدائد پر صبر کروں گا عزا دارو وہ وقت آیا کہ رسول خدا نے اس فانی دنیا سے عالم جاودانی کی طرف مراجعت فرمائی اور حضرت امیر پر جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ مسلمان حضرت علی سے پھر گئے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں چند آدمیوں نے حکومت کا معاملہ طے کر لیا۔ اس پر حضرت امیر نے اس قدر صبر سے کام لیا کہ مولانا علی کے ساتھی مسلمانوں کی بے اعتنائی اور بے مرتبی دیکھ کر جنگوں کو روکنے ہوئے چلے گئے۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرم کے انتقال وصال کے بعد حضرت بلال مدینہ میں نہ رہ سکے اور یمن کو چلے گئے۔ ڈیڑھ ماہ کے بعد جناب رسول خدا بلال کو خواب میں ملے اور فرمایا بلال! تو نے بھی میری اہل بیت کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بلال نے روتے ہوئے عرض کی کہ یا رسول اللہ جس دروازے پر فرشتے سائل اور غلام بن کر آتے تھے جس دروازے پر خود حضور تعظیم کے لئے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اس دروازے کی بے حرمتی نہ دیکھ سکا یا رسول اللہ اس دروازے پر کھڑیاں لٹائی گئیں اور آگ لگانے کی دھمکی دی گئی یا رسول اللہ مدینہ وہ مدینہ نہیں رہا۔ حضور نے فرمایا بلال تجھے میرے بچے یاد کرتے ہیں۔ ایک بار ان کو تو بل لور عزا دارو حضرت بلال بیدار ہونے اور اسی وقت روتے ہوئے مدینہ کو چلے۔ جب حضرت بلال مدینہ میں پہنچے تو سارے مدینہ میں خبر مشہور ہوئی کہ حضور کا مؤذن بلال آگیا ہے۔ جب شہر اودوں کو معلوم ہوا کہ ہمارے نانے کا مؤذن بلال آگیا تو دوڑتے ہوئے ماں کے پاس آئے کہ مادر گرامی بلال آگیا ہے۔ جناب سیدہ نے فرمایا شہزادو بلال کو دروازے پر بلا کر لے آؤ۔ حضرت بلال روتے ہوئے در بتوال پر آئے سیدہ نے بلا ل کو سلام کہا تو بلال کی چینیں نکل گئیں۔ واٹھے مصیبتا رسول خدا کی بیٹی ہم غلاموں کو سلام کہہ رہی ہیں۔ جناب سیدہ نے فرمایا بلال تو نے بھی ہمیں چھوڑ دیا۔ بلال نے روتے ہوئے عرض کی بی بی جن دروازے پر کھڑے ہو کہ رسول اللہ

سلام کہا کرتے تھے۔ اس دروازے کی بے حستی نہ دیکھ سکا۔ بنی میرا جگر پھٹ گیا اس لئے حالات سے مجبور ہو کر مدینہ سے مایوس ہو کر نکل گیا فرمایا بلال صبر کرو اس کے بعد کہا بلال ایک مرتبہ اذان تو سن دو۔ بلال نے عرض کی آپ کے حکم سے انکار تو نہیں ہے مگر آپ اذان سن نہیں سکیں گے۔ جناب سیدہ نے فرمایا بلال جاؤ اور گلدستہ اذان پر کھڑے ہو کر اذان دو۔ عرو دارو بلال نے جرہنی اذان شروع کی تو بتول کو بالے کا زمانہ یاد آ گیا اور سیدہ نے روزنا شروع کیا۔ جب بلال نے کہا اَشْهَدُ اَنْ مَحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ تو شہزاد سے دوڑتے ہوئے آئے اور رو کر فرمایا بلال اذان ختم کرو۔ ہماری ماں غش کھا کر گر پڑی ہے اس پر بتول کے گھر میں کہرام مچا۔ میں کہتا ہوں سیدہ بلال کی اذان سن کر تاب ضبط نہ رہی ہٹے صبح عاشور کو اکبر کی اذان سیدانیوں نے کیسے سنی۔

تبلیغی نصاب جزو حکایات صحابہ ص ۱۵۴

اَلَمْ نَعْنَهُ اَدْبَارُ اللّٰهِ عَلٰی الظُّلَمٰیۃِ

وَسَيَعْلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡیۡ مُنۡقَلَبِۡ یُنۡقَلِبُوۡنَ ۙ ۱۹ رکوے ۱۵



# دوسری مجلس

نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ (پارہ ۶، رکوع ۷)

ترجمہ۔ یقیناً اللہ کی طرف سے تمہارے پاس — نور آیا اور روشن کتاب آئی۔

جب کوئی کسی کے پاس آئے تو چار پہلوؤں پر نگاہ کا پڑنا ضروری ہے۔

(۱) کون آیا (۲) کس کے پاس آیا (۳) کس کی طرف سے آیا اور (۴) کیوں آیا۔ ہر اعلیٰ و

ادنیٰ جو بھی آئے گا ان چار رُخوں پر نگاہ ضرور پڑے گی۔ اسی اصول کی بنیاد پر محمد مصطفیٰ کو بھی دیکھنا

چاہیے۔ اس آیتِ کریمہ میں قدرت نے چاروں رُخ بیان کر دیئے ہیں نہ صرف جَاءَ كُمْ یقیناً

تمہارے پاس آیا نَبْرًا مِنَ اللَّهِ اللہ کی طرف سے آیا نَبْرًا نُورٌ آیا نَبْرًا اور كِتَابٌ

مُبِیْنٌ لے کر آیا کہ دنیا کو ہدایت کرے۔ غایتِ رسول اللہ صافات اور کھلے لفظوں میں قدرت

نے بیان فرمادی ہے۔ حضور نبی اکرمؐ کب آئے اس کا ذکر قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے بلکہ

حدیثِ نبویؐ ہے **أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي**۔ نیابیع المودۃ ص ۱۰۷۔ محمدؐ ہے اول مخلوق

ترغاتی کی ہر مخلوق کردہ مخلوق محمدؐ کے بعد کی مخلوق ہوگی۔ تشریح انسان پیدا ہوا پانی۔ آگ۔ ہوا۔

مٹی سے یہ عناصر اربعہ بھی مخلوق اور محمدؐ ہے۔ اول مخلوق معلوم ہوا کہ پانی نہ تھا۔ محمدؐ تھا۔ آگ نہ

تھی محمدؐ تھا۔ ہوا نہ تھی محمدؐ تھا۔ مٹی نہ تھی محمدؐ تھا۔ ہم جیسا کس طرح ہو گیا۔ قرآن میں ہے **الَّذِي**

**خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ** پارہ ۲۹، رکوع ۱۔ اللہ وہ ہے کہ جس نے پیدا کیا موت کو اور

زندگی کو۔ موت بھی مخلوق ہے اور زندگی بھی مخلوق ہے اور محمدؐ ہے اول مخلوق معلوم ہوا

کہ زندگی تھی محمدؐ تھا۔ زندگی نہ تھی محمدؐ تھا۔ نہ ہماری طرح کہ موت رکھتا ہے اور نہ ہماری طرح کہ زندگی رکھتا

اول مخلوق سرارِ بیانیہ ہیں

ہے اس کی زندگی بھی کچھ اور ہے اور اس کی موت بھی کچھ اور ہے کیوں کہ یہ بعد کی مخلوق ہے اور محمد اول مخلوق ہے اور سَنُو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ پارہ ۷ رکوع ۷۔ اُس اللہ کی حمد ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا فرمایا اور نور اور ظلمت کو پیدا کیا۔ پس ثابت ہوا کہ نور بھی مخلوق ہے اور ظلمت بھی مخلوق ہے اور محمد ہے اول مخلوق نور نہ تھا وہ تھا۔ ظلمت نہ تھی محمد تھا۔ اسے نور تو محمد مصطفیٰ کے صدقے سے بنا ہے۔ آج کل علمائے کرام نور اور بشر کی بحثیں کرتے ہیں اور اس کو خداست دین تصور کیا جاتا ہے۔ میں اس سلسلہ میں پاکستان کے سب سے بڑے منتقدی و پرہیزگار اساتذہ اعلیٰ جناب قبلہ مولانا الیہ محمد باقر اعلیٰ اللہ مقامہ میا زوالی والے سے استفادہ کرتا ہوں۔ حضرت مسلمان سے منقول ہے کہ میں نے جناب رسالت مآب کو فرماتے ہوئے اپنے کانوں سے خود سنا ہے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے۔ عرش کے دائیں جانب ہم حضرت آدمؑ کی صفحہ سے چودہ ہزار سال قبل خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے رہے۔ جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ہم مردوں کی پاکیزہ پشتوں اور پاک صورتوں کے رجموں میں منتقل ہوتے چلے آئے یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں پہنچے۔ پس اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ صلب عبد اللہ کی طرف منتقل ہوا اور دوسرا حصہ صلب ابوطالب کی طرف منتقل ہوا پس ایک نصف سے میں دوسرے نصف سے علیؑ ہے اور خدا نے اپنے ناموں سے ہمارے نام مشتق کئے۔ وہ محمود ہے اور میں محمد ہوں وہ اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علیؑ ہے۔ وہ فاطر السموات والارض ہے۔ میری شہزادی فاطمہ ہے وہ عمن ہے میرا بیٹا حسن ہے۔ وہ قدیم الاحسان ہے میرا دوسرا بیٹا حسین ہے۔ میرے حصہ میں رسالت اور نبوت آئی اور علیؑ کے حصہ میں خلافت اور امامت آئی۔ میں رسول اللہ ہوں علیؑ سیف اللہ ہیں۔ المجالس المرضیہ ملکہ آگے چل کر قبلہ مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ تمہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ حضرت عمر درایت کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے ملائکہ کو حضرت علیؑ کے چہرے کے نور سے خلق فرمایا اور حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میں اندھیری رات میں جناب فاطمہ زہرا کے چہرے کے نور سے سوئی میں دھاگہ ڈالی لیا کرتی تھی اور ابن عباس سے مروی ہے کہ فَاَمِنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ وَالنُّزُوْرَ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا بِاَرۡکَ ۲۸۵ رکوع ۱۵۔ پس

انا و علیؑ من نور واحد

نور علیؑ، نور فاطمہ

ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر کہ جس کو ہم نے نازل کیا اس نور سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں۔ الجہاںس المرصیہ ص ۱۱۱ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں وَاللّٰهُ وَالنُّوْرُ اِلٰہٌ مُّتَّحِدٌ مِنْ اِلٰہٍ مُّحْتَمِلٍ خَلَاکِی قَسْمِ نُوْرِی مَرَادُ اَمِّہِ اَلِیِّ عَمَدٌ کَا نُوْرِہِی چودہ سارے ۲۳۵۵ جب آل محمد نور ہیں تو خود محمد مصطفیٰ کیا ہوں گے۔ صلوات مستس

توصیفِ محمد کی کروں تحریر کہاں تک      نا چیز کا ادراک تو پہنچا ہے یہاں تک  
جریل کے پڑھنے کا امکان جہاں تک      نعلین محمد کی رسائی ہے وہاں تک  
اب اس سے جو آگے ہیں وہ پڑے ہیں نہاں ہے  
باز رہے محمد کا ترخان کی زباں سے

حکایت۔ ہمارے گاؤں کے مولوی صاحب نام نور محمد تھا۔ میں ایک بار اپنے سابقہ گاؤں گیا تو مولوی صاحب نے میری چائے کی دعوت کی اس کی بیٹھک پر کافی دیر تک بحث رہی کہ محمد نوری نہیں بلکہ بشر ہے اور بشر بھی ہماری طرح کا بشر۔ اس کے بعد جب کرے میں چائے پینے کے لئے گئے تو اندر مولانا عطا اللہ صاحب مرحوم کا فوٹو لگا ہوا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ دیکھو کتنا نور برس رہا ہے۔ میں نے کہا مولانا اگر آپ انکار کریں تو محمد کو نوری کہنے سے کر جائیں اور اگر ماننے پر آجائیں تو عطا اللہ صاحب کے فوٹو کو نوری مان جائیں۔ مسلمانوں کی روش و رنگی پر نگاہ ڈالیں کہ حضرت عثمان کو ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ فیصلہ کرو کہ جن کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں چلی گئیں وہ ذوالنورین اور محمد ایک نور والا بھی نہیں۔ خدا جانے ملاں کو لفظ نور سے کیوں چڑھے۔ حالانکہ قرآن مجید میں خداوند قدوس نے بہت سی اشیا کو نور فرمایا ہے میں اس سلسلہ میں چند قرآنی آیات پیش کرتا ہوں۔ سنو۔ اَللّٰهُ وَاِلٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُوْہُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النَّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوْ لَبِاْؤْہُمْ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْہُمْ مِّنَ النَّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ پارہ ۳ رکوع ۲۔ اللہ مومنوں کا ولی ہے کہ ان کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور شیاطین کا فروع کے اولیا ہیں کہ ان کو نور سے نکال کر ظلمت گراہی کی طرف لے جاتے ہیں تو یہاں نور سے مراد ہدایت و رشد اور ظلمت سے مراد گمراہی

اور ضلالت ہے۔ اِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَ نُورٌ پارہ ۶ رکوع ۱۱ تحقیق نازل  
 کی ہم نے تورات کہ بیچ اس کے ہدایت ہے اور نور ذاتینہ الیٰ جلیل فیہ ہدی  
 وَ نُورٌ پارہ ۶ رکوع ۱۱۔ وی ہم نے اُس کو انجیل بیچ اس کے ہدایت ہے اور نور یا  
 آیتھا الناس تَدَّجَاءُ كُمْ يَدُهَاكَ هَٰنَ مِنْ تَرِيكُمُ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا پارہ ۶  
 رکوع ۱۱ لے گروہ انسانوں کے یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل  
 آئی اور نازل کیا ہم نے تمہاری طرف نورِ مبین کو۔ اللہ تعالیٰ نے تورات انجیل۔ قرآن مجید  
 کو بھی نور فرمایا ہے اور سنو هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا پارہ ۱۱ رکوع ۶  
 وہی اللہ ہے جس نے رواج دیا سورج کو درخشندہ اور چاند کو نور۔ تو یہاں اللہ نے چاند کو نور فرمایا  
 ہے۔ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ پارہ ۱۱ رکوع ۲۔  
 لے گیا اللہ ان کی روشنی اور اندھیرے میں ہیں اور نہیں دیکھتے یہاں نور سے ہدایت اور  
 بیناں دونوں مراد لئے جا سکتے ہیں۔ وَاتَّبِعُوا التَّوْرَةَ الَّتِي أَنْزَلْنَا مَعَهُ پارہ ۱۱ رکوع ۹  
 انہوں نے پیروی کی اُس نور کی جو اس کے ساتھ نازل ہوا۔

صافی میں بروایت عیاشی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس جگہ نور سے  
 مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور بروایت کافی صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نور سے  
 مراد اس جگہ علی اور باقی ائمہ ہیں۔ تفسیر انوار العتبات جلد ۶ صفحہ ۱۰۸ اور سنو لَهُمْ آخِرُهُمْ  
 وَكُورُهُمْ پارہ ۲۴ رکوع ۱۸۔ واسطے ان کے ثواب انکا اور نور ان کا تو یہاں نور سے مراد  
 جنت ہے۔ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُوا وَكَاذِبْتُمْ  
 مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ انْزِعُوا وَاذْكُرْ فَاَلْتَمِسُوا نُورًا پارہ ۲۴ رکوع ۱۸ اس دن کہیں  
 گے منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں کہ انتظار کرو ہم بھی روشنی لیں  
 نور تمہارے سے کہا جائے گا۔ پھر جاؤ پیچھے اپنے پس ڈھونڈ لو نور۔ تو یہاں نور سے مراد  
 جزا اور روشنی ہے وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ پارہ ۱۱ رکوع ۱۱  
 ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نور کا سامان پیدا نہ کرے تو اس کو نور نہیں ملتا تو یہاں نور سے مراد  
 بھلائی خیر ہے اور سنو اللَّهُ نُورًا وَالنَّارُ سَمٌ وَالنَّارُ سَمٌ پارہ ۱۸ رکوع ۱۱۔ اللہ زمینوں اور آسمانوں

کا نور ہے۔ یہاں نور سے مراد خالق کائنات اور مالک موجودات و ممکنات ہے۔ نُورٌ عَلٰی  
نُورٍ پارہ ۱۸ رکوع ۱۱۔ نور کے اوپر نور۔ یہاں نور سے مراد نبی اور امام ہے تفسیر انوار النجف  
جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۰۔ ایک اور آیت سن لیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ  
يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ پارہ ۲۴ رکوع ۲۰ لے  
لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور ایمان لاؤ ساتھ اس کے پیغمبر کے دے گا تم کو دو حصے  
نواب کے رحمت اپنی سے اور کر دے گا واسطے تمہارے نور کہ چلو گے ساتھ اس کے۔ تفسیر  
قہمی میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ يُؤْتِي تِلْكَ كِفْلَيْنِ سے مراد جناب امیر المؤمنین  
ہیں اور مِنْ رَحْمَتِهِ سے حسن اور حسین مراد ہیں۔ دیکھو ترجمہ قرآن مجید مقبول احمد صاحب  
حاشیہ صفحہ ۱ اور فرمایا کہ یہاں نور سے مراد امام زمانہ ہے اور ایک حدیث بھی ملاحظہ ہو اَلْعِلْمُ  
نُورٌ وَيَقْدِرُ اللَّهُ فِي قَلْبِ مَنْ يَشَاءُ مَوَاعِظَ حَسَنَةً ۲۔ علم نور ہے اور اللہ جس دل  
میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے ترجمہ نکلا کہ فرشتے بھی نور۔ توالت انجیل۔ قرآن مجید بھی نور۔  
جنت بھی نور قمر بھی نور ہدایت بھی نور۔ آنکھ کی بینائی بھی نور علم بھی نور۔ نبی اکرم بھی نور امام  
بھی نور۔ خدا بھی نور۔ روشنی بھی نور مِيْدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ  
نُورِهِ وَكُوكِبَ الْكُفْرُونَ پارہ ۲۸ رکوع ۹ کافر چاہتے ہیں کہ بجھادیں نور خدا کو ساتھ وہی  
اپنے کے اور اللہ پورا کرنے والا ہے نور اپنے کو مسلمانوں میں بھی نور ہے میں کہتا ہوں ہر  
بے عیب چیز نور ہے اور ہر عیب دار بُری چیز ظلمت ضلالت گمراہی ہے۔ نور کی کامل تعریف  
سنو۔ هُوَ الظَّاهِرُ بِنَاتِهِ وَالْمُظْهِرُ بِنُورِهِ۔ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسری اشیاء  
کے ظہور کا موجب اور سبب ہو تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ صفحہ ۹۲۔ اس سے تو ثابت ہو کہ محمد  
آلِ محمد کامل نور ہیں کیوں کہ یہ انوارِ مقدسہ ساری کائنات کے ظہور کا سبب موجب ہی تو ہیں  
حدیث قدسی نُورًا لَمْ يَخْلُقْتُ إِلَّا فَلَاحًا۔ تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ صفحہ ۹۳۔ مسلمان ہر  
اچھی چیز کو نور تسلیم کرتا ہے صرت محمد و آلِ محمد سے ہی انکار ہے شام کو پھی ہوئی چھا چھ یعنی لسی باہر  
ڈالتے ہونے کہا کہ کہیں کنارے پر ڈان نور خدا ہے تو بہن نہ ہو جائے۔ مٹان مانے تو کسقی لسی  
کو نور مان جائے اور اگر انکار کرے تو آمنہ کے لال سے کر دے۔ صلوات۔ مسلمانو! محمد زری

کھلی سنی نور

ہی نہیں بلکہ کامل نور ہے نوری تو حبیبِ خدا کے بطفیل پیدا ہوتے ہیں مثال سے واضح کرنا ہوں۔ لاہور اور ہے اور لاہوری اور ہے۔ ملتان اور ہے ملتان اور ہے۔ پنجاب اور ہے پنجابی اور ہے۔ عرب اور ہے عربی اور ہے۔ ایران اور ہے ایرانی اور ہے۔ مصر اور ہے مصری اور ہے۔ اسی طرح نور اور ہے اور نوری اور ہے یعنی نور سے تعلق واسطہ رکھنے والا نوری ہوتا ہے صلوات۔ بس محمد نوری ہی نہیں بلکہ نور یوں کے مولا آتا ہیں۔ ایک رباعی عرض کرتا ہوں۔

کوئی پوچھے محمد کون ہے تو واعظ میں کیا کہہ دوں

میری تو عقل حیراں ہے خدا جانے میں کیا کہہ دوں

خدا کہنے میں بیڑ ہے کہیں مشرک نہ بن جاؤں

اور اس میں کفر کا کھٹکا اگر حق سے حبدا کہہ دوں

جہاں ملاں لوگ لفظ نوری کے متعل نہیں ہو سکتے وہاں عوام الناس لفظ بشر سے گھبراتے

ہیں حالانکہ لفظ بشر نہایت ہی مقدس اور با عظمت و بارعت خطاب ہے۔ مسلمانوں کی ضد

خاک نہیں ہے بلکہ نوری کے متعلقت ہے۔ میں چند قرآنی آیات لفظ بشر پر عرض کرتا ہوں۔

قَدْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلٰى ۱۶ رکوع ۳ کہہ میرے حبیب کہ میں تمہاری

مثل بشر ہوں، وحی کی جاتی ہے طرف میرے۔ اس مقام پر خدا نے اپنے حبیب کو وحی والا

بشر فرمایا ہے۔ فَارْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوحًا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۱۶ رکوع ۵ پس بھیجا

ہم نے طرف اس کے روح اپنی کو پس صورت میں مثل بشر کی ہوا تھا۔ اس مقام پر فرشتہ یعنی

جبرئیل کو خدا نے بشر فرمایا ہے قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۱۶

رکوع ۱۲ کہا واسطے ان کے پیغمبروں نے کہ نہیں ہم مگر بشر مانند تمہاری تو اس آیت میں انبیا

علیہم السلام کا اپنا اقرار ہے کہ ہم بشر ہیں تمہاری طرح کے اس سے یہ خیال نہ کر لینا کہ جیسے تم گنہگار

ہو ویسے ہم بھی گنہگار ہیں بلکہ شکل و صورت میں تمہاری طرح کے ہیں ورنہ وَلَئِكَ اللّٰهُ يَدْعُو سُلٰى

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادٍ ۶ پارہ ۱۳ رکوع ۱۴ لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں پر جس طرح

چاہے اس کی وضاحت اس آیت نے کر دی۔ سَوَادٌ قَالَ رَبُّكَ لِمَلِكِكَ اِنِّىْ خَالِقٌ

نورانی

بشر کی وضاحت

بَشْرًا مِّنْ مَّصَالٍ مِّنْ حَمِيمًا مَسْنُونٍ پارہ ۱۴ رکوع ۳ اور جب کہاتیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہ میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو مٹی سے جو کچھ پاکی گئی ہو خدا کا حکم ہے کہ میں مٹی سے بشر پیدا کرنے والا ہوں خدا کی عظمت پر نگاہ کرو اور اس آیت میں عذر و توضیح کرو کہ کہاں تک اس میں جفا محض ہے۔ اگر میں کہہ دوں کہ میں آٹے سے روٹی پکانے والا ہوں تو لوگ کہیں گے ارے روٹی پختی ہی ہمیشہ آٹے سے ہے لیوں کیوں نہیں کہتا کہ میں روٹی پکانے والا ہوں آٹے سے۔ روٹی پکانے والا ہوں کہہ کر اس سے فصاحت کا جنازہ نکال دیا خدا نے فرمایا کہ میں مٹی سے بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ دو باتوں سے ایک بات ماننی پڑے گی یا یہ مانو کہ قدرت نے خلاف فصاحت بات کی ہے یا یہ تسلیم کر دو کہ بشر مٹی سے بھی پیدا ہوتا ہے اور کسی اور شے سے بھی پیدا ہوا کرتا ہے صلوات۔ اور سُنُو سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشْرًا رَّسُولًا پارہ ۱۵ رکوع ۱۰ میرے جیب ان سے کہہ دے کہ پاک ہے پروردگار میرا نہیں ہوں میں مگر بشر پیغام پہنچانے والا پیغام پہنچانے والا بشر اور ہے اور جن کو پیغام پہنچایا گیا وہ بشر اور ہیں تو یہاں بھی رسول خدا کو بشر فرمایا گیا ہے۔ ایک آیت اور بشر کے بارے میں سُنُو وَ هُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشْرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَ صِهْرًا پارہ ۱۹ رکوع ۳۔ تفسیر برہان اور صفائی میں محمد ابن سرین سے منقول ہے کہ بشر سے مراد رسالتا تب ہیں اور نسب سے مراد جنابِ فاطمہ ہیں اور صہر سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں تفسیر انوار النبیف جلد ۱۰ ص ۱۵۳ تو نتیجہ نکلا کہ قرآن پاک میں سنو کے لئے لفظ بشر اور جبرئیل یعنی فرشتہ بشر۔ انبیاء بشر۔ آدم بشر علی بشر۔ کون کہتا ہے کہ لفظ بشر قابل مدح اور تعریف نہیں ہے۔ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہی نہیں بلکہ ہے سید البشر مسلمانو اگر حضرت امیر المومنین ابو تراب کے خطاب پر فخر کر سکتے ہیں تو رسول خدا بھی لفظ بشر پر فخر کر سکتے ہیں۔ بس رسول خدا اس معنی میں بشر ہیں جن معنی میں حضرت امیر ابو تراب ہیں۔ صلوات۔ لفظ بشر کے معنی ہر مقام پر مختلف ہیں۔ مثلاً انگوٹھی لوہے کی بھی ہوا کرتی ہے۔ انگوٹھی حقیقی اور فیروزے کی بھی ہوتی ہے اور انگوٹھی ہیرے اور لعل و جواہر کی بھی ہو سکتی ہے۔ حضور لوہے کی انگوٹھی اور ہے اور ہیرے کی انگوٹھی اور ہے اسی طرح گنہ گار بشر اور ہے اور وحی والا بشر اور ہے غافل بشر اور ہے اور معصوم بشر اور

خاکي بشر اور ہے اور نوري بشر اور ہے

ہے

صلوات - رباعی سے

بعض کہتے ہیں کہ وہ کیسا ہوگا      سر پھروں کا عقیدہ ہے کہ ہم جیسا ہوگا  
اے والی تل کھنی تو ہی خدا را کہے      جس محمد کا تو وصی ہے وہ کیسا ہوگا

اللہ اکبر، صلوات

اس وحی والے بشر کا ایک واقعہ سنو کہ جنگ تبوک کے متعلق رسول اللہ صلعم اور بادشاہ روم کے درمیان خط و کتابت نے طول پکڑا۔ اس وجہ سے رسد و سامان سفر ختم ہو گیا۔ صحابہ نے عرض کی کہ مولا کھانے پینے کی تمام اشیاء ختم ہو گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا جس شخص کے پاس آٹا، کھجوریں اور ستور موجود ہوں وہ میرے پاس لائے ایک شخص مٹی آٹے کی لایا۔ دوسرا کھجوریں اور تیسرا ستور، چھوڑ کر پور نے ان چیزوں کو اپنی چادر کو پھیلا کر ڈال دیا اور ہر ایک چیز پر اپنا ہاتھ رکھا اور اعلان فرمایا کہ جس شخص کو جتنی ضرورت ہے آکر خوراک لے جائے۔ صحابہ حاضر ہوئے اور حضرت سے یہ چیزیں لینے لگے لیکن آٹا، کھجوریں، ستور لے کے ویسے تھے اور ان سے کوئی چیز کم نہ ہوئی اور لوگوں نے ذخیرہ کر لیا۔ اس کے بعد پانی کے بارے میں عرض کیا گیا تو آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر ایک آدمی سے فرمایا کہ اسے زمین میں گاڑ دو۔ تیر کے گاڑتے ہی بارہ چشمے پانی کے ابل پڑے۔ تمام لشکر نے سیراب ہو کر مشکیزے پُر کر لئے۔ فرمایا میں بھی ایک بشر ہوں۔ کنوز المعجزات ص ۴۲ کچھ واغظ فرمایا کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلعم کے لئے لفظ بشر آیا ہے۔ انسان تو نہیں۔ انسان اسے کہتے ہیں کہ جس کے اندر بھی خاک ہو اور باہر بھی خاک ہو اور بشر کہتے ہیں اسے جس کے اندر خاک نہ ہو بلکہ نور ہو اور باہر بھی خاک یعنی مٹی ہو مگر یہ بالکل بے معنی اور لغوبات ہے۔ لفظ انسان بھی کلام پاک میں ہے ملاحظہ ہو کہ کتنا مبارک بلند خطاب ہے قرآن سُرَّ الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ پارہ ۲۷ رکوع ۱۱ رحمن وہ ہے کہ علم دیا قرآن کا۔ پیدا کیا انسان کو تو یہاں انسان سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ اور سنو۔

هَلْ اَتَىٰ عَلَى الْاِنْسَانِ حَيٰثًا مِّنَ الْاَلٰهِيْنَ سَنِيًّا مَّا تَدَّ كُرًّا پارہ ۲۹ رکوع ۱۵

کیا ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ انسان کا ذکر نہ ہو بلکہ ہر زمانے میں انسان کا ذکر ہوتا رہا ہے۔ تفسیر المیزان علیہ السلام میں لکھا ہے کہ مراد انسان سے علی ابن ابی طالب ہے اور استفہام بمعنی نفی کے ہے۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۲۷۴ تو یہاں انسان سے مراد علی علیہ السلام ہیں۔ اور سن لیں إِذَا زُلْزِلَتْ الْأَرْضُ زُلْزَالَهَا وَ أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا پارہ ۲۰ رکوع ۲۴ جس وقت بلائی جائے گی زمین محمود نچال اپنے سے اور نکال ڈالے گی زمین بوجھ اپنے اور کہے گا انسان کیا ہوا ہے۔ اس حدیث کے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے جد جناب امیر المومنین نے فرمایا میں وہ انسان ہوں جس سے زمین باتیں کرے گی صلوات۔ تو یہاں بھی انسان سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۵۲۵ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمِئٍ مُمْتَلِئِينَ پارہ ۴۰ صفحہ تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو کچھ والی مٹی سے تو یہاں سے انسان سے مراد مفسرین حضرت آدم علیہ السلام سمیت ہیں معلوم ہوا کہ حضور پُرُور بھی انسان حضرت علی بھی انسان جناب آدم بھی انسان اور عام بھی انسان۔ اگر لفظ انسان معصوم کے لئے بولا جائے جیسا کہ کلام پاک میں موجود ہے تو کونسا عجیب اور نقص ہے۔ مسلمانو محمد مصطفیٰ وہ انسان ہیں کہ جس کے وسیلہ سے نور ملتا ہے۔

ایک واقعہ سنو۔ جناب سیدہ طاہرہ کی سہیلی تھی۔ اور اس کا باپ کافر مشرک تھا ایک مرتبہ اس بچی کے باپ کی آنکھیں ایسی خراب ہوئیں کہ ٹور جاتا رہا۔ کافی علاج و معالجہ کیا گیا مگر آنکھیں بے نور ہی رہیں۔ اس لڑکی نے ایک روز حضرت سیدہ سے عرض کی کہ میرا باپ نابینا ہو گیا ہے آپ کوئی علاج تجویز فرمائیں کہ تحت یاب ہو جائے۔ جناب سیدہ نے فرمایا میرے بابا جب گھر تشریف لائیں تو ان کے نعلین مقدس کی مٹی باپ کی آنکھوں میں لے جا کر ڈال انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہوگی۔ جب نبی اکرم صلعم گھر تشریف لائے تو اس بچی نے حضور کے پائے اقدس کے نیچے سے مٹی لی اور باپ کی آنکھوں کا سرمہ بنایا۔ ادھر بچی نے یاب کی آنکھ میں سلائی لگائی ادھر قدرت نے نور عطا کر دیا۔ جس انسان کی جوتی میں یہ برکت ہو وہ انسان خود کتنا بلند ہوگا۔ ایک جاہل ملاں نے اعتراض کر دیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں نے قرآن مجید پیش کر دیا۔ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا پارہ ۱۳ رکوع ۱۵ پس جب آیا خوشخبری لانے والا اور ڈال دیا یعقوب کے چہرے پر کرتا پس

واقعہ سردار انبیا کریم پاک یا

ہو گیا بنا۔ اگر یوسف کے کُرتے سے نُور آسکتا ہے تو آمنہ کے لال کی برکت سے بھی نُور آسکتا ہے۔ صلوات۔

روایت میں ہے کہ جنابِ فاطمۃ الزہراء صلوات اللہ علیہا کی شادی کے موقع پر حضرت البراء بن ابی بکر نے ایک بکری پیش کی کہ یا رسول اللہ اس کو ذبح کر کے دعوت کی جائے۔ جبرئیلؑ نے عرض کی یا رسول اللہ اس کے پاس صرف یہی ایک بکری ہے اسے ذبح نہ کریں مگر یہ امر البراء یوب پر گراں گذرا۔ اس پر آنحضرتؐ نے حضرت زید بن جابر انصاری کو حکم دیا کہ اسے ذبح کریں اور سارے مدینے کے لوگوں کو کھانا کھلایا اس کے بعد تمام بٹریوں کو جمع فرما کر کچھ کہا اور بکری زندہ ہو گئی اور قدرت نے اس کے دودھ میں یہ تاثیر رکھی کہ بیماریوں کے لئے دار الشفا بن گئی۔ اہل مدینہ نے اس بکری کا نام المبعوث رکھ دیا۔ صلوات۔

کتاب جمع الفضائل جلد ۱ ص ۱۷۷ یہ وہ بشر ہے اور انسان ہے جس کی زبان کا فقرہ خدا کی تحریر و تقدیر ہے۔ واقعہ۔ قریش نے جمع ہو کر ابولہب سے کہا کہ ہمارے اور محمد کے درمیان ابوطالب حائل ہیں اگر تو محمد کو قتل کر دے گا تو پھر ابوطالب جڑا نہ مانیں گے اور دیت ہم ادا کریں گے۔ پس ابولہب اور اس کی بیوی رات کو ایک دیوار کے ساتھ ٹک کر کھڑے ہو گئے کہ جب نماز کے لئے یہاں سے گذرے گا تو قتل کر دیں گے۔ جب حضورؐ پُر نور نمازِ شب کے لئے وہاں سے گذرے تو ابولہب نے کہا ٹھہر جاؤ۔ نبیؐ نے فرمایا تم ٹھہرے رہو پس دونوں دیوار سے چپک گئے اور دونوں حرکت کرنے پر قادر نہ رہ سکے۔ صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ حرکت نہیں کر سکتے۔ جناب رسالتؐ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو انہوں نے وہاں دی کہ ہماری مشکل حل کریں۔ فرمایا وعدہ کرو کہ پھر ایسی نیت نہیں کریں گے۔ دونوں نے اقرار کیا۔ آپؐ نے فرمایا چلو، اور چلنے لگے۔ جمع الفضائل جلد ۱ ص ۱۷۷۔ جو دشمنوں کے لئے کریم تھا اس کی اولاد کو مسلمانوں نے لارا لاکر قتل کیا۔

روایت میں ہے پندرہ رجب سنہ ۶۰ کو معاویہ مرثویہ نے حکم مدینہ ولید بن حنفیہ بن ابی سفیان کو خط لکھا کہ حسینؑ سے میری بیعت لے۔ اگر حسینؑ انکار کرے تو سر اس کا کاٹ کر دمشق میں میرے پاس پہنچا دے۔ ولید نے اس سانس میں مروان سے مشورہ کیا اور امام حسینؑ

انصاری کی بکری زندہ ہو گئی

ابولہب اور اس کی بیوی

ابولہب

کو اپنے پاس رات کو بلوایا۔ امام علم امامت سے سب کچھ سمجھ گئے اور رات کے وقت بنی ہاشم کے کل نہیں ولیدوں کو ساتھ لے کر ولید کے دربار میں تشریف لے گئے۔ امام نے اپنے احوال انصار سے فرمایا کہ تم باہر دروازے پر کھڑے رہو۔ اگر میری آواز بلند ہو تو اندر چلے آنا ورنہ نہیں حضور اندر تشریف لے گئے۔ اس پر ولید نے مولا کی تعظیم کی اور بڑی نیک کا خط حضرت کے حوالے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کبھی ہم جیسوں نے بھی اُس جیسے کی بیعت کی ہے۔ کل اس معاملہ میں عام جمع میں اعلان کر دیا جائے گا۔ ولید نے کہا بہت بہتر۔ مگر مردان ملعون نے غصے سے کہا ولید کیا دیکھتا ہے۔ اگر حسین بیعت نہیں کرتے تو سر تلم کر لے اگر اب حسین بیچ کر نکل گئے تو پھر تیرے قابو میں نہیں آئیں گے۔ مردان کی حرکت دیکھ کر مولائے امام حسین نے غصہ سے فرمایا یا بَنَ الدُّرَّاقِ۔ ناحشہ عورت کے بیٹے تمہیں کہاں مقدر رہے کہ مجھے قتل کر سکو عزاداروں میں اتنا کہنا تھا کہ آہنی دروازے کو دھکا لگا کہ بنی ہاشم اندر آ گئے۔ لہو ف ابن طاووسؒ مثلاً روایت میں ہے کہ سب سے آگے آگے حضرت عباسؑ اور علی اکبرؑ تھے اور عرض کرتے تھے کہ مولا کس ملعون نے آپ کے سر کا نام لیا ہے۔ مولا حسین آگے بڑھے اور فرمایا ٹھہر جاؤ ہم اہلبیت کا شیوہ نہیں کہ جگ کی ابتدا اپنی طرف سے کریں۔ یہ کہہ کر آپ بنی ہاشم کو لے کر واپس ہوئے۔ راستہ میں جو پلٹ کر حسین نے دیکھا تو عباسؑ روتے آ رہے ہیں۔ مولائے عباسؑ کو گلے لگایا اور رونے کی وجہ دریافت کی۔ عباسؑ نے عرض کی مولا میں رسول اللہؐ کی بیٹی کو کیا جواب دوں گا کہ جب زینبؑ نے دریافت فرمایا عباسؑ تیرے ہوتے ہوتے میرے دیر کے سر کا نام لیا گیا عزادارو ایک وقت پھر ایسا آیا کہ حسینؑ بدبار فرماتے تھے عباسؑ آؤ اور مجھے ان اشقیاء سے بچاؤ جیسا عباسؑ۔ بیٹھا علی اکبرؑ میں تمہیں پکارتا ہوں اور تم حسینؑ منگوم کہ جواب تک نہیں دیتے۔ ہائے شہد اکی لاشیں اٹھیں اور زبان حال نے عرض کیا مولا جیاتی لے دو۔ مصباح البعاس ص ۷

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

# تیسری مجلس

## شان رسالت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ  
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا  
مِنْ قَبْلُ لَيَفِيضُونَ عَلَيْهِمْ نِعْمَةً مُبِينَةً پارہ ۴۴ ۸۷ بے شک مومنوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ  
ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر خدا کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک  
کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ انعاماتِ خداوندی کا احصاء  
کرنا انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ قدرت نے ابر جیسی نعمت عطا فرما کر اپنی مخلوقات  
کی آبرو قائم کر دی کائنات کو مخلوق فرما کر مخلوق کا خالق بن گیا۔ پوری دنیا کو رزق عطا فرما کر اپنی حقیقت  
رزاقیت کو اجاگر کر دیا۔ پانی جیسی نعمتِ عظمیٰ اپنے کرم و فضل سے مفت اور آسان طریقے سے  
اپنی مخلوق کے پاس مہیا کی۔ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو شمار کر سکے۔ تَمَّانِي نَعْدُو نِعْمَتَاتِ  
اللَّهِ لَوْ تَحْصَوْنَهَا پارہ ۱۳ رکوع ۱۷ اگر شمار کرو اللہ کی نعمتوں کا تو ہرگز شمار نہ کر سکو گے۔ سُبْحَانَ  
تَعَالَىٰ کی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے ذاتِ محمدی کہ اس قادرِ مطلق نے اپنے حبیب  
کو ہم گنہ گاروں میں بھیج دیا اور فرمایا کہ یہ میرا سب سے بڑا احسان ہے کہ میں نے تمہاری نجس  
مخصل میں ابرو طہاہر۔ البریٹیج کو بھیج دیا اور فرمایا کہ محمد مصطفیٰ میری قدرت کا کمال ۲ نمونہ ہے اس  
کی ادا میری ادا اس کی رضا میری رضا ہے۔ اسے دیکھو اور مجھے پہچانو اس نے کمالات کو دکھایا  
اور میں خالق کے کمالات کا اندازہ لگاؤ اس کے خلق کو دیکھو اور میرے کرم کا اندازہ کرو۔



اور بات ہے اور ہمیں ادر بات ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کب پیدا ہوئے فرمایا  
 خَلَقْتُ آدَامَ عَلِيٍّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ اللَّهُ آدَمَ بِأَمْرٍ بَعَثَ عَشْرَةَ  
 عَامٍ مَوَدَّةَ الْقُرْبَىٰ ص ۷۰۔ المجلس المرضیہ ص ۱۰۰۔ تذکرۃ الخواص ص ۷۰۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی  
 نور سے مجھے اور علیؑ کو آدمؑ سے چودہ ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے  
 کہ آدمؑ سے کونسا آدمؑ مراد ہے۔ جابر بن یزید جعفی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی کہ  
 مولا کیا خانق نے اسی آدمؑ کو پیدا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے دس لاکھ آدمؑ  
 پیدا کئے ہیں۔ اور اسی طرح دس لاکھ عالم پیدا ہوئے اور تمہارے آدمؑ کے بعد خانق کائنات  
 جنتوں کو جنت اور دوزخیوں کو دوزخ میں بھیجنے کے بعد ایک اور مخلوق پیدا کرے گا اور اسی  
 طرح ایک نیا آسمان اور نئی زمین خلق فرمائے گا۔ اس عالم کے رہنے والے ماں باپ کے  
 بغیر پیدا ہوں گے اور خالص اللہ کی عبادت کریں گے۔ اس فرمانِ معصوم سے حساب لگا کر  
 بتاؤ کہ پہلے آدمؑ کو کتنے سال گذر چکے ہیں اور پہلا آدمؑ مٹی اور پانی میں تھا کہ محمد مصطفیٰ تاج نبوت  
 پہن کر نبوت کر رہا تھا اور مولا علیؑ مسندِ ولایت پر جلوہ نگن تھے۔ لوائح الاحزان جلد ۲ ص ۳۶  
 جب پہلے آدمؑ کا حساب کر لو تو نبی اکرمؐ کی حدیث ملاحظہ ہو۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي  
 نِبَاعِ الْمَوَدَّةِ ص ۷۰۔ اور سب سے پہلے آدمؑ سے بھی چودہ ہزار سال پہلے نورِ مصطفیٰ پیدا ہوا  
 اب حساب لگا کر بتاؤ کہ محمدؐ کب پیدا ہوا مگر یہ یاد رہے کہ یہ سال بھی عالمِ لاہوت کے سال  
 ہیں۔ قرآن مجید میں ہے فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ پاره ۲۹ رکوع ۷ بیچ  
 اس دن کے ہیں مقدار اس کی پچاس ہزار برس ہوگی تو دن کا ایک دن ہو تو یہاں کا پچاس  
 ہزار سال تو دس لاکھ سے اول آدمؑ تو اس اول آدمؑ سے پہلے چودہ ہزار سال عالمِ لاہوت کے  
 ہیں۔ میں نے ایک روز حساب لگایا کہ دن کا ایک سال ہو تو یہاں کے ایک کروڑ اسی لاکھ  
 سال ہوتے ہیں۔ محاسبو حساب لگا کر بتاؤ کہ محمدؐ کب پیدا ہوئے۔ سنو نہ کب تھا نہ جب تھا نہ  
 یہ تھا نہ وہ تھا نہ تار سے کی چمک تھی نہ سورج کی دک تھی نہ سبزے کی لہک تھی نہ پھولوں  
 کی لہک تھی نہ کلیوں کی چمک تھی نہ خاروں کی ٹھک تھی۔ نہ دریا کی روانی نہ سمندر کی وجدانی  
 نہ نادل کا شور تھا نہ ہوا کا تدر تھا نہ رات کی خاموشی تھی نہ دن کی گرموشی تھی نہ گھڑی نہ گھڑی

ولادت رسالت

دس لاکھ آدم

ایک کروڑ اسی لاکھ

سبح نہارت

تھا نہ ہفتے تھے نہ مہینے تھے نہ سال نہ صدیاں نہ رفتارِ آسماں تھی خدا جانے وہ ذات کہاں تھی جب محمد پیدا ہوئے صلوات۔ میں کہا کرتا ہوں کہ حضور نبی اکرمؐ جس وقت پیدا ہوئے تھے وقت نہ تھا تو کیسے پتہ چلے کہ محمدؐ کب پیدا ہوئے۔ بس خدا تو تھا مگر خدا کا نام نہ تھا بس محمدؐ جب پیدا ہوئے (تشریح) نام کی اس وقت ضرورت ہو کرتی ہے جب کوئی پکارنے والا ہو اگر کوئی بچہ جنگل میں پیدا ہو جائے اور اسے کوئی بلانے والا ہی نہ ہو تو چاہے چالیس سال اسے جنگل میں گزر جائیں تو اسے نام کی کیا ضرورت ہے ارے نام کی تو ضرورت تب ہو کرتی ہے کہ کوئی اُسے اس نام سے پکارے ورنہ نام کی ضرورت و احتیاج ہی نہیں بس نام کی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی بلانے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ تو تھا مگر کسی کو ابھی تک پیدا ہی نہیں فرمایا تو خالق کیسے کہلائے اور کس سے کہلائے رازق تو تھا مگر کسی نے ابھی تک اُس کا رزق ہی نہیں کھایا۔ کھانا کون۔ ابھی تک تو رزق بھی پیدا نہیں ہوا تو رازق کیونکر کہلاتا۔ معبود تو تھا مگر ابھی تک کسی عبد نے عبادت ہی نہیں کی معبود کون کہتا۔ معبود تو تھا مگر سجدہ کرنے والا کوئی نہیں تو معبود کس طرح کہلاتا۔ بس اللہ تعالیٰ نے نور محمدؐ کو پیدا فرمایا خالق بن گیا۔ محمدؐ نے سجدہ کیا وہ سجدہ ہو گیا۔ اس نے رزق کھایا یہ رازق بن گیا۔ اس نے عبادت کی تو وہ معبود بن گیا۔ بس محمدؐ فعل کرتا گیا اللہ تعالیٰ کے نام پیدا ہوتے گئے۔ لوگو محمدؐ مططفے وہ ہے جس نے پیدا ہو کر اللہ کے نام پیدا کر دیئے۔ اسی لئے تو فرمایا کُنْتُ كَذَنّاً مَخْفِيّاً فَاجَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَاَخْلَقْتُ يَا مُحَمَّدٌ

کتاب اسرار المعرفت ص ۱۳ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچان جاؤں تو اے محمدؐ میں نے تجھے پیدا کر دیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان کا بھی محمدؐ وسیلہ ہے۔ وسیلہ سے انکار کرنے والا اللہ تعالیٰ یہ کفر کا فتویٰ لگاؤ کہ وہ اپنی پہچان کا وسیلہ بنا رہا ہے۔ اسے اس مثال سے سنو کہ آپ دنیا کی ہر چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اور اگر اپنا چہرہ اپنی آنکھیں دیکھنی ہوں تو وسیلہ کی ضرورت ہے جسے آئینہ کہتے ہیں۔ سو جتنا آئینہ صاف ہوگا اتنا ہی چہرہ صاف ہوگا۔ چہرہ صاف دیکھنا ہے تو آئینہ صاف تلاش کرو۔ بس اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالات دیکھنے تھے۔

آنیدہ محمدی بے داع پیدا کیا کہ اگر اس میں عیب ہوا تو مجھ میں عیب نظر آئے گا اور ایسا مصطفیٰ کیا آئیسنہ محمدی کا ایسا مصطفیٰ کیا کہ نام ہی مصطفیٰ ہو گیا ہر طرف سے نور ہی نور اب جو نظر کی تو نظر پار ہو گئی کیوں کہ دائیں طرف سے نور ہی نور تھا پھر کسی مقدس مقام کی سُرُخ مٹی ایک طرف نھوڑی سی لگا دی۔ نور والا رُخ اپنی طرف کر لیا اور خاک والا رُخ تَلّوں کی طرف کر دیا۔ قدرت نے دیکھا تو فرمایا وَمَا رَحْمَتٌ إِذْ رَمَيْتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَحِيمٌ پارہ ۹ رکوع ۱۶ میرے حبیب یہ پتھر تو نے نہیں مارے جب تُو نے مارے وَلَكِنَّ اللَّهَ رَحِيمٌ لیکن اللہ نے مارے مَا يَنْبَغُ عَنِ اللَّهِ وَإِنَّ هُوَ آذٌ وَخِيٌّ پارہ ۲۶ رکوع ۵ میرے حبیب تُو نہیں بولتا جب تُو بولتا ہے بلکہ میری وحی سے بولتا ہے اور تَلّوں نے دیکھا تو کہا میرے جیسا تَلّوں بچارے کا کیا قصور ہے اس کو نور والا رُخ تو دکھلایا ہی نہیں گیا ارے محمد اتنی پیاری شے ہے کہ جس کی نگاہ محمد پر پڑی۔ اُس نے کہہ دیا میرے جیسا ہی ہے۔ صلوات۔

میرے جیسے پر ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ ایک ذہین بچہ کامل نے ماں کی گود میں پنجابی سیکھی۔ کچھ عرصہ کھٹو میں رہا اُردو محفل حاصل کر لی چند سال ایران میں گزارے۔ کچھ عرصہ مکہ معظمہ میں رہا۔ واپسی پر لندن رہنا پڑا۔ اپنے ملک میں آکر کامل وکیل بن گیا۔ ایک دیہاتی آدمی مقتدا لایا تو چونکہ کامل واکل تھا۔ اُس نے غور کیا کہ اگر میں اپنی قابلیت جگلانے لگا تو یہ خاک سمجھے گا تو اس کے ساتھ پنجابی میں گفتگو شروع کر دی۔ پنجابی بھائی سمجھا کہ یہ تو میرے درگاہے تھوڑی دیر کے بعد لکھنوی بزرگ آگیا اُس کے ساتھ اُردو میں باتیں شروع کر دیں۔ لکھنوی سمجھا کہ میرے جیسا۔ پھر ایرانی آیا تو فارسی شروع کر دی وہ سمجھا کہ ہماری طرح کا ہے۔ انگریز تو انگریزی میں بولنا شروع کر دیا وہ سمجھا کہ میرے جیسا اس کے بعد عرب آیا تو عربی میں گفتگو شروع ہو گئی عرب نے کہا کہ یہ تو بالکل میرے جیسا ہے۔ ہر ایک جھگڑ رہا ہے کہ ہمارے جیسا کہ چونکہ کامل واکل تھا ہر ایک کو مسکرا کر جواب یہی دیتا ہے کہ نہ تیرے جیسا نہ تیرے جیسا نہ تیرے جیسا میں تو تم جیسا بن بیٹھا کہ میری بات تمہارے ذہن میں آجائے اگر میں اپنے کمالات دکھانے پر آجانا تو تم خاک سمجھتے کہ میں کیا کہتا ہوں۔ جس محمد کسی جیسا نہیں وہ خالق وحدہ لا شریک۔ محمد مخلوق واحد لا شریک ہے۔ صلوات۔ رباعی

آیا نہ پھر رسول کوئی مصطفیٰ کے بعد  
 حاجت ہی کیا تھی حضرت خیر البریٰ کے بعد  
 میں اس سے بڑھ کے اور تری شان کیا لکھوں  
 عظمت میں تو عظیم ہے رب العالی کے بعد  
 صلوات . تصدق شیری

صحابہ نے عرض کی اَیْمَاکُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ . یا رسول اللہ آپ کا نور کن مقام پر رہا  
 وَرَبَّیَا کُنَّا اَنْتَ بَاحَاۃِ عِیْنٍ کُوْرٍ تَحْتَ عَرْشِ اللّٰہِ تَعَالٰی اُنْبِیْحُمَا وَنُقَدِّسُہَا ہم سب اللہ  
 تعالیٰ کے عرش کے نیچے اس کی تسبیح و تہلیل کرتے رہے . محافل و مجالس میں . المجالس المرصیۃ  
 لفظ کُنَّا قابلِ عِزِّ ہے . میں ایک نہیں بلکہ ہم جمع تھے فرمایا . ہمارا نور ہزار سالِ حجابِ عقل  
 میں رہا اور حجابِ نُدس بھی آٹھ ہزار سال رہا . حجابِ عفت میں سات ہزار سال پھر حجاب  
 توکل میں چھ ہزار سال پھر حجابِ زہد و تقویٰ میں پانچ ہزار سال پھر حجابِ حیا میں چار ہزار  
 سال پھر حجابِ شکر میں تین ہزار سال . پھر حجابِ تواضع میں دو ہزار سال اور حجابِ خلق میں  
 ایک ہزار سال رہا . محافل و مجالس میں .

اب آخری مقام کی فضیلت میں ہے اِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِ عَظِيْمٍ پارہ ۲۹ رکوع ۳ تراویح  
 کے درجات و مقامات کتنے بلند ہوں گے .

ایک دو واقعات خلقِ مصطفیٰ پر عرض کرتا ہوں . منوجب حضور پر نور مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ  
 منورہ میں تشریف لائے تو مکہ میں بارش بند ہو گئی . جب کافی عرصہ تک بارش نہ ہوئی تو  
 قریش مکہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ محمد رحمتہ للعالمین بارانِ رحمت کو اپنے ساتھ ہی لے گیا . جب  
 تک وہ دُعا نہیں کرے گا بارش نہیں ہوگی کسی آدمی کو دالی کا ثنات کے پاس بھیجیں اور وہ  
 درخواست کرے گا محمد مخلوقِ خدا قحط ہیں مبتلا ہے . دُعا کریں جو بارش ہو چونکہ سارے سخی  
 حضور کے دشمن تھے . کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ دوبار رسالت میں عرض گزارنے کو آئے . آخر  
 البرسفیان نے کہا کہ لوگو ہم اس کے دشمن ہیں مگر وہ تو ہمارا دشمن نہیں ہے . اگر تم سے کوئی نہیں  
 جانا چاہتا تو میں جا کر بارش کی محمد سے دُعا کرواؤں گا . وہ ہماری طرح کا نہیں بلکہ خلقِ عظیم کا  
 مالک ہے . اس کے بعد البرسفیان مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ آیا اور سب سے پہلے اُمّ المؤمنین  
 زوجہ رسولِ خدا صلعم جناب اُمّ حبیبہ کے پاس پہنچا کہ اپنی لڑکی اُمّ حبیبہ سے معلوم ہو جائے گا

نورِ مصطفیٰ اور درجات

واقفہ

مکہ میں قحطِ سالی

کہ محمد مصطفیٰ ہمارے متعلق کیا ارادہ رکھتے ہیں پھر حقیقتِ حال کے تحت عمل کیا جائے گا۔ ام حبیبہ کے گھر پہنچ کر ابوسفیان نے اپنی بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور نبی کریم کا بستر بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھنے لگا۔ جناب ام حبیبہ نے ہاتھ پکڑ کر کہا بابا ٹھہرو یہ کہہ کر حضور کا بستر لپیٹ کر فرمایا اب بیٹھو۔ ابوسفیان کو ناگوار گزارا اور عنقہ سے کہا کہ بیٹی یہ کیا۔ ام حبیبہ نے کہا بابا وہ بیٹی اچھی نہیں ہوتی جو رحمتہ للعالمین کی جگہ پر باپ کو بٹھلائے۔ اس پر بھجلا کر ابوسفیان باہر نکل آیا اور سیدھا دربارِ رسالت میں پہنچا ادھر ابوسفیان آیا ادھر سے جبریل حاضر ہوا ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ دشمنِ خدا و رسولؐ تاجر چھد گیا۔ مولا یہی آپ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کم بخت نے آپ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا تھا یا رسول اللہ دعائے کرنا بلکہ بد دعا کرنا تاکہ اسے عبرت حاصل ہو مگر رسولؐ خدا نے ابوسفیان کے ساتھ وہ سلوک کیا جو ایک کریم انسان اپنے مہمان سے کرتا ہے اس دشمن کے لئے بھی حضور نے دستِ نبوت بلند کر کے دعا کی کہ بار الہا یہ تیری ہی تو مخلوق ہے اور تیری رحمت میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ جبریل کے تو فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ محمد کتنا کریم اور صاحبِ خلق ہے۔ صلوات اسی طرح عبد اللہ ابن ابی منافق کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے گھر میں مشورہ کر کے ہوسلطان صلعم کی مدعا امیر المومنین کے دعوت کی اور اس کی لڑائی نے انتقام کیا کہ ایک گڑھا کھود لیا اس میں بہر آلوہ ملائیں گاڑ دیں اور چونا بھر دیا۔ کھانے میں زہر ملایا اور حضورؐ پر نور جب تشریف لائے تو گڑھے پر معمولی خس و خاشاک ڈال کر فرش بنائے ہوئے پر حضورؐ کو بٹھلایا۔ آنحضرتؐ نے اشارہ کیا اور فرش بکھل بن گیا۔ آپ صحابہ کرام اور حضرت علیؑ کے ساتھ تشریف فرما ہوئے در کھانا تناول فرمانے لگے تو زہر نے عرض کی مولا میرے لئے ارشادِ گرامی کیا ہے آپ نے نظرِ رحمت سے زہر کی زحمت کو دور کر دیا اور اطمینان سے سب نے کھانا کھایا اور تشریف لے گئے۔ عبد اللہ ابن ابی کی لڑائی کا ملاحظہ کرنے آئی کہ ملازموں نے موٹی لکڑیاں رکھ کر فرش مضبوط بنا دیا تھا۔ ادھر اس نے فرش پر قدم رکھا ادھر جہنم میں سکونت پذیر ہوئی۔ ایسی چوکریاں ایسے ہی مرا کرتی ہیں۔ گھر والوں نے سمجھا کہ کھانے میں زہر نہیں ڈالا گیا۔ انہوں نے سچا ہوا کھانا کھایا۔ مارے کے مارے ٹھکانے لگ گئے۔ اب پورے

ابوسفیان

ام حبیبہ

واقعہ

دعوت

ابن ابی سہول کی لڑائی

مدینے میں دو ٹوٹی جگہ گئی کہ عبد اللہ ابن ابی نے نبی کریم کی دعوت کی تھی پورے گھر کا صفایا ہو گیا۔ اگر اسی طرح پانچ چھ دعوتیں اور ہو جائیں تو تمام مدینہ کی صفائی ہو جائے گی۔ عبد اللہ ابن ابی حضور کے پاس روتا ہوا آیا۔ آپ نے حالات دریافت کئے تو عرض کی کہ مولا میری بہتی آپ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی جب آپ واپس تشریف فرما ہوئے تو مکان کی چھت پر بغرض زیارت چڑھ گئی اور عشق و محبت میں چلتی رہی۔ یہاں تک چھت ختم ہو گئی اور وہ گر کر شہید ہو گئی۔ فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ پارہ نمبر ۲ رکوع ۳ حضور نے دریافت کیا کہ باقی افراد کیسے انتقال کر گئے۔ عرض کی کہ آپ کا تبرک سجا ہوا کھا کر شہادت کی موت مرے۔ اس پر بھی فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ عبد اللہ ابن ابی ملعون کے جانے کے بعد کسی صحابی نے عرض کی کہ مولا اس ملعون کو کہہ دیتے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی آپ نے ارشاد فرمایا تمہارا اخلاق اور ہے اور محمد کا اخلاق اور ہے۔ میں اپنے دشمن کو بھی شرمسار نہیں کرنا چاہتا صلوات اتنا رحیدری ص ۱۶۶۔ یہ آخری جواب کی بلندی ہے تو عز کر دو کہ اوپر والے مقامات کتنے بلند ہوں گے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ قدرت نے محمد کے نور کو سب سے پہلے پیدا فرمایا اور بھیجا۔ سب کے اخیر میں اس کی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰٰ فیض ہمیشہ انتظام کے بعد ہی آیا کرتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ آنے والا جتنا بلند ہوگا منتظم بھی اتنا ہی بلند ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر کسی گاؤں میں پٹواری نے آنا ہو تو انتظام چکسیدار کرے گا اور اگر اسی ہی گاؤں میں تانو ٹنگو نے آنا ہو تو انتظام پٹواری کرے گا اور اگر تحصیلدار ہی نے اسی گاؤں میں آنا ہو تو انتظام تانو ٹنگو کرے گا اگر اسی قصبہ میں ڈپٹی کمشنر نے آنا ہو تو منتظم تحصیلدار ہوگا۔ اگر گورنر صاحب نے آنا ہو تو انتظام ڈپٹی کمشنر کرے گا اور اگر صدر نے آنا ہو تو گورنر صاحب ایک دن پہلے پہنچ جائیں گے یعنی جتنا آنے والا بلند ہوگا اتنا ہی منتظم بلند ہوگا تو اب غور کرو دنیا میں آنا ہے صدر مملکت کا ثبات الہیہ نے منتظم کیسے ہونے چاہئیں تو قدرت نے آدم کو بلا یا کہ صدر مملکت ممکنات نے دنیا میں جانا ہے۔ جاؤ انتظام کرو حضرت آدم تشریف لائے۔ زمین کو ہوا کیا کہ آنے والا آئے تو خوش ہو جائے ابھی انتظام مکمل ہوا ہی تھا کہ آدم کے دولٹ کے لڑ پڑے

اعلیٰٰ شخصیت کی آرم کے انتظامات

یابیل کے مقدس خون کے پھینٹوں کی وجہ سے زمین داغدار ہو گئی بس آدم کو واپس بلا لیا کہ پہلے  
 زمین کو پاک صاف کیا جائے اور بعد میں اپنے حبیب کو بھیجا ہوگا۔ زمین کی حالت کو  
 دیکھ کر حضرت نوح کو بلایا اور حکم کیا کہ جاؤ اور اچھی طرح سے زمین کو دھو کر پاک صاف کر دو  
 تاکہ محمد کو بھیجا جائے۔ حضرت نوح نے تشریف لاکر اس طرح زمین کو دھویا کہ نہ باغ چھوڑا  
 نہ بوٹا بالکل صاف کر دی اور اس طرح پانی بہایا کہ زمین بالکل کھدر نکل آئی۔ قدرت نے  
 مناسب نہ سمجھا کہ اس ویرانے میں محمد کو بھیجے اس کے بعد حضرت خلیلؑ کو بلایا کہ جاؤ باغ  
 بوٹے لگاؤ کہ میرے حبیب کی سواری نے جانا ہے۔ مگر خلیلؑ خیال کرنا دنیا سے نرالا باغ  
 ہو۔ بس خلیلؑ نے تشریف لاکر وہ کمال کیا کہ آگ کو گلزار کر دیا۔ عرض کی کہ پالنے والے قیامت  
 تک ایسا باغ کوئی نہیں لگا سکے گا۔ تا درمطلق اس قدر راضی ہوا کہ امامت کا تاج عطا کر دیا  
 اب جو رسولِ خدا نے تیاری کی تو فرمایا میرے حبیب مٹھر جاؤ کوئی آپ کا دشمن نہ وہاں  
 بیٹھا ہو ذرا پتہ کر لوں۔ موسیٰ کو بلایا کہ تم نے عرض کی جی پالنے والے۔ فرمایا کہ تم دنیا میں  
 جا کر فراد دیکھو کہ کوئی میرے حبیب کا دشمن تو وہاں موجود نہیں۔ کلیم نے عرض کی کہ میں نے  
 چوکیاری کرنی ہے۔ پہرے دار کے لئے روشنی اور ہتھیار کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ نے  
 یدِ بیضا اور عصا دے کر روانہ کر دیا تو کلیم بھی انڈا ڈنڈا لے کر آگئے۔ لگے محمد کا دشمن تلاش  
 کرنے۔ کبھی ملائن میں کبھی مصر میں کبھی جنگل میں۔ آخر مل گیا عرض کی پالنے والے چور مل گیا  
 فرمایا کون ہے۔ عرض کیا کہ فرعون مصری ہے۔ فرمایا مصری ہے تو دریا میں ڈال دو گھل جائے  
 گا۔ لومصری گھل گیا۔ اب محمد کے بھیجنے کی جلدی ہوئی تو عیسیٰ کو بلایا کہ تم سیح ہو حساب  
 مساحت سے معلوم کرو کہ اپنے حبیب کو کہاں بھیجا جائے اور جلدی اتنی کہ باپ کی بھی  
 انتظار نہ کرنے دی۔ چلتے ہوئے حضرت عیسیٰ نے عرض کی کہ میرے اللہ میں بھی تیرے  
 حبیب کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا حباب لگا کہ چور خفے آسمان پر جا کر بیٹھ جانا۔ شب  
 معراج میرے حبیب کی سواری جب گزرے تو تو بھی جھک کر سلام کر لینا۔ صلوات۔

دیکھ کے اپنے صحیفوں میں تیرا اسم جلی  
 انبیاء و عرب سے اللہ غنی کہتے ہیں

انبیاء انتقام کے لئے آئے

شعر

ایک عیائی نے اعتراض کر دیا کہ ہمارا عیسیٰ چوتھے آسمان پر اور محمد زین پر ہے فیضہ  
 کر دو کہ بلند کون ہے۔ میں نے ایک شعر سے جواب دیا۔

نبی عیسیٰ فلک پر اور محمدؐ سالبشر نیچے

سند رہے رسالت کا جاب اد پر گو ہر نیچے صلوات

اب جو محمدؐ کی سواری چلنے لگی تو آپؐ نے خواہہ قدرت سے تازن کی کتاب اٹھائی  
 خالق کی آواز آئی میرے حبیب یہ کیا عرض کی پالنے والے تیرے احکامات سے دنیا کو ٹھیک  
 کر اڈوں گا۔ آواز آئی نہ حبیب اگر آپؐ اپنی کتاب ساتھ لے گئے تو ہماری توہین و تہک  
 ہے۔ کیوں کہ اعلیٰ افسر دفتر میں جاتے ہیں تو ان کے بتے غلام لایا کرتے ہیں اور چھوٹے  
 ملازم اپنا بتہ خود لے جاتے ہیں۔ آپؐ ہیں پوری کائنات کے حاکم اعلیٰ آپؐ تشریف  
 لے جائیں۔ آپؐ کا غلام جبرئیل پیچھے پیچھے قرآن مجید لے کر آئے گا۔ صلوات۔ بس رسولؐ  
 تشریف لانے لگا تو انبیاء علیہم السلام نے دامن کپڑ کر عرض کی کہ حضور ہمارا انعام عنایت  
 کرو۔ رسول اکرمؐ نے مختار کائنات ہونے کی حیثیت سے انعامات تقسیم فرمائے آدمؑ  
 کو تمغہ علم دیا۔ نوحؑ کو دستارِ حلم دی۔ جلیل کو تاجِ خلعت دیا۔ یوسف کو شانِ حسن عطا کی  
 موسیٰ کو شانِ ہیبت دی۔ عیسیٰ کو فضیلتِ عبادت عطا کی۔ ایب کو کمالِ صبر دیا اور یحییٰ  
 کو زنجب زہد عطا کرتے ہوئے چلے اور چلتے چلتے یہ نور حضرت عبدالمطلب کی پشانی میں جلوہ  
 نگیں ہو گیا اب خالق نے دیکھا کہ میں بھی بے مثال یہ بھی لازوال۔ میں احمد یہ واحد میں یکتا  
 یہ اکیلا۔ کہیں دنیا کو دھوکا نہ لگ جائے۔ خدا تعالیٰ تو وحدہ لا شریک تھا ہی۔ اس نور کے دو  
 حصے کر دیئے ایک حصہ حضرت عبد اللہ کی طرف اور دوسرا حصہ حضرت ابوطالب کی طرف  
 منتقل کر دیا۔ اسی لئے تو فرمایا اَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ ذُرِّيَةِ وَاحِدَةٍ اسرار المعرفت ص ۲۵ یہ ہے  
 آنے والے کا واقعہ۔ خدا جانے پیدا کب ہوئے ہ

وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا

پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

اللہ اکبر! علمائے کرام بلند فی عظمت کو یوں ترتیب دیتے ہیں کہ مسلمان کی تعریف

ہے۔ اَمْسَلِمَ مَن سَلِمَ النَّاسُ مِنْ يَدِهِ وَدِينًا فِيهِ مُسْلِمَانٌ وَهُوَ كَمَا جَاءَ فِي حَقِّهِ مَسْئُورٌ  
 زبَانٌ مِّنَ النَّاسِ كَمَا تَكَلِّفُ نَبِيٌّ فَرَسَتْهُ هِيَ كَمَا فِيهِ هَزَارٌ مُسْلِمَانٌ هُوَ تَوَاحِدٌ مَوْجِبٌ بِنْتَابِ  
 اور ہزار مومن ہوں تو ایک قطب بنتا ہے۔ ہزار قطب ہوں تو ایک غوث بنتا ہے ہزار  
 غوث ہوں تو ایک تبع تابعی بنتا ہے ہزار تبع تابعی ہوں تو ایک تابعی بنتا ہے ہزار تابعی  
 ہوں تو ایک صحابی بنتا ہے۔ ہزار صحابی ہوں تو ایک نبی بنتا ہے ہزار نبی ہوں تو ایک  
 رسول بنتا ہے۔ ہزار رسول ہوں تو ایک اولوالعزم رسول بنتا ہے اور ہزار اولوالعزم رسول  
 ہوں تو ایک محمد بنتا ہے۔ فیصلہ کرو کہ محمد کیسا ہوگا ہر نبی جزوی نبی اور رسول ہے حقیقی مطلق  
 نبی صرف ذات اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے کوئی صفی اللہ کوئی نجی اللہ  
 کوئی خلیل اللہ کوئی کلیم اللہ۔ کوئی روح اللہ اور آمنہ کالال ہے محمد رسول اللہ نہیں کہتا ہوں حقیقی  
 بلندی جس کے ساتھ لفظ پستی نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف ذات النور حبیبِ خدا ہی سے شال  
 سے واضح کرتا ہوں سفوزمین بلند ہے مگر کرسی اس سے بلند جس زمین کو پہلی بلند کہہ رہا تھا  
 زمین ایک فقرے میں پست ہو گئی کرسی بلند ہے مگر سپیکر کے مقابلے میں پست یہ کیا بلندی  
 ہے جو ایک فقرے میں پست ہو جائے۔ سپیکر سے شامیانہ بلند شامیانہ سے درخت بلند۔  
 درخت سے آسمان بلند آسمان سے عرش بلند جو ایک لمحہ پہلے بلند کہہ رہا تھا۔ دوسرے لمحہ  
 میں پست ہو گیا۔ اسی طرح انسانی کمالات پر نظر کریں ہر کامل انسان سے بلند انسان جب  
 ذکر ہوگا تو وہ پست کہلائے گا حقیقی بلندی صرف اور صرف محمد مصطفیٰ کی شان ہے اس  
 کی بلندی و عظمت کا کیا کہنا کہ جس کے بارے میں جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ فخر سے  
 فرمائے اَنَا عَبْدٌ مِّنْ عَبِيدِ مُحَمَّدٍ مِّنْ غُلَامِ فِيهِ سِتْرٌ مِّنْ غُلَامِ فِيهِ سِتْرٌ  
 شعر سے تشریح کرتا ہوں۔ شعر

تو ہی بتا تیرے اُس بندے کو کیا کہتے ہیں  
 جس کے نائب کو زمانے میں خدا کہتے ہیں

اللہ اکبر صلوات۔ مسلمانو! جب نبی صلعم کی عظمت ذہن میں آجائے تو اب اس پیغمبر  
 کا ارشاد سنو۔ اَلْحُسَيْنُ مَتَّى وَ اَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ۔ فرمایا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

شعر  
 اَنَا مِمَّنْ  
 اَنَا مِمَّنْ

دنیا کہتی ہے کہ محمدؐ ہمارے جیسا مگر آئندہ لال فرماتا ہے کہ میں کسی جیسا نہیں ہوں۔ میں تو بس حسینؑ جیسا ہوں۔ مکمل شریف جلد ۲ صفحہ ۲۶۷۔ اس ارشاد مصطفیٰ کو پڑھ کر اور سمجھ کر مسلمانوں نے حسینؑ کا بھر اگھر اُبٹا دیا میں عرض کر چکا ہوں کہ ولید کے دربار سے امام حسینؑ جب واپس تشریف لائے تو دروازے پر پہنوں دو دیکھا جو پریشانی کے عالم میں حسینؑ کی انتظار میں کھڑی تھیں حسینؑ نے پہنوں کو گلے لگالیا اور رو کر فرمایا ماں جانی زینبؑ تیار کرو تانے کا کلمہ پڑھنے والے اب ہمیں مدینے میں نہیں رہنے دیتے۔

عزادارو! جب اُمّ سلمہؓ کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ مدینہ سے مع اہل و عیال سکونت ترک کر کے مکہ معظمہ کا ارادہ رکھتے ہیں تو امام حسینؑ کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا میرے نورِ نظر مجھے تیرے نانانے مٹی دی تھی اور فرمایا تھا کہ جب یہ مٹی سُرخ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ اُمّ سلمہؓ حسینؑ شہید ہو گیا۔ بیٹا آپ سفر عراق نہ کریں۔ امام حسینؑ نے فرمایا نانی اماں میں جانتا ہوں کہ کس جگہ میں شہید ہوں گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کتنے اور کون سے آدمی اور بچے میرے اعران و انصار کے شہید ہوں گے۔ میں اپنے قاتلوں کے نام بھی جانتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ابو طالب کے گھرانے کے کتنے افراد شہید ہوں گے نانی اماں اگر آپ چاہیں تو آپ کو میدانِ کربلا کا منظر دکھلایا جائے۔ اس پر جناب اُمّ سلمہؓ نے کربلا کی زمین دیکھنے کی خواہش ظاہر کر دی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میری دو آنکلیوں کے درمیان سے دیکھو۔ جناب اُمّ سلمہؓ نے دیکھا تو دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دیا۔ پوچھا نانی اماں کیا منظر دیکھا ہے۔ کہا بیٹیا، ایک چٹیل میدان ہے جس پر چند خیمے لگے ہوئے ہیں اور سکینے کے ہاتھ میں خشک پیالہ ہے ان کے پیچھے چھپے چالیں کے قریب بچے ہیں جو العطش العطش کی آوازیں بلند کر رہے ہیں کہا نانی اماں اور دیکھو۔ اب جو دیکھا تو بیخ ماری اور بے ہوش ہو گئیں۔ ہوش میں آئیں تو عرض کی امام زمانہؑ میں نے آپ کے تمام اعران و انصار کی لاشیں دیکھیں۔ علی اکبرؑ کے سینے میں نیزہ لگا ہوا دیکھا۔ میرے نورِ نظر تیرے ہاتھ پر اصغرؑ کی لاش دیکھی۔ فرمایا نانی اماں میری لاش کی کیفیت بھی دیکھو۔ اب جو نگاہ کی تو غش کھا گئیں اور غش سے افاقہ ہوا تو عرض کی حسینؑ بیٹا تیری لاش پر گھوڑے دوڑنے ہوئے دیکھے۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے ہاتھ بڑھا کر

رابطہ صاحب

کربلا کا منظر

ایک مٹھی مٹی۔ کہ بلا کی جناب اُمّ سلمہ کے حوالے کی اور کہا جس روز یہ مٹی سُرخ ہو جائے سمجھ لینا کہ میرا بیٹا مظلوم شہید ہو گیا۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے دسویں ماہِ محرم کو عصر کے وقت جناب اُمّ سلمہ کے گھر سے رونے کی آواز سنی تو میں نے اپنے غلام سے کہا کہ میرا عصا پکڑ کر مجھے اُمّ سلمہ کے پاس لے چلو۔ میرے غلام نے کہا کہ جناب اُمّ سلمہ کے سامنے ایک شیشی رکھی ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے اُس خون کو دیکھ کر جناب اُمّ سلمہ رورہی ہیں اور عبدالمطلب کی تمام عورتوں کو بلا کر فرماتی ہیں کہ شہزادہ! حسین شہید کر دیئے گئے ہیں۔ المجالس المرصیۃ ۳ بحار الانوار جلد ۱ حصہ ۱ ص ۱۲۰۔

منقول ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو آپ کی صاحبزادی فاطمہ صغریٰ شدید تپ میں مبتلا تھیں جو نہایت ہی لاعز اور نحیف ہو چکی تھیں ان کی ناتوانی و کمزوری کو دیکھ کر امام مظلوم نے انہیں مدینہ میں رہنے کا حکم دے دیا۔ جناب فاطمہ صغریٰ نے جناب ربیع سے رو کر عرض کی کہ اماں جان مجھے بھی ساتھ لے چلیں یہ کیونکر ممکن ہے کہ سارا کنیز تو حضرت کے ساتھ چلا جائے اور میں اکیلی اس سنان گھر میں پڑی رہوں اس طرح تو میں نہ مرتی بھی مری جاؤں گی۔ کبھی فاطمہ صغریٰ حضرت علی اکبر سے فرماتیں کہ بھائی علی اکبر! آجا جان تو اپنی بہنوں کو ساتھ لے جا رہے ہیں آپ بھی آجا جان سے سفارش کریں کہ مجھے ساتھ لے چلیں۔ میں راستہ میں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دوں گی۔ حضرت علی اکبر نے رد کر حضرت امام حسین سے عرض کی باا ضرور مہربانی فرما کر حکم دیں تاکہ میں بھی اپنی بہن فاطمہ صغریٰ کو ساتھ لے چلوں۔ امام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا بیٹا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تو نہیں دیکھ رہا۔ بیٹا میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ میری ماں کی ہم شکل فاطمہ صغریٰ ہتھکڑیاں پہن کر بڑے پیر کے دیوار میں کھڑی ہو۔ اس کے بعد مولا امام حسین جناب فاطمہ صغریٰ کے پاس تشریف لے گئے اور اسے گلے لگا کر پیار کیا اور فرمایا بیٹی میں نے تیرے بارے میں تیری دادی ام المہین اور نانی اُمّ سلمہ کو تاکید کر دی ہے کہ وہ تیری دیکھ بھال کریں گی۔ بیٹی فاطمہ صغریٰ آخر میں بھی ایک باپ ہوں۔ میرے سینے میں بھی دل ہے اور میرے زل میں بھی درد ہے مگر میں

ابن عباس

فاطمہ صغریٰ

علی اکبر

جناب شہزادہ

مجموعہ ہوں بیٹی اگر حالات اچھے رہے تو میں بہت جلد تیرے بھائی علی اکبر کو بھیج کر تجھے اپنے پاس بلواؤں گا۔

عزادارو! جب فاطمہ صغریٰ یارس ہو گئیں تو کنبہ کی تمام عورتوں کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر روئیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ مولا امام حسین علیہ السلام کو فاطمہ صغریٰ کی جدائی کا غم علی اکبر کی شہادت سے کم نہ تھا جب کہ امام مظلوم علم امامت سے جانتے بھی ہیں کہ اب کے بعد قیامت کو فاطمہ صغریٰ سے ملاقات ہوگی۔ عزادارو! جب فاطمہ چلا تو لوگوں نے دیکھا کہ فاطمہ صغریٰ اپنا بے چینی کے ساتھ پیچھے پیچھے آرہی ہے۔ امام نے اونٹوں کو روکنے کا حکم دیا اور پوچھا بیٹی اب گھر میں جا کر بیٹھو اب تم ہمارے پیچھے کیوں آرہی ہو۔ عرض کی بابا جان دل چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ بی بیوں سے پھر مل لوں۔ اتنا سننا تھا کہ تمام بیبیاں اونٹوں سے اتر پڑیں اور فاطمہ صغریٰ کو گلے لگایا۔ راوی کہتا ہے کہ اس مرتبہ، گریہ و بکا ہوا کہ امام نے بڑھ کر سیدانہوں کو تسلی دی۔ منقول ہے کہ آخر میں فاطمہ صغریٰ نے اپنے ننھے بھائی علی اصغر کو گلے لگایا اور کچھ کان میں کہا۔ جناب رباب نے فرمایا بیٹی اپنا بھائی علی اصغر مجھے دو کہ ہم سفر کریں۔ عرض کی اماں جان مجھے یقین ہے کہ میرا بھائی میرا ساتھ دے گا۔ مجھ سے جبراً نہ لینا۔ ہاتھ بڑھاؤ، اگر اصغر آپ کی طرف آجائے تو لے لینا۔ اس پر حضرت رباب نے ہاتھ پھیلائے اور کہا اصغر آؤ چلیں مگر علی اصغر بہن کے گلے سے لپٹ گئے۔ علی اکبر نے آگے بڑھ کر آواز دے کر ہاتھ پھیلائے مگر علی اصغر نے توجہ نہ کی۔ جناب سیکڑ نے ہاتھ پھیلائے اور اصغر کو اپنی طرف بلایا مگر علی اصغر نے غور نہ کیا۔ فاطمہ کبریٰ نے بلایا مگر علی اصغر نے بہن کی طرف آنے سے انکار کر دیا۔ جب تمام بیبیوں نے کوشش کی اور علی اصغر نے فاطمہ صغریٰ کا ساتھ دیا تو آخر میں امام حسین علیہ السلام اصغر کے قریب آئے اور جھک کر علی اصغر کے کان میں کوئی بات کی۔ اس بات کا سننا تھا کہ علی اصغر نے تڑپ کر بہن کی گود چھوڑ دی اور جلدی سے باپ کے ہاتھوں پر آگیا۔ ممکن ہے کہ امام نے یہ فرمایا ہو کہ اصغر بیٹا حرمہ کا تیر کون لے گا قیامت کو نہ کہ اہل بیت کا شیعہ بن جائے گا۔ اصغر میری شہادت کی تکمیل تیرے بغیر نہیں ہو سکتی۔

عزادارو! فاطمہ صغریٰ مدینہ منورہ سے ۲۸ رجب المرجب ۶۱۰ ہجری بروز اتوار

سن ۱۱۰۰ عیسوی کو روانہ ہوا جو تین شعبان کو مکہ معظمہ میں پہنچا۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے ساتھ دن گزارنے کے بعد حسینیؑ تانہ تکمیل ذبح عظیم کی خاطر مکہ سے کربلا کو روانہ ہو گیا۔ سفینۃ البکاء صبح الجالس جلد ۱ ص ۱۷۔

اَلَا لَمُنَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنِّىْ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ پارہ ۱۹ رکوع ۱۵

## چوتھی مجلس

### رحمت اللعالمین کا تذکرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ پارہ ۱۷ رکوع ۷۔ میرے حبیب نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت واسطے عالموں کے۔

چار چیزوں کے بغیر کوئی چیز معرض وجود میں آ ہی نہیں سکتی۔ سریشی کے قیام و ظہور کے لئے ان چار علتوں کی یقیناً عللاً ضرورت ہو کر تھی ہے۔

(۱) علتِ فاعلیہ۔ کہ بنانے والا کوئی ہو ہر چیز اپنے وجود و قیام پر دلیل رکھتی ہے کہ کوئی اس کا بنانے والا ہے۔

(۲) علتِ صورتیہ۔ بنانے والے کے پاس یا ذہن میں بننے والے کی شکل و صورت ہیئت و خاکہ بنیاً کہ وہ بنانا چاہتا ہے۔ محفوظ ہوتا ہے وہ چیز بننے کی یعنی کس صورت پر بنانے والے نے اُسے بنایا۔

(۳) علتِ مادیہ۔ کس مادے سے بنانے والے نے کس نقشہ و صورت پر بنایا ہر چیز

ایک ہی مادے سے نہیں بنتی کچھ چیزیں لکڑی سے بنتی ہیں۔ کچھ لوہے سے کچھ سونے اور چاندی سے کچھ کپڑے سے۔ کچھ آگ۔ ہوا۔ مٹی۔ پانی سے اور کچھ نور سے اسی لئے تو نبی نے فرمایا کہ اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق ہے۔ سب ایک ہی مادے سے تو نہیں بنے۔

(۴) علتِ غائی۔ یعنی کس غرض کے لئے بنانے والے نے اُسے بنایا۔ ہر شے کے بننے کی غرض و غایت علیحدہ ہوا کرتی ہے مثلاً کُرسی کی علتِ غائی اور ہے اور سپیکر کی علتِ غائی اور ہے۔ کتاب کی علتِ غائی اور ہے اور جناب کی علتِ غائی اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلامِ پاک میں اپنے احسانات و انعامات کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا پاره ۱ رکوع ۳ پیدا کیا گیا ہے ہر چیز کو تمہاری خاطر۔ کوئی مخلوق تو ہے کہ جس کی خاطر کائنات کی ہر شے پیدا ہوئی۔ وہ نہ ہوتے تو کائنات کی کوئی چیز معرضِ وجود میں ہی نہ آتی۔ حدیثِ تدرسی لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ میرے حبیب اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو کائنات کی کوئی چیز ہی پیدا نہ کرتا۔ صلوات۔

معلوم ہوا کہ ہر شے انسان کی خاطر اور انسان کی علتِ غائی کیا ہے۔ قرآن کی زبانی سنو وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْا پاره ۲ رکوع ۲۔ نہیں پیدا فرمایا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر واسطے عبادت کے۔ یعنی جن و انس کی غرضِ خلقت عبادت ہی ہے اور بس۔ اس کے بعد عرض کرنا مقصود ہے کہ غور کریں کہ جن چار علتوں کے بغیر کوئی چیز معرضِ وجود میں نہیں آیا کرتی تو نبی اکرم صلعم کی ہر چار علتیں کیا ہیں؟

(۱) علتِ فاعلی ہے۔ تَبَارَكَ اللهُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پاره ۸ رکوع ۱۴ پاک ہے وہ ذات جو پروردگار ہے عالموں کا۔

(۲) علتِ صوری، کہ کس صورت پر مچا کہ بنایا گیا۔ قرآن گواہ ہے۔ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهِ وَ سِرًا جَاهًا مُّنبِئًا۔ پاره ۲۲ رکوع ۳ پکارنے والا طرف اللہ کے اُس کے حکم کے اور محمد تو حکمتا ہوا سرا ہے۔

(۳) علتِ مادی۔ محمد کو کس شے سے بنایا گیا۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ پاره ۶ رکوع ۶۔ تحقیق اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور کتاب روشن، قرآن سے

سورہ انبیاء کی وجہ عمل الیہ

سے ثابت ہو کہ محمد کی علت مادی تو نور ہے۔

(۶) علت غائی، مصطفیٰ کیا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ پارہ ۷

رکوع ۷۔ نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت واسطے عالمین کے معلوم ہوا کہ جن اور انس کی غرض خلقت عبادت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غرض خلقت رحمتہ للعالمین ہونا ہے دونوں جگہ لفظ اللہ برائے استثنیٰ ہے۔ مگر ملاں رٹے جا رہا ہے کہ محمد میرے جیسا،

چالیس سال کے بعد نبوت ملی۔ میں اس پر ایک عقلی دلیل بھی پیش کرتا ہوں۔ سفو۔ جب کوئی شخص بالغ ہوتا ہے تو تین حالتوں میں سے ایک حالت پر وہ ضرور ہوگا۔ نبی یا کسی نبی کا امتی یا پھر کافر مشرک۔ چوتھی کوئی حالت ہو سکتی ہی نہیں۔ اسی اصول وقاعدے

پر رسول خدا صلعم کو دیکھیں کہ حضور بالغ ہوئے۔ چودہ یا اٹھارہ سال کے اور بقول مولوی صاحب نبوت ملی چالیس سال کے بعد۔ اٹھارہ سال سے چالیس سال تک بناؤ محمد کیا رہا۔ نبوت

تو ملی چالیس سال کے بعد۔ باقی رہ گئیں دو حالتیں۔ کسی نبی کا امتی۔ دوسرا (لَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْهَا)۔ کافر مشرک بناؤ مولوی رسول خدا صلعم بائیس سال کیا رہے۔ اگر کسی نبی کے بائیس سال امتی ہے

تو اس کے آقا و مولا کیونکر کہلائے اور قرآن شاہد ہے کہ آمنہ کا لال ہے عالمین کے لئے رحمت تو نبی اکرم صلعم جس کے امتی بائیس سال رہے۔ وہ تو محمد کے لئے رحمت ثابت ہوا۔

ادھر وہ نبی بھی تو عالمین میں ہی ہوگا۔ میں کہتا ہوں حضرت عیسیٰ کو کیا جواب دو گے جو پیدا ہوتے ہی اعلان کرتا ہے۔ اِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ط اُنْتَبِي الْكِتَابِ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا پارہ ۱۶ رلوع ۵

میں اللہ کا بندہ ہوں۔ خدا نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بھی بنایا ہے۔ فرماؤ مریم کا لال افضل یا آمنہ کا لال افضل ہوگا۔ مسلمانوں کو عیسائی بنتے ہیں مسجدوں سے۔ مگر جاسے نہیں

بنا کرتے۔ سفو جب، ملاں منبر پر بیان کرتا ہے کہ رسول خدا صلعم کے پاس جبرئیل آیا اور کہا کہ پڑھ اور حضور نے فرمایا میں تو ان پڑھ ہوں جبرئیل نے دو تین مرتبہ دہرایا آخر پڑھا کہ چھوڑا

اس پر رسول خدا صلعم کو شدید بخار ہو گیا کانپتے ہوئے گھر تشریف لائے اور جناب خدا کی سے فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھا دو پھر ورقہ بن نوفل یہودی کو بلا یا گیا۔ اس نے حالات دریافت

کرنے کے بعد فرمایا کہ گھبراؤ نہیں تم تو نبی ہونے والے ہو اور وہ جبرئیل فرشتہ تھا اور سورہ

عقلی دلیل

دوسرا سوال

شرح صدر

الم نشرح کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت بیان فرمایا کہ فرشتوں نے حضور کا سینہ چاک کیا و نفوذ باللہ منہا ایں کہ ورت کو نکالا پھر نور بھر کر سجاد دیا اور ایسا کئی بار ہوا۔ قصص الانبیاء ص ۴۵۔ اور انتقال کے وقت شدتِ بیمار سے ہذیان ہو گیا۔ اس طرح کے ہزاروں فضائل بیان کئے اور تقویتِ الایمان جیسی کتاب کے صفحہ ۶ پر لکھ مارا کہ نبی بڑے بھائی کی مانند ہوا کرتا ہے اور اسی تقویتِ الایمان کے صفحہ ۷ پر فرمے تحریر فرمایا گیا کہ یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی۔ وہ اللہ کی شان کے آگے چہارے بھی ذلیل ہے۔ ایسے ایسے بیان و خطبے آج کا نوجوان مسجد سے سن کر نکلا۔ آگے پادری نے قرآن ہی سے حضرت عیسیٰ کے فضائل کمالات دکھائے کہ پیدا ہونے ہی نبی تھے۔ ان کی والدہ کی خاطر جنت سے کھانے آئے تھے۔ حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ روح اللہ اندھوں کو بینائی بخشتے تھے۔ قرآن میں عیسیٰ کا دعویٰ ہے کہ میں بتا سکتا ہوں کہ جو کچھ تم نے کھایا اور گھر میں خزانہ نہ رکھا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس پر نوجوان مسلمان نے دونوں کا تطابق کیا اور پھر عیسائی ہو گیا۔ ہاں میں انسانوں کی شرعی تکلیف عرض کر دیا تھا کہ وہ خدا کی عبادت ہی تو ہے۔ مسلمانو قرآن مجید میں یہ اعلان بھی پڑھو آقیہوا الصلوٰۃ وَاذْکُرُوْا حَتّٰی الْمَشْرِکِیْنَ پارہ ۲۱ رکوع ۷۔ نماز پڑھو اور مشرک نہ بنو۔ یہ ہمارا ہی جگر گروہ ہے کہ جس نماز کا حکم خدا تعالیٰ نے چھ سو مرتبہ کلام پاک میں دیا ہے ہم اُس کی پرواہ تک بھی نہ کریں اور بنے رہیں پکتے مومن۔ کیوں مسلمانو، اگر نوری صحبت میں رہنے والا حضرت آدم کو ایک سجدہ نہ کر کے ملعون ہو سکتا ہے تو خالق کائنات کے ہزاروں سجدے ترک کرنے والا کیا ہو گا۔ غور کرو

بڑی بڑا جانی

کمالاتِ عیسیٰ

ابیتِ نماز

رباعی ۷

شیطان کہ را زہ بود بجز یک خطا نہ کرد خود را برائے سجدہ آدم رضا نہ کرد  
شیطان ہزار مرتبہ بہتر زہ بے نماز اُو سجدہ را بر آدم این برخدا نہ کرد

رباعی

امام سجاد کو پُرس دینے والو حضرت سجاد کا فرمان بھی سنو حضور نے فرمایا کہ کوفہ سے شام تک میں برابر دیکھتا گیا کہ مستوراتِ آلِ محمد کی یہ کیفیت رہی مَا تَدْرُکْتَ تَدَاغِلُهَا النَّبِیْلَةُ فرمایا واجب نماز تو اپنے مقام پر رہی۔ میری پیچھیوں نے تو نمازِ شب بھی اس سفرِ شام کوفہ میں قضا نہیں کی۔ اللہ اکبر۔ سعادة الدارين صفحہ ۷۔ یہی وجہ تھی کہ مظلوم کربلا آخر وقت میں

ثانی ہزار اور نماز

فرماتے ہیں یا اُخْتِي زَيْنَبُ لَا تَسْنِينِي فِي نَافِلَةِ الدَّيْلِ - مہین زینب مجھے نماز شب میں نہ بھلانا۔ سعادت الدارین ۱۹۷۷ اور ہم مومن پاک ہیں کہ ہمیں واجب نماز تک بھی پرواہ نہیں۔ ایک اور واقعہ سن لو شاید کوئی مسلمان غور فرمائے۔ جنگ تبوک کے موقع پر غلاموں کے علاوہ حضور نبی اکرم صلعم کے ساتھ بچپیں نہزار آدمی تھے۔ تمام لوگوں نے دیکھا کہ ایک پہاڑی کی آخری بندی سے پانی ٹپک رہا ہے۔ صحابہ کرام کو دیکھ کر تعجب ہوا کہ یہ کیا ہے۔ حضور نے فرمایا یہ پہاڑ رو رہا ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ پہاڑ کیوں رو رہا ہے۔ اسے کونسی مصیبت آگئی ہے۔ جناب رسول اللہ صلعم نے پہاڑ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے پہاڑ بنا نزدیک گر یہ کر رہا ہے۔ پہاڑ سے آواز آئی کہ یا رسول اللہ ایک روز حضرت عیسیٰؑ یہاں سے گزرے تھے اور انہوں نے فرمایا تھا فَانْقَطَعْنَا النَّارَ الَّتِي دَقَّوْذُهَا النَّاسُ وَالْجِبَارَةُ پاره ۱ رکوع ۲ پس ڈرو اس آگ سے کہ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے یا مولا اسی دن سے میں غم میں مبتلا ہوں کہ مجھے جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا۔ آنجناب نے فرمایا۔ اب پہاڑ تو غم نہ کر جہنم کا ایندھن تو کبریت کا پہاڑ ہوگا۔ کنوز المعجزات ص ۷۷۔ مگر انسان کتنا بڑ ہے کہ اسے کبھی خیال تک ہی نہیں آتا۔ ماں میں عرض کر رہا تھا کہ ہماری شرعی تکلیف یعنی غرض خلقت عبادت خدا اور مصطفیٰ کا غرض خلقت ہے کائنات کو رحمت تقسیم کرنا۔ اس آیت کریمہ پر غور فرمادیں وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ میرے حبیب تو عالمین کے لئے رحمت ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور تاسم رحمت ہیں۔ سنو تاسم کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) کہ تقسیم کرنے والا زندہ ہو۔ کیا مردہ کسی کو کوئی چیز عطا کر سکتا ہے۔ حضور میں رحمۃ اللعالمین ماننا پڑے گا کہ محمد مصطفیٰ زندہ ہے۔

(۲) عطا کرنے والا عالم ہو اگر اسے میری حالت کا علم ہی نہیں تو تقسیم کیا کرے گا۔ مسلمانو! اگر حضور اکرم کو ہماری حالت و حقیقت و کیفیت کا علم ہی نہیں تو شفاعت کیوں کر کرے گا اگر داڑھیاں دیکھ کر شفاعت کرنی ہے تو پھر سکھوں کی شفاعت ہوگی کیوں کہ ان کی داڑھیاں مسلمانوں سے بڑی ہیں۔ ہم مولویوں کے تو سر بھی منڈے ہوئے ہوں گے مگر ان کی سر پر بھی لمبی لمبی زلفیں ہوں گی اگر اپنے بیگانے کی حضور کو پہچان ہی نہیں تو شفاعت کیسی۔ آج کل علم غیب

جنگ تبوک

پہاڑ کا رو رہا

شرائط تاسم

علم غیب

پر خوب مناظرے ہوتے ہیں اور اسے خدمتِ دین سمجھا جاتا ہے۔ ایک صاحب نے فرمایا اگر نبی یعنی حضرت یعقوب غیب جانتے تو چالیس سال تک یوسف کے غم میں نہ روتے اپنے بیٹے کے پاس مصر تشریف لے جاتے۔ لہذا ثابت ہوا کہ نبی علم غائب سے واقف نہیں ہوا کرتے۔ میں نے عرض کی مولانا حضرت یوسف جو جانتے تھے کہ میرا باپ یعقوب کفنان شہر میں موجود ہے۔ خود تشریف لے جاتے کہا کہ خدا کا حکم نہیں تھا انبیاءِ مرتبی کے تحت عمل کرتے ہیں۔ غرض کہ ادھر بھی امر الہی تھا کہ وہ مصر نہ جائیں۔

ایک واقعہ سنو۔ شیبہ ابن ابی عثمان بن طلحہ کا بیان ہے کہ میں حضور نبی اکرم صائم سے سخت عناد و دشمنی رکھتا تھا کیوں کہ محمدؐ نے ہمارے آٹھ ایسے جوان قتل کر دیئے جو اپنے مقام پر ہر ایک فوج کا سپہ سالار تھا اور علم اٹھایا کرتا تھا۔ مگر فتح مکہ کے روز میری امید پڑ پانی پھر گیا کہ اب میں محمدؐ کو قتل نہیں کر سکتا اس طرح مالوسی کے عالم میں مجھے مسلمان ہونا پڑا۔ کہ اب بدلہ لینا میرے لئے ناممکن و محال ہے۔ اس کے بعد جنگِ حنین کے موقع پر جب ہوزان اکٹھے ہوئے تو میں ان سے جا کر مل گیا تاکہ دھوکا سے محمدؐ کو قتل کر لوں۔ اس جنگ میں جب مسلمان محمدؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو میں نے سوچا کہ اب موقع ہے تلوار لے کر محمدؐ کی پشت کی طرف سے آیا اور وار کرنا چاہا مگر غشی سی طاری ہو گئی اور وار کرنے کی طاقت نہ رہی نبی اکرم صائم نے منہ پھیر کر فرمایا کہ شمشیر آپھیر میرے ساتھ لڑائی ہی کر لے بس حضورؐ نے بڑھ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور دل کو فوراً ایمان سے منور کر دیا۔ اس پر میں نے فوراً توبہ کی اور کفار سے لڑنا شروع کر دیا۔ جنگ کے اختتام پر حضورؐ نے مجھے بلا کر میرے تمام ایشیہ ارادوں سے آگاہ فرمایا۔ صلوات۔ کنوز المعجزات ص ۲۳۷ ایسے ہزاروں واقعات کتابوں میں مرقوم ہیں۔

(۳) تقسیم کرنے والا جس چیز کو تقسیم کرنا چاہتا ہے اس پر اس کا مکمل قبضہ و اختیار بھی ہو۔ مثال کے طور پر تبرک تقسیم کرنے والا لاہور میں ہو اور تبرک اگرچہ وہاں ہی تقسیم کرنا ہوں مگر قبضہ وغیر کا ہوا تو جس کا اختیار و قبضہ ہی نہیں وہ کیا تقسیم کرے گا۔ تو رسول خداؐ ہیں رحمتِ خدا تقسیم کرنے والے لہذا ماننا پڑے گا کہ رحمتِ خدا پر آمند کے لال کا قبضہ بھی

مکمل ہے اور (۴) یہ کہ تقسیم کرنے والا قریب بھی ہو ورنہ تقسیم نہیں کر سکے گا۔ مثلاً تبرک لاہور میں ہے۔ تاہم کراچی میں اور جس کو عطا کرنا ہے وہ پشاور میں تو تقسیم کیا کرے گا۔ مسلمانو! ہم ہیں در مصطفیٰ کے بھکاری۔ اگر اس سے خیرات یعنی ہے تو یا ہم وہاں جائیں یا وہ کرم فیض کرم سے تشریف لائے ظاہر ہے کہ ہم تو وہاں جاسکتے ہی نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضور ہی ہمارے قریب ہے۔ مسلمانو یا قرآن مجید سے اس آیتِ رحمت کو نکال دو یا مانو کہ محمد مصطفیٰ زندہ بھی ہے۔ غیب بھی جانتا ہے۔ رحمتِ خدا پر اس کا قبضہ بھی مکمل ہے اور ہمارے قریب بھی ہے۔ صلوات۔ بارگاہِ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہوں۔

محمد مصطفیٰ نور اللہ و العالمین تم ہو  
قرین کبریا ہو زینتِ عرش بریں تم ہو  
ہوئے پیدائش اردوں سال پہلے لولا البشر سے بھی  
یہ کیا رازِ الہی ہے کہ فرزندِ نما میں تم ہو  
بہت دیکھے مقالات و مضامین اہم اعظم پر  
مگر نادان کیا جانیں کہ وہ درِ شمس تم ہو  
نہ ہوتے تم نظامِ عالم امکان کہاں ہوتا  
مدارِ خلقتِ افلاک اے ماہِ مبین تم ہو

تم ہے تیری عصمت کی نہیں کچھ ہولِ محشر کا  
اگر بندہ ہے مذنب تو شفیع المذنبین تم ہو

یہ تاہم ہے کہ وکیل ہمیشہ مخالف کے دعویٰ کو ناقص و بے کار کرتا ہے گواہوں میں نقص پیدا کر کے جتنے گواہ کامل اتنا دعویٰ مکمل اور جتنے گواہ ناقص اتنا دعویٰ ناقص یقیناً دعویٰ کی صداقت کی تعمیر گواہوں پر ہی ہوا کرتی ہے۔ ہر مدعی یکوشش کرتا ہے کہ میرے گواہ مضبوط ہوں تاکہ میں رسوائی سے بچ جاؤں۔ اسی اصول کے تحت خالقِ کائنات نے دعویٰ کیا کہ میں واحد لا شریک ہوں یعنی **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**۔ دینانے دلیل طلب کی کہ پالنے والے تیرا اس دعویٰ کا گواہ کون ہے تو فرمایا **مُحَمَّدًا رَسُوْلًا** اللہ یعنی دعویٰ توحید کا ایک گواہ ہے محمد مصطفیٰ اور دوسرا گواہ ہم نے دریافت کیا تو فرمایا **عَلَيْكَ وَرَبِّي اللَّهُ**۔ مسلمانو! ہر دعویٰ میں کم از کم دو گواہوں کی شرعاً ضرورت ہے تو دعویٰ توحید کے بتاؤ ان ذواتِ مقدسہ کے علاوہ کون دو گواہ ہو سکتے ہیں۔ یار لوگوں نے دعویٰ توحید میں نقص ڈالنے کے لئے دُور کی سوچی کہ گواہوں میں کم دوزی دکھلاؤ تاکہ دعویٰ توحید

نور شادان رسالت

دعویٰ اور گواہ

خود بخود کمزور ہو جائے گا۔ ایک بار کلمہ تو جید تو پڑھیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ عَلِيُّ وَوَلِيُّ اللَّهِ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللَّهِ وَخَلِيْفَتُهُ بِلَا فَضْلِ مَا اللَّهُ كَسَا كُوْنِي مَعُوْدٌ نَهْنِيں اور مُحَمَّدٌ اللَّهُ كَسَا رَسُوْلٌ هِيں عَلِيُّ اللَّهُ كَادَلِي اور مُحَمَّدٌ مَصْطَفِيٌّ كَا رَحْمِي اور خَلِيْفَةُ بِلَا فَضْلِ هِيں اُپ نے كَلِمَةُ پڑھا ميں گواہ ہوگيا ميں پڑھتا ہوں اُپ ميں ميرے گواہ ہو جائیں تاكہ قِيَامَت كَرُحْمِي گواہ تَلَاَش كَرْنِي كِي ضرورت نہ پڑے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَحْدًا كَلَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ قَبِيْلًا وَوَلِيَّ اللَّهِ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللَّهِ وَخَلِيْفَتُهُ بِلَا فَضْلِ۔ ميں گواہي ديتا ہوں كہ خدا كے سوا كوئی عبادت كے لائق نہيں جو واحد ہے كوئی اس كا شريك نہيں ہے اور ميں گواہي ديتا ہوں كہ محمد اس كا بندہ اور اس كا رسول ہے اور ميں گواہي ديتا ہوں كہ امير المؤمنين امام المتقين عَلِيُّ اللَّهُ كَادَلِي ہے۔ رسولُ اللَّهِ كَا رَحْمِي ہے اور خَلِيْفَةُ بِلَا فَضْلِ ہے۔ ان دونوں كلموں ميں محمدُ اللَّهُ كَا رَسُوْلٌ ہے اور عَلِيُّ اللَّهُ كَادَلِي ہے۔ سُنُوْا لَللَّهِ كَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلٌ تَقَا نہيں بلکہ ہے۔ اسی طرح عَلِيُّ اللَّهُ كَادَلِي تَقَا نہيں بلکہ ہے۔ مِلَانُو ہے تو پھر ہے۔ يہاں بھی ہے وَاں بھی ہے بلکہ جہاں جہاں وہ اللہ ہے وَاں وَاں مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ ہے اور عَلِيُّ وَوَلِيُّ اللَّهِ ہے۔ اب عربی ميں تو مسلمان اقرار كرتے ہيں كہ ہر جگہ پر ہے۔ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ ہر مقام پر ہے عَلِيُّ وَوَلِيُّ اللَّهِ كَمَا رَاوُوْا پيغامبي سے گھبراتے ہيں۔ يہ ہے دعوئے توحيد كے گواہوں ميں۔ كمروری دكھلانا۔ لہيں مُحَمَّدٌ اِنْسَانِيٌّ بِلَكَانِيٌّ بلکہ ساری كائنات كے لئے رحمت ہے۔ جب تاكہ قرآن ہے مَدْرَجَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ ہے۔ يہ اور بات ہے كہ دنيا رحمت سے فائدہ حاصل نہ كرسے۔ يہ رحمت كا قصور نہيں ہے بلکہ جیسی نافرمانی كی وسعت تھی ویسا اثر لیا۔ ظرفِ پاك تو اثرِ پاك، ظرفِ نجس تو اثرِ بے فائدہ ہوا بلکہ كٹافنت كی وجہ سے رحمتِ زحمت ميں تبدیل ہوگئی۔ مثال سے واضح كرتا ہوں اگر بارش سبزے پر برسے تو پھول کھلیں گے كوئیں نکلے گی۔ سبزہ لہلہائے گا دیکھنے والے كا دماغ معطر ہوگا اور اگر سہی بارشِ نجاست پر برسے تو بدبو پھیلے گی۔ لوگو بارش كا قطرہ صدف ميں پڑا تو موتی بن گیا اور اگر سانپ كے منہ ميں گرے تو زہر بن گیا۔ يہ رحمت كا قصور نہيں ظرف كی تاثير ہے جیسا ظرف دیا اثر ہوگا۔ مُحَمَّدٌ مَصْطَفِيٌّ اِذَا تَلَبَّ بِلَالٌ۔ عَمْرُو بْنُ اَبُو ذَرٍّ غَفَارِيٌّ۔ سَلْمَانٌ۔ مَقْلُوْدٌ پَر بَرَسَا

بارشِ رحمت اور زحمت

تو مقام اوج پر پہنچ گئے۔ فرشتے ان کے غلام نظر آنے لگے۔ جنت ان کی مشاق ہو گئی۔ محمد نے  
 نے بتا اہل البیت کا فخر سے خطاب عنایت فرمایا۔ علی مرتضیٰ نے بھائی کہہ کر پکارا۔ اور اگر  
 محمد رحمت بن کر ابو جہل۔ ابو لہب۔ مردان حکم پر برسا تو کم بختوں کی ضلالت و گمراہی انہیں بحر  
 عمیق میں لے ڈوبی۔ محمد کا تصور نہیں یہ تخم کی تاثیر ہے۔ جیسا تخم ویسا اثر ہوگا۔ صلوات۔ ایک  
 اور مثال سن لیں تاکہ مکمل وضاحت ہو جائے آپ ایک مرلہ زمین میں گنا۔ اکڑا۔ آم۔ مرچ چار پارے  
 لگا دیں۔ اکڑا آم کا صحابی ہو اور مرچ گنے کے دامن سے دامن جوڑ کے رہے۔ زمین ایک  
 کھاد ایک مالی ایک۔ پانی ایک سورج کی کرنیں ایک طرح کی۔ میں کہتا ہوں عمریں بھی ایک  
 کیوں۔ مسلمانو جب اکڑا بار آور ہو گا کیا آم کی صحبت کی وجہ سے آم ہو جائے گا۔ کیا مرچ  
 گنے کے ساتھ رہ کر گنا بن جائے گی ہرگز ہرگز نہیں مرچ مرچ رہے گی گنا گنا رہے گا اسے  
 آم آم رہے گا اور اکڑا اکڑا رہے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ اس میں کیا پانی کا تصور ہے کہ زمین کا۔  
 کھاد کا تصور ہے کہ سورج کی کرنوں کا تو پھر صحبت کا اثر کیوں نہیں ہوا۔ آپ فرمائیں گے۔  
 غلام حسین غلطی نہ کر کسی چیز کا تصور زیادتی نہیں بلکہ تخم کی تاثیر ہے جیسا تخم مقادیر لیا اثر ہوگا  
 تو حضور اکرم صلعم ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں مگر محمد ان کا کیا کرے جن کے تخم کی تاثیر ہی  
 اچھی نہ ہو۔ شعر

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پہ یکساں

ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے صلوات

مسلمان ہر قریب بیٹھنے والا دوست نہیں ہوا کرتا ایک اور طریقے سے وضاحت کرتا ہوں  
 درخت کے نیچے بیٹھنے والا ہر آدمی شجر کا صحابی نہیں ہوتا۔ سایہ میں بیٹھنے والا بھی درخت کے  
 قریب اور درخت کو کاٹنے والا بھی درخت کے قریب بلکہ دشمن تربیت ہی قریب بیٹھنے کا  
 صرف شجر کے سائے میں بیٹھنے ہوئے کو دیکھ کر بے عقل لوگ کہہ دیتے ہیں کہ درخت کے سائے  
 سے فیض یاب ہو رہے ہیں مگر کیا تمیز کہ درخت کو کاٹنے والا بھی انہیں میں بیٹھا ہے۔ یہ تو  
 درخت کی شفقت و مہربانی ہے کہ ہر ایک پہ یعنی در دشمن پر یکساں سایہ کرتا ہے۔ مسلمانو نزدیک  
 نہ کہ عبد اللہ ابن ابی ابن سلول منافق بھی ہو سکتا ہے اور مدبرہ کہ بھی حضرت اولیں بن سکتا ہے

بیت کی اصلاح

دوسری مثال

محمد مصطفیٰ رحمت تو ہیں مگر ظرف پاک کی ضرورت ہے۔ منقول ہے کہ ہجرت کے دوسرے روز قریش مکہ نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص آنحضرتؐ کو گرفتار کرے گا تو اسے سوانٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ اس پر ابو یزید اسلمی اپنے قید کے ستر آدمیوں کو لے کر حضورؐ کے قبیلے میں روانہ ہوا اور ایک منزل پر آنا سنا ہوا تو آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ تم کون ہو کہا بریدہ ابن خنیب حضرت نے فرمایا بَدَا مَرْنَا۔ یعنی ہمارا معاملہ خوشگوار ہو گیا۔ پھر پوچھا کس قبیلے سے ہو کہا کہ اسلم سے فرمایا سَلَمْنَا یعنی ہم نے سلامتی پائی۔ پھر دریافت فرمایا کس شاخ سے ہوا کہا کہ بنی سہم سے۔ فرمایا خَدَجَ سَهْمُكَ۔ تمہارا تیر نکل گیا۔ بریدہ اس انداز گفتگو اور سخن گفتار سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے بعد بریدہ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ محمد بن عبد اللہ۔ یہ سن کر بے ساختہ اس کی زبان سے بَلَا أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ رَجَعَ الْبَلَاغَةَ جلد ۲ ص ۳۰۰ ایسی گفتگو تو کئی مرتبہ ابو جہل، البر سفیان، ابو لہب نے بھی سنی تھی معلوم ہوا کہ بریدہ ابن خنیب کا ظرف اور تھا اور ان تینوں کا ظرف اور تقابلیں جیسا ظرف ہوا ویسی ہی تاثیر اثر ظاہر ہوا۔ جنگ خندق کی کھلائی کے موقع پر آنحضرتؐ کو کئی دن کا فاقہ تھا اور پیٹ پر چار پتھر بندھے ہوئے تھے۔ کیوں۔ مسلمانو آتا مولا ہو رسول خدا اور فاقہ اتنا کہ بطن اقدس پر چار پتھر بندھے ہوں اور مرید یعنی کہلائیں تو یہ میریوں کی تو بہن ہے یا تعریف حضور تعریف یہ ہے کہ پیر چل دن سے فاقہ میں ہو تو مرید چھ دن کے فاقہ سے ہوں۔

منقول ہے کہ جناب جابر بن عبد اللہ انصاری نے اپنی بیوی سے مشورہ کر کے ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کیا اور رسول خداؐ سے عرض کی کہ آپ اور حضرت امیر۔ سلمان۔ ابوذر غفاری۔ عمار۔ بلال۔ مقداد۔ شام کو میرے ہاں روزہ افطار فرماویں مگر اس کے بعد نبی اکرم صلعم نے تمام صحابہ کو اعلان کر دیا کہ شام کو جابر کے ہاں دعوت ہے۔ جابر نے جب اعلان سنا تو حیران ہو گیا کہ میرے مکان میں تو اتنی جگہ ہی نہیں کہ انہیں بیٹھا سکوں اور اپنی بیوی سے اگر حال بیان کیا۔ بیوی نے کہا تم ذکر جن کو ہم نے دعوت دی ہے ان کے ہم ذمہ دار ہیں اور جن کو حبیب خدا نے دعوت دی ہے۔ ان کا انتظام وہ خود فرمائیں گے۔ شام کو ایک سہرا آدمی نبی اکرم صلعم کے ساتھ جابر کے گھر آئے۔ حضور کے قدم مبارک کی برکت سے جابر کے گھر

کا صحنِ فراخ ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جابر جو خالقِ مومن کی قبر کو میلوں فراخ کر سکتا ہے، وہ تیرے گھر کے صحن کو فراخ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ہانڈی میں لعابِ دہن ڈالا جو لوگ کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰؐ بھی ہماری طرح کا بشر ہے۔ وہ آج رات کو آزما کر دیکھ لے آج شام کو اپنی بیوی کو دکھلا کر ہانڈی میں مٹوک دے۔ بغیر جام کے بیگ صاحبہ جہات نہ بناوے تو بات ہوئی رات کو آزما کے دیکھ لو۔ بس حضورؐ نے دستِ نبوت سے کھانا تقسیم فرمایا ہزار آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھالیا مگر کم نہ ہوا جب سب کے سب سیر ہو چکے تو آنحضرتؐ نے فرمایا جابر اپنا سالن اور دشتیاں بھی سنبھال اور اپنے مہمان بھی سنبھال صلوات جمع الفضائل جلد ۱ ص ۲۷۷۔ خلاصۃ الابنار ص ۲۷۷ مسلمانوں کو تو مخصوص معجزے ملتے تھے مگر ہمارے مولا کی ہر شانِ معجزہ ہے۔ ارے معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو انسان کے ذہن و عقل میں نہ آسکے۔ کیوں حضرات یہ کیسے تم نے تسلیم کر لیا کہ ایک کشتی چھ ماہ تک زیرِ نلک تیرتی رہی اور باقی ساری دنیا زیرِ آب ہو گئی کہ اس کا انکار کہا معجزہ ہے اس سے انکار کرنا کفر ہے کیوں بھائی یہ کیسے عقل میں آ گیا کہ فلک بوس شعلوں میں خلیل نے قدم رکھا آگ گلزار ہو گئی۔ کہہ دو انکار۔ کہا خلیل کا معجزہ ہے انکار کرنا تو کفر ہے۔ ارے یہ کیسے تم نے مان لیا کہ حضرت موسیٰؑ نے دربارِ عصا مارا تو بارہ راستے بن گئے اور درمیان میں دروازے بھی لگ گئے۔ اتنی قوت عصا میں کہاں سے آگئی۔ کہہ دو انکار تو کہا کہ معجزے سے انکار کرنا کفر ہے۔ ایک شخص مچھلی کے پیٹ میں مدت تک تبیح تھیل کر رہا۔ پھر زندہ پیٹ سے نکل آیا یہ کیسے ہو گیا۔ کہہ دو انکار فرمایا کہ انکار کیا معجزہ ہے اور معجزے سے انکار کرنا کفر ہے۔ عرض کی کہ مولوی صاحب مریم کالال کس طرح قبروں سے مردے زندہ کر لیتا ہے۔ اندھوں کو بینائی کس طرح مل جاتی تھی پٹی سے کس طرح پرندے بنا لیتا تھا۔ مسلمانوں کو انکار کہا کہ عیسیٰؑ کے معجزے تو قرآن پاک میں قدرت نے تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ ان سے انکار کرنا کفر ہے۔ میں کہتا ہوں جتنے نبی اور رسولؐ گورے ہیں سارے کے سارے محمد مصطفیٰؐ کے غلام ہیں۔ جب غلاموں کے معجزے تیرے ذہن میں نہیں آسکتے اور کفر ہے ان سے انکار کرنا تو آمنہ کے لال کے معجزات تیری عقل میں کس طرح آجائیں گے۔ حضور معجزہ ہی وہ ہے جو انسانی عقل میں نہ آسکے۔ اگر عقل میں آ گیا تو معجزہ

جابر کا معجزہ

معجزاتِ انبیاء

کیا ہوا۔ مگر مسلمانوں نے اپنے سچے نبی رسولؐ کی اولاد کو کس طرح سے ستایا۔ منقول ہے کہ امام  
 حسین علیہ السلام نے آٹھ ذی الحجہ ۵۹ھ کو حج کے احرام کو عمرہ سے بدل کر عراق جملنے  
 کی تیاری کی کیوں کہ یزید نے چالیس آدمی مہاجرین کے لباس میں روانہ کئے کہ زمرہ مہاجرین  
 حسینؑ کو شہید کریں مگر میرے مولا امام حسینؑ نے حج کو عمرہ سے بدل کر سفر عراق اختیار فرمایا  
 اور دو محرم کو بلا وارد ہوئے۔ منتخب المجالس میں ہے کہ کربلا پہنچ کر مولا کا گھوڑا کاہر خند اپنے  
 مہینہ کیا مگر گھوڑا آگے نہ بڑھا۔ آپ نے دوسرا گھوڑا بدلا۔ بروایت ابو مخنف حضرت نے  
 چھ گھوڑے بدلے مگر آگے کوئی بھی نہ بڑھا۔ آخر آپ نے سوال فرمایا کہ اس زمین کا نام کیا ہے  
 لوگوں نے کہا شہ فرات فرمایا۔ کوئی اور بھی نام ہے کہا کہ فاضل فرمایا کوئی اور بھی نام  
 ہے کہا کہ نینوا پوچھا اس کا کوئی اور بھی نام ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اسے کربلا بھی کہتے ہیں بس اتنا  
 سنا تھا کہ آپ نے فرمایا عباسؑ ہماری منزل آگئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا خدا کی قسم  
 یہی ہماری ساریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ خدا کی قسم یہی ہمارے خون گرنے کی جگہ ہے۔ خدا  
 کی قسم یہی ہمارے پردے داروں کے قید کئے جانے کا مقام ہے۔ خدا کی قسم یہی ہماری قبروں  
 کا مقام ہے۔ اور یہاں سے ہم قیامت کو اٹھیں گے اور اسی جگہ کا میرے نانا نے مجھ سے  
 وعدہ لیا تھا المجالس المرضیہ ص ۲۵۔

روایت میں ہے کہ مولا حسینؑ تے کربلا پہنچ کر مٹی کو اٹھایا اور سو گھٹا پھر جناب زینبؑ نے  
 خاک سو گھٹی تو مٹی کو پھینک کر فرمایا ماں جانے یہاں سے نکل چلو اس خاک سے تو آپ کے  
 خون کی بو آتی ہے۔ حضرت نے رد کر فرمایا ماں جانی حسینؑ کا سفر ختم ہو گیا ہے اس کے بعد  
 اپنے خیام کربلا کی زمین پر نصب کر دیئے اور مولا حسینؑ نے بروایت کنگول عالمی قبیلہ بنی اسد  
 کے چند سرداروں کو جو کربلا کے زمیندار تھے بلایا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ زمین تم سے  
 خرید کروں۔ انہوں نے عرض کی کہ حکم امام سے عذر تو نہیں ہے مگر ہم اپنے بزرگوں سے  
 سنتے آئے ہیں کہ جو بھی نبی یا وصی اس زمین پر آیا اس نے تکلیف ہی اٹھائی۔ حضورؐ نے  
 فرمایا کہ مشیت الہی یہی ہے کہ یہ زمین قیامت تک ہماری خواب گاہ رہے۔ الغرض ساٹھ  
 ہزار درہم میں حضرت نے چار میل زمین خرید کر لی اور ساری زمین انہیں لوگوں کو ہبہ کر دی

اور ان سے تین شرطیں طے فرمائیں۔

(۱) جس جگہ ہماری قبریں بنائی جائیں وہاں زراعت نہ کرنا

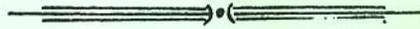
(۲) ہمارے لائٹوں کو ہماری قبروں کے نشان بتلانا۔ تین دن مہمان رکھنا۔

(۳) گیارہ محرم کو اشقیاء اپنے نجس لاشے دفن کر کے چلے جائیں گے۔ مہربانی کر کے ہماری لاشوں کو دفن کر دینا۔ جب امام حسین علیہ السلام نے مردوں کو تاکید کر لی تو قبیلہ بنی اسد کی عرفوں کو بلا کر ایک قطار میں کھڑا کیا اور اپنا تعارف کرایا کہ بیٹو میں بی بی زینب کا بھائی ہوں۔ غلطہ زہرا کا بیٹا ہوں۔ میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں۔ میں علی المرتضیٰ کا فرزند ہوں۔ بی بیو اگر تمہارے مرد حکومت کے خوف سے ہمیں دفن نہ کریں تو تم پانی بھرنے کے بہانے آجانا اور ہماری لاشوں پر مٹی ڈال دینا۔ عزا دارو اس کے بعد امام مظلوم نے قبیلہ بنی اسد کے بچوں کو بلایا اور ایک قطار میں کھڑا کر کے اپنا تعارف کرایا۔ بچو! میں بھی تمہاری عمر کے بچے رکھتا ہوں جو روزِ عاشور سب شہید ہو جائیں گے۔ بیٹو میں ساقی کوثر کا فرزند ہوں اگر تمہارے ماں باپ ہمیں دفن نہ کر سکیں تو تم کھیل کے بہانے آجانا اور ہماری لاشوں پر مٹی ڈال دینا۔

عزا دارو! آج تک قبیلہ بنی اسد مولا کی وصیت پر عمل کرتا چلا آ رہا ہے کہ روزِ عاشورہ

عورتیں سر پاب رہنے اور بچے نیچے لئے ہوئے کر بلا وارد ہوتے ہیں اور صریح اقدس کے قریب آ کر آواز بلند کرتے ہیں این العین این العین مولا ہم دفن کرنے آئے ہیں۔ مصباح المجالس جلد ۴ ص ۱۰۰

أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَسَيَجْزِيكَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَمْيُّ مُنْقَلَبٍ يَنْفَلِكُونَ



# پانچویں مجلس

## سردار انبیاء کی معراجِ جسمانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهِ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی  
الَّذِی بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِیْهِهُ مِنَ الْاَلَمِیْنٰطِ اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ پاره ۱۵ رکوع ۱  
پاک ہے وہ ذات کہ لے گیا اپنے عبد کو رات کے وقت مسجدِ حرام سے طرفِ مسجدِ اقصیٰ  
کے کہ برکت دی ہے ہم نے گرد اُس کے تاکہ دکھلا دیں ہم اُس کو نشانیاں اپنی سے تحقیق  
وہ ہے سُننے والا اور دیکھنے والا۔

خداوندِ قدوس نے اپنے کلامِ پاک میں ہر خشک و تر کا ذکر کیا ہے۔ کوئی اعلیٰ ہے  
تو اس کی بلندی کا ذکر ہے۔ اگر کوئی ادنیٰ ہے تو اس کی پستی کا تذکرہ ہے۔ کوئی نیک  
ہے تو اس کی نیکی کا ذکر ہے کوئی بُرا ہے تو اس کی برائی کا ذکر ہے۔ کوئی جاگا ہے تو جاگنے  
والے کا ذکر ہے۔ کوئی بھاگا ہے تو بھاگنے والے کا ذکر ہے۔ کوئی سویا ہے تو سونے والے  
کا ذکر ہے کوئی رویا ہے تو رونے والے کا ذکر ہے۔ کوئی ڈرا ہے تو ڈرنے والے کا ذکر ہے  
کوئی جم کے لڑا ہے تو لڑنے والے کا ذکر ہے۔ سنو! اگر کسی کُتے نے نبی سے دغا کیا ہے  
تو اس کی دغا کا ذکر ہے اور اگر کسی بندے نے اپنے مولا سے دغا کیا ہے تو اس کی دغا کا  
ذکر ہے۔ وَ لَدَرْطَبٍ وَّ لَا یَا لَیْسِ اِلَّا فِی کِتَابِ مَبِیْنٍ پاره ۷ رکوع ۱۳۔ جب قرآن مجید  
میں ہر شے کا ذکر ہے تو سب سے بڑے معجزے معراجِ النبیؐ کا ذکر نہ ہو گا کیوں کہ کہنا جو  
ہے کہ میری کتاب میں ہر خشک و تر کا ذکر موجود ہے۔ حضورؐ معراج سے تو وہی لوگ انکا  
کرتے ہیں جن کی عقل معراج پر نہ ہو۔ وقت بھی رات کا قصہ بھی رات کا۔ خیال کرنا ہے کہ

کہیں براق کی خوشبو آپ کے دماغوں کو ایسا معطر نہ کر دے کہ نیند غالب آجائے اور سواری رسول گزر جائے اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ پھر معاویہ حضرت عائشہ اور حن بصری کی طرح جہانی معراج کا انکار نہ کرنے لگ جاؤ۔ کتاب رحمۃ للعالمین جلد اولہ پر تفصیل سے تحریر کیا گیا ہے کہ ان نینوں بزرگوں نے متفقہ طور سے فیصلہ دیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہانی معراج نہیں ہوا۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ آنحضرتؐ کو معراج مکہ معظمہ میں ہجرت سے اڑھائی سال پہلے ہوا ہے تو اس وقت تینوں میں سے کوئی تھمتہ ارض پر ہی نہیں تھا اور اگر کوئی دنیا میں موجود تھا بھی تو ابوجہل کے مریدوں کی فہرست میں سر فہرست اُس کا نام تحریر تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گیا تو ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ محمدؐ خود بخود نہیں گیا۔ خالق کائنات لے گیا۔ جانا اور بات ہے اور لے جانا اور بات ہے مثال کے طور پر اگر میں دعوتے کر دوں کہ میں آج کراچی گیا اور تین گھنٹہ کے اندر اندر پھر ساہیوال واپس آ گیا تو آپ سرگز نہیں مانتیں گے کہ کس طرح تلیل وقت میں اتنے طویل سفر سے ہو کر آ گیا۔ اور اگر حکومت اعلان کر دے کہ مولوی غلام حسین کو ہم نے کراچی بلایا اور اسی روز واپس ساہیوال پہنچا دیا تو کوئی بھی انکار نہیں کرے گا کیوں کہ میرا جانا اور بات ہے اور حکومت کا لے جانا اور بات ہے۔ حضور حکومت کے پاس ایسے ذرائع ہیں کہ جلدی سے جلدی بلا کر واپس پہنچا دے۔ تو یہاں قدرت نے اعلان کیا ہے کہ وہ ذات پاک ہے جو اپنے عبد کو لے گیا منکرین معراج کہتے ہیں کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے اس لئے ناممکن و محال ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اگر عقل کے خلاف کوئی شے نہیں تسلیم کی جا سکتی تو بتاؤ بغیر ستونوں کے آسمان کس طرح کھڑا ہے۔ رہو اگر عقل کو دوڑا کے بتاؤ کہ آسمان کس سہارے پر کھڑا ہے۔ اگر یہ نہیں تو اتنا ہی بتاؤ کہ زمین کس طرح پانی پر کھڑی ہے چلو اتنا ہی بتاؤ کہ پانی کس طرح ہوا پر اس زمین کو لے کر قرار پچھڑے ہوئے ہے۔ کیوں مسلمان چاند سورج اور رات۔ دن کی حقیقت تیری عقل میں آگئی ہاں اگر کوئی چیز عقل میں نہ آئے تو اس سے انکار کرنا تیری عقل مندی ہی ہے تو بتاؤ خدا کیسا ہے۔ اس احوال سے تو مجھے تو حید کا بھی انکار کرنا چاہیے ارے تیری عقل میں تو تیرے جیسے انسانوں کی مصنوعات بھی نہیں سکتی۔

چہ جائے کہ تو قدرت کے عجائبات کا اندازہ کرنے کی نگر کرے۔ کیوں مسلمانو حضرت عیسیٰ چرختے آسمان پر کس طرح چلا گیا اگر حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر جا سکتا ہے۔ تو محمد مصطفیٰ حضرت عیسیٰ کے بھی مولاد آتا ہیں۔ وہ عرش پر کیوں نہیں جا سکتے۔ کتاب دلی کے صلا پر ایک واقعہ تحریر کیا گیا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے جتد اعلیٰ مفتی شمس الدین صاحب نے اپنے انتقال کے وقت وصیت کی کہ مجھے غسل کنن دینے کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر میری میت کو مسجد میں رکھ دینا۔ اور مسجد کا دروازہ تھوڑی دیر کے لئے بند کر دینا۔ اس کے بعد دیکھنا اگر میری میت موجود ہو تو دفن کر دینا ورنہ سمجھ لینا کہ میری میت فرشتے اٹھا کر اعلیٰ علیتین کی طرف لے گئے ہیں تو جیسا کہ مولانا نے وصیت کی معنی ایسا ہی کیا گیا مگر لاش کو چاڑ پائی پر نہ پایا۔ کیوں بھائی مولانا کی میت کس طرح بند دروازوں سے فرشتے لیکر لگ گئے۔ دیکھنے والے دیکھتے رہے اور دو اڑھائی من کی لاش بند دروازوں سے نکل کر غائب ہو گئی۔ کس طرح تیری عقل میں آ گیا اور تو نے اسے کس طرح فضیلت قرار دے دے کہ مولانا شمس الدین کی کرامات میں شمار کیا ملاں مانے تو علماء کی کرامتوں کا قائل ہو جائے اور اگر انکار کرے تو قوت خدا سے کر دے۔ مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا کہ مولوی صاحب کے گھر میں اکڑے کا پودہ اگا بیگم صاحبہ نے دیکھا تو حیران رہ گئی کہ کوئی نورانی درخت ہے سارا دن اُس پر سایہ کئے رکھا کہ حضرت صاحب جب تشریف لائیں گے تو استفسار کر دوں گی۔ جب مولانا گھر تشریف لائے تو بیگم صاحبہ نے نئے پودے کا ذکر کیا مولانا نے پودہ ملاحظہ فرما کر فتویٰ صادر فرمایا کہ یہ کہیں جنت میں فرشتوں نے طوبیٰ کا میوہ کھایا ہے اور گٹھلی پھینکی جو سیدھی ہمارے گھر آ کر گری۔ یہ درخت ہے طوبیٰ ایک زمیندار نے دیکھ کر فرمایا کہ اگر یہ طوبیٰ ہے تو میرے مربعہ میں ایسے ہزاروں طوبیٰ کھڑے ہیں میاں جی کا اکڑا بھی طوبیٰ ہے اور مٹھڑ کا طوبیٰ بھی نظر نہیں آتا۔ لوگو مذہب شیعہ رکھنے والے بھی اس بات کے قائل ہیں کہ کچھ ملائکہ قدرت نے مقرر کر رکھے ہیں کہ جو میتوں کو تبدیل کرنے کا کام انجام دیتے ہیں۔ اگر کوئی مومن کافروں میں دفن کر دیا جائے تو فرشتے اسے مقدس مقام پر پہنچا دیتے ہیں اور اگر کوئی منافق کسی مقدس مقام پر دفن کر دیا جائے تو ملائکہ اُسے اُس کے اصلی مقام پر فوراً پہنچا دیتے ہیں۔ حق دار کو حق مل ہی جاتا ہے جہاں کہیں بھی کیوں نہ ہو۔

اصل موضوع پر ایک حدیث ملاحظہ ہو۔ اَصَلُ مَا لَمْ يَمُوتْ مِمَّنْ جَاءَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَرَمَا نَازِ مَوْمِنِينَ  
 کی معراج ہے۔ فرمادیں یہ معراج صرف روح سے ہی ہو سکتا ہے یا کہ جسم کی بھی ضرورت  
 ہے۔ ہاں اگر جسم اور روح دونوں سے معراجِ نواز ہوتی ہے تو معراجِ البنی بھی جسم اور روح  
 دونوں سے ہوا ہے۔ حضور خواب میں تو ہر شخص معراج کر سکتا ہے اگر اپنے خواب میں معراج  
 کرنی ہے تو ترکیب میں عرض کرتا ہوں۔ شوق سے کئی بار معراج کریں۔ سنو گریوں میں دو  
 چنے کی روٹیاں کھالیں اور پر سے دو گلاس گھاٹی لسی کے پی کر پیری کے نیچے سو جائیں بس معراج  
 پر معراج شروع ہو جائے گا۔ اسی طرح ایک مرتبہ مارون رشید کے دربار میں معراجِ البنی پر ملتا  
 کرام گفتگو کر رہے تھے کہ جہانی معراج آنحضرتؐ کو ہوئی کہ روحانی۔ آخری رائے معاویہ حضرت  
 عائشہ اور حن بصری کے مسلک پر ٹھہری کہ روحانی معراج ہوئی ہے۔ ادھر کہیں سے علی کا دیوانہ  
 جناب بہلول بھی تشریف لے آئے اور علماء کا فیصلہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اب نمازِ مغرب کا  
 وقت ہوا تو بہلول نے فرمایا کہ آج میں باجماعت نماز پڑھاؤں گا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ  
 تو محبتِ حیدر کر رہے ہیں۔ ضرور پڑھائیں۔ ہماری نماز تو ہر ناسخِ ناجر کے پیچھے ہو جایا کرتی ہے  
 حضرت بہلول نے سورہ الحمد کے بعد تلاوت شروع کی سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی فِی الْوَدُیِّ  
 لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ پیچھے سے لقمہ ملا سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی یَعْبُدُکَ لَیْلًا مِّنَ  
 الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ بہلول نے پھر فی التَّوْبٰی پڑھا۔ پیچھے سے لقمہ ملا یَعْبُدُکَ جب تیسری بار  
 سب نے لقمہ دیا تو بہلول نے منہ پھیر کر فرمایا پھر جھگڑا کس بات کہے۔ عبد تو جرم اور روح دونوں  
 سے بنا ہے اور تم صرف رُوح کو عبد کس اصول سے کہتے ہو۔ صلوات۔ کہا کہ یہ علی کا دیوانہ  
 ہے اگر کسی دانا سے واسطہ پڑتا تو خدا جانتے کیا حال تمہارا ہوتا۔

معراجِ مصطفیٰ پر اعتراض کرنے والوں کی خدمت میں ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔  
 تاکہ معاملہ بالکل صاف ہو جائے۔ قرآن سنو۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِذْ رِئِیْسَ اٰتِہٖ کَانَ صِدِّیْقًا  
 نَبِیًّا وَّسَفَعَتْہٗ مِمَّا نَاعٰ عَلِیًّا پاره ۱۶ رکوع ۶ یاد کرو واقعہ ادریس کو کہ وہ صدیق نبی تھا اور ہم  
 نے ان کو بلند جگہ پر اٹھالیا۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ادریسؑ بہت زیادہ سبقت گزار تھے۔ ایک روز نمازِ صبح

جناب میں معراج

بہلول کا واقعہ

واقعہ ادریس

خدا تعالیٰ سے اجازت لے کر حضرت ادریس کی زیارت کو آیا تین دن تک آپ کا ملک الموت  
 مہمان رہا اور کھانے پینے سے احتراز کیا۔ حضرت ادریس نے اُسے تم دے کر دریافت کیا کہ  
 بتاؤ ہے کون۔ عرض کی کہ میں ملک الموت ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بار میری روح قبض  
 کرتا کہ تلخ موت سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اضافہ کر سکوں۔ ملک الموت نے خدا تعالیٰ  
 کے حکم سے حضرت ادریس کی روح کو قبض فرمایا۔ جب روح کو پھر جسم میں واپس کیا تو حضرت  
 ادریس نے ملک الموت سے رشتہ برادری قائم کر لیا۔ ایک روز فرمایا کہ ملک الموت مجھے دوزخ  
 اور جنت دکھلانا کہ خوفِ خدا اور شوقِ بہشت سے عبادت میں اضافہ ہو۔ ملک الموت نے خدا  
 تعالیٰ کے حکم سے حضرت ادریس کو دوزخ دکھلائی اس کے بعد آپ نے جنت کو دیکھا اور وہیں  
 بیٹھ گئے اس پر ملک الموت نے عرض کی کہ آؤ چلیں۔ حضرت ادریس نے فرمایا ملک الموت  
 تو جا میں ہرگز نہیں آؤں گا۔ میں موت کا مزہ بھی چکھ چکا اور دوزخ بھی دیکھ چکا ہوں تو جنت  
 کی آواز آئی۔ ملک الموت میرے بندے اور میں کو چھوڑ دے ہم نے ایسا ہی مقدر کیا ہے۔

اعراض

قصص الانبیاء ص ۳۹ اور کراچی الاحزان جلد ۲ ص ۳۱ میں جس طرح حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس  
 آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اسی طرح خدا کا حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عرش  
 پر تشریف لے گئے تھے۔ ایک اور اعتراض ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے فَمَنْ أَقْرَبُ  
 إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْيَدْرِ جلد پارہ ۲۶ رکوع ۱۶ ہم تمہاری شہ رگ سے بھی قریب تر ہیں تو جب  
 اللہ تعالیٰ اتنا قریب ہے تو پھر عرش پر بلا کر ملاقات و معراج کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے  
 کب دعویٰ کیا ہے کہ محمد مصطفیٰ خدا کو دیکھنے گیا تھا بالکل غلط ہے اور محض غلط۔ خدا وہ ہے جو  
 ہرگز دیکھنے میں نہیں آتا۔ اسی آیت میں صاف اعلان ہے لِيُرِيَهُمْ مِنْ آيَاتِنَا هُمْ  
 اُسے اپنی نشانیاں دکھلانے کے لئے لے گئے ہیں تاکہ ہمارے کمالات دیکھ کر میرا محبوب  
 خوش ہو جائے۔ خدا کو ملنے نہیں گیا تھا بلکہ اللہ کی آیتیں دیکھنے گئے تھے۔

اعراض

دوسرا سوال ہے مسجد اقصیٰ کیا۔ اقصیٰ کا ترجمہ ہے کنارہ یعنی مسجد کنارے والی تک رسول خدا  
 تشریف لے گئے تھے۔ اس کے ارد گرد خدا کی آیتیں ہیں۔ مسلمان اگر مسجد اقصیٰ بیت المقدس  
 والی ہی ہے تو یہ تو کوئی فضیلت کا مقام نہیں کیوں کہ اس مسجد کو تو لاکھوں دنیائے دیکھا اور

آیتیں کونسی ہیں جو اپنے حبیب کو دکھلانا چاہتا ہے ماننا پڑے گا کہ کنارے والی مسجد ہے بیت المعمور قابلِ عزربات ہے کہ مسجد اُسے کہتے ہیں جہاں سجدہ کیا جائے یعنی مسجد مقام ظرف ہے ساجد اسمِ فاعل اور سجد جس کو سجدہ کیا جائے اور مسجد جہاں سجدہ کیا جائے اب بتاؤ کنارے والی مسجد میں کونسی مخلوق ہے جو خدا کو سجدہ کرتی تھی۔ وہاں تو فرشتے تک جا نہیں سکتے جبرئیل عرض کر رہا، وَلَوْ دَرَّوْتَ اَنْفُكَ لَهَ حَتْرٌ ذُنُوبٌ اَكْرَمُ مِنْ رَاكِعٍ اَوْ جَائِلٍ۔ شعر ہے

اگر ایک سرموئے برتر پریم  
فروغِ تجلی بسوزد پریم

شعر ہے

جہاں پر فرشتوں کے پر چلے تھے وہ نعلین پہنے وہاں چل رہے تھے عوز کر دے ملامت اور انبیاء تو وہاں جا نہیں سکتے اور خدا کی ذات سجدہ کرے تو کس کو کرے اور جے کرے وہ خدا ہوگا۔ بس جو مخلوق وہاں موجود تھی نبی اسے طے گئے تھے اور یہی آیاتِ الہی تھیں اور انہیں کے سجدوں کی وجہ سے مسجد کنارے والی کہلائی گئی صلوات اللہ اکبر۔ ایک وجہ عرض ہے جانے کی علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے جلال العیون جلد ۱ ص ۱۸۴ پر یہ بھی تحریر کی ہے کہ چونکہ بیٹا خدا کے گھر پیدا ہوا تھا اور نبی کے گھر کی بیٹی سے عقد کرنا مقصود تھا لہذا رسول کو بلا کر بیٹے کی جائداد دکھلائی گئی اور رسولؐ نے فرمایا۔ يَا عَلِيُّ اَنْتَ قَسِيمُ النَّارِ وَالْحَبَّةِ صواعقِ المحرقہ ص ۱۲۲ اور سچوں کی جائداد کے متعلق فرمایا ہے الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْحَبَّةِ وَ اَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا ابْنِ ماجہ ص ۱۱۰۔ فرمایا حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی افضل ہے یہ ہے ان کی جائداد۔ صلوات جناب رسولؐ سے روایت ہے کہ میں نے شبِ معراج زیرِ عرش ایک اونٹوں کی بڑی قطار دیکھی جس کی ابتداء اور انتہا کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ آپ نے جبرئیل سے اس کی حقیقت دریافت کی تو جبرئیل نے عرض کی جناب بتوںِ عذر کا جنیز اونٹوں پر بار ہے حضورؐ نے دریافت کیا کہ ان میں کیا چیز بند ہے تو جبرئیل نے لاطمی کا اظہار کیا۔ پس حضورؐ

توضیح

جناب عذرا کا جنیز

کے حکم سے ایک اونٹ کو بٹھایا گیا جب بھار کو کھولا تو اس میں ایک ہزار کتابیں تھیں اور ہر کتاب میں حضرت علیؓ کے ہزار فضائل لکھے ہوئے تھے۔ تفسیر انوار الجنف جلد ۵ ص ۲۶۴

اس کے علاوہ یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ اتنا طویل سفر ایک لمحہ میں کیوں کر ہو گیا۔ مسلمانو تھی ایسا ہی ہوا ہے کہ دروازے کی کنڈی ہلتی رہی بستر حضورؐ کا گرم رہا اور ابھی پانی وضو کا بہہ ہی رہا تھا کہ وہ ہو کے ابھی گیا۔ حضور محمد مصطفیٰؐ کو مرکز نور ہیں جن کے وسیلہ سے نوری پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی سنو۔ بناؤ جبرئیل جو ان کے پیروں کا غلام ہے اس کی رفتار کتنی ہے۔ تک الموت کس طرح ساری کائنات کا چکر کئی بار ایک لمحہ میں لگا لیتا ہے۔ جب غلام ایسے تو آتا کیسا ہوگا۔ اب میں مادی اشیاء کی رفتار عرض کر دیتا ہوں پھر نور کا خود اندازہ کر لینا سنو تو پ کے گولے کی رفتار فی سیکنڈ دو ہزار فٹ ہے آواز کی رفتار فی سیکنڈ گیارہ سو بیالیس میل ہے۔ تیز رفتار ہوائی گھنٹہ ایک صد چھبیس میل کرتی ہے۔ روشنی کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ نوے ہزار میل ہے۔ کتاب نواح الاحرار جلد ۲ ص ۲۱۶۔ ہمارے نور کی کیفیت ذرا آنکھ اٹھا کر آسمان کو ترو دیکھیں۔ دیکھو نظر آسمان تک پہنچ کر لوٹ بھی آئی ہے۔ یہ ہے ہمارے نور کی رفتار تو محمد مصطفیٰؐ جو کل نور ہیں ان کی رفتار کتنی ہونی چاہیے۔ میں کہتا ہوں اگر حضورؐ ادھر اٹھا رہا سال بھی گزار کر تشریف لادیں تو بھی بستر کی گرمی باقی رہے۔ دروازے کی کنڈی کو حرکت ہوتی رہے اور وضو کا پانی جاری رہ سکتا ہے۔ کل کی بات ہے ساہیوال میں صدر پاکستان کی آمد تھی جب ان کے آنے کا وقت قریب ہوا تو بہر انسان تعلیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ تمام کاروبار منظر اٹھے گئے۔ حکم ہوا کہ رُک جاؤ صدر کی سواری آرہی ہے۔ جس جس چیز کو حکومت روک سکتی تھی وہ روک گئی۔ سواری گذر گئی تو چلنے کا حکم دیا گیا ادھر صدر مملکت کائنات کی سواری چلی ادھر قدرت نے کائنات کی ہر چیز کو تعلیم محمدیؐ کے لئے کھڑے ہونے کا حکم دے دیا بس سورج کی چمک رُکی۔ قمر کی دمک رُکی۔ سبزے کی لہک رُکی۔ پھولوں کی مہک رُکی۔ بادل کا شور رُکا ہوا کانونر رُکا۔ گھڑی گھڑیال رُکے دریائی روانی رُکی سندر کی وجدانی رُکی۔ رفتار آسمان رُکی۔ جو چیز جہاں تھی وہاں رُکی۔ کنڈی کا ہٹنا رُکا۔ وضو کے پانی کا چلنا رُکا۔ بستر کی گرمی رُکی۔ کائنات میں نشانہ تھا کہ صدر مملکت کائنات الہیہ تشریف لارہے ہیں۔ بس وہ ہو کے آگیا تو ہر چیز کو چلنے کا حکم ملا۔ صلوات

تعلیم

رفتار اشیاء

ہر شے کو روک گیا

پہنچا

مسلمانو! سُبْحٰنَ اللّٰهِ کلمہ تعجب ہے۔ جس طرح ہم کہتے ہیں سبحان اللہ کیسی عمارت ہے۔ سبحان اللہ کیا انداز بیان ہے۔ سبحان اللہ کتنا پھل میٹھا ہے۔ عظیم سبحان اللہ کہاں کہتا ہے جہاں وہ حیرت میں آجاتے تو یہاں قدرت فرما رہی ہے سبحان اللہ اگر ہم خاکی انسان قدرت کے سبحان اللہ کو سمجھ گئے تو اس خالق سبحان اللہ کا بھی سبحان اللہ۔ اب چند فقرے معراج سے سنو۔ ہجرت سے اڑھائی سال قبل رسول خدا اکرم ﷺ نے جاب أُمّ مانیٰ خواہر امیر المؤمنین کے گھر استراحت فرماتھے کہ جبرئیل ستر ہزار فرشتے لے کر آیا اور باری تعالیٰ کا حکم پہنچایا کہ خدا کا حکم ہے۔ سدس۔

یا نبیٰ عرش پہ آعرشیں مٹائی کر جا  
پر دے پر دے میں مرے پر دے کا تجلی کر جا  
پر دہ دری زر ہے آج کی شب غلوت میں  
میرے پر دے کا بلند اور بھی پلہ کر جا  
میں تھے دونوں سراؤں کا عمدہ کردوں  
تُو مجھے میرے حبیب آج اللہ کر جا

حصہ دہ لے نظر کی تو جبرئیل نے براق پیش کیا جس کا چہرہ انسان جیسا۔ قد کاٹے جتنا پر فرشتوں جیسے دم گھوڑے جیسا۔ جسم مہمل سے زیادہ نرم۔ مزین ایسا کہ نگاہ مصطفیٰ خوش ہو گئی ایسا پیارا لگا کہ ہاتھوں کو بلند کر کے دعا مانگی۔ پالنے والے اپنے فضل کرم سے قیامت کو بھی میری امت کی ہر قبر پر ایک ایک براق کھڑا کرنا۔ دعا قبول ہوئی کہ حبیب تیری امت کو بھی سرفراز کروں گا۔ بس محمد کی سواری چلی شہرہ

محمدؐ جس طرف سے ہو کے گزرے تھے شبِ ابری  
وہ رستہ نہ دکھانا ہے ابھی تک کہکشاں ہر کے

بس عرش کی قسمت جاگی۔ طوبیٰ مسرت سے جھومنے لگا۔ آسمان کے دریچے کھلے  
حورانِ جنت نے بڑھ بڑھ کے حضور کا طواف کیا اور اس انداز سے قصیدہ پڑھا۔

بہاریں چین اپنی دکھلا رہے ہیں  
ہواؤں کے دامن کو لہکا رہے ہیں  
فرش سے عرش تک سبھی گارہے ہیں  
مرے شوق کو وجد میں لا رہے ہیں

نبیٰ آرہے ہیں، نبیٰ آرہے ہیں

زمین چمن گل کھلانے لگی ہے بہارِ طرب رنگ لانے لگی ہے  
سرت اثر یہ جانے لگی ہے کدورت کو دل سے مٹانے لگی ہے

نبیؐ آرہے ہیں، نبیؐ آرہے ہیں

لرز اٹھے اضماع کعبہ کے اندر ہے توحید کا بول بالا سراسر  
اٹھا شور کعبہ میں اللہ اکبر فلک پر سلامی کو ہیں سب پیمیر

نبیؐ آرہے ہیں نبیؐ آرہے ہیں

لامکہ نے حضورؐ کے قدموں کے بوسے لئے۔ غلمانِ جنت نے نعرۂ صلوات بلند  
کیا تو جنت نے وجد میں آکر اپنی آغوش کو پھیلا دیا۔ دوزخ نے رحمتِ کل کو دیکھا تو چہرے  
پر نقاب ڈال لی۔ ساتویں آسمان سے سواری گزرنے لگی تو شاعرِ قدسی نے کہا۔ شعرہ

اللہ رے ایسے رُتبیہ عالی کو دیکھنا

جو سارے آسمان ہوئے زینہ رسولؐ کا

اس پر منادی نے ندا کی یہ

بشر کیا کرے گا تنائے محمدؐ خدا جب ہو مدحت سرائے محمدؐ  
بنے عرشِ کرسی برائے محمدؐ مہر و مہر ہیں نقشِ پائے محمدؐ

دو عالم میں پھیلی منیا ئے محمدؐ

وہ آئے محمدؐ وہ آئے محمدؐ

جب انبیاءِ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو وحی ہوئی کہ **وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا**  
**مِنْ قَبْلِكَ مِنْ نَسَبِنَا** پارہ ۲۵ رکوع ۱۰۔ میرے رسول ان سے سوال کرو جو تم سے  
پہلے رسولؐ ہم نے بھیجے ہیں۔ حضورؐ نے دریافت کیا **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَا بُعِثْتُمْ** لے  
انبیاء کس شرط پر تم نبی بنائے گئے۔ سب نے یک زبان ہو کر عرض کی **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ**  
**إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ أُمَّيْرًا**  
**الْمُؤْمِنِينَ عَلِيًّا** وَلِيًّا اللَّهُ۔ یا رسول اللہ خدا تعالیٰ نے ہم سے اپنی توحید اور آپ کی نبوت  
حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کا اقرار لے کر نبوت عطا کی سے تفرقہ الیسا

کو کب مڑی ملا۔ مسلمانوں جب علی کی ولادت کے بغیر انبیاء کو نبوت نہ مل سکی تو ولایت علی کے بغیر تجھے جنت کس طرح مل جائے گی صلوات۔ بس رسول گئے بھی اور آجے گئے۔  
شعر عرض ہے۔

چشمِ زدن میں کیوں کر نہ جائے عرش پر

جن کی رضا بلائے ماہتابِ فرشتہ پر

نعلین جس کی زینتِ عرشِ علی بنے اس کی نگاہِ فیض ہر اک معجزہ بنے

قصص الانبیاء کے ص ۶۹ پر تفصیل سے درج ہے کہ جیب نبی اکرم صلعم معراج سے واپس تشریف لائے اور صحابہ کرام کو ذکرِ معراج فرمایا کہ میں آج رات کو معراج کے لئے عرش پر گیا تو ایک یہودی نے انکار کر دیا اور انکار ہی کی حالت میں بازار سے مچھلی خرید کر گھڑایا اور خود غسل کرنے کو ایک تالاب پر گیا غوطہ سے باہر نکلا تو عورت تھی اور ملک بھی غیر تھا وہاں سات سال عقد کر کے گزارے اور چھلپتے بھی پیدا ہوئے اور پھر اسی تالاب پر غسل کرنے کو آئی۔ غوطہ سے سر نکلا تو پہلی حالت اور لباس موجود تھا جب گھر آیا تو ابھی تک مچھلی تڑپ رہی تھی۔ عورت نے کہا اتنی جلدی کہا اٹھو اور رسولؐ سے معافی مانگ لیں میں تو چار بیچوں کی ماں بھی بن گیا ہوں۔ اس کے بعد وہ خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ صلوات۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

جو کیا ہے

اس معجزہ رسولؐ کو بھی زہر دیا گیا الجامس المرصیہ ص ۲۶۶۔ روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ کو شہادت کا شمار ہوا تو جناب سیدہ طاہرہ کے گھر میں قیام پذیر ہوئے۔ مسلمان روایت کرتے ہیں کہ مرض الموت میں حضورؐ مبتلا تھے کہ ظہر کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں جانا چاہا اور فرمایا کہ آخری نماز تو مسجد میں ہو جائے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ مہنبر پر تشریف لے گئے اور ایک فصیح خطبہ فرمایا یا ایہذا الناس وہ وقت قریب ہے کہ میں تم سے جدا ہو جاؤں۔ میں نے پوری گوشش کی ہے کہ کسی کا کوئی حق مجھ پر نہ رہے میں ہر ایک کا حق اپنی طرف سے ادا کر چکا اگر کسی کو کوئی یاد ہو تو آج اپنا حق مجھ سے منہل کر لے۔ کل قیامت کو شرمسار نہ کرنا میں کرتا صحابہؓ نے لگے اس کے بعد سیدہ ابن عباسؓ نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا ایک حق آپ کے سر پہ ہے۔ وہ ایک بار آپ اپنی ناتہ غضبنا کو تازہ زبانہ

مرض الموت

مارنا چاہتے تھے کہ وہ تازیانہ اُچٹ کر مجھے الگ کھلا۔ اس کا قصاص بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ آنحضرت نے سلمان سے فرمایا کہ سیدہ سے جا کر میرا تازیانہ لے آؤ۔ جناب سلمان روتے ہوئے درِ بتول پر گئے اور تازیانہ طلب کیا جناب سیدہ نے فرمایا سلمان میرے بابا تو سخت بیمار ہیں۔ اس وقت تازیانہ کی کیا ضرورت ہے کیا میرے بابا کہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں سلمان نے رو کر سویدہ ابن قیس انصاری کی کہانی سنائی۔ سیدہ نے رو کر فرمایا میرے بابے میں تازیانہ کھانے کی طاقت نہیں ہے اس کے بعد حنین علیہا السلام کو بلا کر تاکید کی تھی کہ تم دونوں بھائی باپ اور قصاص کے تازیانے تم اپنی پیٹھ پر لینا بیٹو تمہارے نانا سخت بیمار ہیں۔ الغرض حنین ننانے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلمان نے تازیانہ پیش کیا رسول خدا نے سویدہ سے فرمایا اب توشوق سے اپنا بدلہ اتار لے۔ اب جو سویدہ تازیانہ لے کر اٹھا تو دونوں شہزادوں نے رو کر کہا۔ سویدہ ہمارے نانا بیمار ہیں۔ ہم دونوں کی پشتیں حاضر ہیں جتنے جی چاہے ہمیں تازیانہ مار لے۔ شہزادوں سے سویدہ نے کہا کہ میں تو قصاص رسول خدا ہی سے لوں گا۔ حضرت نے فرمایا اے فرزند تم انک ہو جاؤ میں چاہتا ہوں کہ قصاص خود ہی لپڑا کروں اس کے بعد سویدہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس روز میری پشت برہنہ تھی چاہتا یہی ہوں کہ حضور بھی اپنی پشت کو برہنہ کر دیں۔ یہ سن کر آنحضرت نے اپنا لباس اتار دیا جو ہنی مہربنوت نظر آئی سویدہ نے بڑھ کر اسے بوسہ دیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کی یا رسول اللہ میری کیا مجال ہے کہ ایسی گستاخی کروں۔ محض مہربنوت کو بوسہ دینے کے، شوق میں ایسا کیا گیا خدا تعالیٰ ان ہونٹوں کو عذابِ جہنم نہیں چکھائے گا جنہوں نے مہربنوت کے بوسے لئے ہیں۔ اس کے بعد حضور پُر نور بیت الشرف میں تشریف لائے۔

منقول ہے کہ حالتِ مرض میں حضور نے سوائے خانہ سیدہ کہیں جانا پسند نہیں کیا۔ جوں جوں حضور کی حالت نازک ہوتی جاتی تھی جناب سیدہ کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اور حضرت کا بھی یہ عالم تھا کہ بار بار بیٹی کو گلے سے لگاتے اور تسلی دیتے تھے۔ جناب امیر المومنین ہر وقت حضور کی خدمت میں رہتے اور آپ کا سرِ اقدس اکثر اوقات جناب امیر کی گود میں رہتا۔ محافل و مجالس ص ۲۳ صاحب محرق القلوب لکھتے ہیں کہ آنحضرت

سویدہ انصاری اور تازیانہ

حنین شریفین

مہربنوت پر بوسہ دینا

خانہ جناب سیدہ



بچے بیچھے لے کر لاشوں کو دفن کرنے کے لئے آئے لاشوں میں پتہ نہ چلتا تھا کہ امام حسینؑ کی لاش کونسی ہے۔ کیوں کہ پامالی لاشوں سے کوئی پتہ نہ چلتا تھا کہ مظلوم کربلا کی کونسی لاش ہے۔ ناگاہ ایک عورت کی نگاہ پڑی کہ ایک لاش بے سر کے سرانے ایک بی بی سیاہ برقعہ پہنے رو رہی ہے۔ اُس عورت نے دریافت کیا کہ بی بی تو کون ہے اور یہ کس کی لاش ہے۔

عوا دارو! اس بی بی نے رو کر فرمایا میں تمہارے رسولؐ کی بیٹی فاطمہ زہرا ہوں اور یہ میرے مظلوم فرزند حسینؑ کی لاش ہے۔ ہائے مسالوں نے مجھے قبر میں بھی چین نہ کرنے دیا مصباح المجاہد جلد ۳ ص ۱۰۰ اَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَسَيَجْزِيهمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اِيَّيْكُمْ مُنْقَلَبًا يَنْفَلِقُونَ

## پھٹی مجلس

### حاکم روحانی کا تعارف اور شہادت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّسِنَانَا وَ اَخْطَا نَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا وَ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لِطَاقَةِ لَنَا بِهِ وَ اعْتَفَا عَنَّا قَدْ وَاغَيْنَا لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْفُذْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ پارہ ۳ کوٹھ لے رب ہمارے نہ پڑ ہم کو اگر بھول گئے ہم یا خطا کی ہم نے لے رب ہمارے نہ رکھ اور ہمارے بوجھ جیسا کہ رکھانے اور ان لوگوں کے جو ہم سے پہلے تھے لے رب ہمارے نہ اٹھا ہم سے وہ چیز کہ ہمیں طاقت رکھتے ہم اُس کی اور معاف کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہے مولا ہمارا ہمیں مدد کر ہماری کافر لوگوں پر۔

دنیا میں حفاظت نسل انسانی کے لئے دو طرح کے حاکم ہوا کرتے ہیں۔ ایک حاکم مادی

اور دوسرا حاکم روحانی۔ یعنی ایک حاکم جس کی سرور پر حکومت ہوتی ہے اور ایک وہ حاکم جس کی دلوں پر حکومت ہوتی ہے۔ حاکم مادی کی بقا، اسی میں ہو کرتی ہے کہ مخلوق خدا اپنے حقوق حاصل کرنے میں مجبور و معذور رہے۔ حاکم مادی دنیا کو جاہل اور انہیں اپنے حقوق سے تاریکی میں رکھنے کی ہمیشہ نگر میں رہتا ہے۔ حاکم مادی کی وفور خواہش ہو کرتی ہے کہ لوگ جاہل رہیں۔ ضمیریں مردہ رہیں۔ انسان مثل حیوانوں کے ہوں۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر دنیا کو علم نصیب ہو گیا۔ لوگ اپنے حقوق سے واقف ہو گئے۔ ان میں انسانیت اور شعور پیدا ہو گیا تو میری خیر نہیں۔ لہذا عوام کی جہالت و کمزوری مادی حاکم کے بقا کا سبب ہو کرتی ہے۔ اس کے علاوہ مادی حاکم قانون ملک کو تجویز و ترتیب دیتے ہوئے اپنے اختیارات کو وسیع پیمانہ پر محفوظ کرتا ہے۔ یہ سارے ہتھکڑے اپنے آپ کو محفوظ و مامون رکھنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ دوسری طرف حاکم روحانی اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ حاکم روحانی کی انتہائی کوشش ہو کرتی ہے کہ مخلوق خدا میں عقل و شعور پیدا ہو اچھے بُرے کا امتیاز کرنے کی صلاحیت ان میں اجاگر ہو اپنے حقوق سے انہیں شناسائی ہو دوست دشمن کی پہچان کرنے کا شعور انہیں نصیب ہو حتیٰ و باطل میں لوگ امتیاز کر سکیں۔ جھوٹ و کذب سے انہیں نفرت پیدا ہو۔ کمزور سے لوگ احتراز کریں غرضیکہ حاکم روحانی مخلوق خدا کو تاج علم سے مزین کرنا چاہتا ہے تاکہ لوگ اسے اپنے علم و عقل سے اپنا رہنما تسلیم کریں۔ حاکم روحانی کے قلب میں مخلوق خدا کی جھلائی و دلچیت ہوتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو شفقت میں ڈالتا ہے اور مخلوق خدا کو راحت پہنچاتا ہے۔ حاکم روحانی خود فائق کرتا ہے مگر لوگوں کو دافر رزق مہیا کرنے کی فکر میں ہوتا ہے۔ حاکم مادی اور حاکم روحانی کی ایک اور صرت ایک ہی پہچان یہ ہے کہ حاکم مادی اپنے کو مخلوق خدا سے بلند و برتر دیکھنا چاہتا ہے اور حاکم روحانی اپنے آپ کو مخلوق خدا کی ایک ہی صف و قطار میں شمار کرتا ہے۔ بس حاکم روحانی کی عزت و خلقت یہ ہے کائنات میں امن اور حق قائم کرنا ہمارے مولاد آقا صاحبِ صحتی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاہلوں میں نہیں بلکہ ابو جہلوں میں تشریف لار ازمان نسل انسانی کی تعمیر اس طرح فرماتے ہیں کہ لعنت اللہ علیہ رضی اللہ عنہ بن گئے قرآن پاک سے

ان لوگوں کی سابقہ روش اور طرزِ فکر یہ تھی۔ وَإِذْ بَشِّرْنَا أَحَدَهُمْ بِالْأُنثَىٰ ۖ فَظَلَّ وَجْهَهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَبِهِ ۚ أَيَسْكَبُ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ مَنْ يَدْبُرُ الْمَكِيدَةَ ۗ فِي الشَّرَابِ ۗ وَالْأَسَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۗ پارہ ۴، رکوع ۱۳ ترجمہ جب انہیں لڑکی پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو رنج کے مارے ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور اُسے زندہ درگور کرنے کی ترکیبیں کرتے ہیں۔ خبردار رہو کہ یہ کتنا بُرا فعل ہے۔ جس کا وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ غور کرو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو درس انسانیت سے کرام عروج تک پہنچا دیا۔ قبیلہ بنی تمیم کے رئیس قیس بن عاصم نے دس لڑکیاں زندہ درگور کی تھیں اور اس پر فخر کرتا تھا۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پُر نور نے نماز عصر کے بعد صحابہ سے جہالت کے زمانہ کے واقعات سُنے جن میں ایک شخص نے فخر سے بیان کیا کہ میں اپنے گھر میں لڑکی کو بہت بڑا عیب سمجھتا تھا۔

ایک مرتبہ میں بغرض تجارت سفر میں گیا اور کافی مدت کے بعد جب سفر تجارت سے فارغ ہو کر گھر آیا تو اپنے گھر میں ایک بھولی بھالی تین چار سال کی بچی کو دیکھا۔ میں نے اپنی عورت سے دریافت کیا کہ یہ کس کی لڑکی ہے اس نے کہا کہ تیرے جانے کے بعد پیدا ہوئی ہے اور یہ تیری ہی تو لڑکی ہے۔ بس میں غیرت سے زمین میں گر گیا۔ اس کے بعد میں نے بچی کو ساتھ لیا اور ایک بیٹا بھی سنبھالا۔ جنگل میں جا کر میں نے گڑھا کھودنا شروع کیا۔ میں جب تھک گیا تو میری لڑکی میری داڑھی سے لٹکریاں نکالتی تھی۔ کافی دیر کے بعد جب میں گڑھا کھود چکا تو بچی کو اٹھا کر اُس میں پھینک دیا اور مٹی ڈالنا شروع کی۔ میری بچی نے ابا ابا کر کے رونا شروع کیا مگر میں نے اُسے زندہ درگور کر کے ہی دم لیا۔ اس واقعہ کو سن کر حضور پُر نور نے رونا شروع کیا۔ میں کہا کرتا ہوں یا رسول اللہ جن لوگوں نے اپنی بچیوں کو زندہ درگور کرنا فخر سمجھا وہ آپ کی بچیوں کی کیا قدر و احترام کریں گے۔ تاریخ اسلام جلد ۵۔ اللہ اکبر

ان لوگوں کی نداد کا قرآن مجید نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصَدِيَةً ۗ پارہ ۹، رکوع ۱۸ بھٹی نماز ان کی کعبہ میں سیٹیاں بجانا اور تالی بجانا۔ یہ لوگ برہنہ ہو کر تالیاں بجا بجا کر نماز ادا کرتے تھے۔ شاید اسی زمانہ میں گھر سے میں

لڑکی کو زندہ درگور کرنا

شکرین کی نماز

منہ ڈال کر اذان پڑھا کرتے ہوں جو بعد میں مسلمانوں کی طرف منسوب کر دی گئی آج بھی اکثر ملاح اپنے وعظ میں فخر سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے ایمان لانے سے پہلے گھر کے میں منہ ڈال کر اذان دی جاتی تھی اور حضرت عمر کے ایمان لانے کے بعد اذان با آواز بلند شروع کی گئی۔ جواب عرض ہے کہ حکم اذان مدینہ منورہ میں نازل ہوا مکہ میں تو اذان کا سارا ہی پیدا نہیں ہوتا اور دوسرا اذان دینے کی غرض ہے نمازیوں کو نماز کے لئے جمع کرنا تو گھر کے میں منہ ڈال کر اذان دینے کے کیا معنی اور تیسرا اذان دینا کوئی واجب و فرض نہیں ہے۔ کیا اذان کے بغیر نماز باطل ہے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے تو یہ گھر سے والی بات تو بار لوگوں کی بناٹی ہوئی ہے کہ اپنے پیرومرشد کے فضائل بیان کرنا مقصود تھے۔

اخلاقِ مصطفیٰ پر ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ نے حاجب بیت اللہ عثمان بن طلحہ سے چابی طلب کی تو اس نے ازراہ تمسخر کہا کہ ابھی تو قریش کی حکومت ہے جب آپ بادشاہ بن جائیں گے تو آپ کو اختیار ہوگا کہ مجھ سے چابی لے کر جس کو چاہیے دے دینا۔ حضور نے فرمایا ہم اُس وقت تجھ سے چابی ضرور لیں گے۔ اس پر عثمان بن طلحہ نے آپ کا مذاق اڑایا کہ ایسا تو تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ قریش کا ایک فرد بھی دنیا میں باقی نہ رہے۔ آنحضرتؐ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا کہ فتح مکہ کے روز اس سے حضور نے بیت اللہ کی چابی طلب فرمائی تو وہ ڈر کے مارے بھاگ گیا۔ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اس سے چابی چھین لو۔ جناب امیر نے اسے پکڑ کر اُس سے چابی چھین لی۔ آنحضرتؐ نے بیت اللہ کا دروازہ کھولا اور بیت اللہ سے تبت نکال کر طواف کر کے اسے ہی چابی واپس کر دی اور فرمایا کہ تبت تمک چابی بیت اللہ کی تیری ہی نسل میں رہے گی۔ صلوات۔ اس مقام پر ایک مسدس عرض کرتا ہوں۔

ہو وصف جب بیاں نبی جلیلؐ کا      آئے تلم کے واسطے پر جب نیلؐ کا  
بھر دوات دل ہو جناب خلیلؐ کا      پانی بھی اس دوات میں ہو سبیلؐ کا  
دستِ خدا کا زور ہو کاتب کے ہاتھ میں      تبت لطف آئے مدخ مولا کی ذات میں

میں ماننا ہوں کہ ہر نبی نے اپنی امت کی بہتری اور بھلائی کی از حد کوشش کی مگر ہمارے نبی محمد مصطفیٰ ساری کائنات سے زیادہ کریم و خلیق شفیق ثابت ہوئے، اس دعوے کے لئے قرآن پاک کو بطور شاہد پیش کرتا ہوں۔ سنو۔

وَجِئْنَا بِبِئْرٍ عَلِيمٍ السَّلَامِ كِي جَبِي مَائِي  
 قَرَانِ پَاكِ مِي مَوْجُودِ هِي. حَضْرَتِ اَدَمَ كِي دُعَا سِي رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اِنْ كَلَّمْنَا نَعْتَدُ لَكَ  
 وَتَرَحُّمًا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ پارہ ۸ رکوع ۹ لے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے جانوں  
 اپنی پر اگر نہ بخشے گا تو ہم کو اور نہ رحم کرے گا ہم پر تو ہو جائیں گے ہم خارہ پانے والوں سے  
 حضرت آدم نے اپنے ہی لئے دُعا مانگی تھی اور حضرت نوح نے یوں خدا سے دُعا کی۔  
 رَبِّ اَعْزِبْنِيْ وَوَالِدِيْ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ مُؤْمِنًا وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ  
 وَ اَلَا تَزِدُ الظَّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبٰرًا پارہ ۲۹ رکوع ۱۰ لے پروردگار میرے بخش مجھ کو اور  
 میرے ماں باپ کو اور اس شخص کو کہ داخل ہو گھر میرے میں ایمان لے کر اور مومنین اور مومنات  
 کو اور نہ زیادہ کرے ظالموں کو مگر ہلاک کرنا۔ لڑا اس دُعا سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوح  
 نے بھی مخصوص لوگوں کے لئے خالق سے دُعا کی تھی۔ اس کے بعد حضرت خلیل کی دُعا سنو۔  
 رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُفْلِحًا الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَاہِ رَبَّنَا  
 اَعْزِبْنِيْ وَ وَاٰلِيْكَ وَسَلَّمَ مِّنَ الْيَوْمِ الْيَوْمِ الْحِسَابِ پارہ ۱۴ رکوع ۱۸ لے  
 رب میرے کر مجھ کو قائم رکھنے والا نماز کا اور اولاد میری سے لے رب میرے قبول  
 کر دُعا میری لے رب ہمارے بخش مجھ کو اور ماں باپ میرے کو اور سب ایمان والوں  
 کو کہ جس دن قائم ہووے حساب تو حضرت خلیل نے بھی محدود سی دُعا مانگی ہے اب  
 حضرت موسیٰ کی دُعا بھی سنو رَبِّ اَشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَ كَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَ  
 اَخْلِلْ عَقْدَةَ مِّنْ لِّسَانِيْ هِ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ وَ اجْعَلْ لِيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰہُو  
 آخنی پارہ ۱۶ رکوع ۱۱ لے رب میرے کھول دے واسطے میرے سینہ میرا اور آسان کر دے  
 واسطے میرے کام میرا اور کھول دے گره زبان میری کی کہ سمجھیں بات میری کو اور کر دے  
 میرے وزیر میرا میرے اہل سے مارون بھائی میرا معلوم ہوا کہ حضرت کلیم کی دُعا بھی مخصوص  
 ہی ہے۔ ایک اور نبی کی دُعا بھی سن لو۔ اِلٰهَ اِلٰهَ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

حضرت آدم کی دُعا

حضرت نوح کی دُعا

دُعا خلیل اللہ

دُعا کلیم اللہ

دُعا یونس

نہیں ہے کوئی معبود مگر تیری ذات پاک ہے۔ تحقیق میں مٹھاظالموں سے حضرت یونس علیہ السلام کی دعا تو صرف اور صرف اپنے ہی لئے ہے۔ اب آیت کے لال کی دعا سنو کہ شبِ معراج عرض کرتے ہیں رَبَّنَا لَا تَذُأْخِذْنَا اِنْ تَسَيَّنَا اَوْ اَخْطَا نَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لِطَآئِفَةٍ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْظُرْنَا لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ۔ تمام مفسرین کا متفقہ بیان ہے کہ یہ دعا آنحضرت نے شبِ معراج خدا تعالیٰ سے اپنی اُمت کے لئے مانگی تھی اور خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کی دعا کو قبول فرمایا۔

میں اب اس دعا کے نتائج عرض کرتا ہوں کہ قدرت نے اپنے حبیب کو کیا انعام عطا فرمایا (۱) گذشتہ امتیں اگر یاد دلانے پر بھول جائیں تو ان پر عذاب کے دروازے کھل جاتے تھے یعنی بھول کر اگر وہ روزے میں کھا لیتے تو انہیں سزا ملا کرتی تھی مگر اس امت کو بطفیل محمد مصطفیٰ بھول چوک معاف کر دی گئی ہے اسی لئے تو روزے میں اگر کوئی بھول کر کھاپی لے تو اسے سزا نہ ہوگی بلکہ روزہ بھی درست و صحیح مقصود ہوگا (۲) گذشتہ امتیں مخصوص مقامات پر نماز پڑھ سکتی تھیں پھر نمازی مسجد میں اپنے ساتھ رکھتے تھے مگر اس امت کے لئے انعام و اکرام ہے وَقَدْ جُعِلْتُمْ اَلْمَرْضٰى كُلُّهَا لِامْتِكَ مَسْجِدًا وَ تَرَابُطًا طَهْرًا۔ میرے حبیب تمام زمین تیری امت کے لئے مسجد ہے اور تمام مٹی تیری امت کے لئے پاک ہے (۳) گذشتہ امتیں پچاس نمازیں پڑھا کرتی ہیں یعنی ان پر پانچ وقت میں پچاس نمازیں واجب تھیں مگر اس امت کو پینتالیس نمازیں معاف کر دی اور صرف پانچ نمازیں واجب کی گئی ہیں۔ ان پانچ نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہوا کرتا ہے (۴) گذشتہ امتوں کے اگر کپڑوں پر نجاست لگ جاتی تو دھونے سے پاک نہ ہوتے تھے بلکہ لباس کو قطع کرنا پڑتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ مذہبِ شیعہ پاک ہے۔ شیعہ تو کپڑے پر نجاست لگ جائے تو کپڑا کاٹ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مذہب تو پاک ہے مگر رکھنا بڑا مشکل ہے۔ اس امت کو خدا نے حکم دیا کہ نجاست کو دھونے سے لباس کپڑا پاک ہو جائے گا۔ (۵) گذشتہ امتیں ایسی زبانیاں کا دھسے پر اٹھا کرتی تھیں

سزاوار دعا کی دعا

انعام کی کیفیت

اس امت کے لئے معجزات

لے جاتے تھے اور قربانی کو اگر آگ نے آکر قبول کر لیا یعنی جلا گئی تو ٹھیک در نہ قربانی دینے والا فرسار ہوتا تھا۔ قدرت نے اس اُمت کے یہ عبادت و ذلت بھی اٹھالی اور حکم ہے چہاں جی چاہے ذبح کر دو اور فقراء مساکین کے پیٹ مقبولیت کا مرکز قرار دے دیئے گئے ہیں بسا حقداں تک گوشت پہنچا دو قربانیاں قبول ہیں۔ اب ہم نے روش بنا رکھی ہے کہ فقیروں کو دھکے ملتے ہیں اور دوستوں کے گھر گوشت پہنچایا جاتا ہے (۶) گذشتہ امتیں اگر نیکی کا ارادہ کرتیں اور نیکی نہ کر سکتیں تو کچھ نہ ملتا تھا مگر اس اُمت کو حکم ہے کہ صرف ارادے پر ایک نیکی مل جاتی ہے یعنی ثواب ایک قابل ہی جاتا ہے اگرچہ وہ نیکی نہ کر سکے اور اگر نیکی کر لی جائے تو ایک کا دس گنا ثواب ہوگا۔ قرآن من جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَلِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالْبِئْسَةِ فَلَا يَجْزِي إِلَّا مِثْلَهَا پارہ ۸ رکوع ۷۔ اگر ایک نیکی کر دو تو اجر دس گنا پاؤ گے اور اگر ایک گناہ کر دو تو ایک ہی گناہ شمار ہوگا (۷) گذشتہ امتیں اگر بدی کا ارادہ کرتیں اور نہ کر سکتیں تو کچھ نہ ملتا تھا اور یہ اُمت اگر بدی کا ارادہ کر کے اگر بدی نہ کرے تو پھر اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی درج کی جائے گی۔ اللہ اکبر۔ (۸) گذشتہ امتیں اگر کسی گناہ سے توبہ کرتیں تو چالیس چالیس پچاس پچاس سال بلکہ اسی اسی اور سو سو سال تک توبہ قبول نہ ہوتی اور اگر کبھی توبہ قبول ہو بھی جاتی تو ایک نعمت خدا ان پر حرام کی جاتی وہی رسم آج کے اکثر پیرا کرتے ہیں آپ نے کئی بار سنا ہوگا کہ تعویذ دیتے ہوئے پیر مرید سے کہا کرتے ہیں کہ ایک نعمت خدا جو تجھے پیاری ہے اُسے چھوڑ دے یہ سابقہ اُمتوں کا طریقہ ہے۔

مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا کہ ایک پیر سے مرید نے تعویذ لیا پیر نے ایک نعمت کے چھوڑنے کا حکم کیا مرید نے عرض کی کہ میں نے ایک نعمت خدا چھوڑ دی ہے چند روز کے بعد مرید نے پیر سے عرض کیا کہ حضور تعویذ سے تو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پیر صاحب نے دریافت کیا کہ میں نے کہا تھا کہ ایک نعمت چھوڑ دے کہا تو نے کونسی نعمت چھوڑی ہے۔ مرید نے عرض کی کہ میں نے جناب نماز چھوڑ دی ہے مگر تعویذ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا یہ ہے آج کا پیر اور اس اُمت کے گناہگاروں کی توبہ طرفۃ العین میں قبول ہوتی ہے اللہ تعالیٰ توبہ کرنے کی توفیق عطا کرے۔ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ۔ صلوات۔

(۱۹) گذشتہ لوگ جو رات کو گناہ کرتے تھے صبح کو ان کے دروازے پر لکھا ہوا ہوتا تھا اُو آسانی سے چور پکڑا جاتا تھا۔ وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار کر دیئے جاتے تھے مگر اس اُمت کو شرمسار نہیں کیا جائے گا (۱۰) گذشتہ اُمتیں اگر حد سے تجاوز کر جاتیں تو ان پر عذاب کے دروازے کھل جاتے تھے اور مسخ کر دی جاتی تھیں۔ بندر۔ چوبے۔ سور۔ رپچھ۔ ملی مچھلیاں۔ خرگوش وغیرہم۔ یہ مسخ شدہ جانوروں کے نمونے ہیں۔ خرگوش ایک ڈاکو تھا جو لوگوں کو لوٹتا تھا۔ خان نے اسے مسخ کر کے بھگوڑا بنا دیا۔ تحفہ نصاب۔ اسی طرح ملی مچھلی ایک متکبر انسان تھا جو مونچھوں کو تاؤ دیا کرتا تھا۔ قدرت کو جلال آگیا اور اس کو ملی مچھلی کی صورت میں مسخ کر دیا۔ تحفہ نصاب۔ یہ یاد رہے کہ قدرت نے جس کو بھی مسخ کیا وہ تین دن سے زیادہ زندہ نہ سکا یعنی تین دن کے اندر اندر ٹھکانے لگا دیا گیا۔ مگر اس اُمت کو قدرت نے مہلت دے دی ہے وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِي هَفْوٍ۔ پارہ ۹ رکوع ۱۸۔ میرے حسب اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں کرتا کیوں کہ تو ان میں ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر اس اُمت پر عذاب نہ ہوتا سمجھو کہ محمدان میں موجود ہے۔ اگر محمد نہ ہوتا تو عذاب ضرور ہو جاتا۔ تفسیر عمدة البیان جلد ۱ ص ۱۴۔ تفسیر انوار النبیف جلد ۳ ص ۱۸۴۔ گذشتہ لوگوں پر قدرت کے جلال کا نمونہ ملاحظہ فرمادیں۔

جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ حلیۃ المتقین میں حضرت رضا علیہ السلام سے روایت تحریر فرماتے ہیں کہ کسی مقام پر بنی اسرائیل کے تین مومن بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ باہر سے ایک چوتھے مومن نے آکر آواز دی تو ملازم نے کہا کہ مالک گھر پر موجود نہیں ہے۔ اس پر وہ آنے والا واپس چلا گیا۔ دوسرے روز آکر ان تین مومنوں سے اُس نے ملاقات کی مگر ان میں سے کسی نے بھی کل اُس کے خالی واپس جانے پر معذرت نہ کی حالانکہ ان تینوں کو علم ہو چکا تھا کہ کل اسے ملازم نے جھوٹ بول کر واپس کر دیا تھا۔ اب یہ چاروں مل کر کھسیت کو چلے۔ راستہ میں پہلی گری اور تینوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ یہ چوتھا آدمی حضرت یوشع علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تین آدمی مومن ہی تھے جو تیری وجہ سے ان پر عذاب ہوا کہ انہوں نے اپنے مومن برادر کی عزت کیسے نہیں کی۔ تہذیب الاسلام ص ۳۶۷

اب اس امت کو بظنیل محمد مصطفیٰ عذاب نہیں کیا جائے گا۔ (۱۱) گذشتہ امتوں کے اعمال لکھنے والے دو ہی فرشتے ہوتے تھے اور مرتے دم تک ان کو ایمان کے ساتھ رہنے کا حکم تھا مگر اس امت کے دن کے فرشتے اور ہیں اور رات کے اعمال لکھنے والے فرشتے اور ہو کرتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ جو فرشتے ایک مرتبہ آتے ہیں انہیں قیامت تک پھر اس آدمی کے پاس آنے کا حکم نہیں ہوتا کیوں کہ قدرت نہیں چاہتی کہ میرے حبیب کے گناہ گامیوں کے گناہ کوئی دوسرا بھی واقف ہو۔ کتاب احسن الفوائد ص ۲۹۲۔ یہ ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض عام۔ صلوات۔

اب میں اپنے آقا و مولا جناب امام مرتضیٰ کاظم علیہ السلام کا فیض کرم عرض کرتا ہوں۔ کتاب مناقب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ہارون رشید نے علی بن صالح طالقانی کو بلا بھیجا۔ جب علی آیا تو ہارون نے کہا کہ کیا فرماتا ہے کہ ابر نے مجھے چین سے اٹھا کر طالقان پہنچا دیا تھا۔ علی نے کہا کہ واقعی مجھے ابر نے چین سے طالقان پہنچایا ہے۔ ہارون نے کہا کہ وہ واقعہ بیان کر۔ علی نے یوں واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں نے سمندر کا سفر اختیار کیا۔ میری کشتی اتفاق سے تباہ ہو گئی اور میں ایک تختہ پر بچ گیا۔ میرا تختہ نین دن تک سمندر کی لہروں میں بہتا رہا۔ یہاں تک کہ میں ایک جزیرہ میں پہنچا۔ وہاں کئی درخت لگے ہوئے تھے۔ میں نکل کر ایک درخت کے نیچے سو رہا۔ اتنے میں ایک خوفناک آواز آئی۔ میں جاگ اٹھا۔ کیا دیکھا کہ دو گھوڑے نہایت حسین آپس میں لڑ رہے ہیں جو مجھے دیکھ کر دریا میں کود گئے۔ اس کے بعد میں نے ایک بہت بڑے طائر کو دیکھا جو ایک غار پر اتر رہا ہے۔ میں اُس کے قریب پہنچا تو وہ اڑ گیا۔ اس کے بعد میں اس غار کے قریب گیا تو مجھے تسبیح و تہلیل تکبیر و تلاوت قرآن پاک کی آواز سنائی دی۔ اتنے میں اس غار میں سے آواز اُڑی؟ دَخَلَ يَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ الطَّالِقَانِي سَجِيحَاتُ اللَّهِ لِي عَلِيَّ بْنَ صَالِحٍ طَالِقَانِي چلے آؤ خلائم پر رحم کرے۔ اس آواز پر میں اندر آ گیا کہ ایک بزرگ کو دیکھا اور اس کو سلام عرض کیا اس نے جواب ارشاد فرمایا اور کہا اے علی تم مقام امتحان میں تھے جو حالتیں تو پر گزری ہیں وہ ساری میں جانتا ہوں جیسا کہ تم کشتی پر سوار ہوئے اور تیری کشتی غرق ہوئی اور تم تختے پر بچ گئے اور اس جزیرے میں طائر اور گھوڑوں کے لڑنے کے

واقعات سے بھی واقف ہوں۔ میں نے قسم دے کر پوچھا کہ ان باتوں کی آپ کو کس نے خبر دی ہے۔ فرمایا خداوند تعالیٰ عالم الغیب نے مجھے تیرے حالات سے آگاہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد اس نے دعا کی فوراً ایک خران جس پر رومالی پڑا: "استانازل ہوا اور مجھ سے فرمایا تیرے بھوکا ہے اسے کھالے۔ جب میں نے کھایا تو بہت ہی لذیذ تھا۔ اس کے بعد اس بزرگ نے مجھے پانی پلایا جو نہایت شیریں اور خوشگوار تھا۔ نہ میں نے ایسا کھانا کبھی کھایا اور نہ ایسا پانی کبھی پیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دریافت کیا کہ کیا تم اپنے شہر جانا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی جی ہاں مگر یہاں سے میرا ملک بہت دُور ہے کس طرح ممکن ہے کہ میں اپنے شہر میں پہنچ جاؤں۔ اس پر انہوں نے ہاتھوں کو بلند کیا اور دعا کی السَّاعَةَ السَّاعَةَ یعنی ابھی ابھی چلا آس پر ایک ابر کا ٹکڑا آ پہنچا اور آواز آئی السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللَّهِ وَحَقِّقْهُ۔ یعنی اللہ کے ولی، اے محبتِ خدا میرا سلام قبول ہو۔ جواب ارشاد فرمایا عَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، تجھ پر بھی میرا سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ فرمایا اے ابر کہاں کا قصد ہے۔ عرض کی کہ مولانا لال ملک کو جاتا ہوں۔ فرمایا تجھ سے میرا کام نہیں تو چلا جا۔ اسی طرح ابر کے ٹکڑے آنے لگے تھے اور آپ دریافت فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ایک ابر آیا۔ جب اوپر نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا مولا میں طالقان کو جاتا ہوں۔ اُس بزرگ نے کہا کہ اس شخص کو طالقان اس کے گھر پہنچا دینا۔ آواز آئی سَمْعًا وَطَاعَةً۔ پس اس بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ابر پر مجھے بٹھا دیا۔ اس پر میں نے اس کو قسم دے کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں تعارف تو کرا میں۔ فرمایا اے علی بن صالح طالقانی تو نہیں جانتا کہ محبتِ خدا سے زمین خالی نہیں ہوا کرتی۔ میں تیرا امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق ہوں۔ اس کے بعد ابر اڑا اور مجھے میرے گھر پہنچا دیا۔ یہ سن کر مارون ملعون نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو کہ اس حدیث کو کوئی دوسرا نہ سُننے پائے۔ لوائح الاحزان جلد ۲۶۵

محمد بن فضل کہتا ہے کہ ایک بار ہمیں وضو میں پاؤں کے مسئلہ پر اختلاف ہوا کہ انگلیوں سے کعبین تک کرنا چاہیے یا کعبین سے انگلیوں تک اس بارے میں علی بن یقین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو خط لکھا۔ حضور نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں

میں تہیں تاکید کرتا ہوں کہ آئندہ وضو اہلسنت کے طریقہ پر کرنا ہرگز ہرگز اس کے خلاف  
 نہ کرنا ابھی حکم کو دیکھ کر علی بن یقین نے فرمان معصوم پر عمل شروع کر دیا۔ چند دنوں کے بعد  
 کسی نے ہارون رشید سے علی بن یقین کی شکایت کی کہ وہ رافضی ہو گیا ہے۔ ہارون نے  
 کہا میں خود اس کا امتحان کروں گا۔ اس کے بعد ہارون نے علی بن یقین کو چھپ کر وضو کرتے دیکھا  
 علی بن یقین حکم امام پر اہلسنت کے طریق پر وضو کر رہا تھا۔ ہارون یہ دیکھ کر سامنے آ گیا اور  
 کہا کہ لوگ بکواس کرتے ہیں کہ علی بن یقین شیعہ ہو گیا ہے آج میں نے چھپ کر بھی تسلی کر  
 لی ہے کہ تیرا وضو ہماری ہی طرح کا ہے۔ اس کے بعد معصوم کا فرمان پہنچا کہ جس چیز کا خطرہ  
 تھا حل گیا ہے۔ آئندہ وضو طریق اہل بیت پر کرنا اور حضورؐ نے اہلسنت کے طریقہ وضو کی  
 تفصیل بھی لکھی تھی۔ صلوات۔ لوائح الاعراب جلد ۱ ص ۲۲۹۔

ایک بار ہارون نے علی بن یقین کو کسی خوشی میں خلعت ہانے نافرہ عطا کئے جس میں ایک  
 پیراہن بھی تھا جو بہت ہی قیمتی زر کا بادشاہوں کے لباس سے تھا۔ ابن یقین نے اسے بہت  
 سے سامان کے ساتھ امام عالمی قائم کی خدمت میں بطور ہدیہ روانہ کر دیا۔ امام نے باقی سامان  
 تو رکھ لیا اور قمیض کے بارے میں تحریر فرمایا کہ اسے اپنے پاس حفاظت سے رکھو۔ کسی  
 وقت بہت کام آئے گی۔ علی بن یقین نے حکم امام کے مطابق قمیض سنبھال کر حفاظت سے  
 رکھ چھوڑی۔ حضورؐ نے دنوں کے بعد علی بن یقین اپنے کسی غلام پر کسی وجہ سے ناراض ہوئے  
 اور اس کو گھر سے نکال دیا۔ اس غلام نے ہارون سے جا کر شکایت کی کہ علی بن یقین موسیٰ ابن جعفرؑ  
 کی امامت کا قائل ہے اور ہر سال ان کے پاس خمس کا مال بھیجتا ہے اور وہ پیراہن جو اپنے  
 اسے عنایت کیا تھا وہ بھی اس نے موسیٰ کاظمؑ کے پاس بھیج دیا ہے اس واقعہ پر ہارون  
 غضبناک ہوا اور کہا کہ اگر واقعی ابن یقین نے وہ پیراہن موسیٰ ابن جعفر کے پاس بھیج دیا تو  
 میں آج اُسے قتل کروں گا اس کے بعد علی بن یقین کو بلوایا اور کہا کہ وہ پیراہن جہیں  
 نے تجھے دیا تھا کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس موجود ہے۔ کہا کہ اسے فوراً منگواؤ  
 علی بن یقین نے اپنے ایک ملازم سے کہا کہ میرے گھر سے نلال صندوق اٹھا لے۔ جب  
 صندوق آیا اور اس کو کھولا تو اس میں خوشبو کیا ہوا پیراہن حفاظت سے رکھا ہوا پایا

بزرگان کا واقعہ

اس پر ہارون بہت خوش ہوا اور علی بن یقین کو بہت سا انعام اکرام دیا اور غلام کو اس قدر بڑایا کہ وہ مر گیا۔ صلوات معاملہ مجالس ۲۱۵۔

جس زمانہ میں آپ قید خانہ میں تھے اس وقت ابو حنیفہ کے شاگرد درشدیہ ابو یوسف اور محمد بن حسن ایک شب قید خانہ میں اس لئے گئے کہ آپ کے علم کی حد معلوم کریں اور دیکھیں کہ آپ کتنے علوم کے مالک ہیں۔ وہاں پہنچ کر ان دونوں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب ارشاد فرمایا۔ ابھی کلام کی ابتداء ہوئی تھی کہ ایک غلام جو ڈیوٹی ختم کر کے گھر جا رہا تھا امام کے پاس آکر عرض کرنے لگا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم کریں تاکہ میں صبح لیتا آؤں۔ حضور نے فرمایا کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ جب غلام چلا گیا تو آپ نے ان دونوں سے کہا کہ یہ بے چارہ رات کو مر جائے گا اور مجھے کہتا ہے کہ حکم کریں کہ کل جب ضرورت اشیا لیتا آؤں۔ یہ کلام سن کر دونوں حیران ہو گئے اور بغیر کسی کلام کئے واپس آ گئے کہ کل دیکھیں کہ یہ غلام رات کو مرتا ہے یا کہ نہیں۔ مگر دوسرے روز معلوم ہوا کہ رات کو ہی وہ غلام فوت ہو گیا ہے۔ چودہ ستارے ۲۱۵۔

اس پر دونوں نے امام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ کیا آپ غائب بھی جانتے ہیں۔ فرمایا یہ علم ہمارے لئے مخصوص ہے۔ اس کی تعلیم حضرت محمد مصطفیٰ نے حضرت علیؑ کو دی اور انہوں نے اس علم کو ہم تک پہنچایا ہے۔ صلوات۔ مگر مسلمانوں نے میرے مولا کو چودہ سال تک قید رکھا۔ دبیر شاعر کا شعر عرض ہے یہ

مولا پہ انتہائے اسیری گزری گئی

زندانی جوانی و پیری گزری گئی

امام کی اکثر زندگی قید میں گزری۔ پہلے زندان بان عیسیٰ بن جعفر تھا جو مولا کی عبادت کا حال دیکھ کر حضور کا معتقد ہو گیا۔ جب ہارون کو پتہ چلا کہ عیسیٰ بن جعفر تو موسیٰ کاظمؑ پر تشدد ظلم نہیں کرتا تو اس نے آپ کو لبرہ سے بغداد بلوایا اور فضل بن ربیع کے سپرد کیا کہ انہیں قید میں رکھ کر کسی طرح قتل کر دے مگر فضل بن ربیع نے آنحضرت کو قتل کرنے سے انکار کیا تو ہارون نے امام کو فضل بن یحییٰ کے حوالے کیا مگر اس سے بھی ہارون

کالام نہ نکلا۔ آخر سندی بن شاہک کے حوالے کیا گیا۔ اس ملعون نے حضور کو طرح طرح سے اذیتیں دیں مگر امامؑ نے صبر و تحمل سے کام لیا اور کسی وقت بھی بددعا کے لئے ہاتھ بلند نہ کئے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں فضل بن ربیع کے پاس گیا۔ فضل مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور مجھے بھی اپنے پاس بلا لیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھ سے کہا کہ جھک کر دیکھو اس گھر میں کیا چیز ہے۔ میں نے نظر کی تو کہا کہ کوئی سفید کپڑا معلوم ہوتا ہے۔ کہا غر سے دیکھو۔ جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ کوئی انسان سجدے میں پڑا ہے۔ فضل نے کہا کہ یہ موسیٰ بن جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔ تمام شب و روز اسی حالت میں انہیں پانا ہوں یہ نمازِ فجر پڑھ کر وظیفہ میں مشغول ہوتے ہیں کہ آفتاب طلوع کرتا ہے۔ بعد اس کے سجدے میں جاتے ہیں۔ دوپہر تک سجدے میں رہتے ہیں اس کے بعد اٹھ کر بغیر تجدید و وضو کے نماز پڑھتے ہیں اسی طرح عشا کی نماز کے بعد افطار کرتے ہیں اور پھر تجدید و وضو کرتے ہیں اور سجدے میں پڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ نمازِ شب میں مشغول ہوتے ہیں اور اسی طرح نمازِ فجر ادا کرتے ہیں۔

عزادارو! اس مظلوم و معصوم مقدس انسان کو ماروں نے کئی بار زہر دلوایا اور طرح طرح سے حضور کے قتل کرنے کے منصوبے بنائے۔

روایت میں ہے کہ اس ملعون نے حضرت کی تصویر لکڑی کی بنوائی اور دس ترکی غلاموں کو مقرر کیا کہ جب اشارہ کروں تو اسے ٹھکڑے ٹھکڑے کر دینا۔ اسی طرح اس نے غلاموں کو خوب مشق کرائی۔ ایک مرتبہ غلام نشہ میں تھے کہ ماروں نے امامؑ کو اس طرف سے نکالا اور اشارہ کیا کہ ان کو قتل کر دو۔ غلام تلواریں لے کر دوڑے۔ حضرت نے ان کی زبان میں ان سے گفتگو کی وہ تلواریں پھینک کر قدموں میں گر پڑے اور بوسے دینے لگے اور حضرت کے ساتھ بھولے۔ جب ماروں نے ان سے دریافت کیا تو کہا کہ یہ تو ہمارے مولا و آقا ہیں۔ ان کے وسیلہ سے تو ہم خالق سے بارش مانگتے ہیں۔ یہی بزرگ تو ہمارے مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو انہیں کے طفیل سے ہم نجات پاتے ہیں۔

ترکی غلام

منقول ہے کہ جب آپ کی شہادت کا زمانہ قریب آیا تو آپ نے اپنی دنات سے تین روز پہلے مُسْتَب بن زہیر جو قید خانہ کا موکل تھا اس سے فرمایا کہ اے مُسْتَب میں آج کی شب مدینہ جاتا ہوں تاکہ اسرارِ امت اپنے فرزندِ علیؑ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر آؤں مُسْتَب نے عرض کی کہ مولا زندان کے دروازے بند ہیں بقل لگے ہوئے ہیں۔ لگا ہانوں کا پہرہ ہے آپ کس طرح مدینہ تشریف لے جا سکتے ہیں۔ فرمایا کیا تم ہمیں مجبور سمجھتے ہو۔ اس کے بعد امامؑ نے چند کلمات ارشاد فرمائے کہ زنجیر خود بخود پاؤں سے علیحدہ ہو گئے اور آپ نظروں سے غائب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد تشریف لاکر پاؤں میں زنجیر بہن لی۔ اور کہا مُسْتَب تین دن کے بعد میں شہید ہو جاؤں گا۔ تم میرے بعد علیؑ رضی اللہ عنہ کو اپنا امام سمجھنا۔

ع۔ ادارہ! بس تین دن نہ گزرے تھے کہ ہارون ملعون نے سندی بن شاہک کے ذریعہ سے خرموں میں زہر ملا کر امام کو دے دی جس کی وجہ سے امامؑ نے انتقال فرمایا۔ سندی بن شاہک نے اسی طرح آپ کا جنازہ اٹھوا کر پل لہداد پر رکھوا دیا اور پکارا کہ دیکھو یہ موسیٰ بن جعفر رافضیوں کے امام ہیں۔ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اس کا گھوڑا دبکا اور اُسے دریا میں غرق کر دیا اور وہ ملعون ڈوب کر واصلِ جہنم ہو گیا۔ لکھا ہے کہ ہارون کا چچا زاد بھائی سلیمان بن جعفر وہاں سے گزرا تو اس کو معلوم ہوا کہ پل پر جنازہ موسیٰ ابن جعفر کا پڑا ہے اور مسلمانوں نے اس کے دفن و کفن سے بھی احتراز کیا۔ سلیمان نے حضورؑ کی لاش مقدس رکھوائی اور غسل و کفن کیا۔ یہ کفن دو ہزار پانچ صد دینار کی قیمت کا تھا جو امام کو پہنایا گیا جس پر پورا قرآن لکھا ہوا تھا اس کے بعد اپنا گریبان چاک کیا اور ننگے پاؤں حضورؑ کی میت کو لے کر چلا اور مقابرِ قریش میں حضورؑ کو دفن کیا۔

لواعج الاحرار، ص ۴۵۲۔

ع۔ ادارہ! میرے ساتویں امام کو غسل بھی دیا گیا اور قیمتی کفن بھی مل گیا۔ مگر اے میرے مظلوم امام کہ بلا میں مسلمانوں نے تو آپ کی لاش بھی پامال کر دی۔ اشتیاق کے جس لاشے دفن ہوئے اور زینبؑ کا بھائی جلتی رہینی پر پڑا۔

روایت میں ہے کہ بنی اسد کی ایک عورت کا اکلوتا بیٹا تھا جو انتقال کر گیا اُس نے زینبؑ کو بلا میں کسی جگہ اس کو دفن کر دیا۔ اس عورت نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے کی قبر بچھتے ہوئے

تاکہ مدت تک نشان باقی رہے اس عورت نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی تخت اس کے گھر میں اُتراجس پر ایک مستور سیاہ برقعہ پہنے بیٹھی۔ رورہی ہے اس عورت نے پوچھا بی بی تو کون ہے فرمایا میں تمہارے رسول کی بیٹی فاطمہ زہرا ہوں تو نے اپنے لڑکے کی پختہ قبر بنوانے کا ارادہ کیا ہے مگر میرے بیٹے حسین کی قبر کون بنانے گا۔ یہ عورت بیدار ہوئی اور خاندان کو کہا کیا سوچا ہے غضب ہے زہرا ہمارے گھر روتی ہوئی دکھائی دی ہے۔ مجھے مولا حسین کی قبر پر پہنچا دے۔ میں مولا کی قبر پختہ بناؤں گی۔ اس کے شوہر نے کہا صبح جائیں گے۔ اس مومنہ نے کہا واٹے ہو تجھ پر زہرا جنگلوں میں روتی پھر رہی ہے اور تو صبح کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ مومنہ رات کو ہی مولا کی قبر پر آئی اور تربت سے لپٹ کر حضور سے معافی مانگی اور امام مظلوم کی قبر پختہ بنوائی جو بعد میں ممتاز نے احاطہ بھی کرا دیا تھا۔ مصباح المجالس جلد ۳ ص ۱۰۱ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ

عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنِّىْ مُنْقَلَبٍ نَّبْقَلِبُوْنَ۔

## ساتویں مجلس

عیسائیت کی تردید و ربطِ مصائبِ شہداء و سفیرِ آلِ محمد و کسبِ مظلومِ کربلا

حضرت مسلم بن عقیل علیہ التحیۃ و الثناء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہاؤ اُبْرُہَا نَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ پارہ ۱ کو ع ۱۳۔ لاؤ تم اپنی دلیل اگر تم سچے ہو تو دنیا میں ہر شخص کی ضد موجود ہے۔ ہر اصل کے ساتھ نقل ضرور آئے گی اگر دن ہے تو اس کے ساتھ رات بھی ہے علم ہے تو اس کے ساتھ جہالت بھی کار فرما ہے اگر دنیا میں

نور ہے تو اس کے ساتھ ظلمت بھی ہے۔ حق ہے تو ساتھ باطل بھی۔ صداقت ہے تو کذب بھی۔ پانی ہے تو مقابلہ کو آگ بھی۔ اسلام ہے تو ساتھ کفر بھی۔ غرضیکہ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں کہ جس کی مخالفت و مقابلہ کے لئے دوسری چیز موجود نہ ہو۔ میں کہتا ہوں خدا تعالیٰ و صدقہ لا شریک کے مقابلہ میں بھی خدا بن گئے۔ ادھر اگر آمنہ کے لال نے نار ان کی چوٹیوں سے حق کا آوازہ بلند کیا تو مسیلمہ کذاب بھی دعویٰ نبوت کرنے کو اٹھ کھڑا ہوا تو معلوم ہوا کہ اصل کے ساتھ نقل ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ بس اصل اور نقل کو امتیاز کرنے کے لئے انسان کے پاس میزان عقل سے بہتر کوئی چیز نہیں بنتی اور عقل کا پہلا مطالبہ ہے کہ ھاؤ اَبْرُہَا نَکْفُرَانِ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اِنْ اَرْتَمْتُمْ اٰپِنَہٗ دَعْوٰیہٗ فِی سَبْحِہٖ ہُو تُو اس کی دلیل پیش کرو۔ مسلمانو ہر دعویٰ دلیل کا محتاج ہے اور ہر عقلمند ہمیشہ دلیل سے بات کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے کہ یہ بات فلاں بزرگ نے فرمائی ہے لہذا درست ہے کہ یہ بات فلاں کتاب میں ہے۔ لہذا صحیح ہے بلکہ صحیح تیب ہوگی جب اس کے ساتھ اپنے صحیح ہونے کی قوی دلیل ہوگی۔ یعنی کہ اس بات کے صحیح ہونے کی یہ دلیل موجود ہے میں نے عرض کیا ہے کہ ہر شے کی ضد دنیا میں چلی آرہی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کتاب کسی کتاب حق کی ضد ہو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بزرگ کسی بزرگ حق کا مخالف ہو اس پر کلام پاک کا اعلان پیش کرتا ہوں وَجَعَلْنٰہُمْ اٰثْمٰةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ پارہ ۲۰ رکوع ۷ ہیں وہ ایسے پیشوا کہلاتے ہیں لوگوں کو طرف آگ کے بس دیات و شرانت یہی ہے کہ اپنے دعویٰ کو دلیل سے ثابت کیا جائے۔

منقول ہے کہ جب حضرت ابو بکر کو سفینہ بنی ساعدہ میں چند آدمیوں نے اپنا خلیفہ منتخب کر لیا تو کسی نے ابو قحافہ کو جا کر مبارک دی کہ مبارک ہو کہ آپ کا لڑکا ابو بکر خلیفہ بن گئے۔ اُس نے سُن کر دلیل طلب کی کہ کس دلیل سے وہ خلیفہ بن گئے کہا کہ وہ سب سے عمر میں بڑے تھے اس پر ابو قحافہ نے کہا کہ اگر یہ دلیل خلافت ہے تو میں اس کا باپ موجود ہوں مجھے خلیفہ ہونا چاہیے یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہذا ہر دعویٰ کے ساتھ دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

صلوات۔

مجھے آج ایک پادری کے دلائل پیش کرنا ہے جو اس نے آیت ھاؤ اَبْرُہَا نَکْمُ

دعویٰ باطل ہے

ابو قحافہ



بعد طنزاً کہا کہ قرآن مجید سے کیا مسلمان دکھلا میں گے۔ لو میں ان کی کتابوں سے پیش کرتا ہوں وَ قَالَ لَئِذَا رُسُولٌ اَتَى الْكُفْرَ شَرَحَ فَقَدْ اَكْبَرُ ص ۱۲۰ معارج النبوۃ کن سوئم باب ۱ ص ۱۰۱ معراج نامہ قادریار ص ۳۱ ار سے تمہارا تو ایمان ہے کہ رسول اللہ کے مال باپ کفر کی مرت مرے تو فیصلہ دو کہ عیسیٰ افضل ہے یا محمد افضل ہے۔ هَاذِذَا بُرْهَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ لوگوں سے دلائل مانگنے والو دلیلیں تم بھی تو پیش کرو۔

(۲) پادری نے پھر قرآن پڑھا اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ اَشْتَرِي الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِي فَبِيًّا پارہ ۱۶ رکوع ۵۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اُس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور نبی بھی بنا یا ہے مسلمانوں ہمارے عیسیٰ نے تو پیدا ہوتے ہی اعلان نبوت کیا تھا اور کتاب خدا کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ تم اپنے ہی گھر سے اپنے نبی کی ایسی فضیلت دکھلاؤ ہاڈِذَا بُرْهَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ دلیلیں مانگنے والو تم بھی دلائل سے بات کرو صرف کفر کے فتوے کافی نہیں ہیں۔ پھر طنز کرتے ہوئے پادری نے بسم اللہ کر کے تفسیر ابن کثیر جلد ۶ پارہ ۳۰ ص ۹۰ سے پڑھا کہ رسول خدا کا تین چار بار سینہ چاک کیا گیا اور چالیس سال کے بعد نبوت ملی۔ جبریل نے آکر پڑھانا چاہا تو ان پڑھ ہونے کا اتر کر کہتے رہے۔ تین چار مرتبہ جبریل نے دیا یا اور غائب ہو گیا۔ محمد ڈر گئے۔ بخار ہو گیا اور ہر کاپٹنے ہوئے آئے تو خدیجہ الکبریٰ سے ذکر کیا۔ اس پر خدیجہ نے کچھ تسلی دی اور پھر یہودی و۔ تہ بن نوفل کو بلایا اور اس نے واقعات سن کر اطمینان دلایا کہ گھبراؤ نہیں تم نبی ہوتے والے ہو اور آنے والا جبریل فرشتہ تھا۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۰۱۔ پادری نے زور بیان اور سچا کر کے کہا کہ کیوں مسلمانوں چالیس سال کے بعد تو دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ اس عمر میں تو کوئی چوکیا رہی نہیں رکھتا تم محد صلعم کو رحمتہ للعالمین بیان کرتے ہو۔ پھر کہا کہ جس بزرگ نے محمد کو نبی مانا کہا تھا وہ عیسائی تو نہیں۔ وہ تو مسلمانوں کے اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اگر اُس بزرگ نے غلط کہا ہے تو اُسے سبھاؤ اگر واقعی تمہارے رسول کو نبی مانا ہو گیا تھا تو پھر نہ کہا کرو کہ ساری کائنات سے افضل اکمل بنے ہاڈِذَا بُرْهَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ مسلمانوں دلیل سے بات کرو جب پادری یہاں تک پہنچا تو علمائے کرام کو جلال آ گیا اور سارے تڑپ

حضرت عیسیٰ کی شان

شرح ص ۱۰۱

بہت زیادہ

گئے کہ کل ڈپٹی کمشنر سے ملیں اور اس کے منہ میں لگام ڈلوائیں۔ سپیکر کو بند کروانا چاہیے۔ ہمارے ملک پاکستان میں ایسے دشمن رسول کی کوئی گنہائش نہیں ہے۔ کل اس خبیث کی زبان بندی ہوتی چاہیے مگر پارسی کہتا ہے کہ ہَا نُو اَبْرُ هَا نَكَم ان کُنْتُمْ صِدْقِیْنَ سَلَامِلْ دلیل سے فیصلہ صادر کرو۔

(۱۳) پھر پارسی نے پھر قرآن مجید پڑھا وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَيْتَةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ حَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُیْرٰی اِلٰی كُنْهٍ وَاَنْوَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ پارہ ۷، رکوع ۵۔ اور جس وقت بناتا تھا تو مٹی سے صورت پرند کی ساتھ حکم میرے کے پس پھونکتا تھا بیچ اُس کے۔ پس ہو جاتا تھا پرندہ ساتھ حکم میرے کے اور تندرست کرتا تھا ماد زرد اندھوں کو اور سفید راج والوں کو ساتھ حکم میرے کے اور جس وقت نکالتا تھا تو مردوں کو ساتھ حکم میرے کے۔ پارسی نے زور دار الفاظ میں کہا کہ سہلانون یہ ہے کمال ہمارے عیسیٰ کا تم قرآن مجید سے اپنے نبی کا ایسا کمال پیش کرو اگر نہ کر سکو تو پھر مان جاؤ کہ عیسیٰ تمہارے رسول سے افضل و اعلیٰ ہے ہَا نُو اَبْرُ هَا نَكَم ان کُنْتُمْ صِدْقِیْنَ۔ اس کے ساتھ اس نے کہا کہ مہذب فرقہ سے تعلق رکھتا ہوں اس لئے دامن شرافت کو چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتا ورنہ مجھے رنگیلا رسول کی ساری عبارتیں یاد ہیں۔

تہذیب پر ایک مثال سنو کہ ایک بادشاہ کو خواب آیا کہ میرے سارے دانت گر گئے ہیں۔ بادشاہ نے ملاں سے تعبیر دریافت کی تو اُس نے کہا کہ تیرے سامنے تیرے تمام افراد جاٹیا گے اور تو سب کا جنازہ اٹھائے گا۔ اس پر بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا۔ اس کے بعد کسی عقلمند سے بادشاہ نے خواب کی تعبیر دریافت فرمائی تو اس نے عرض کی حضور خواب نہایت ہی مبارک ہے کہ قدرت نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو طویل عمر عطا فرمائی ہے حتیٰ کہ سارے خاندان سے آپ کی عمر زیادہ ہوگی۔ پارسی نے کہا کہ میں ملاں نہیں درنہ میں بھی نہایت کچھ کہہ سکتا ہوں مجھے یہ بھی یاد ہے کہ تمہارے رسول نے ایک آدمی کے سر کو دم کیا مگر دم کرنے پر سر کا دم کم نہ ہوا جو سر کا درنہ ہٹا سکے وہ عیسیٰ کا کیا مقابلہ کرے گا۔

اس کے بعد پھر قرآن اٹھا کر پڑھنا شروع کیا۔ (۱۴) وَمَا تَقْوٰةٌ یٰۤعِیْبٰنَا۔ بَلْ رَفَعْنَا

إِنَّهُ پاره ۶ رکوع ۲۔ عیسیٰ یقیناً قتل نہیں ہوا بلکہ اس کو مقامِ رفعت پر اٹھایا گیا ہے۔ مسلمانوں بقول تمہارے حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر نوری مخلوق میں زندہ ہے اور تم ایمان رکھتے ہو کہ تمہارے نبی نے چودہ سو سال گزر گئے انتقال کیا تاؤ زندہ کی نبوت یا مردہ کی نبوت جاری رہ سکتی ہے فرماؤ کسی کی روحانی حکومت تسلیم کرنی چاہیے ہاؤ اَبْرُہَا کُنْتُمْ اِن کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

۱۱ (۱۱) مسلمانوں تم نخر سے پڑھتے ہو کہ تمہارا نبی اَن پڑھ تھا۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمَمِیْنَ رَسُوْلًا پاره ۲۸ رکوع ۱۱۔ وہ ذات پاک ہے جس نے امتی رسول بھیجا۔ ثابت ہوا کہ محمد بے علم اَن پڑھ ہے جیسا کہ خود محمدؐ نے جبریلؑ کے سامنے اقرار کیا کہ میں اَن پڑھ ہوں۔ دیکھو بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۱۰ اور ہمارے عیسیٰ کے بارے میں قرآن ہی سے سن لو وَ اٰتٰیْنٰکُمْ بِمَا تَاْكُوْنَ وَ مَا تَدْحِیْذُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ پاره ۳ رکوع ۱۳۔ اور خبر دیتا ہوں میں تم کو جو کچھ تم نے کھایا ہے اور اپنے گھروں میں جو کچھ ذخیرہ کیا ہوا ہے۔ اور عیسیٰؑ عالم ہی نہیں تھا بلکہ عالم الغیب تمہارے قرآن سے ثابت ہو رہا ہے۔ فرماؤ۔ دونوں میں سے کون بلند ہے۔

اس کے بعد اُس نے ایک واقعہ یوں بیان کیا کہ نفع خیر کے بعد واپسی پر ایک مقام پر فرج کو ایسی نیند غالب ہوئی کہ کسی کی آنکھ نہ کھلی حتیٰ کہ حضرت محمدؐ کی نماز بھی قضا ہو گئی اور سورج کی دھوپ نے آکر بیدار کیا۔ سب سے پہلے حضرت محمدؐ ہی بیدار ہوئے اور آگے نکل کر کہیں نماز ادا کی۔ تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۲۰۸۔ صحابہ کی عرض پر فرمایا کہ شیطان ہم پر غالب ہو گیا۔ کیوں مسلمانوں آج جبریلؑ نے آکر کیوں نہ بیدار کیا۔ اسے جس کی اپنی نماز قضا ہو جائے وہ دوسروں کو کیا تبلیغ کرے گا۔ هَا تُوْا بُرْہَا کُنْتُمْ اِن کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ دلائل مانگنے والو خود بھی دلائل دیا کرو۔ اس کے بعد پادری نے کہا کہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ دنیا بے علم کو تو چوکیدار اور چوڑا ہی بھی نہیں رکھتی مگر مسلمان بے علم اَبْرُہَا انسان کو رحمتہ للعالمین بیان کرتے ہیں۔ کیوں مسلمانوں بے علم ہونا نقص نہیں ہے اور نقصِ خلافت عصمت نہیں ہے۔ محمدؐ کو معصوم ماننے والو بے علم انسان بھی معصوم ہو سکتا ہے۔ غور

غیبت حضرت عیسیٰ

آج

عیسیٰ عالم الغیب

عالم شیطانی

کر کے فیصلہ کرنا

(۶) پھر پادری نے کہا کہ تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر زندہ ہے جس کو دو ہزار سال گزر چکے ہیں مسلمانو تم سارے کے سارے مسلمان معراجِ عیسیٰ کے قائل ہو۔ اب محمد مصطفیٰ کا معراج ثابت کرو کہ اس نے بھی ہمارے عیسیٰ کی طرح یا اس سے بلند درجہ کا معراج کیا ہو۔ ہرگز ہرگز نہیں ثابت کر سکو گے۔ تمہارے مذہب کے تو تین بزرگ مع گھروالی کے جسمانی معراج کے منکر ہیں۔ اور تینوں کہتے ہیں کہ محمد صلعم کو معراجِ خواب میں ہوتی ہے۔

(۱۱) حضرت عائشہ أم المومنین جو نصف دین کی راوی ہیں اور خطاب صدیقہ کی مالکہ ہیں اس کی بات کو ٹھکانا گویا دین سے خارج ہونا ہے۔

(۱۲) خال المومنین حضرات معاویہ البسفیان کا سخت جگہ۔

(۱۳) حن بصری جس کو رسول خدا نے لعابِ دہن چسایا تھا۔ یہ لعاب رسول کی برکت ہے کہ اس نے سچی بات کی ہے۔ ان تینوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ محمد کو معراجِ جسمانی نہیں ہوئی بلکہ روحانی ہوئی ہے۔ کتاب رحمتہ للعالمین جلد ۱ ص ۱۵۰۔ بس اتنا سننا تھا کہ علمائے کرام بھڑک گئے کہ خدا زندہ کوئی غازی علم الدین پیدا کر دے۔ یہ گستاخ کتنا زبان دراز ہے۔

کوئی مومن ہوتا جو اس کی زبان گڈی سے کھینچ لیتا۔ اس پر میں نے عرض کی کہ مولانا یہ کیسا انصاف ہے کہ وہ اپنے گھر سے دلائل پیش کر رہا ہے۔ قرآن پاک کی آیات ہیں۔ یہ تو ہماری کتاب وحی ہے اور کتا ہیں ہیں تو ہماری مستند مخالف کہتا ہے ہاؤ اَبْنُہَا

اور تم اسے گالیاں دیتے ہو کیا ان کتنے صدیقین کا ترجمہ گالیاں ہیں۔ اس کے بعد پادری نے طنزاً کہا کہ اگر خواب میں معراج کرنا کوئی فضیلت ہے تو میں سب کو معراج کرا سکتا ہوں۔ میری رائے پر عمل کرو اور جتنے جی چاہے معراج کر لو۔ سامعین سے

کسی نے کہا کہ پادری صاحب طریقہ معراج ارشاد فرمائیں تاکہ ہم لوگ بھی معراج کر سکیں۔ پادری نے کہا کہ خواب میں معراج کرنے کا طریقہ بالکل آسان ہے۔ وہ یہ کہ چنے کی روٹیاں کھا لو اور پر سے گھاٹی چھاچھ یعنی لٹی کے ڈوگلاس پی کر کسی بیری کے خرت

معراجِ عیسیٰ

عقربین معراج

غازی علم الدین

طریقہ معراج

کیسے سوجاؤ معراج پر معراج ہوگی۔ اسی طرح پادری بہر بار کہتا رہا کہ ہاتھ  
 بدھا نکم ان کنتہ ضد قین اور علمائے کرام ناک بھوں چٹھاتے رہے۔ بس  
 ان چھ سوالوں پر اس نے اپنی تقریر کو ختم کر دیا اس تقریر کو سننے کے بعد عام مسلمان حیران  
 تھے کہ عیسائی مذہب میں کتنی صداقت ہے۔ ہمیں تو مولویوں نے دھوکا ہی میں رکھا ہے  
 واقعی ان سوالوں کا جواب دنیا کا کوئی مسلمان نہیں دے سکتا۔

دوسرے روز میں نے مولوی محمد ابراہیم صاحب خطیب اہل سنت عارف والا کو ساتھ  
 لیا اور پادری کے پاس جا کر ان چھ سوالوں کا جواب بالتفصیل لیں دیا۔

(۱) پادری صاحب! تیرا سوال واعتراف ہے حضرت مریم کا اصطفاً ہو ہے مسلمان تو اپنے  
 نبی کی مال کا اسی طرح سے اصطفاً دکھلاؤ۔ سنو ہم صرف ایک ہی کا نہیں بلکہ پورے خاندان  
 کا اصطفاً قرار دیتے ہیں۔ اَللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ  
 وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً پارہ ۲۲ رکوع ۱۔ سوائے اس کے نہیں کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ اے  
 اہل بیت محمد تم سے نبیست کو دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے۔  
 پادری صاحب مریم کے لئے طہارت صیغہ ماضی ہے اور اہل بیت کے لئے تطہیر مصدر ہے  
 مریم کا صرف ایک مسیح ہے اور محمد کے بارہ فرسح ہیں۔ صلوات۔ مسدس۔

زہرا وہ طاہرہ ہے طہارت کو ناز ہے زہرا وہ عابدہ ہے کہ عبادت کو ناز ہے  
 زہرا کے ہر قیام پر قدرت کو ناز ہے گو خود نہیں امام امامت کو ناز ہے  
 شوہر خلیل عصر تو بیٹے ذبیح ہیں  
 مریم کا ایک آپ کے گیارہ مسیح ہیں

پادری صاحب حضرت آدم سے لے کر جناب آمنہؓ تک قرآن پاک سے میں سارے  
 مومن و مومنہ ثابت کرتا ہوں۔ قرآن سن جس سے آپ دلیل طلب کرتے ہیں۔ تَقْلُبَاتِ فِي  
 السَّاجِدِينَ پارہ ۱۹۔ رکوع ۱۵ منتقل کرتا رہا تبھی کہ سجدے والوں میں تفسیر عدۃ البیان  
 جلد ۲ ص ۴۹ پر امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہمارے جدِ اعلیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک صلبوں اور طاہر رحموں سے منتقل ہوتا ہوا حضرت آمنہؓ تک پہنچا

ہے۔ پادری صاحب آپ نے کتاب شرح فقہ اکبر پیش کی تھی اب ہماری کتاب کی بھی سنو۔ حدیث عَنِ الصَّادِقِ قَالَ هَبِطَ جِبْرِيْلُ عَلَى حَيْدِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ يُفْتِرُ لَكَ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ إِنِّي حَرَمْتُ النَّارَ عَلَى صُلْبِ أَنْتَ لَكَ وَعَلَى بَطْنِ حَمَلَتِكَ وَعَلَى حَجْمِي كَفَلَتِكَ أَصُولَ كَانِي

جلد ۱ ص ۶۱۲ مرقۃ القرنی ۱۰۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جبریل میرے جد حضرت محمد مصطفیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کو خدا تعالیٰ نے سلام فرمایا ہے اور کہا ہے کہ میں نے اس صلب اور رحم اور گود پر جہنم کی آگ کو حرام کیا ہے جن میں تو رہا ہے۔ ارے نبی کے ماں باپ تو کیا جس گود میں حضرت محمد مصطفیٰ پلے ہیں اُس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔ صلوات۔

پادری صاحب آپ نے قرآن سے ثابت کیا ہے کہ مریم کے لئے جنت سے چھل آیا کرتے تھے تو اس سے کون مسلمان ایمان دار انکار کرتا ہے مگر ہمارے رسول کے تو ظلام بھی فرشتوں سے کام لیتے تھے۔ واقعہ سن ایک عورت زائدہ نامی کا بیان ہے کہ میں نبی اکرم کی کنیز تھی۔ اٹنا گوندھ کر باہر لکڑیاں اٹھانے کو گئی تو لکڑیوں کا بوجھ زیادہ عموں ہوا۔ ایک فرشتہ آیا اور اس نے ایک پتھر کو کچھ کہا پھر لکڑیاں اٹھا کر اس پر رکھ دیں اور مجھے بھی کہا کہ تم بھی اس پر بیٹھ جاؤ۔ زائدہ کہتی ہے کہ اس کے بعد پتھر اڑا اور مجھے میرے گھر میں لکڑیوں سمیت پہنچا گیا۔ بناؤ ظلام ایسے تو آتا کیسا ہر گا۔ صلوات۔ کنز المعجزات ص ۱۰۰۔ پادری صاحب آپ کو حضرت آمنہ کے عقد کا واقعہ یاد ہے کہ جس کے راوی خود ہمارے نبی کے ناما دہب ہیں

وہ کہتے ہیں کہ ایک روز عبداللہ ابن عبدالمطلب شکار کو تشریف لے گئے اور میں بھی جنگل میں شکار کرنے کو گیا ہوا تھا۔ میں نے کیا دیکھا کہ بطن کے یہودی تلواریں لے کر حضرت عبداللہ کو قتل کرنے کے لئے بڑھے اور سارے یہودی حضرت عبداللہ پر ٹوٹ پڑے میں حیران تھا کہ شہزادہ قتل کر دیا گیا۔ اسی اثنا میں میں نے کیا دیکھا کہ آسمان سے ایک جماعت نازل ہوئی جس نے سارے یہودیوں کو قتل کر دیا۔ میں نے آگے بڑھ کر حضرت عبداللہ سے دریافت کیا کہ یہ نورانی شکلیں جو آپ کی مدد کو آئی تھیں وہ کون تھے۔ فرمایا یہ ملائکہ تھے جو قدرت

نہ ہمارے غلام بنا دیئے ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت دہلے نے اپنی بیٹی آمنہ کا عقد  
حضرت عبداللہ سے کیا۔ صلوات۔ کنوز المعجزات ص ۲۷

پادری صاحب ۲ تیرا یہ دعوے درست ہے واقعی حضرت عیسیٰ نے پیدا ہوتے ہی  
دعوے نبوت کیا تھا۔ اس کو ہم تمام مسلمان فخر سے تسلیم کرتے ہیں مگر حضرت محمد مصطفیٰ کے بارے  
میں بھی قرآن پاک سے اعلان سن لے۔ فَتَأْنِ أَنْ كَانَ بِالْمَرْحَمِينَ وَ لَدُنَّا نَا أَوَّلَ الْوَعْدِ بِرَبِّ  
پارہ ۲۵ رکوع ۱۲ میرے حبیب ان عیالیوں سے کہہ دے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں  
نہ جانتا کہ میں تو سب سے پہلا مابد ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ سب عباد سے پہلا عبد حضرت  
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے اور یہ جو چالیس سال والی روایت آپ کو بخاری  
شریف میں نظر آئی ہے یہ کسی چالیس سالے کی حمایت میں ترتیب دی گئی ہے۔ بخاری  
شریف پیش کرنے والے نبی اکرم کا فرمان سن کُنْتُ نَبِيًّا وَ اِدْمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ  
مودة القرنی ص ۳۷ ینابیع المودة من فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم مٹی اور  
پانی میں تھے۔ پادری نے حیران ہو کر کہا کہ کیا تم بخاری شریف کو نہیں مانتے۔ میں نے عرض کی  
کہ ہم تو مسلم شریف کو بھی نہیں مانتے۔

(۱۳) تیرا سوال ہے کہ مسلمانوں کا نبی محمد مصطفیٰ ان پڑھ تھا۔ کیوں حضور امی کا ترجمہ ان پڑھ  
ہی نہیں بلکہ جس قرآن سے آپ دلیل مانگتے ہیں اُسی سے میں پیش کرتا ہوں۔ وَ لِيُنذِرَ  
أُمَّ الْقُرَيْبِ پارہ ۷ رکوع ۱۷۔ اور تاکہ ڈرائے اور مکہ کے رہنے والوں کو پادری صاحب ام  
کہتے ہیں ماں کو اور ام القرئی یعنی قرین کی ماں اور یہ خطاب قدرت نے دیا ہے شہر مکہ کو  
یعنی مکہ کے رہنے والے سارے اُمّی کہلاتے تھے جیسا کہ آگے چل کر قرآن پاک نے ہی معاملہ  
ساف کر دیا ہے سُنُوْهُ هُوَ الَّذِي جَعَلَ فِي الْاُمِّيِّينَ رَسُوْلًا پارہ ۲۸ رکوع ۱۱ پاک  
ہے وہ ذات کہ جس نے اُمیوں میں رسول کو بھیجا۔ یعنی مکہ والوں میں رسول کو بھیجا۔ یہ تو اسی  
ارج ہے جس طرح عمان کے رہنے والے ملتان اور لاہور کے رہنے والے لاہوری۔ ایران  
کے رہنے والے ایرانی۔ عرب کے رہنے والے عربی اور ام القرئی کے رہنے والے اُمّی  
کہلاتے ہیں۔ پادری صاحب اگر ہمارا رسول کسی مکتبہ میں دُنیا کے معلم سے تعلیم حاصل

کرتے تو تم ہی لوگ کہتے کہ معلم نے یہ سب باتیں محمد کو سجا دی ہیں۔ اس لئے تو دنیا میں آپ نے کبھی تعلیم کسی سے حاصل نہیں کی بلکہ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ **الَّذِمْضُنَّ هِ صَلَّمَهُ الْقُرْآنَ** خَلَقَ الْإِنْسَانَ هِ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ پارہ ۲۷ رکوع ۸۔ رحمن وہ ہے کہ جس نے علم دیا قرآن کا اور پیدا کیا انسان کو اور فن بیان سے آگاہ فرمایا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ تفسیر عمدة البیان جلد ۳ صفحہ ۲۲۲ پادری صاحب ہمارے رسولؐ اِدھر نہیں پڑھائے گئے بلکہ اُدھر سے پڑھ کر آئے ہیں۔ صلوات۔ رباعی عرض ہے۔

اللہ نے احمد کو جو شاہی سے دی ممتاز تھا جو شئے جسے چاہی سے دی  
شک لائے جو اعجاز نبیؐ میں کافر مہتاب نے در ہو کے گواہی سے دی

صلوات۔ اور سنو۔ **وَلَوْ تَجَعَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُكَ** پارہ ۱۶  
۱۵۔ اور نہ جلدی کیا کہ قرآن کے منانے میں بلکہ وحی کو تو ختم ہو لینے دیا کہ وہ تفسیر حسینی تادری۔  
جلد ۲ صفحہ ۴۵ پر درج ہے کہ رسولؐ بغیر وحی کے قرآن مجید سنا دیا کرتے تھے۔ پادری صاحب لپٹن کے بعد نبیؐ بننے والے ہمارے رسولؐ نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے وسیلہ سے تو ساری کائنات بنی ہے اور نہ وہ ہماری کتابیں ہیں جن کے حوالے آپ نے دکھلائے ہیں اس پر پادری نے کہا کہ مولانا آپ کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میرا مذہب تو شیعہ خیر البریہ اثنا عشریہ ہے اس پر پادری نے مایوس ہو کر کہا کہ میں تو اہلسنت والجماعت سے عیسائی ہوا ہوں۔ مجھے آپ کے مذہب سے واقفیت ہی نہیں ہے۔ میں تو صرف انہیں لوگوں سے خطاب کرنا ہوں جن کی طرف سے میں آیا ہوں میں نے کہا کہ رات کو تو آپ تمام اہل اسلام سے خطاب کر رہے تھے۔ کہا کہ یہ غلطی ہو گئی ہے۔ آج رات کو اعلان کر دوں گا کہ میرا بیان صرف اہلسنت کے لئے ہوتا ہے۔ شیعہ فرقے اپنے دامن میں دلائل رکھتا ہے۔

(۴) پادری صاحب حضرت عیسیٰ کے معجزات سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے۔ قرآن پاک نے حضرت مسیح کے معجزات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مگر کیا کوئی آج بھی حضرت عیسیٰ کا معجزہ دکھلا سکتے ہو۔ پادری نے کہا کہ اس وقت صاحب معجزہ ہی نہیں تو معجزہ

کس طرح دکھلائیں میں نے عرض کی کہ ہمارے آقا و مولا کا ایک نہیں بلکہ کئی معجزے آج بھی دکھلا جاسکتے ہیں۔ جن میں سے ایک قرآن مجید ہے جس کا چودہ سو سال سے اعلان ہے آمَنَ يُقُولُونَ اَفْتَرَا لَهُ مَقَالًا نَالُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مِنَ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ پارہ ۱۱ رکوع ۹۔ میرے حبیب ان سے کہہ دو جو کہتے ہیں کہ قرآن افترا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ایک سورہ ہی خدا کے سوا جس کو چاہو بڑا بنا لاؤ۔ پادری صاحب آج تک قرآن میں یہ چیلنج موجود ہے۔ آپ ہی کوشش کر کے دیکھ لیں چلو ساری دنیا کے پادری اکٹھے ہو کر قرآن کے مقابلہ کی کوئی کتاب بنا لائیں۔ ہاں اگر آپ قرآن کے مقابلہ میں کامیاب ہو گئے تو ہم پھر عیسائی ہو جائیں گے۔ ہاؤا بربھا انکم ان کنتھ صدیقین۔ دوسرا معجزہ ہمارے نبی کا دینے جا کر دیکھ لیں کہ جناب جابر بن عبد اللہ انصاری کا ایک کنواں تھا جس کا پانی سمیت کڑوا تھا۔ اس نے حضور نبی اکرم سے عرض کی آپ نے اپنے پائے اقدس دھو کر دھوون کنوئیں میں ڈال دیا۔ بس کنواں قیامت تک شیریں بن گیا۔ کنوز المعجزات

۱۹۶۔ شعر ۶

عیسائی کے معجزوں نے مُردے جلائیے

میرے مولا کے معجزوں نے کئی عیسیٰ بنائیے

پادری صاحب ذکر حسینؑ بھی محمد مصطفیٰ کا زندہ معجزہ ہے۔ یہ سن کر مولوی محمد ابراہیم نے مہر سکوت کو توڑتے ہوئے فرمایا کہ بالکل غلط ہے۔ ذکر حسینؑ کس طرح معجزہ بن گیا۔ میں نے عرض کی مولانا آپ کی گھبراہٹ بتلا رہی ہے کہ ذکر حسینؑ معجزہ ہے۔ مولانا پہلے تو کسی بات پر بھی آپ نے نوک زبان کو جنبش نہیں دی۔ ع۔ مائی کو کاں۔ بہنے اپنے تے دیوں لو کاں

سنو مولانا! مجلس ہم کرائیں۔ زنجیر ہم ماریں۔ روئیں ہم۔ سینہ ہمارا۔ خرچ ہمارا۔ خون ہمارا اور تکلیف آپ کو۔ یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے اور میں نے پادری صاحب سے عرض کیا کہ پادری صاحب! کسی تحریک کو جب یہ تین طاقتیں مل کر مٹانا شروع کریں تو ہر تحریک ختم ہو جاتی ہے۔

(۱) پاور آف ویلجھ یعنی دولت کی طاقت۔

(۲) پاور آف سٹیٹ یعنی حکومت کی طاقت

(۳) پاور آف پریس۔ نشر و اشاعت یعنی پروپیگنڈہ کی طاقت۔ ان طاقتوں کے سامنے

کوئی تحریک نہیں ٹھہر سکتی۔ جس تحریک کو ان تین طاقتوں نے سر جوڑ کر مٹانا چاہا وہ نوحہ یک  
خاک میں ملی گئی۔ مگر پادری صاحب چودہ سو سال سے ان تین طاقتوں نے بار بار اپنے

کو آزمایا اور ہر بار ذکرِ حسین ترقی کی راہ پر گامزن رواں دواں دنیا کو نظر آیا۔ صلوات مستس

پھیلے نہ حق کی بات یہ مہل سوال ہے نکلے نہ آفتاب جزں ہے خیال ہے

روکے سحر کے لڑ کو کس کی مجال ہے تقدیسِ اہلبیت کا چھپنا مجال ہے

قدرت کی داستاں ہے کوئی کیا چھپائے گا

دنیا اگر چھپائے گی قرآن بتائے گا

صلوات

(۵) پادری صاحب ہمیں حضرت عیسیٰ کی زندگی سے کوئی انکار نہیں ہے مگر فرماؤ کہ محمد

کب مرچکا ہے۔ حضرت عیسیٰ بھی غائب ہے اور ہمارا بارہواں (م. ح. م. د) بھی غائب

ہے۔ جب عیسیٰ آئے گا تو مقتدی ہوگا اور ہمارا مولا امام ہوگا پادری صاحب ہمارے پہلے

محمدؐ کا یہ فرمان موجود ہے۔ اَوَلْنَا مُحَمَّدًا وَاٰخِرْنَا مُحَمَّدًا وَاَوْسَطْنَا مُحَمَّدًا وَاَوَّلْنَا مُحَمَّدًا

اَوَّلْنَا مُحَمَّدًا ارے بوقت ولادت عیسیٰ کی ماں کو بیت المقدس نکالایا اور محمد کے ویر وزیر

کی ماں کو بوقت ولادت حیدر کو راجعت دے کر بلایا گیا۔ حضرت عیسیٰ نے تو خود ہمارے

مولا کی آمد کی بشارت دی ہے۔ قرآن سن وَمُشِرًا مَّ يَدْسُوْرًا يَأْتِي مِّنْ بَعْدِي اِسْمُهُ

اَحْمَدُ پارہ ۲۸ رکوع ۹۔ اور خوشخبری دینے والا اس کا لقب ہے۔ اسے گار۔ چھپے مجھ

سے نام اس کا محمد ہے۔

(۶) معراج سے جن حضرات نے انکار کیا ہے۔ یہ بزرگ تو معراج کے زمانہ میں تختہ الارض

پر بھی موجود نہ تھے اور اگر کوئی دنیا میں ظہور فرماتا تھا تو ابو جہل کے مشیروں کی فہرست میں اس کا

نام سر فہرست تحریر تھا۔ پادری جی معراج پر تو قرآن گواہ ہے۔ سَنَدْنَاكَ نَابٍ قَوْمِيْنَ

اَوْ اَذْنِيْ پارہ ۲۷ رکوع ۵۔ بس تھا قدر دو کمان کے یا زیادہ نزدیک میرے مولا کی پیمزل

نکس

پانچواں باب

بارہویں باب

چھٹا باب

ہے۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى پارہ ۲۷ رکوع ۵۔ نزدیک سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى کے کیوں صاحب سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى کہاں ہے اگر آسمانوں سے بھی بلند ہے تو ان جاؤں کہ حراج ہوئی ہے اور سُنْ مَا رَاَعَ الْبَصْرُ وَمَا طَفَعِيَ پارہ ۲۷ رکوع ۵۔ نہ کبھی کی اس کی نظر نے اور نہ بڑھ گئی تھی۔ پادری صاحب لفظ بصر پر غور فرماؤ بصر اور ہے۔ بصیرت اور ہے۔ لفظ بصر اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ نے حراج جہانی کیا ہے نہ کہ روحانی۔ بس ان چھ سوالوں کا شیعہ مذہب کے اصول کے مطابق جواب پا کر پادری صاحب نے وعدہ کیا کہ میں آج رات کو اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ وہ یہ کہ شیعہ واعظ نے مجھے میرے سوالوں کا مکمل جواب پہنچا دیا ہے لہذا اہلسنت والجماعت سے جواب کا طالب ہوں۔ بس اس وعدے کو پادری صاحب نے رات کو پورا کر دیا جس پر چھ آدمیوں نے مجھ سے تفضیل سے جواب سُن کر مذہبِ حقہ قبول فرمایا۔ صلوات۔ یہاں ایک رباعی ملاحظہ فرمادیں۔

وہ جنس کیا ہے جو کہ متور کھری نہ ہو وہ پہنچ عاقبت ہے جو غم سے بری نہ ہو  
 بے وقت ابھی کر لے ولائے علیٰ قبول شاید یہ تیزی سانس کہیں آخری نہ ہو  
 مگر جن لوگوں نے توحید و رسالت کا تعارف کرایا۔ مسلمانوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔  
 بہوت کے صفا پہاڑین طاؤس علیہ رحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ کوفہ کے لوگوں کی طرف سے  
 بارہ ہزار خط حضرت امام حسینؑ کے پاس آئے جن میں شدت سے مطالبہ تھا کہ ہم بغیر امام کے ہیں۔ آپ کو تو تشریف لاکر  
 ہماری رہنمائی فرمائیں حضرت امام حسینؑ کوفہ کی حقیقت و کیفیت سے پوری طرح واقف تھے اس لئے امام نے کوئی  
 اقدام نہ فرمایا۔ آخر میں ایک خط جس کا مفہوم یہ تھا کہ تمہارے ہوا اگر آپ تشریف لاکر جاری دینی رہنمائی نہیں کریں گے  
 تو ہم قیامت دن آپ کے نانا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کی شکایت کریں گے۔ اس خط  
 کو پڑھ کر امام نے فرمایا تم میری کیا شکایت کرو گے۔ قیامت کو تو تم منہ دکھلانے کے  
 قابل بھی نہ رہو گے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے چچا زاد بھائی جناب  
 مسلم بن عقیل کو خط دے کر کوفہ روانہ فرمایا اور ساتھ تاکید کر دی کہ کوفہ کے حالات سے مجھے  
 آگاہ کرنا۔ اگر حالات سازگار ہوتے تو میں بھی کوفہ پہنچ جاؤں گا۔ جو خط امام نے اہل کوفہ کو  
 تحریر فرمایا اس میں یہ رقم تھا کہ تمہارے بے شمار خطوط اور بے حد تقاضوں نے مجھ پر تمہاری

ہدایت کے لئے آنا ضروری کر دیا ہے۔ مگر میں پہلے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو تمہاری طرف روانہ کرتا ہوں تاکہ وہ تمہاری حق عقیدت ذاتی طور پر مجھ پر روشن کر دیں۔ اس فرمانِ امام کو لے کر مسلم بن عقیل مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے اور کوفہ پہنچ کر مختار بن ابی عبیدہ ثقفی رئیس کوفہ کے گھر قیام فرمایا۔ جب اہل کوفہ کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے جناب مسلم بن عقیل سفیر ہو کر کوفہ تشریف لائے ہیں تو اہل کوفہ نے نہایت گر جوشی سے جناب مسلم کا استقبال کیا اور چند روز میں اٹھارہ ہزار کوفیوں نے جناب مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس سرگرمی اور دفرِ شوق کو دیکھ کر جناب مسلم نے امام عالی مقام کی خدمت میں عرض فرمایا کہ کوفہ کے اٹھارہ ہزار افراد نے آپ کی نصرت کی بیعت میرے ہاتھ پر کر لی ہے۔ میں اہل کوفہ کی طرف سے مطمئن ہوں۔ آپ مہربانی فرما کر جلد کوفہ تشریف لے آئیں۔ دوسری طرف یزید کے ہوا خواہوں میں سے عمر بن سعد، عمارہ بن ولید وغیرہم نے ایک خط یزید کو تحریر کیا کہ حاکم کوفہ نعمان بن بشیر نہایت ہی سست آدمی ہیں۔ اس کی موجودگی میں مسلم بن عقیل کوفہ والوں سے امام حسین علیہ السلام کی بیعت لے رہے ہیں اگر نعمان بن بشیر کو معزول کر کے کسی سخت گیر حاکم کو کوفہ کی گورنری پر متعین نہ کیا گیا تو یقین رکھو کہ کوفہ تیزی حکومت سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اس خط کو پڑھ کر یزید عنید نے حاکم بصرہ ابن زیاد کو خط لکھا کہ تو فوراً کوفہ پہنچ کر مسلم کو قتل کر دے۔ اگر امام حسین اس طرف مراجعت فرما ہوں اور میری بیعت سے انکار کریں بھی تو ان کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دے۔ یہ حکم پا کر ابن زیاد ملعون بصرہ سے کوفہ پہنچا اور نعمان بن بشیر کو معزولی کا حکم دکھا کر حاکم کوفہ بن گیا اور اس کے بعد منبر کوفہ پر جا کر اہل کوفہ کو یزید کا حکم سنایا۔ جس سے لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ جب اس بات کا علم مسلم کو ہوا تو وہ مختار کے گھر سے نکل کر ثانی بن عروہ کے ہاں پناہ گزیں ہوئے ابن زیاد نے ثانی بن عروہ کو دربار میں بلا کر اتنا مارا کہ وہ شہید ہو گئے۔ ثانی کی شہادت کے بعد اہل کوفہ اتنے خوف زدہ ہوئے کہ جناب مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا نماز مغرب کے لئے جب آپ مسجد میں تشریف لائے تو کل دس آدمیوں نے آپ کی اقتدار میں نماز پڑھی مگر نماز کے بعد وہ بھی غائب ہو گئے۔ اب مسلم بن عقیل اکیلے حیران و پریشان تھے کہ کیا

مسلم بن عقیل

کروں کس کے پاس جاؤں ایک دروازے پر ایک عورت کو دیکھا اور اس سے پانی طلب فرمایا اس ضعیفہ نے آپ کو پانی پلایا۔ آپ پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے۔ ضعیفہ نے کہا کہ مرد خدا زمانہ پُر آشوب ہے تو اپنے گھر چلا جا جناب مسلم خاموش رہے اس نے جب تیسری مرتبہ کہا کہ میں تمہیں اپنے دروازے پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتی تو جناب مسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا میرا کہاں گھر ہے کہ چلا جاؤں۔ ضعیفہ نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے اور کہاں کے رہنے والے ہو تو فرمایا کہ مدینے کا مسافر ہوں۔ مسلم بن عقیلؓ میرا نام ہے۔ یہ سن کر طوعہ قدموں پر گڑھی اور آپ کو اپنے گھر لائی۔ رات کو طوعہ کا لڑکا بیل نہا گھر آیا اور اُسے مسلم بن عقیل کا علم ہو گیا اور اس ملعون نے ابن زیاد کو اطلاع کر دی۔ ابن زیاد مسلم کی خبر پاتے ہی محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ ایک فوج کا دستہ لے جاؤ اور مسلم کو گرفتار کر کے لے آؤ۔ ادھر جب مسلم بن عقیل کو معلوم ہوا کہ میری گرفتاری کو فوج آگئی ہے تو آپ نے مقابلہ کی تیاری کی اور باہر آ کر مقابلہ شروع کیا محمد بن اشعث نے ابن زیاد سے کمک طلب کی ابن زیاد نے کہا کہ ایک آدمی کو گرفتار کرنے کو ایک ہزار سوار اور پانچھ صد پیادے کافی نہ ہوتے محمد بن اشعث نے کہا بیسیا کونے کے کئی ڈال سے تو لڑائی نہیں یہ ناشی جوان ہے آخوند کو سے گرفتار کیا کہ ایک گڑھا کھود کر اس کے اوپر خس و خاشاک ڈال کر ادھر سے لڑائی کا رخ کیا اور جناب مسلم اس گڑھے میں گر گئے۔ اوپر سے اشعثیاد نے پتھر برسائے اور گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لائے۔ آپ نے ابن زیاد کو سلام نہ کیا۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میرا امیر حسینؓ ابن علیؓ ہے یزید بھی ملعون ہے اور یزید کا مقرر کردہ حاکم بھی ملعون و مردود ہے۔ عروادارو! جب ابن زیاد نے آپ کے قتل کا حکم دیا تو آپ نے کہا کہ مجھے کچھ وصیتیں کرنی ہیں اور عمر بن سعد کو وصیت کرنا چاہی۔ مگر اس ملعون نے وصیت سننے سے انکار کر دیا ابن زیاد نے کہا کہ وصیت سننے میں کیا حرج ہے۔ جناب مسلم نے کہا ایک تو میری وصیت یہ ہے کہ میری زہر بیچ کر میرا قرعہ ادا کر دینا۔ دوسرا امام حسینؓ کو خط لکھ کر میری موت کی خبر دینا کہ وہ ادھر تشریف نہ لائیں تیسرا میری لاش کو دفن کر دینا۔ مگر اس ملعون نے کوئی وصیت پوری نہ کی۔ اس کے بعد آپ کو مکان کی چھت پر لے گئے۔ ادھر آپ کے سر پہ تلوار تھی کہ

سر قلم ہوا چاہتا ہے۔ ادھر امام حسینؑ کی گود میں حضرت مسلمؑ کی بچی امام نے اس طرح سے بچی کے سر پر لاکھ پھیرا کہ بچی گھبرا گئی اور ماں کے پاس جا کر عرض کی اماں میں یتیم ہو گئی جناب رقیہؑ حضرت زینبؑ کے پاس جا کر عرض کرنے لگی کہ بی بی کیا میں بیوہ ہو گئی۔ جناب زینبؑ نے مولا حسینؑ کے پاس آ کر کہا کہ بھتیجا مسلمؑ کی خبر تو منگادو۔ مولا حسینؑ نے جناب عباسؑ کو فرمایا کہ میری دو انگلیوں سے دیکھو جب دیکھا تو تڑپ کر فرمایا۔ مولا مجھے کو فر پہنچاؤ فرمایا عباسؑ صبر کرو عرض کی مولا لڑنے کو نہیں جاتا بلکہ بھائی مسلمؑ کا سر گود میں لوں گا فرمایا عباسؑ مکان کی چھت کے نیچے دیکھو۔ اب جو دیکھا تو عرض کی مولا میں نہیں جاتا۔ کہا عباسؑ کیا دیکھا۔ عرض کی کہ جناب زینبؑ! دامن کو پھیلائے کھڑی ہے کہ مسلمؑ تیری لاش میں سنبھالنے آئی ہوں۔

عزادارو! جب یہی یتیم بچی قافلہ آل محمدؐ کے ساتھ قید ہو کر کوفہ کے دروازے پر آئی تو عرض کی اماں بابے کی خوشبو آ رہی ہے۔ کیا دیکھا کہ حضرت مسلمؑ کا سر صدر دروازے پر لٹکا ہوا ہے۔ یونہی مسلمؑ کی نگاہ جناب زینبؑ پر پڑی آواز آئی۔ عباسؑ کو کیا ہو گیا۔ عباسؑ کے سر سے آواز آئی حسینؑ گلے دلوائے ہیں۔ اَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ لہرف ۳۷  
فاطمہ کلال ص ۲۳ اشرفۃ الصنائب ص ۳۶ مصباح المجالس جلد ۴ ص ۲۵ اصحاب الیمن ص ۱۶۳

# آٹھویں مجلس

## مزاہبت کی تریذ اوصان بتوت ربط مصنا، فرزند ان امیر مسلم کی شہادت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا - پارہ ۲۲ رکوع ۵ اور ہرگز نہ پائے گا تو تعاد  
الہی میں تبدیلی۔ کمالاتِ انسانیہ دو طرح سے نصیب ہوتے ہیں۔ ایک طریقہ ہے کسب  
یعنی محنت کر کے انسان کمال حاصل کرتا ہے۔ جاہل سے عالم ہونا۔ عالم سے مغنی ہونا۔ گنوار  
سے منطقی ہونا وغیرہ وغیرہ جس شخص نے جو بھی محنت کی اُس نے اپنی مراد کو پایا اور دوسرا  
طریقہ کمالِ انسانی کا ہے۔ وہی یعنی قدرت کی طرف سے عطا کیا ہوا ملکہ کچھ لوگ درسِ الہی سے  
کمال و ولایت کی صورت میں حاصل کر کے آتے ہیں۔ اس پر قرآن پاک کی آیات شاہد ہیں حضرت  
عیسیٰ نے فرمایا اِنِّیْ اَنْتَنِی الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِی نَبِیًّا پارہ ۱۴ رکوع ۵۔ میں اللہ  
کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب اور نبوت عطا کی ہے۔ حضرت عیسیٰ دو تین روز کے تھے  
کہ یہ اعلانِ نبوت فرما رہے ہیں کیوں کہ علم وہی کے مالک ہیں حضرت یحییٰ کے بارے  
میں خدا کا ارشاد سَنُوْا یٰحِیْیٰ خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ پارہ ۱۴ رکوع ۴۔ اے یحییٰ پکڑ کتاب  
کو ساتھ قوت کے تو حضرت یحییٰ بچنے میں ہی اعلانِ نبوت فرما رہے ہیں۔ جو لوگ درس  
الہی سے تعلیم حاصل کر کے آتے ہیں۔ انہیں معصوم منصوص من اللہ کہا جاتا ہے اور یہی لوگ  
نبی امام کے لقب سے دنیا میں پکارے جاتے ہیں۔ اور جو دنیا میں کسب سے کمال حاصل  
کرتے ہیں۔ یہ لوگ غیر معصوم کہلاتے ہیں۔ ہمیشہ غیر معصوم ہدایت کے سلسلہ میں معصوم

کا محتاج رہا ہے اور ہمیشہ محتاج رہے گا۔ یہ طریقہ وردکس۔ عادت وسنت، قدرت نے ابتدا سے جاری کی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ جاری وساری رہے گی۔ اسی لئے فرمایا ہے وَلَئِنْ تَجِدَ لِسِتْوَةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا۔ تم اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو ہرگز بدلنا ہوانہ دیکھو گے۔ کتنے انوسوس حیرت کا مقام ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام مخلوقات سے انسان زیادہ بے باک، انڈر اور بے خوف نکلا کہ شوقِ ترقی میں اتنا پرواز کیا کہ انسان نے خدائی دعوت کو دیا۔ یہ حضرت انسان کی بے پروائی اور بے حیائی کی انتہا ہے کہ انسان سے رحمن بن بیٹھا۔ مزدک۔ فرعون۔ لہمان۔ شداد۔ قارون۔ دقیاؤس۔ بخت نصر وغیرہ صفِ اول میں نظر آتے ہیں۔ سینکڑوں برس تک یہ لوگ خدا بنے رہے اور اکثر نے یہ اعلان کیا اَنَارَ لَكُمْ الْاَهْلِي پاره ۳۰ رکو ع ۳۔ میں سب سے بڑا رب ہوں۔ لاکھوں انسانوں نے ان ظالموں کو خدا مانا اور ان کے دعویٰ خدائی کی تصدیق بھی کی۔ زمانہ جہالت میں ان جہلوں کی خدائی خوب چلی، مگر جب زمانہ نے ذرہ قدم آگے بڑھایا تو ان لوگوں کی خدائی توڑ چل سکی۔ یہ لوگ سمجھ گئے کہ اب اذنانِ انسانہ کچھ بیدار ہو گئے ہیں اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے نرود کے ساتھ جو مناظرہ کیا تھا۔ اس کی رُوداد بھی دنیا کے سامنے تھی اس وجہ سے اب خدا بننے کی جرأت توڑ کر سکے۔ لہذا کثرت سے لوگوں نے نبوت کے دعوتے شروع کر دیئے۔ نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسلیہ کذاب نے دعوتے نبوت کیا اور رسول خدا سے بھی ملاقات کی اور کہا کہ اگر آپ وعدہ کریں کہ میرے انتقال کے بعد مسلیہ کذاب نبی ہوگا تو میں فی الحال دعوت نبوت والپس لے لیتا ہوں اور آپ پر ایمان لے آتا ہوں۔ حضور نبی کریم کے دستِ حق پرست میں ایک پھڑی تھی آپ نے فرمایا کہ میں تو اس پھڑی کا بھی تجھ سے وعدہ نہیں کرتا چہ جائے کہ تیری نبوت کا اعلان کیا جائے۔ رسول مقبول ص ۱۸۶ اس ملعون سے جب کہا گیا کہ نبی اکرم کی حدیث ہے سَيَكُونُ فِيْ اُمَّتِيْ قَلْبًا لَّذُوْنَ كَذَّبُوْنَ كُلَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّۙ بَعْدِيْ ترمذی حریف جلد ۲ ص ۱۱۲ مناظرہ نصرت اسلام ص ۱۱ فرمایا میری امت میں تیس کذاب رد قبال ہوں گے جو دعوتے نبوت کریں گے اور میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو مسلیہ کذاب نے کہا کہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ حکم ہے کہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا میں

دعوت نبوت

تو محمد کے زمانہ میں ہوا ہوں۔ میں تو بعد میں نہیں ہوا۔ حضور کے زمانہ حیات میں ہی میں سے اسود کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا جس کو فرد ز نامی ایک انسان نے داخلِ جہنم کر دیا۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۴۲ علمہ اسدی ایک مرد کا ہن تھا پہلے اسلام میں داخل ہوا بعد میں مرتد ہو گیا اور دعویٰ نبوت کر دیا۔ ہزاروں انسانوں نے اسے بھی نبی تسلیم کیا مگر یہ اسلام کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر آخر زمانہ زندگی میں پھر مسلمان ہو گیا تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۹۔ حد یہ ہے کہ عورتوں نے نبوت کے دعویٰ کئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ نبی ثعلب کی ایک عورت سجاح بنت الحارث بن سويد نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے ماننے والے ہزاروں پیدا کر لئے۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۹ جب اس کو رسولِ خدا کی حدیث **لَا نَبِيَّ بَعْدِي** سنا لی گئی تو اس نے کہا کہ حدیثِ مصطفیٰ بالکل صحیح و درست ہے مگر مصطفیٰ کے بعد واقعی کوئی مرد نبی نہیں بن سکتا مگر نبیۃ یعنی عورت تو ہو سکتی ہے۔ سجاح نے اپنے امتیاز پر پانچ وقت کی نماز تو واجب کر رکھی تھی مگر شراب پیند سور کا گوشت کھانا اور زنا کرنا جائز قرار دیا تھا۔ اس وجہ سے بہت سے عیالیوں نے بھی اس مذہب کو قبول کر لیا تھا تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۹۳ آخر نتیجہ یہ نکلا کہ سجاح نے میلہ کذاب سے نکاح کر لیا اور دو رکعت نماز عشاء اور فجر کی نماز حق مہر قرار پائی لہذا سجاح کی امت صرف دو رکعت نماز پڑھا کرتی تھی۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۹۴۔ دوسرے حکام کو چھوڑنے ملک پاکستان میں کئی لوگوں نے نبوت کی دکان کھولی مگر کسی کی چل نکلی اور کسی نے چار دن سوڑا نبوت بیچ کر گھانا کھا کر دکان بند کر دی۔ سند۔ قادیان میں مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام تقی ولد عطا محمد ولد گل محمد نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ضلع گجرات موضع سنگوال منقل کجھہ میں بشیر احمد ولد عبداللہ ایم۔ اے بی۔ ٹی نے نبوت کی آڑھت رچائی۔ مگر کوئی خاص کامیابی نہ ہو سکی۔ سیالکوٹ میں ماسٹر عبدالحمید صاحب نے ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد قسمت آزمائی کی مگر بار آور نہ ہو سکا۔ موضع فقیر والی ضلع بہاول نگر میں مولوی نور محمد صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور دستور العمل بھی شائع فرمائے جو چند دنوں کے بعد سپردِ خاک کر دیے گئے۔

دو فروری ۱۹۶۹ء اخبار امروز میں شائع ہوا تھا کہ نواب شاہ سندھ میں مولوی محمد حسین

نامی نے اعلانِ نبوت کیا مگر پولیس سے مقابلہ کرتا ہوا گرفتار ہو کر جیل میں سکونت پذیر ہو گیا۔ اس کے علاوہ خراج محمد اسماعیل صاحب جو جماعت احمدی کی طرف سے لندن میں مبلغ کی حیثیت سے مقیم تھا اس نے وہاں اپنا نبوت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ اس کی نبوت نے ابھی تک کتنی دولت جمع کی ہے۔ غرضیکہ آٹھ دن نبوت کے دعویٰ ہوتے ہیں اور ہر مدعی کچھ نہ کچھ حواری بھی پیدا کر لیتا ہے۔ میں آج میزانِ نبوت قرآن کی روش سے عرض کرتا ہوں۔ ہر مدعی نبوت کو اس پر چانچو اگر پورا اترے تو غور کرو ورنہ یقیناً کتاب ہوگا۔ مسلمانِ جناب رسول خدا کا فرمان۔ واجبِ اذعانِ احادیث کی کتابوں میں موجود ہے لَا نَبِيَّ بَعْدِي کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث کی روش سے تو صرف دعویٰ کرنا ہی کتاب ہونے کی دلیل ہے۔ میں وہ رسول بیان کرتا ہوں جن پر سابقہ انبیاء علیہم السلام پورے اترے اور ہر مدعی نبوت کو اسی پر یقین کر کے دیکھ لو حقیقت کھل جائے گی۔

۱۱ ہر آئے والا ہی رسول درّ البیہ سے پڑھ کر آتا ہے جس پر کلامِ پاک کی آیات شاہد ہیں۔ سَنُو وَعَلَّمَ اَدَمَ الْاَسْمَاءَ كَتَمًا پارہ ۱ رکوع ۴۔ اور آدم کو تمام اسماء کا علم عطا کیا حضرت آدم نے اگر دنیا میں تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ قدرت نے حضرت کو یہ منصب ودیعت فرمایا ہے اور سَنُو وَلَقَدْ اَتَيْنَا دَاوُدَ وَ سُلَيْمَانَ عَلِمًا پارہ ۱۹ رکوع ۱۷ ایتینا ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا ثابت ہوا کہ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا اور کسی ملاں سے تعلیم حاصل نہیں کی اور سَنُو وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پارہ ۵ رکوع ۱۴ اور عطا کیا تجھ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے ہم نے آپ کو سکھادیا اور سَنُو وَعَلَّمَكَ الْكِتَابَ پارہ ۱۲ رکوع ۱۲ اور وہ شخص کہ پاس اس کے ہے علم کتاب ہے مگر کوئی انسان تو ہے کہ اس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔ ابھی تک تو پوری کتاب نازل بھی نہیں ہوئی تو پوری کتاب کا علم کیونکر ہو گیا۔ ماننا پڑے گا کہ کوئی انسان کائنات میں ہے کہ کتاب کے نازل ہونے سے پہلے عالم کتاب ہے اور عالم کتاب تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ علم وہی اُسے عطا ہوا ہو۔ یہاں لوگ جواب دیا کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے خضر سے علم حاصل کیا تھا لہذا دنیا میں معصوم علم حاصل کرتا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ معصوم سے معصوم کا علم حاصل کرنا یہ تو ادائیگیِ امانت ہے آپ کسی غیر معصوم کے سامنے کسی معصوم کو زانو تہہ کرتے ہوئے دکھلائیں۔ دنیا میں کسی

معصوم نے غیر معصوم سے ہرگز ہرگز تعلیم حاصل نہیں کی۔ اگر کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے تو صرف بناوٹی نبیوں کی جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب <sup>۱۸۶۲ء</sup> میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مولوی فضل الہی، اس کے بعد فضل احمد اور آخر میں مولوی گل علی شاہ صاحب سے تعلیم حاصل کی قرآن کا حکم ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا۔ فیصلہ کرو کہ یہ کس معیار کا نبی ہے اس کے بعد <sup>۱۸۶۴ء</sup> سے لے کر <sup>۱۸۶۸ء</sup> تک سیالکوٹ کچھری میں اہلند متفرقات رہا۔ مجدد اعظم <sup>۱۸۶۲ء</sup> سیالکوٹ کی ملازمت کے دوران مختاری کا امتحان بھی دیا جس میں مرزا صاحب فیل ہو گئے۔ مجدد اعظم <sup>۱۸۶۴ء</sup> مسلمانو! نبی وہ ہوتا ہے جس کی زبان کا فقرہ خدا کی تقدیر ہے۔ قرآن مجید وَمَا تَشَاءُونَ اِنَّ يَشَاءُ اللَّهُ پاره ۲۹۔ رکوع ۲۰۔ تم کچھ نہیں چاہتے۔ وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے۔ مگر یہاں مرزا صاحب کی چاہت پر قدرت نے پانی پھیر دیا۔ شعر عرض ہے

میں ان کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری بات کئی

میں ان کی مفضل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

مختاری کے امتحان سے فیل ہونے والے نبی کا اپنا دعویٰ تو سنو شعر

زندہ شد ہر نبی بآمدنم

ہر رسولے نہاں یہ پیر ہم

در ثمین فارسی <sup>۱۸۶۵ء</sup> قادیانیت صلا اخبار الفضل قادیان جلد ۱۴ اور ۱۵ میں ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے۔ آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا تھا دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے بہنوں سے آپ بڑے تھے۔ ممکن ہے سب سے بڑے ہوں مورتہ <sup>۱۸۶۹ء</sup> اپریل <sup>۱۹۲۴ء</sup> قادیانیت <sup>۱۸۶۴ء</sup> مسلمان غور فرماویں کہ جس بزرگ کو تمام اولوالعزم نبیوں سے بلند کہا جا رہا ہے۔ وہ بچپار امتحان مختاری سے ناکام ہو گیا۔ ثابت ہوا کہ یہ بندوں کا پڑھایا ہوا ہے لہذا بندوں کا بنایا ہوا نبی ہے اور درس الہی سے پڑھ کر آنے والا خدا کا بھیجا ہوا نبی ہوتا ہے <sup>۱۸۶۴ء</sup> حضرت آدم سے لے کر جناب ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہر نبی نے نہ خود کفار و مشرکین سے دوستی قائم کی اور توہمی اپنی امت کو ایسا کرنے کا حکم دیا بلکہ

کافروں اور مشرکوں سے دوستی کرنے سے تو منع فرماتے رہے۔ قرآن مجید سنو یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ  
 اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوْا لِیَهُودَ وَ النَّصْرٰی اَوْلِیَاءَ لَبِغْهُمْ اَوْلِیَاءُ لَبِغِطٍ ط وَ مَن  
 یَتَوَلَّیْهُمْ مِنْکُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ۔ پارہ ۶ رکوع ۱۲ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ مت پکڑو یہود  
 اور نصاریٰ کو دوست بعض ان کے دوست ہیں بعض کے اور جو کوئی دوست پکڑے  
 ان کو تم میں سے۔ پس تحقیق وہ انہیں میں سے ہے۔ اب اس آیت کریمہ کی رو سے کسی  
 مومن کو حق حاصل نہیں کہ یہود اور نصاریٰ سے دوستی قائم کرے اور اگر کسی نے دوستی  
 قائم کر لی تو فائدہ منہم۔ تحقیق وہ انہیں میں سے ہے۔ اب مرزا صاحب کی اپنی زبانی  
 نصاریٰ کی مؤدبت اور محبت کی داستانیں سنو اور فیصلہ کرو کہ یہ کس فیکٹری کی نبوت ہے، مرزا صاحب  
 فرماتے ہیں میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور  
 میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتا بنی لکھی ہیں اور  
 اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتا بنی اکٹھی کی جائیں تو سپاس الماریاں ان سے بھر  
 سکتی ہیں۔ تریاق القلوب تنحی خرد۔ قادیانیت ص ۱۳۱ دو خط ص ۳۰۔ آگے فرماتے ہیں میں  
 بیس برس تک یہی تعلیم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا اور اپنے مریدوں میں یہی ہدایتیں  
 جاری کرتا رہا۔ تریاق القلوب ص ۲۶ اور انگریزی نبی ص ۱۱ پر دیکھیں۔ اور فرمایا کہ میں انگریز  
 کا خود کاشٹہ پورا ہوں۔ قادیانیت ص ۱۳۳، ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو لیفٹیننٹ گورنر پنجاب  
 کو جو درخواست دی گئی تھی۔ اس میں خود کاشٹہ پورے کا ذکر وادکار و اقرار ہے۔ مرزا صاحب  
 کا شعر

نصاری کے نبوت

تاج و تخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام

ان کی شاہی میں میں پاتا ہوں رفائے روزگار

مؤرخین ۱۳۹۹۔ مرزا صاحب انگریزی کا سہ لہسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے  
 ہم پر عن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا فکر کرنا سو اگر ہم اس عن گورنمنٹ  
 (برطانیہ) کا شکر ادا نہ کریں۔ یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالیٰ کا بھی شکر  
 ادا نہیں کیا کیوں کہ خدا تعالیٰ کا شکر اور کسی عن گورنمنٹ کا شکر جس کو خدا تعالیٰ اپنے بندوں

کو بطور نعمت کے عطا کر دے۔ درحقیقت یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور ایک کو چھوڑنے سے دوسری چیز پر چھوڑنا لازم آتا ہے۔ شہادت، القرآن ص ۱۵ اور ہم پر اور ہماری ذریت پر فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گزار رہیں۔ از الہ ادرام ص ۵۵ انگریزی نبی صلا۔ ان چند سطور سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کی حقیقت، نبوت کیا ہے۔

(۱۲) ہر آنے والے نبی نے سابقہ انبیاء کی تصدیق کی ہے اور ہر ممکن امت کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کا احترام سکھایا۔ ہمارے رسول صلعم کے بارے میں بھی نص موجود ہے۔  
 ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ پاره ۳ رکوع ۱۷۔ پھر ہمارا رسول تشریف لائے گا اور تمہاری تصدیق کرے گا، اور اسی طرح حضور پر نور نے تشریف لاکر سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق فرمائی۔ مرزا صاحب کی سنو فرمایا عیسیٰ کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کبجریوں سے عطر لگوا کرتے تھے۔ ایک نوجوان آدمی کے لئے شرم کی بات ہے۔ وہ عطر زنا کاری کا ہوتا تھا ضمیمہ انجم آتھم حاشیہ ص ۱۷ میرا باپ بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا۔ حقیقت بتو ۱۵۷۷ تا دیانیت ص ۱۹۔ مرزا صاحب کا شعر ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

دو تین ماہ۔ مرزا صاحب کی نشان میں ایک رباعی سنو جوان کے ایک خاص مرید اکمل نامی نے ترتیب دے کر مرزا صاحب کے لڑکے مرزا بشیر الدین محمود کے پیش کی جس کو اخبار الفضل میں ۲۳ اگست ۱۹۲۲ء کو شائع کیا گیا اور چوکھٹوں میں اسے جڑا گیا

مہم آتر آئے پھر جہاں میں پہلے سے بڑھ کر ہیں اپنی مثال میں  
 محمّد دیکھتے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

اس بنا سستی نبی نے اپنی دید بیری کی حد کر دی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں کہتا ہے۔ شعر۔

عزت برطانیہ کا فخر ہے

اتمام

توین حضرت علی

انتخابات نامہ

کر بلا است سیر ہر آفم

صد حسین ہست در گریانم

نزول المسح ص ۶۹۔ بس تارین غلام اور ناظرین حضرات اسے ہی کافی سمجھیں ورنہ اس دشت میں تو انگریزی نبی کا رہا تو ظلم بے لگام چکر کا شمار ہے۔ اِنْتَنَزِلَ اللّٰهُ رَجَبِیْ۔

۱۸۶۱ء ہر آنے والا نبی یا خود صاحب شریعت ہوگا یا کسی نبی کی شریعت کو زندہ رکھنے والا ہوگا اگر اس کا دعویٰ صاحب شریعت ہونے کا بھی نہ ہو اور کسی پیغمبر کی شریعت پر اس کا اعتبار یقین بھی نہ ہو تو اہل بصیرت اسے کیا سمجھیں۔ شعر ع

سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی بات ذوقِ اکی

کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

مرزا صاحب کوئی نئی کتاب و شریعت تو پیش کرتے نہیں اور نہ ہی انکار ایسا کہیں دعویٰ ہے۔ رہا شریعت محمدی پر اپنی جماعت کو چلانا تو یہ بھی بالکل خلاف واقع ہے۔ بطورِ نازل کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ سُوْرٰنِ بَیْدِیٰ تَیْمَا النَّبِیِّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَ الْمُنَافِقِیْنَ وَ اَقْمِطْ عَلَیْہِمُ طَوَّافَہُمْ جَہَنَّمَ وَ بَلِّسِ الْمَصِیْرَ پارہ ۲۸ رکوع ۲۰۔ اسے نبی جہاد کرو کا فرقہ اور منافقوں سے اور سختی کرو اور ان کے اور ان کے رہنے کا مقام و درجہ ہے اور جبکہ ان کی بُری ہے۔ تو اسلام میں جہاد کرنا فرض واجب ہے اور ہر مسلمان کا اعتقاد و ایمان ہمیشہ سے جہاد پر چلا آ رہا ہے۔ مگر مرزا صاحب کا اعلان و بیان قرآن کے صریحاً خلاف ہے۔ سنو۔ فرماتے ہیں کہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا وقت آ گیا اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا جیسا کہ حدیثوں میں پہلے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو دین کے لئے لڑنا حرام قرار دیا جائے گا۔ سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھا کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔ تو ریاضیت ص ۱۳۱ اور فرماتے ہیں کہ بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں سو یاد رہے یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کہوں کہ جس کے احسانات کا لشکر کرنا عین

فرض ہے اور واجب ہے۔ اس سے جہاد کیسا۔ شہادت القرآن ص ۱۷۷ انگریزی نبی ص ۱۷۷  
اور ضمیمہ تحفہ گواریہ کے صفحہ ۲۹ پر نظم تحریر کرتے ہیں۔

اب چھوڑ دو جہاد کا سے دوستو خیال      دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال  
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے      دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے  
اب آسمان سے نورِ خدا کا نزول ہے      اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد

منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد      انگریزی نبی ص ۱۷۷

مرزا بشیر الدین محمود ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء کو ایک بیان میں فرماتے ہیں ہمارا مسلمانوں سے

کسی قسم کا تعلق نہیں مسلمانوں کا اسلام اور ہمارا اسلام اور ان کا خدا اور ہمارا خدا اور ہمارا حج اور ان کا  
اور غرض اسی طرح ہمارا اختلاف ہر بات میں ہے۔ پانچ سوال ص ۲۷ اور اخبار الفضل ۱۵ دسمبر ۱۹۲۱ء

میں ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنے بیٹے فضل احمد صاحب مرحوم کا جنازہ اس لئے نہیں  
پڑھا کہ وہ غیر احمدی تھے۔ قادیانیت ص ۱۷۷۔ اسی لئے بانی پاکستان حضرت قائد اعظم جناب محمد

جناح رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں موجود ہونے کے باوجود چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے  
شرکت نہیں کی اور بشیر الدین محمود صاحب نے فرمایا کہ غیر احمدی بچے کا جنازہ بھی نہیں پڑھا

جاسکتا۔ قادیانیت ص ۱۷۷۔ کمال یہ ہے کہ جو شریعت محمدی کو زندہ کرنے آئے تھے وہ خود بھی حج  
بیت اللہ نہ کر سکے۔ مسلمانو! ذرا غور تو کرو کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث

ہے کہ اگر صاحب حیثیت حج نہ کرے تو اس کے اسلام میں اشکال ہے اور ایسا آدمی قیامت  
کو اندھا اور دین بیہودہ نصاریٰ پر مشور ہوگا۔ توضیح المسائل اردو ص ۲۷۷۔ مذاہبہتر جانتا ہے کہ مرزا

صاحب کس کے ساتھ مشور ہوں گے۔

روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے جناب حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے آکر

عرض کی کہ یا حضرت میرا بھائی مرچکا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ ایک بار وہ زندہ ہو جائے  
میں اس سے ملنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ حضرت امیر علیہ السلام نے رسالتاً کی چادر

زیبِ دو شش فرمائی اور اس کی قبر پر پہنچ کر چند کلمات پڑھ کر ٹھوکر ماری اور وہ مردہ زندہ

بچے کی ناز جنازہ پڑھی

حج کیا

ہو گیا مگر اس کی زبان عربی سے بجز چکی تھی۔ جناب حیدر کرار نے فرمایا کہ ان ہی کی محبت پر مبرا ہے جن کی زبان میں گفتگو کر رہا ہے اور قرآن پاک بھی اعلان کر رہا ہے کہ جس کی محبت میں مرد کے اسی کے ساتھ منظور ہو گے۔ البتہ اس امر سے یہ صلیہ ۳ حقائق اوساطہ ص ۲۲ کافی فرماؤ۔ مرزا صاحب تو خود فرماتے ہیں کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو تقریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور مہم داری کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم نہیںوں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں۔ جو دلی صفائی اور خالصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔ تبلیغ رسالت جلد، ص ۱۸۱ مگر یزی بنی ص ۱۸۱ اللہ ہر آدمی کا حشر اس کے حسن کے ساتھ کرے۔ آمین۔

(۵) ہر نبی معجزہ لے کر آیا۔ قرآن لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ پارہ ۲۷۔ خدا نے ہر نبی کو معجزے عطا کئے۔ خلیل کلیم اور حضرت علیؑ اور حضور پر نور کے معجزات غرض کہ انبیاء کے معجزات سے قرآن بھر اڑا ہے۔ رکوع ۱۹ بقیثنا ہم نے رسولوں کو معجزات کے ساتھ بھیجا اور کتاب اور میزان عطا کی تو ضروری ہے کہ یہ نبی جو خود کہتے ہیں بشیرہ

ہیں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں نسائیں ہیں میری۔ شمار

ان کے معجزات تو بہت زیادہ ہونے چاہئیں۔ میں ان کے دو معجزے تاریخیں کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حقیقت کی نہ تک پہنچنے کے لئے کافی ہیں۔

(۱) مرزا صاحب نے ۱۹۰۷ء کو ایک اہل شمار مولوی شاد اللہ صاحب امرتسری کے نام شائع کیا۔ فرمایا کہ مولوی شاد اللہ امرتسری ایک سال کے اندر شدید بیماری میں مبتلا ہو کر مر جائے گا اور ساتھ ہی اپنی حقیقت و کیفیت کو اجاگر کرنے کے لئے شائع فرمادیا کہ اگر میں کاذب ہوں تو میں مر جاؤں گا۔ یہ ایک اہل فیصلہ تھا جس کو خود مرزا صاحب نے تجویز فرمایا اور دنیا کے سامنے بذریعہ اشہار پہنچا دیا مگر نتیجہ مرزا صاحب کے برخلاف نکلا کہ مولوی شاد اللہ

انگریزی صاحب نے تو ۱۹۲۶ء مارچ کو انتقال کیا اور مرزا صاحب خرد ۲۶ مئی ۱۹۲۷ء بروز سوموار لاہور میں کسی مشہور مخصوص مقام میں انتقال فرما گئے۔ تادیانیت ص ۲۵۔ اس سلسلہ میں مرزا صاحب کے سسر میر ناصر نواب کا بیان ہے کہ حضرت صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اُس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سوچکا تھا جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا جب میں حضرت صاحب کے پاس آیا تو آپ نے مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ میر صاحب مجھے وہ بانی ہمسینہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی یہاں تک کہ دوسرے دن دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ حیات ناصر یہ مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تادیانیت ص ۲۸ اس مقام پر سوائے اس کے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ شعر

چلو اچھا ہوا کام آگئی دیوانگی اپنی

وگر نہ ہم زمانہ بھر کو سمجھانے کہاں جاتے

خود غور کرو۔ اور دوسرا معجزہ مرزا صاحب کا بھی سن لو۔ وہ یہ کہ آپ کا عقد محمدی بیہ گم بنت احمد بیگ کے سامعہ خالق اکبر نے عرش پر بھی رچا یا تھا۔ جس کا اعلان مرزا صاحب نے اخباروں میں اٹھناہاروں میں بازاروں میں بیانات دھواں دھاروں میں اپنے کذب صداقت کے معیاروں میں اُسے قرار دیا تھا وہ پورا نہ ہو سکا اور ۱۵ اپریل ۱۹۲۲ء کو اس محمدی بیگ کا عقد مرزا سلطان محمد سے ہو گیا اور حق و باطل کا فیصلہ تمام ہندوؤں مسلمانوں نے سن لیا۔ مگر مرزا صاحب نے ایک دھمکی اور ارشاد فرمائی کہ مرزا سلطان محمد جس نے محمدی بیگ سے عقد کیا ہے، اڑھائی سال کے اندر نذر مر جائے گا مگر اس سلسلہ میں بھی کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔ مجدد اعظم ص ۱۹ تادیانیت ص ۱۵۱ و ۱۶۳۔ اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کرنا اس مقام پر نہایت دشوار ہے کیوں کہ مرزا صاحب نے ہر طرح سے کوشش کی۔ خدا کا حکم بنا کر

ڈرا کر لالچ دیکر اور اپنے لڑکے فضل احمد سے اسکی پیروی کو ملائقہ لڑا کہ غرضیکہ ہر طرح کی کوشش کی مگر بار آور نہ ہو کی اپنے مرزا احمد بیگ کے نام خط میں یہ بھی لکھا کہ آپ کو شاید یہ معلوم ہوگا کہ میری پیش گوئی اس عاجز کی ہزار لاکھوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید رس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا جس پیش گوئی پر اطلاع رکھتا ہے تادیانیت ص ۱۸۱ مرزا علی شیر بیگ کے

مرزا صاحب کی رات

نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔ اگر آپ کے گھر کے لوگ سمحت متبادل کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چہرہ یا چار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عاریا ننگ تھی تا دیانیت صلا مرزا احمد بیگ کے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ اگر آپ نے میرا قول اور بیان مان لیا تو مجھ پر مہربانی اور احسان اور میرے ساتھ نیکی ہوگی۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اور آپ کی درازٹی عمر کے لئے ارحم الراحمین کے جناب میں دعا کروں گا اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی لڑکی کو اپنی زمین اور مملو کات کا ایک ہتھائی حصہ دوں گا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو کچھ مانگیں گے میں آپ کو دوں گا۔ تا دیانیت صلا اس طرح کے کافی خطوط وغیرہ میری نگاہ میں ہیں۔

اگر درخانہ کس است یک حرف بس است

(۶) ہر نبی اپنی قوم کی زبان میں وحی بیان کرتا ہے جیسا کہ قرآن العظیم کا فرمان ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ آيَاتِهِمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے تاکہ ان میں بیان کرے۔ معلوم ہوا کہ ہر نبی اپنی قوم کی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات کے لئے مبعوث ہوئے مگر گفتگو اور عبارات ان کی بھی زبان عربی میں ہوا کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عربی نہ جاننے والے بھی نماز، اذان، اقامت، کلمہ عربی میں ادا کرتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب کی وحی عربی فارسی سنسکرت، انگریزی وغیرہ میں ہوئی۔ باقی انبیا کے پاس تو جبرئیل آیا کرتے تھے مگر مرزا صاحب کے فرشتے پیچی پیچی خیراتی، معصن لال اور تب وحی سذر لال تھے۔ پانچ سوال صلا ایک وحی کا فقرہ سنو۔ مرزا غلام احمد کی جسے تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا صلا اس کے علاوہ درشنی اور شیر علی بھی مرزا صاحب کے فرشتے تھے۔ بنا سستی نبی صلا۔ میں احمدی حضرات سے عرض کروں گا کہ پیچی پیچی اور معصن لال درشنی اور خیراتی وغیرہ سے کس طرح کی وحی کی امید کی جاسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب کو ان فرشتوں نے محمدی بیگم اور مولانا شاد اللہ امرتسری وغیرہ ایسے معجزوں میں بدنام کر دیا۔ ورنہ مرزا صاحب بھوٹ بولنے والے انسان نہ تھے۔ مرزا صاحب کی انکساری تو قابلِ داد ہے۔ شعر ہے



اس کے نہیں کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ خدا رسولؐ تو زمین کو آپس میں میل جول اور بھائی بھائی بیان کر رہے ہیں مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا۔ مگر کبھی اور بدکار عورتوں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔ آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۵۔ آگے فرماتے ہیں کہ جو شخص میرا مخالف ہے وہ عیسائی۔ یہودی۔ مشرک اور جہشی ہے۔ نزول ص ۵۶۵۔ پھر فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری نفع کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔ حرام زادے کی نشانی یہی ہے۔ انوار اسلام ص ۳۔ پھر فرماتے ہیں بلا شک ہمارے دشمن بیابازوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عزتیں کتوں سے بڑھ گئیں۔ نعم الہدیٰ ص ۱۰۱۔ پانچ سوال کا جواب ص ۳۹ و ص ۴۰۔

اب مرزا بشیر الدین محمد کی بھی سفر کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ آئینہ صداقت ص ۳۵۔ قادیانیت ص ۹۱۔ مرزا سلطان احمد اور اس کی والدہ یعنی بیٹیا اور بیوی نے مرزا صاحب کو نہیں مانا۔ مرزا صاحب نے بیٹے کو محمدؐ اور اش اور بیوی کو طلاق دے کر قادیانیت ص ۱۶۲۔ تبلیغ رسالت جلد ۲ ص ۱۹۴۔ مجدد اعظم ص ۱۹۴۔ یہ طلاق مئی ۱۸۹۱ء کو ہوئی تھی۔ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب کا لڑکا اور اس کی بیوی حلال زادے ہیں۔ یا کہ بقول مرزا صاحب کچھ اور ہیں۔ بشیر الدین محمود اپنی جماعت اور اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ان کا بیان واضح اعلان اخبار الفضل ۱۵ جون ۱۹۲۶ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا محمد ابو سعید سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ایک سکھ نے قتل کر دیا تھا۔ اس پر گلشنی یہ کہی کہ قاتل نے اس تحریک کا اثر لیا جو سکھوں اور مسلمانوں کے خلاف پیدا کی جا رہی ہے اور سمجھا کہ جس پر حملہ کرنے لگا ہوں وہ ابو سعید ہے یہ نہ سمجھا کہ احمدی ہے۔ اس نے مسلمان سمجھ کر قتل کیا اگر سکھ کو یہ معلوم ہوتا کہ احمدی ہے مسلمان نہیں تو پھر قتل نہ کرتا۔ پانچ سوال کا جواب ص ۳۰ اس سے بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مرزائی مسلمانوں کو کافر اور اپنے آپ کو مسلمان نہیں بلکہ کافر کہلاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انہیں اقلیتی فرقہ قرار نہ دیا جائے۔ حکومت پاکستان کے ایک جج کے فیصلہ کی رو سے مرزائی

کو سمجھئے وہ یہ ہے کہ سنی کرم الہی مرزائی نے اپنی لڑکی امۃ الکریم کا عقد فیضیت نذیر الدین سے بالعرض مبلغ دو ہزار مہر کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اختلاف عقائد کی وجہ سے زوجین کے تعلقات خراب ہو گئے۔ نذیر الدین نے مرزائی لڑکی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ لڑکی والوں نے حق مہر کے لئے عدالت کی طرف رجوع کیا۔ یہ مقدمہ ایک مدت تک چلتا رہا۔ بالآخر جناب محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی نے فیصلہ دیا کہ مرزائی دائرۃ اسلام سے خارج ہیں لہذا نذیر الدین حق مہر کی ادائیگی کا پابند نہیں رہا۔ پانچ سوال کا جواب صحت حکومت کے اس فیصلہ کو ہم تمام مسلمان صحیح اور واجب العمل تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی مرزائی دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔ اسی طرح حکیم الامت جناب علامہ اقبال نے بھی حکومت کو مشورہ دیا تھا کہ میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریقہ کار یہ ہو گا کہ وہ تادانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ یہ تادانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہو گا اور مسلمان ان سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتا ہے۔

آخر میں احمدیوں سے عرض ہے کہ تم خود کہتے ہو کہ ہمارے نبی کی نبوت کے لئے قرآن شاہد ہے تو میں اپنے رسول کی شان کی چند آیات پیش کرتا ہوں۔ مرزائی اس طرح اپنے نبی کی شان میں آیات دکھلائیں۔ (۱) مُحَمَّدٌ اَنْزَلْنَا مِنْ سَمَوٰتِنَا الْقُرْآنَ وَهُوَ الْحَقُّ وَنَحْنُ الْمُبِیْنُ (۲) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ اَللّٰهُ پاره ۲۶ رکوع ۱۲ ہے (۳) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبًا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلًا لِّلّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ پاره ۲۲ رکوع ۲ نہیں ہے محمد تم مردوں میں سے کسی کا باپ و لیکن اللہ کا رسول ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا (۴) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ پاره ۲۶ رکوع ۵۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے اچھے اور ایمان لائے اس پر جو نازل ہوا اُوپر محمد کے اور وہ حق ہے رب کی طرف سے۔

مرزائیوں! قرآن کی تو ایک سورہ کا نام بھی محمد ہے۔ اب مرزائی ایسی آیتیں پیش کریں جس سے

مرزا صاحب نبی ثابت ہو جائے۔ میں کہتا ہوں محمد کے بچوں کا مقابلہ کر کے دکھلا دے مرزا تو ڈر کے مار سے جج کو بھی نہیں جاسکا۔ ادھر محمد کے معصوم بچے تلواروں کے سایہ میں خدا کی ناز ادا کر رہے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت مسلم کے شہزادے ایک سال قید رہے۔ قید کا داروغہ انہیں صحت دے دیا اور پھر جج کی اور ایک کوزہ پانی کا آٹھ پہر کے بعد دیا کرتا تھا۔ سال کی طویل مدت کے بعد آپس میں دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ یونہی قید میں مر جائیں گے۔ زندان بان کو اپنی حقیقت سے آگاہ نہ کریں ممکن ہے کہ زندان بان ہم پر رحم کھائے۔ حسب دستور جب شام کو زندان بان آیا تو بچوں نے کہا یا شیخ ھَلْ تُعْرِفُ مُحَمَّدًا الْمَصْطَفَى۔ داروغہ نے کہا ہاں میں مسلمان ہوں۔ پھر کہا یا شیخ ھَلْ تُعْرِفُ جَعْفَرًا بِنِ ابْنِ طَالِبٍ۔ زندان بان نے کہا بچو میں جانتا ہوں کہ قدرت نے انہیں جنت میں دو پر عطا کئے ہیں۔ اس پر بچوں کو کچھ تسلی ہو گئی اور کہا اے شیخ کیا تو علی ابن ابی طالب کو بھی جانتا ہے۔ زندان بان نے کہا بچو علی تو رسول خدا کا بھائی ہے۔ تم آج ایسے سوالات کیوں کر رہے ہو۔ کہا کہ اے مرد خدا ایک سال ہو گیا ہے کہ ہم تیری قید میں ہیں۔ ہمارے اوپر رحم کر۔ ہم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں۔ اس پر زندان بان نے کہا شہزادوں میں نے ایک سال تمہیں نہایت تکلیف میں رکھا ہے مجھے علم نہیں تھا کہ تم اولادِ رسول ہو۔ اس کے بعد رات کو زندان کا دروازہ کھول دیا اور کہا کہ آپ مدینہ کو روانہ ہو جائیں۔ مگر یاد رہے کہ زمانہ آپ کا دشمن ہے۔ رات کو سفر کرنا۔

عزادارو! پچھتے رات بھر پلتے رہے۔ مگر دن چڑھتے تک کو فر سے باہر نہ جاسکے۔ کون تھا جو راستہ دکھلاتا۔ آخر سورج کو ایک درخت جو تالاب کے کنارے تھا اس پر چڑھ کر چھپ کر بیٹھ گئے۔ سورج نکلنے کے بعد زن حارث کی خادمہ تالاب پر پانی لینے کو آئی تو اس کی نگاہ پانی میں پڑی تو شہزادوں کے عکس پانی میں نظر آئے۔ اس عورت نے بچوں سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ کہا کہ ہم یتیم ہیں اور ہمارا باپ مسلم شہید کر دیا گیا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ شہزادو تم میرے ساتھ چلو میری مالکہ حیدرآل محمد ہے۔ وہ تمہیں مدینہ پہنچا دے گی۔ دو دن شہزادوں کو وہ گھرائی اور اپنی مالکہ سے ذکر کیا۔ زن حارث نے بچوں کے قدموں کے پوسے

رابطہ مصائب

لئے اور نہلا کر کھانا کھلایا اور کہا کہ میرا خاوند دشمنِ آلِ رسول ہے۔ اُسے خبر نہ ہونے پائے میں کوشش کر کے تمہیں مدینے پہنچاؤں گی۔

سارا دن یہ اس مہمان کے پاس رہے۔ رات کو ایک ٹھکانے کے اندر دونوں کو اس عورت نے بستر کر دیئے۔ دونوں بھائی آپس میں گلے میں باہیں ڈال کر مدت کے مصیبت زدہ سو گئے اور صبح کافی رات گزرنے کے بعد اس عورت کا خاوند حارث ملعون آیا اور سلاح جنگ اتار کر کھانا طلب کیا۔ عورت نے دریافت کیا کہ آج کہاں گیا تھا اس نے کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ مسلم کے دونوں فرزند قید خانہ سے بھاگ گئے ہیں اور حکم نے ان کی گرفتاری پر دو ہزار دینار انعام مقرر کیا ہے۔ آج سارا دن تلاش کرتا رہا ہوں مگر کہیں پتہ نہ چلا پھر صبح قسمت آزمائی کروں گا۔ اس کی عورت نے کہا۔ خدا کا خوف کر کیوں اپنے لئے عذابِ خدا کو واجب بنانا ہے۔ کوشش کرنا اگر مل جائیں تو مدینے پہنچا کر روحِ رسول کو خوش کرنا۔ مگر ملعون نے کہا کہ مجھے انعام کی ضرورت ہے۔

عزاد اور اب! یہ کم بخت سو گیا کہ اچانک بڑا بھائی روتا ہوا بیدار ہوا۔ اس پر چھوٹا بھی رونے لگا۔ بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا کہ مجھے خواب آیا ہے کہ جناب رسولِ خدا حضرت امیر المومنین دونوں ہمارے باپ مسلم سے فرما رہے ہیں کہ مسلم تم چلے آئے اور بچوں کو دشمنوں میں چھوڑ دیا۔ انہیں جلدی بلاؤ تاکہ ہم سے ملاقات کریں۔ چھوٹے نے کہا مجھے بھی یہی خواب آیا ہے۔ بس دونوں بھائی آپس میں گلے میں باہیں ڈال کر مدینے کو یاد کر کے رونے لگے تو حارث کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے اپنی عورت سے دریافت کیا کہ یہ کس کی آواز ہے عورت نے کہا کوئی بڑوس میں بچہ روتا ہے۔ اس ملعون نے کہا نہیں میرے گھر میں رونے کی آواز ہے۔ آخر اس ملعون نے تالا توڑا اور بچوں کے پاس پہنچ کر دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ پتے ڈر گئے اور کہا کہ ہم تیرے مہمان ہیں۔ مسلم بن عقیل کے یتیم بچے ہیں ہم پر رحم کر بس اتنا سنا تھا کہ ملعون نے دستِ ظلم بڑھا کر بچوں کو مارنا شروع کیا۔

مخزن البکابر وایت منتخب منقول ہے کہ اس قدر مارا کہ بڑے بھائی کے دانت ٹوٹ گئے اور منہ سے خون جاری ہو گیا۔ اس کے بعد اس ملعون نے بچوں کو باندھ دیا۔ دن چڑھے

تلوار سنبھالی اور پتوں کو دریا کی طرف قتل کرنے کو لے چلا۔ اس کی عورت روتی ہوئی سمجھے دریا کی دریا کے کنارے پہنچ کر اس نے غلام سے کہا کہ ان کو قتل کر دو۔ غلام نے تلوار سنبھالی تو پتوں نے کہا اے مرد خدا اپنے اوپر رحم کر تو ہمارے نانا کے مرزن بلال سے مشابہت رکھتا ہے جب غلام کو معلوم ہوا تو کہا کہ میں ان پتوں کو قتل نہیں کرتا۔ حارث ملعون کو غصہ آیا اور غلام کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد اپنے لڑکے سے کہا تو انہیں قتل کر۔ اس نے بھی انکار کیا کہ میں رُوحِ رسولؐ و بتوں کو نہیں تڑپانا۔ حارث ملعون نے اپنے لڑکے پر وار کر کے اسے بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد خود آگے بڑھا تو اس کی عورت مانع ہوئی تو اُس نے اُس کو بھی تلوار کا دار کر کے زخمی کر دیا۔ ملعون نے اب پتوں سے کہا کہ پڑے انا رو۔

عزادارو! جب پتوں کو یقین ہو گیا کہ یہ ملعون ہمیں ضرور قتل کرے گا تو فرمایا کہ ہمیں زندہ ابنِ زیاد کے پاس لے چل۔ اس ملعون نے انکار کیا تو فرمایا کہ ہمیں بیچ لے۔ اس نے بیچنے سے بھی انکار کیا۔ کہا کہ ہمیں مدینے لے چل۔ ہم ماموں جان سے آخرت کو اور دنیا میں بے شمار دولت دلوں میں گئے۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں مدینہ میں بھی نہیں لے جانا چاہتا۔ یا یوس ہو کر پتوں نے کہا کہ دو رکعت نماز تو پڑھنے دے۔ بس دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد پتوں نے دعا مانگی کہ پالنے والے اس کے اور ہمارے درمیان آج ہی فیصلہ کر دے۔ اس کے بعد اس ملعون نے بڑے شہزادے محمد کے سر پر تلوار ماری تو ابراہیم بھائی کے اُدپر گر گیا اور بھائی کے خون سے اپنے چہرے کو خضاب کر ہی رہا تھا کہ حارث ملعون نے اسے بھی شہید کر دیا۔

عزادارو! جب اس ملعون نے بڑے بھائی کی لاش کو دریا میں پھینکا تو وہ بہنے لگی چھوٹے بھائی نے آواز دے کر کہا۔ ماں جائے ساتھ نہ چھوڑنا۔ بس لاش ٹرک گئی اور بھائی کا انتظار کرنے لگی۔ اس کے بعد ملعون نے دوسری لاش دریا میں پھینکی تو دونوں بھائیوں نے آپس میں اپنے کٹے ہوئے گلے میں باہیں ڈال لیں اور دونوں مل کر دریا کی تہ میں بیٹھ گئے۔

روایت میں ہے کہ حارث ملعون دونوں سروں کو تھیلے میں ڈال کر ابنِ زیاد کے پاس لایا اور سلام عرض کر کے دونوں سروں کو ابنِ زیاد کے سامنے رکھا۔ ان معصوموں کے سروں کو دیکھ کر ابنِ زیاد جیسا ملعون شخص سنبھل نہ سکا۔ تین بار اٹھا اور بیٹھا۔ ابنِ زیاد نے اس سے

محمدؐ اور ابراہیمؑ کی دروغ سناست



اصحاب الیمین ۱۶۶۔ سعادت الدارین ص ۵۳۳۔ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۲ ص ۲

منقول ہے کہ دریا کے کنارے ایک مستور کے رونے کی آواز آئی۔ ایک کسان نے دیکھا تو عرض کی کہ بی بی تو کون ہے۔ آواز آئی میں محمد کی بیٹی ہوں۔ یہ دونوں میرے بچوں کی لاشیں ہیں۔ مائے خالوں نے انہیں دفن تک بھی نہیں کیا۔ اس کے بعد اس کسان نے بچوں کی لاشوں کو نکال کر دفن کر دیا۔

میں نے اپنے ایک مشہور واعظ سے یہ بھی سنا ہے کہ جب حادثہ کی زخمی بیوی تندرست ہو گئی تو شہزادوں کے لباس لے کر مدینے روانہ ہو گئی اور مدینہ میں پہنچ کر لوگوں سے دریافت کیا کہ مسلم بن عقیل کا گھر کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا بی بی مسلم بن عقیل کا گھر کہاں رہا ہے عقیل کی ترساری اولاد ذبح ہو گئی۔ صرف دو بچے باقی ہیں جو ابن زیاد کی قید میں ہیں۔ کہا کہ لوگو میں ان شہزادوں کی سنانی ہی تو لائی ہوں۔ اس کے بعد وہ مومنہ حضرت زینب کے پاس حاضر ہوئی اور سر سپٹ کر کہنے لگی۔ سیدانہ حضرت مسلم کے شہزادے دریا سے فرات کے کنارے بے دردی سے ذبح کر دیئے گئے۔ لویہ ان کے لباس ہیں جو میں عیشانی کے طور پر لائی ہوں۔ عزا دارو! اتنا سنا تھا کہ سیدانیوں میں کہرام برپا ہو گیا۔ اور شہزادوں کی بہن حضرت مسلم کی بچی بھائیوں کا لباس دیکھ کر عرش کھا گئی۔ اَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

# نویں مجلس

عزاداری سید الشہداء کے متعلق اعتراضات کے جوابات  
اور رابطہ مصائب شہادت حضرت حعلیہ آلاف التحیۃ والثناء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا يُحِیْتُ اللّٰهُ الْجَهَنَّمَ بِالسُّؤۡءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَكَانَ اللّٰهُ مَمِیْعًا عَلِیْمًا  
پارہ ۶ رکوع ۱۔ نہیں درست رکھنا اللہ پکار کر کہنا بُری بات کو مگر جو کوئی ظلم کیا جائے اور  
اللہ ہے سننے والا جاننے والا۔

تمام مسلمانوں کی کل مذہبی رسومات تقریباً ایک ہی ہیں۔ نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ جہاد کبیرہ  
قرآن۔ جمعہ۔ جماعت۔ جنازہ۔ قبر وغیرہ تمام قواعد اسلامیہ تقریباً مشترکہ ہی ہیں۔ ان تمام  
احکاماتِ البیتہ کے کل مسلمان تامل ہیں۔ صرف ان کی ادائیگی میں قدرے اختلافات ہیں۔ مگر  
ان کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہے۔ صرف رسم عزاداری حضرت امام حسین علیہ السلام ہی ایک  
ایمان ہے کہ جس کو صرف اور صرف شیعہ حضرات ہی ادا کرتے ہیں۔ رسم عزاداری صرف  
ایک ہی فرقہ ادا کرتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو اس پر چھ اعتراض ہیں یعنی بہتر فرقے  
ایک طرف اور ایک شیعہ فرقہ ایک طرف ہے۔ آج مجھے ان چھ اعتراضوں کے جوابات  
کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کرنا ہے۔ بہتر فرقوں کے چھ اعتراض سنو۔

(۱) رونا جائز نہیں (۲) ماتم کرنا فعلِ حرام ہے (۳) شبیہ بنانا خلافِ شریعت ہے۔  
(۴) امام حسین علیہ السلام کا درجہ شہید ہونے سے بڑھ گیا۔ اس پر خوشی کرنی چاہیے نہ کہ غمی  
کریں (۵) شہید زندہ ہوتا ہے۔ زندہ کا ماتم کیوں کر کیا جائے اور چھٹا اعتراض ہے کہ

کہ دیگر انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام مثلاً جناب یحییٰ، جناب زکریا، حضرت رسول محمدؐ وغیرہم کا تم اس طرح کا ماتم کیوں نہیں کرتے جس طرح حضرت امام حسینؑ کا ماتم کیا جاتا ہے جبکہ تمہارے نزدیک شہید کا ماتم جائز ہے۔ ان چھ اعتراضوں کے جوابات عجز سے سنو تاکہ رسم عزاداری کی حقیقت واضح ہو جائے اور دوسرے بہتر فرقوں کے شکوک ختم ہو جائیں۔

(۱) ہر وہ چیز جائز ہے جس کو قرآن و حدیث نے جائز قرار دیا ہے اور ہر وہ شے ناجائز و حرام ہے جس کو قرآن و حدیث نے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ دین اسلام لٹال کی کا دشمن ذہنی کا نتیجہ نہیں ہے۔ دین اجماع اور مولوی صاحب کے فتوے کا نام نہیں ہے۔ دین و اولوں اور حکومت کی طاقت کا نام نہیں ہے۔ دین ہے فرمانِ خدا اور ارشادِ محمد مصطفیٰؐ ہر وہ فعل جائز ہے جس کو محمد مصطفیٰؐ نے جائز قرار دیا ہو اور ہر وہ فعل حرام ہے جس کو آمنہؓ کے لال نے حرام قرار دیا ہو۔ سنو! مولوی کا فتویٰ ہے کہ روزنا جائز نہیں مگر قرآن پاک میں انبیاء علیہم السلام کے رونے کا ذکر کثرت سے موجود ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں اس قدر رونے لگے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں۔ قَالَ يَا سَفِيَّ عَلِيُّ يُوْسُفُ وَ اَبِيصَّتْ عَيْنُهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ پارہ ۱۳ رکوع ۴۔ اور کہا لائے افسوس اوپر یوسف کے اور سفید ہو گئیں غم سے آنکھیں یعقوب کی اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ کیوں مسلمانو اگر روزنا جائز نہیں تو حضرت یعقوب پر فتوے لگاؤ کہ اتنا رویا کہ بنیائی دے بیٹھا اور سنو فَلْيَبْصُرْ كَمَا قَلْبًا وَيَلْبَسُوا كَثِيرًا پارہ ۱۰ رکوع ۱۷۔ پس چاہے کہ نہیں مقوڑا اور روٹی بہت مسلمانو رونے کا حکم تو زیادہ دیا گیا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ روزنا حرام ہے۔ اگر حضرت یعقوب، حضرت یوسف کو رو کر نبی رہ سکتا ہے تو ہم بھی غم حسینؑ میں رو کر مسلمان رہ سکتے ہیں۔ اٹوے حسینؑ کو ہم ہی تو نہیں رونے قرآن سنو فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ پارہ ۲۵ رکوع ۱۲۔ پس نہ روئے اوپر اس کے آسمان و زمین۔ تفسیر حسینی قادری کی جلد ۲ ص ۴۶ پر بحوالہ معلم مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آسمان و زمین غم حسینؑ میں رونے اور آسمان سے خون برسا۔ شعر

حضرت یعقوب کا روزنا

ایں سرخِ شفق کہ بریں چرخ، یوناست  
ہر شام عکسِ خونِ شہیدانِ کربلاست

مولانا حافظ فرمان علی صاحب نے قرآن مجید کے حاشیہ ص ۶۲ پر بحوالہ سلم شریف  
تحریر فرمایا ہے کہ زمین و آسمان حضرت امام حسینؑ کی شہادت پر روئے ہیں۔ ربانی  
نکلیں جو غمِ شہدائے میں رہ آسوا چھے بھریں جو غمِ شہدائے میں رہ گیسو چھے  
جو قتل کریں آلِ نبویؐ کو مٹلا! ایسے تو مسلمانوں سے ہندوا چھے

صلوات۔ اور سنو۔ وَإِذَا سَمِعُوا آيَاتَنَا أَنْزَلَ إِلَى الرَّسُولِ تَدْرِى أَعَيْنُهُمْ تَقْصِيصُ  
مِنَ الذَّمِّ مَعَ مِقَاعٍ فَذُو مِنَ الْحَقِّ پاره، رکوع ۱۰۔ جب یہ سنتے ہیں اُس کو جرزول  
پر نازل کیا گیا ہے تو ان کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں کیوں کہ انہوں  
نے حق کو پہچان لیا ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ حق کو پہچاننے والے ہی رو دیا کرتے ہیں  
اور بس حق سنو کیا ہے۔ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ اللَّهُمَّ اذْرِ الْحَقَّ حَيْثُ  
مَا دَارَ عَلِيٌّ الْبَلَاغُ ۲ ص ۳۰ اشرف علی تھانوی اور الجمال المرصیہ ص ۱۶۱۔ حق علیؑ کے ساتھ  
ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے اللہ میرے حق کو ادھر پھیر دے جدھر علیؑ پھرے۔ معلوم ہوا  
کہ علیؑ والے ہی نور دیا کرتے ہیں۔ میں نے قرآن مجید سے چار آیتیں پیش کر دیں کہ رونانا نبیاد  
علیہم السلام اور مومنین کا کام رہا۔ کوئی دینا کا مولوی قرآن پاک سے رونا حرام ہے کی ایک آیت  
پیش کر دے ایسے تو میں کہا کرتا ہوں۔ سندس۔

تیرہ سو برس گزرے اب تک شہید کو دنیا روتی ہے  
دل میں ہے تو نقطہ غم لب پر آئے فریاد ہے  
انکھوں کا سمندر بیتا ہے نکھوں کی طہارت ہوتی ہے  
آنکھوں میں رہے تو آنسو ہے آنکھوں کے گئے گئے

شہید تمہارا کیا کہنا راضی برضائے حق رہنا  
گردن پر پٹھری سجدے میں جس میں تکمیل آتا ہوتی ہے

بریت۔ البقی ص ۱۲۵ پر ہے کہ جب اُحد میں حضرت حمزہؑ شہید ہو گئے تو مدینہ میں ان پر کوئی  
رونے والا نہ تھا۔ حضورؐ نے فرمایا مَا حَمَّنَا فَمَا بُدِيَ لَنَا مَا سَعَى حَمَزَةَ پرونے والا ہی  
کوئی نہیں سعد بن معاذ نے اپنی عورتوں کو حضرت حمزہؑ کے گھر بھیجا ان کے رونے کی آواز سن کر

نبی نے دعا دی۔

(۱۱) مولوی صاحب نے فرمایا رونا تو جائز ہے صرف ماتم کرنا حرام ہے۔ ماتم اور خون بہانے کی سند قرآن میں کوئی نہیں ہے۔ سنو۔ اگر قرآن و حدیث میں ماتم کرنا خون نکان حرام ہے تو واقعی حرام ہے اور اگر ثابت ہو جائے تو فتویٰ صادر کرو کہ کس کی مانیں۔ ملاں کی یا قرآن و حدیث کی۔ سنو (۱۲) فَأَنْبَلَتْ أَمْرًا تَهْطُ فِي صَدْرَةٍ فَصَنَكْتَ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزًا عَقْلِيَّةً، پارہ ۲۶ جلد ۱۹۔ پس آئی بی بی اس کی بیچ حیرت کے پس پٹیا منہ اپنے کو اور کہا کہ میں بوڑھی ہوں۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۵ پارہ ۲۶ ص ۱۱۱۔ پھر تحریر کیا گیا ہے کہ حضرت سارہ نے دو ہنٹر اپنے منہ کو پٹیا تھا۔ ایک نبی کی ماں اور ایک نبی کی بیوی دو ہنٹر منہ پر پیٹ رہی ہے۔ لگاؤ حضرت سارہ پر کفر کا فتوے دوسرا حضرت موسیٰ کو جب ماں نے تنور میں ڈال دیا اور سپاہی تلاش ہی لینے لگے تو خدا مرنے غلطی سے تنور میں لکڑیاں ڈال کر آگ لگادی۔ سپاہی تلاش ہی لے کر چلے گئے تو موسیٰ کی ماں نے دروازے کو بند کر کے دو ہنٹر پٹیا شروع کیا کہ ہائے ظالمہ تو نے میرا بچہ جلادیا قصص الانبیاء ص ۲۱۳ لگاؤ مسلمانو کفر کا فتویٰ۔ ایک مولوی صاحب نے فرمایا واقعی موسیٰ کی اور حضرت اسحق کی ماں نے پٹیا تھا مگر ٹائے واٹے تو نہیں کیا تھا۔ سنو قرآن سے لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَاهِدَ بِالسُّوْرِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَرْجُومًا ظَلُمًا پارہ ۱۷۶ سرائے مظلوم کے ہائے واٹے کرنے والے کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔ معلوم ہوا کہ مظلوم کو حق دیا گیا ہے کہ وہ باواز بند ہائے واٹے کر سکتا ہے اور قرآن سنو۔ قَالَتْ الْيُونَانِيَّةُ أَيْدًا قَدْ عَجُوزًا وَهَذَا بَعْطِي شَيْخًا پارہ ۱۲، ع، واٹے مجھ کو کیا جنوگی میں تو بڑھیا ہوں اور میرا خاتمہ بھی بوڑھا ہے۔ مسلمانو ہائے واٹے جائز ہے یا کہ نہیں۔

اب حدیث سے ہم رہنموا۔ أَخْرَجَ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي عِيَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ ذَاتَ يَوْمٍ نَصَفَ النَّهَارَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ بَيِّدَةً قَارُودَةً فِيهَا دَمٌ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَ دَمُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابِهِ لَمْ أَزَلْ الْمَقْطَعُ مِنْذَ الْيَوْمِ نَا حَصِي ذَالِكَ الْوَقْتِ فَوَجَدْتُ قَدْ قُتِلَ ذَالِكَ الْيَوْمِ مَكَّةَ شَرِيفَ جلد ۳ ص ۲۵

سیر الشہادتین ص ۱۲ احمد اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک دن دوپہر کے وقت آنحضرتؐ کو دیکھا کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلودہ ہیں۔ ناخن میں ایک شیشی ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا حسینؑ اور ان کے اصحاب کا خون ہے۔ میں آج صبح اس کو اٹھا تا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت کو یاد رکھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام اسی دن شہید ہوئے تھے۔ جس دن یہ خواب دیکھا گیا تھا اور سنو۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَعَلَى رَأْسِهِ وَلِيْحِيْتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ انْفِاقًا مَشْكُورَةً شَرِيفَةً ص ۱۲

سیر الشہادتین ص ۱۲۔ حضرت اُمّ سلمہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر اور ریش مبارک پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ یہ آپ کا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا مقتل حسینؑ میں ابھی میں موجود تھا۔ کیوں مسلمانوں کی اکر کم کا گریبان کس طرح چاک ہو گیا۔ سر اور ریش مقدس میں کس نے خاک ڈال دی۔

اہلسنت کے مشہور پیشوا حضرت عبدالقادر بغدادی فرماتے ہیں کہ جس روز امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اسی روز ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیا کہ میری عبادت چھوڑ کر قبر حسین علیہ السلام پر قیامت تک نو سے پڑھتے رہو۔ غنیۃ الطالبین اردو منہ ۲۵۔ اس کے علاوہ حمزہ بن زینب کہتا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خلیل اللہ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کا دروں بزرگوار عورات کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ بھی کربلا میں آگئے۔ فرمایا جس روز سے میرا بیٹا حسین شہید ہوا ہے میں نے مدینہ چھوڑ دیا ہے اور خلیل اللہ نے بیت المقدس سے ہجرت کر لی ہے۔ اردو غنیۃ الطالبین منہ ۲۵۔ لگاؤ کفر کا فتویٰ۔ اور سنو اگر کفر کا فتویٰ لگانا ہی ہے تو لگاؤ روایت آں است طلاقش داد و چون امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے مراد معلوم کرو خاک بر سر ریخت و فغان بر آورد معارج النبوة کن چہام ص ۱۱۔ اگر حضرت عمر اپنی ایک بچی کے اُجڑانے پر سر میں خاک ڈال کر آہ و فغان کر سکتے ہیں تو ہم بھی بتوں کے سارے گھر کے اُجڑانے پر ماتم و فغان کر سکتے ہیں۔

سردار انبیا کی ناسی حالت

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں قتلِ حسین علیہ السلام کے روز سے سات دن تک دنیا سیاہ رہی دلیاروں پر دھوپ کا رنگ زعفرانی رہا۔ اور سارے ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرتے رہے۔ اسی روز سورج کو گہن مگ گیا چھ بیٹے تک آسمان کے کنارے سُرخ رہے پھر وہ سُرخی تو جاتی رہی مگر افق کی سُرخی اب تک برابر موجود ہے جو اس واقعہ سے پہلے کبھی نہیں دکھلائی دی تھی اور بیت المقدس کا پیغمبر جو اس روز اٹھایا جاتا تو اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا۔

تاریخ الخلفاء ص ۲۲۳ بیہقی اور البرغیم نے بصرہ ازبیر سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سے خون برسا جب صبح ہوئی تو ہمارے ٹکے گھرے برتن وغیرہ خون سے بھرے ہوئے تھے۔ سزا شہادتین ص ۲۴ کیوں مسلمانو کیا آسمان پر کوئی خون کی نہر بہتی ہے کہ خون برسا اگر نہیں تو بتاؤ تو سہی کس مخلوق نے اپنا خون غم حسینؑ میں نکالا ہے۔ خون نکالنے پر کفر کا فتویٰ دینے والو خدا کے لئے غم نہ کرو۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
إِنَّ خَيْرَ النَّاسِ بَعْدِي رَجُلٌ يَقُولُ لَهُ أَوْ نَيْسٌ وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ يَدُ بِيَاضٍ  
فَنُورُهُ فَلَيْسَتْ تَغْفِرُ نَكَمًا. مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص ۳۳۳. عمر بن خطاب نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تا بعین میں سے ایک بہترین شخص ہو گا جس کو ادیس کہا جائے گا۔ اس کی ایک ماں ہوگی اور ادیس کے ہاتھ پر سفیدی ہوگی۔ تم اس سے اپنے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کرنا۔ میں اہلسنت کے علماء سے عرض کرنا ہوں کہ تمہارے نزدیک تو یہ ہے کہ اگر رسول خدا کے بعد کوئی نبی ہوگا تو عمر ہوتا تو اس بندے کو محمد مصطفیٰ فرما رہے ہیں کہ ادیس سے اپنی بخشش کی دعا کرنا۔ بتاؤ ادیس کا نگاہ رسولؐ میں کیا ہے اور جب ادیس کی سر بلندی کا پتہ چل جائے تو کیا اس سے بھی انکار کرو گے کہ ادیس نے سنا کہ جنگِ احد میں رسول خدا کا ایک انت مبارک شہید ہوا تو اس نے اپنے سارے دانت توڑ دیئے کہ خدا جانے کہ حضورؐ کا کونسا دانت اقدس شہید ہوا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۲ اس واقعہ کو نبی اکرمؐ نے سنا۔ مگر ادیس کی اس تدبیر سے ناراض نہیں ہوئے بلکہ فرمایا کہ میں کی طرف سے نیر رحمت آتی ہے۔

حضرت ابی بکرؓ



بناتے تھے اور دوشیروں کی تصویریں بھی بنا کر تخت کے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ کیوں مسلمانوں ہم تو غیر ذی روح کی شبیہ بناتے ہیں مثلاً تعزیر حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ کی نقل ہی تو ہے اور حضرت سلیمانؑ تو ذی روح کی شبیہ بنوارا ہے۔ لگاؤ کفر کا فتویٰ اور سونو فتویٰ عالمگیری بمطالع المومنین میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے منت مانی تھی کہ جنت کی چرکھٹ اور پیشانی حورالعین کا بوسہ لوں گا اب میں کس طرح اپنی منت کو ادا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا ماں کے تدموں کے اور باپ کی پیشانی کا بوسہ لے لو۔ منت پوری ہو جائے گی۔ عرض کی مولا میرے ماں باپ مرچکے ہیں۔ فرمایا ماں باپ کی قبروں کا بوسہ لے لو۔ عرض کی کہ ان کی قبروں کا بھی مجھے علم نہیں۔ فرمایا میرے سامنے دو مٹی کی ڈھیڑیاں بنا۔ ایک کو ماں کی قبر اور دوسری کو باپ کی قبر تصور کر اور ان کے بوسے لے کر اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو جا۔ نقل از نجات الدارین ص ۹۸۔ کیوں مسلمانو خرد سولہ اپنے سامنے کیا شبیہ نہیں بنوارا ہے اور تعظیم نہیں کروا رہے۔ اب جناب مولوی محمد نعیم اللہ صاحب گوہر کھپوری قادری حنفی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

تعزیر فی الاصل نقل روضہ شبیر ہے	یہ نہ بنت ہے نہ کسی ذی روح کی تصویر ہے
بلکہ اس میں خیر و خوبی کی بھری تاثیر ہے	منکر اس کا بے گناہ شیطان کا نچر ہے
تعزیر داروں سے راضی ہیں جناب ناظم	چغین کے ہاتھ پر ہوتا ہے اس کا خاتمہ
بت اسے کہتے ہیں جس کی شکل ہوزی جانگی	شیر کی ماٹھی کی۔ طاٹر کی۔ کسی انسان کی
تعزیر یہ شکل کس کی ہے کہو ایمان کی	مولوی ہر کر کے باتیں مت کرو زبان کی

تعزیر داری ثبوت قتل معصومان ہے

جو منع اس سے کہ جانو اے شیطان ہے

نجات الدارین ص ۹۹۔ اس کے بعد شبیہ کے ثبوت میں رسول خدا کا اپنا ارشاد مزید پیش کرنا ہوں۔ روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرمؐ جناب حنین سے واپس تشریف لائے آپ نے حضرت عائشہ کے حجرے میں دیکھا کہ طاق میں گڈیاں پڑی ہیں جن میں ایک گھوڑا بھی تھا اور اس کو دو پر لگے ہوئے تھے۔ حضور پُر نذر نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا قَالَ وَمَا

عاریب و تائیل

دالین کی قبروں کا بوسہ

اشعار

بنی علی عائشہ کا گھوڑا

هَذَا الَّذِي عَلَيْهِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ نَزَسْنَاهُ لَكَ جَنَاحَانِ قَالَتْ أَمَا سَمِعْتِ  
 أَنْ سُلَيْمَانَ خَبِلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ . مشکوات شریف جلد ۱ ص ۱۱۰۔ فرمایا یہ کیا ہے  
 حضرت عائشہ نے کہا کہ گھوڑے کے پر ہیں۔ فرمایا کبھی گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں۔  
 عائشہ نے کہا کہ کیا آپ نے نہیں سنا ہر اکہ سلیمان کے گھوڑے کے دو پر تھے یہ میں نے  
 اس کی شبیہ بنائی ہے۔ مولیو! اب کیا فتویٰ لگاؤ گے۔ شبیہ تو حضرت عائشہ نے بنائی  
 محمد مصطفیٰ کر دھلائی۔ نبی اکرم نے صحابہ کو بتلائی اور مشکوات شریف میں راویوں نے درج  
 کرائی اور میں نے پڑھ کر سنا۔ صلوات۔ اور سنو عن عائشة أَنَّ حَبْرًا مِيلَ جَاءَ  
 بِصُورَتِهَا فِي خِزْيَةٍ حَمْرًا يُدْخِلُهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
 وَسَلَّمَ فَقَالَ هَذِهِ رُوْحَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ . مشکوات شریف جلد ۳ ص ۲۸۳  
 جناب عائشہ نے فرمایا کہ حضرت جبریلؑ میری صورت کو ایک سبز ریشمی رومال میں لپیٹ  
 کر رسول خدا کے پاس لائے اور فرمایا کہ یہ آپ کی زوجہ ہے دنیا و آخرت میں۔ نہ راوی  
 کہہ رہے کہ کتاب بے زور صرف ملاں کا جھوٹا شور۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے جناب عائشہ کی  
 شبیہ بنائی اور جبریلؑ کو پکڑائی اور اس نے رسول خدا تک پہنچائی۔ نبی اکرم نے صحابہ کرام  
 کو دکھلائی یا بتلائی اور صحابہ نے اس کی تحریر تصویر مشکوات شریف میں درج کرائی اور بندہ  
 نے وہی عبارت آپ کو سنائی۔ صلوات۔

ایک مولوی صاحب اپنے مقتدیوں کو غلط فرما رہے تھے کہ حضرت یوسفؑ  
 کے بھائی جھوٹا خون کرتے پر لگا کر لائے۔ وَجَاءَ وَعَلَى قَعِيصِهِ يَدِيمٌ كَذِبٌ پاره  
 رکوع ۱۲۔ اور لے آئے کرتے کو جھوٹا خون لگا کر۔ یعنی جھوٹا خون لگانے والے ہی دشمن  
 ہوا کرتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں فرماؤ اس کرتے کو جس پر جھوٹا خون لگا ہوا تھا حضرت  
 یعقوبؑ نے وہ کرتا پھینک دیا تھا کہ نقلی خون ہے۔ اس سے کیا واسطہ۔ چلو دھو  
 دیا ہوتا۔ مسلمانو حضرت یعقوبؑ نے نہ کرتا پھینکا اور نہ خون دھوا مکہ۔ اس نے پاس  
 رکھا اور ثابت کر دیا کہ میرے محبوب سے اس خون کی نسبت ہو گئی ہے۔ لہذا اس کی  
 قدر کرنی چاہیے۔ جب تک یوسفؑ یعقوبؑ کو نہیں مل گیا۔ اس وقت کرتا زیارت گاہ

یعقوبی رہا۔ لگاؤ کفر کا فتوے۔ ارے شبیہ ہوتی ہے وہ جراسل نہ ہو بلکہ محبوب کی طرف منسوب کی گئی ہو۔ ایک اور دلیل سنو۔ میں نے بازار سے چمڑا خرید کیا۔ ایک حصّہ سے میں نے قمیض بنوائی۔ دوسرے گز کو قرآن مجید کا غلاف قرار دیا۔ تباؤ کیا دونوں کی ایک جیسی عزت ہوگی۔ اور سنو۔ میں نے بازار سے چمڑا خرید کیا اسی سے جوتی بنوائی۔ اسی سے بوکا بنوایا۔ اسی چمڑے قرآن مجید کی جلد بندھوائی۔ فیصلہ دو کیا ایک جیسی عزت ہوگی۔ ارے بوکے سے تو پانی پیا جائے گا کیا کوئی ملاں جرتی میں پانی پینا پسند فرمائے گا ہرگز ہرگز نہیں۔ چمڑا ایک ہے نسبت سے عزت و مقام علیحدہ علیحدہ ہو گیا۔ قرآن مجید کی جلد کو بر سے دیئے جائیں گے اور جوتی نجاست آلود رہے گی۔ کیوں مسلمانوں کاڑھی سے قرآن مجید کا رحل بنوایا گیا تھا۔ ابھی تک قرآن مجید اس پر رکھا ہی نہیں گیا کیا اس رحل کی توہین کی جاسکتی ہے۔ کسی وقت کوئی ملاں کسی دیندار مسلمان کے سامنے رحل پر قدم رکھ کر دکھلانے انشاء اللہ نفل سزا ملے گی۔ ہر آدمی نسبت کی تعظیم کرنا واجب جانتا ہے۔ صرف بتوں کے لال کی طرف جو شے منسوب ہو جائے اس کا ملاں ویرا ہے۔

امام حسین کی شبیہ پر کفر کا فتویٰ لگانے والوں نے چند سال پہلے بیت اللہ کا غلاف اپنے ملک پاکستان میں بنوایا تھا اور مولانا مودودی صاحب کی قیادت میں سارے ملک میں پھرایا گیا۔ تین اپریل ۱۹۶۳ء کی اخبار کوہستان میں لکھا گیا تھا کہ اس غلاف کعبہ کی زیارت ایک کروڑ بائیس لاکھ انسانوں نے کی اور شوقی زیارت میں کئی انسان کثرت ہجوم میں دب کر انتقال کر گئے جنہیں شہید کا لقب دیا گیا۔ ارے ابھی تو یہ غلاف کراچی بھی نہیں پہنچا تھا چہ جائے کہ بیت اللہ پر چڑھا یا گیا ہو۔ مولوی اس غلاف کی زیارت و تعظیم کیسی۔ بس یہی جواب ہی تو دو گے کہ کعبہ سے جو نسبت ہوگئی۔ اگر کعبہ سے نسبت حاصل کر کے کوئی چیز واجب تعظیم ہو سکتی ہے تو وارثان کعبہ سے بھی نسبت دے کر تعظیم کی جاسکتی ہے۔ جس نسبت و شبیہ کا ملاں ویرا ہے۔ اس نسبت و شبیہ کی قرآن مجید سے نذر و منزلت سنو۔ وَالْمَدِينِ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مَقَرًا مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا

خَیْبَرُ پارہ ۱۷ ع ۱۲۔ اور اونٹ قربانی کے کیا ہم نے ان کو واسطے تمہارے شمار اللہ اور واسطے تمہارے ان میں خرابی ہے۔ مسلمانوں کس مذہب میں قربانی کے جانور کی توہین جائز ہے۔ اسے جانور تو درکنار اس کیلی اور رستی کی بھی توہین حرام ہے۔ جس سے اس جانور کا واسطہ رہا ہو۔ صلوات۔ شیبہ اور نسبت پر اتنا ہی کافی ہے۔

چونکہ اعتراض یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا درجہ شہید ہونے سے بڑھ گیا تھا تو بلندی درجہ پر خوشی ہونی چاہیے نہ کہ ماتم یعنی اس کا جواب بھی غور سے سماعت فرمائیے مسلمانوں حسین کا درجہ کم کب تھا جو شہید ہونے سے بڑھ گیا۔ کیا اس وقت درجہ کم تھا جب جنت سے لباس نگوایا کرتے تھے۔ کیا اس وقت درجہ کم تھا جب جبرئیل بہشت عزیز شنت سے ان کے کھانے لایا کرتا تھا۔ کیا اس وقت درجہ کم تھا جب کہ نانا کے درش پر حالت نماز میں سوار ہو کر مصطفیٰ کے سجدے کو طول دلوا یا کرتے تھے۔ کیا اس وقت درجہ کم تھا جب کہ سولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ اَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا ابن ماجہ ص ۱۷۱ کی سند بخینے میں حاصل کر رہے تھے۔ ہاں اگر شہید ہونے سے درجہ بڑھ گیا ہے تو ایک اور بزرگ کا ماتم کرنا ہوگا۔ کیوں کہ حضرت اسماعیل ذبح ہونے سے بچ گیا۔ اگر چھری چل جاتی اور ذبح ہو جاتے تو شان درجہ بڑھ جاتا۔ اب اسماعیل نبی بچ گیا۔ درجہ جو بڑھنا تھا نہ بڑھ سکا۔ اس پر غمی و ماتم کریں کہ ہائے نبی شہید نہ ہو سکا اور درجہ رفیعہ نہ مل سکا۔ آذیل کر ماتم کرو کہ اسماعیل شہید ہونے سے بچ گیا۔ درجہ کم ہو گیا۔ مولوی صاحب ہم نے اپنا تک چھوڑا۔ بزرگوں کی قبریں چھوڑیں جائیدادیں چھوڑیں۔ بچے قتل ہوئے۔ جوان مارے گئے۔ عزیزیں تباہ ہوئیں۔ سب کچھ چھوڑ دیا مگر حضرت اسماعیل کی خوشی نہیں چھوڑی کہ ہمارا نبی ذبح ہونے سے بچ گیا۔ سزا جس نے حضرت اسماعیل کی خوشی و سعید چھوڑ دی وہ ملتِ عمیلیٰ سے خارج اور جس نے امام حسین کا علم چھوڑا وہ ملتِ مصطفیٰ سے خارج ہوگا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ بچ جانے والے کی بھی خوشی منائیں اور ذبح ہونے والے کی بھی خوشی کریں۔ تم حضرت اسماعیل کا ماتم شروع کر دو تو ہم امام حسین کے بارے میں غور کریں گے رباعی سنو۔

دستور تیرا اُسوہ شہید نہیں ہے      بیاں تیرا تخریب ہے تعمیر نہیں ہے  
ہراک پہ لگا دیتا ہے تو کفر کا فتویٰ      اسلام تیرے باپ کی جاگیر نہیں ہے

پانچواں اعتراض ہے کہ شہید زندہ ہوا کرتا ہے۔ زندوں کا ماتم کیسا اور غم اور حزن تو مردوں پر کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب بھی انصاف کے نواز پر وزن کرو۔ مسلمانو امام حسین علیہ السلام شہید ہی نہیں بلکہ سید الشہداء ہیں مگر مولوی صاحب بھی تو مانے کیا شہید کو دفن نہیں کرنے کیا شہید کی بیوہ عدت گزرنے کے بعد نکاح ثانی نہیں کر سکتی۔ کیا شہید کا مال یا زگشتوں میں تقسیم نہیں ہوتا کیا شہید کے بچے یتیم نہیں کہلاتے۔ کیا شہید کا جنازہ نہیں ہوا کرتا۔ سفر شہید ہے تو زندہ مگر کام سارے مردوں والے۔ اس کے ساتھ کرتے ہو۔ یہ ملاں کی منطق ہے کہ اگر امام حسین علیہ السلام کا ماتم کریں تو شہید زندہ ہو گیا اور اگر یا علیؑ مدد کہیں تو فتویٰ صادر ہوتا ہے کہ مردوں سے مدد مانگتے ہیں۔ مفقوبو! ہم تو حسینؑ کا ماتم کرتے ہیں کہ حسینؑ نانے کی محفل میں جنت میں زندہ و سلامت ہے۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام تو اسی جسم اطہر کے ساتھ مصر میں زندہ تھے۔ اور حضرت یعقوبؑ چالیس سال روتے رہے اور دشمن کہتے تھے قَالُوا تَبَّ اللَّهُ تَفْتَوُ تَذَكُّرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ پارہ ۱۳ ع ۴۔ کہا انہوں نے خدا کی قسم ہمیشہ رہے گا تو یاد کرتا یوسفؑ کو میاں تک کہ ہو جائے تو مضمل یا ہو جائے تو ہلاک ہونے والوں سے۔ اسی طرح حضرت آدمؑ جناب حوا کو تین صد سال روتے رہے اور حضرت حواؑ جناب آدمؑ کو روتی رہیں اور یہ اتنے روئے کہ آب چشم سے گھاس پیدا ہونے۔ حالانکہ دونوں اسی جسم اطہر سے دنیا میں زندہ تھے۔

قصص الانبیاء، ص ۲۵، حاکم اور بیہقی نے أم الفضل بنت حارث سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز امام حسینؑ کو آنحضرتؐ کے پاس لے گئی اور آپ کی گود میں رکھ کر دوسری طرف متوجہ ہو گئی پھر جو نظر پڑی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور آپ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے میرے پاس آکر خبر دی ہے کہ میری امت اس فرزند کو شہید کرے گی اور اس کے مقتل کی سُرُخ مٹی بھی مجھے آکر دی ہے۔ سر الشہداء نقیلاً مولوی صاحب اگر زندوں کا ماتم اور رونا ہی ناجائز ہے تو حضرت یعقوبؑ حضرت آدمؑ

حضرت حقاً اور حضور پر نور و غیر ہم علیہم السلام پر ذرا فتوے تو صادر کرو۔  
 چھٹا اعتراض ہے کہ دیگر انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کا تم اس طرح کیوں غم نہیں مناتے  
 جس طرح امام حسین کا منایا جاتا ہے تو اس کے متعلق مختصراً جواب یہ ہے کہ ہمارا دین  
 ملائک کے تابع نہیں بلکہ رسول خدا کے تابع ہے۔ یہ سوال رسول خدا سے کرو۔ حضور نے  
 حسین کی خاطر گریبان چاک کیا بسر اور ریش مقدس میں خاک ڈالی۔ مدینہ چھوڑ کر کربلا تشریف  
 فرما ہوئے۔ حضرت اُمّ سلمہؓ کو چھین برس پہلے مٹی دی کہ جس روز سُرخ ہو جائے یقیناً  
 کرنا کہ بتوں کا لالہ شہید ہو گیا۔ ستر ہزار فرشتے حسین پر نوحہ پڑھتے کے لئے خدا نے مقرر  
 فرمائے۔ آسمان سے خون برسا۔ آندھیاں چلیں۔ سورج کو گہن لگا۔ تین دن تک اندھیرا رہا  
 آسمان پر صبح و شام سُرخی نمودار ہوئی جو قیامت تک قائم ہے۔ جنات نے نوحہ پڑھے ایسا انتظام  
 کسی اور بزرگ کے لئے دکھلاؤ۔ ہم تیار۔ ہمارے سینے تیار ہمارا دین پادلیوں کا دین نہیں بلکہ  
 خدا اور اس کے رسول کا دین رکھتے ہیں۔ رباعی۔

اے کلمہ گو بنا کہ ہوا کار ساز کون؟ گزرا ہے بچھیوں میں عبادت نواز کون  
 مسجد کے سامنے تجھے ماتم ہے ناگوار دیتے نہ سر حسین تو پڑھتا نماز کون  
 صلوات۔ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ شیعہ پیسے دے کر ماتم کر داتے ہیں۔ میں عرض  
 کرتا ہوں کہ پاکستان میں ہندو سکھ تو ہیں نہیں۔ اور شیعہ پیسے دے کر ماتم کر داتے ہیں تو  
 وہ کون سا مذہب رکھنے والے ہیں جو ہم سے پیسے لے کر ماتم کرتے ہیں۔ ہاں اگر پیسے دینے  
 والے بھی شیعہ اور پیسے لینے والے بھی شیعہ تو پھر مولوی صاحب کو کیوں تکلیف ہوتی ہے۔  
 ہمارے نزدیک ماتم عبادت۔ تمہارے نزدیک تراویح عبادت۔ کسی کا ذکر کیوں کریں۔ ہم  
 نے خود چار چار آنے پر تراویحیاں پڑھائی ہیں۔ ادھر کس طرح جائز ہو گئیں۔ یہ صرف حکومت  
 بنی اُمیہ کی کاسہ لمبی کی جاد ہی ہے کہ کسی طرح ہمارے چھٹے کا بھرم نہ کھلے۔ مگر یاد رکھو مشرک  
 حسین نے تو عقیدت ہندوؤں تک کو ہے۔ رباعی۔

ایماں کے طرف دار ہوا کرتے ہیں باطل سے وہ بیزار ہوا کرتے ہیں  
 شبیر بہتے ہوئے اشکوں کی قسم ہندو بھی عزادار ہوا کرتے ہیں

آج ایک دشمن کی بھی سنو۔ جردوست ہو گیا۔ روایت میں ہے کہ بارہویں منزل اثرات سے امام حسین آگے نکلے تو ایک مقام پر ایک آدمی نے نعرہ بکیر بلند کیا۔ امام نے فرمایا بیشک اللہ اکبر ہے۔ مگر اس وقت بکیر کہنے سے تیری کیا مراد ہے۔ اس نے عرض کی کہ مولا کھجوروں کا باغ نظر آیا ہے۔ دوسرے نے کہا خدا کی قسم یہاں کوئی باغ نہیں ہے۔ جب غور سے دیکھا تو لوگوں نے کہا کہ گھوڑوں کی کونتیاں اور نیزوں کے پھل نظر آتے ہیں۔ اس پر امام نے فرمایا واقعی کوئی لشکر کوفہ سے آرہا ہے اس کے بعد امام نے ذی حشم جگہ جس کے تین طرف پہاڑ تھا اُدھر کا رخ کیا اور پہلے پہنچ کر اپنے خیمے نصب کر لئے۔ اس کے بعد ایک ہزار کا لشکر جو سلاح جنگ فولادی میں تھا آپہنچا اور امام حسین کے سامنے حُر نے بھی اپنا خیمہ نصب کر دیا۔ فرزند ساقی کوڑے کی حُر کے لشکر پر نگاہ پڑی تو فوراً حکم دیا عباسؓ اعلیٰ اکبر ان تمام لشکریوں کو پانی پلاؤ۔ بس مشکوں کے دبانے کھل گئے اور حاکم روحانی نے اپنے نعل سے ثابت کر دیا کہ میرے نزدیک قاتل کو بھی پیاسہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ خود مولائے کائنات دشمنوں کو پانی پلانے میں مشغول ہونے اور جب تمام آدمی سیراب ہو چکے تو فرمایا اب ان کی سواروں کو سیراب کرو۔ بنی امیہ کے ہوا خواہوں میں اگر ذرہ بھر بھی دیانت ہوتی تو حضرت امام حسین کے کردار کی یہ ایک ہی جھلک صراطِ مستقیم تک پہنچانے کو کافی روانی ہے۔ جب تمام لشکر اور سواریاں سیراب ہو چکیں تو امام نے حُر سے دریافت کیا کہ تمہارا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے۔ حُر نے عرض کی کہ مجھے حاکم کوفہ ابن زیاد کا حکم ہے کہ آپ کو جہاں بھی پاؤں حکم حاکم کے مطابق کوفہ لے چلوں۔ اس پر امام نے فرمایا کہ میں کسی دنیاوی غرض کے لئے تو یہاں نہیں آیا۔ تم لوگوں نے ہزاروں خط لکھ کر مجھے بلایا کہ ہم بغیر امام کے ہیں۔ اگر تم میرے آنے پر راضی نہیں ہو تو میں واپس پلٹ جاتا ہوں۔ حُر نے خطوط سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے عقبہ بن سمان سے فرمایا کہ وہ خطوط لے آیا۔ غلام نے دو تھیلے خطوں کے پیش کر دیئے جس میں ہزاروں خط تھے۔ امام نے وہ تمام خطوط حُر کے سامنے ڈال دیئے۔ حُر نے خطوں کو دیکھ کر کہا کہ میں ان کھنے والوں میں سے نہیں ہوں مجھے تو ہر حالت میں حاکم کے حکم کو بجالانا ہے۔ اس کے بعد نماز کا وقت ہوا تو حُر کے لشکر نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام

کے پیچھے نماز ادا کی نماز عصر کے بعد امام نے حکم دیا کہ تیاری کرو اور امام گھوڑے پر سوار ہوئے تو چڑھنے بڑھ کر گھوڑے کی بجام پکڑ لی۔ امام نے فرمایا پیچھے ہٹ جا۔ تیری ماں تیرے ماتم میں مدنے۔ اس پر چڑھنے عرض کی حسین اگر عرب کا کوئی اور شخص مجھے یہ کہتا تو جواب اسے بڑھ کر دیا جاتا۔ مگر میں سوائے درود و سلام کے تیری والدہ کی شان میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس کے بعد لشکر دو محرم کو کر بلا پہنچا۔ ساتویں کو پانی بند ہو گیا۔ محرم کی دسویں شب کو قتل حسین کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور خیام حبیبی سے العطش العطش کی آوازیں بلند ہوئیں تو چڑھنے کی غیرت نے کروٹ بدلی اور بدحواس ہو گیا کہ اولادِ رسول کو مصیبت میں ڈالنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ اب دوزخ کے کنارے میں پہنچ گیا۔ اسی نگر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھا تھا کہ غلام کی نگاہ پڑی کہ اتنا کارنگ اُترا ہوا ہے۔ سرد آہیں لب پر ہیں۔ سیدھے منہ بات نہیں کر سکتا۔ چڑھکا غلام گھبرا گیا اور چڑھنے کے بھائی سے جا کر ذکر کیا کہ ذرا حُرّہ کا حال تو دیکھو لڑائی کا خوف اس درجہ غالب ہے کہ ہوش و حواس درست نہیں۔ یہ سن کر چڑھکا بھائی دوڑا ہوا آیا اور چڑھنے کی حالت دیکھ کر حیران ہو گیا اور کہنے لگا حُرّہ تو تو کو فہر کا نامور شہسوار شہرہ آفاق بہادر ہے۔ یہ بزدلی کیسی۔ ان چند بھوکے پیاسوں سے گھبرا گیا یہ تو ایک ہی حملے میں کھیل بیٹھے جا میں گئے۔ چڑھنے نے ایک آہ سرد کھینچی اور بھائی سے کہا کہ کچھ دُور میرے ساتھ چلیے تو میں اپنی پریشانی کی وجہ بتاؤں۔ اس کے بعد دونوں بھائی لشکرِ یزید سے دُور نکل گئے تو ایک مقام پر چڑھنے نے کھڑے ہو کر بھائی سے کہا کہ اس آواز پر غور کرو کہ کیا کچھ آواز ہے بھائی نے غصہ سے سکوت کے بعد کہا کہ یہ حسین کے خیام سے العطش العطش کی آواز آرہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نواسہ رسول کے بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ چڑھنے نے اپنے سینہ پر ہاتھ مارا اور رو کر کہا ہائے قسمت ہائے قسمت اور روتے ہوئے بھائی سے ذکر کیا کہ فرزندِ رسول کو اس مصیبت میں ڈالنے کا میں ہی موجب ہوا ہوں۔ بتا اس کے بعد بھی میری نجات و بخشش کی کوئی امید ہے۔ بھائی میں تو دوزخ کے کنارے کھڑا ہوں جس کی آگ کو برداشت کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ چڑھنے کے بھائی نے کہا پھر کیا ارادہ ہے۔ چڑھنے نے کہا کہ میں تو مصمم ارادہ کر چکا ہوں کہ ساقی کو فرّ کے فرزند کے پاس جا کر معافی مانگ کر ان کی نصرت میں

جان نذا کروں۔ حُرّہ کے بھائی نے کہا جزاک اللہ میں بھی تیرا ہی ساتھ دوں گا۔

روایت میں ہے کہ جناب حُرّہ نے جب فوج کی تیاری دیکھی تو عمر بن سعد کے پاس جا کر دریافت کیا کہ واقعی ہی حسین سے جگ ہوگی۔ عمر بن سعد نے کہا کہ ہاں ایسی جگ ہوگی کہ سر ہوا میں اڑتے ہوئے نظر آئیں گے اور لاشوں پر گھوڑے دوڑیں گے۔ جب حُرّہ کو یقین ہو گیا تو اپنے بھائی غلام اور بیٹے کو ساتھ لے کر ابسی لشکر سے نکل کر رحۃ للعالمین کے فراسہ کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر سے حُرّہ چلا ادھر فرزند رسول کی نگاہ پڑی آواز دے کر فرمایا بھائی عباسؑ۔ بیٹا علی اکبرؑ تم دونوں میرے معزز مہمان کے استقبال کو بڑھو۔ امام کا حکم پاتے ہی شہزادہ علی اکبرؑ اور حضرت عباسؑ حُرّہ کی طرف بڑھے۔ جب حُرّہ نے حضرت عباسؑ اور علی اکبرؑ کو دیکھا تو گھبرا گیا۔ میں تو معافی لینے آ رہا ہوں۔ کہیں شیر خدا کا بیٹا میری گزارشات سے پہلے ہی نہ مجھے قتل کر دے۔ یہ سوچ کر حُرّہ گھوڑے سے اتر پڑے اور اپنے عماد سے اپنے دونوں ہاتھ باندھ لئے کہ ساقی کو شکر فرزند قیدی کو قتل نہیں کرے گا۔

عماد اور حُرّہ کے بندھے ہاتھوں کو دیکھ کر فرزند رسولؐ سے نرا گیا۔ امام حسین علیہ السلام بھی گھوڑے پر سوار ہو کر حُرّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مولانا انصاری نے دیکھا تو تمام انصاریوں نے بھی حُرّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عباسؑ، علی اکبرؑ، امام حسینؑ اور حبیبؑ، زہیرؑ، عایشہؑ، شاکری وغیرہم گھوڑوں پر سوار تھے اور حُرّہ پیدل ہو چکے تھے۔ حضرت نے قریب پہنچ کر فرمایا کہ بھائی حُرّہ خیریت ہے۔ بس اتنا سنا تھا کہ حضرت عباسؑ، جناب علی اکبرؑ، حبیبؑ، ابن مغاہر، زہیر، ابن قتیبہ، بریر، ابن خضیر نے گھوڑے چھوڑ دیئے اور پیدل ہو گئے۔ مولانا امام حسینؑ نے دریافت فرمایا کہ تم کیوں پیدل ہو گئے۔ عرض کی آپ کا بھائی جو پیدل کھڑا ہے۔ یہ خلافِ ادب ہے کہ آپ کا بھائی حُرّہ پیدل ہو اور ہم گھوڑوں پر سوار ہوں۔ اس کے بعد مولانا نے بڑھ کر حُرّہ کو سینے سے لگایا۔ حُرّہ نے امام کے قدموں کے بوسے لئے۔ امام نے فرمایا حُرّہ ذرا سر کو توند کرو۔ حُرّہ نے رو کر عرض کی مولانا میں نہایت شرمسار ہوں۔ میں ہی وہ گنہگار ہوں جس نے آپ کا راستہ روکا تھا۔ میں ہی وہ گنہگار ہوں جس نے اولادِ رسولؐ کا پانی بند کرایا تھا۔ مولانا نے فرمایا میں ہی وہ گنہگار ہوں جس نے بتوں کی شہرہ ادلیوں کو پریشان کیا تھا۔ اب عندِ تقصیر کے لئے

حاضر ہوا ہوں کیا میری خطا معاف ہوگی۔ شورش

معافی ملی، جنت ملی کو فر بھی پیا حُسن نے

کیا رٹ میں پڑ گیا شبیر کا مہاں ہو کر

امام نے فرمایا حُرَیظ میں نے تجھے معاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تجھے معاف کیا ہے۔

اصحاب الیمین ص ۲۵ پر منقول ہے کہ حُرَیظ نے عرض کی کہ یا مولا جب میں کو فر سے روانہ

ہوا تھا تو مجھے پیچھے سے آواز آئی کہ حُرَیظ تجھے جنت کی بشارت ہو۔ میں حیران تھا کہ میں تو

فرزندِ رسول کو قتل کرنے جا رہا ہوں تو یہ جنت کی بشارت کیسی اب مجھے معلوم ہوا کہ واقعی

وہ بشارت درست تھی۔ امام نے فرمایا وہ بشارت دینے والے حضرت پیغمبر تھے۔ اور

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر مرقوم ہے کہ حُرَیظ نے یہ بھی عرض کی کہ مولا آج رات کو میں نے

خواب میں اپنے باپ کو دیکھا ہے جس نے مجھ سے دریافت کیا

کہ حُرَیظ آج کل تو کیا کر رہا ہے۔ کہا کہ فرزندِ رسول کا راستہ روکنے پر مامور ہوں۔ فرزندِ ساقی

کو شہر کے بچوں کا پانی بند کرنے کا فخر دار ہوں۔ تو میرے باپ نے کہا کہ اس کے بعد

سوچ کہ تیرا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ اگر تجھے بخشش کی ضرورت ہے تو حسین ابن علی کی نصرت میں

جان نذاکر بتسیم النار والجنۃ کا فرزند تجھے جنت عطا فرمائے گا۔ اس پر امام نے فرمایا بیشک

تو نے اپنی نجات کا سامان کر لیا۔

عزادار! جب خیام اہلبیت میں یہ خبر پہنچی کہ حُرَیظ نے خدمتِ امام میں حاضر ہو کر

معافی طلب کی ہے تو چھوٹے چھوٹے پتے خیام اہلبیت سے نکل آئے۔ کوئی بچہ کہتا تھا

چچا حُرَیظ میرا سلام قبول ہو۔ کوئی کہتا تھا ماموں حُرَیظ میرا سلام قبول ہو۔ کوئی بچہ کہتا تھا ہم سب

کے مہمان ہمارا سلام قبول ہو۔ یہ سن کر حُرَیظ دھاڑیں مار کر رونے لگا اور خدمتِ امام میں

دست بستہ عرض کی کہ مولا مجھے میدانِ قتال کی اجازت مرحمت فرماویں۔ حُرَیظ امام سے

اجازت لے کر میدان میں آیا اور اشقیار کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عزیزِ تو تم نے عرب

کی غیرت کو مٹی میں ملا دیا کیا کسی نے کبھی مہمان کے ساتھ بھی یہ سلوک کیا ہے۔ کیا تم نے

امام حسین کو دعوت دے کر نہیں بلایا۔ تمہاری ماٹیں تمہارے ماتم میں روئیں۔ دریا سے

ہر انسان تو پانی پی رہا ہے بلکہ جانور سگے خوک تک پانی سے سیراب ہو رہے ہیں اور تم نے  
 فرزندِ رسوا اور اس کے بچوں کا پانی بند رکھا ہے۔ خدائے کو بروزی قیامت سیراب نہ کرے  
 حضرت خُزَیْمَةُ کی اس تقریر کا جواب اشقیاء نے تیروں سے دیا۔ اس کے بعد خُزَیْمَةُ نے واپس  
 آکر امام سے عرض کی کہ مولا اشقیاء نے جنگ کی ابتدا کر دی ہے اور عمر سعد ملعون نے ہماری  
 طرف تیر چلا کر ساری دنیا کو گواہ کیا ہے کہ گواہ رہنا کہ میں نے سب سے پہلے لشکرِ حسین کو  
 تیر مارا ہے۔ بس خُزَیْمَةُ نے میدان کارزار میں دادِ شجاعت دی کہ آزمودہ کالانِ حرب و ضرب  
 کے حوصلے پست کر دیئے۔ یہ دیکھ کر حصین بن نمیر نے یزید بن سفیان نامی ایک شخص کو پکار  
 کر کہا کہ آج تیری تنہا پوری ہونے کا وقت ہے آگے بڑھ کر خُزَیْمَةُ کو قتل کر دے۔ یہ آگے  
 بڑھا اور خُزَیْمَةُ سے واصلِ جہنم کر دیا اس کے بعد عمر بن سعد نے صفوان ابنِ حنظلہ کو بلایا جو  
 تمام لشکر میں شہرت رکھتا تھا اور خُزَیْمَةُ کے مقابلے کو بھیجا جناب خُزَیْمَةُ نے فخرِ بکیر بلند کر کے  
 ایک ایسا وار کیا کہ وہ راہی جہنم ہوا۔ صفوان کو مقتول دیکھ کر اس کے تین بھائی جو دادِ شجاعت  
 میں برابر تھے خُزَیْمَةُ کے مقابلے کو نکلے۔ خُزَیْمَةُ نے ایک کو کمر میں لٹکا ڈال کر زمین سے اٹھا کر زمین  
 پر دے مارا اور اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور واصلِ جہنم ہوا۔ دوسرے کو تلوار سے دو ٹکڑے  
 کر دیا۔ تیسرا بدحواس ہو کر بھاگا۔ مگر خُزَیْمَةُ نے سبقت کر کے اسے بھی ٹھکانے لگا ہی دیا۔  
 اس کے بعد تمام فوج ٹوٹ پڑی مگر حضرت خُزَیْمَةُ نے اشقیاء پر عرصہٴ حیات تنگ کر دیا کشتوں  
 کے پٹے لگا دیئے۔ ایک ملعون نے خُزَیْمَةُ کے گھوڑے کو تیر مار کر بے کار کر دیا۔ بس خُزَیْمَةُ  
 نے گھوڑے سے اترتے ہوئے آواز بلند کی۔ یا مولا! ادرکنی۔

عزادارو! مولا حسین خُزَیْمَةُ کی لاش پر پہنچے اور خُزَیْمَةُ کے سر کو گود میں لیا اور رو کر فرمایا خُزَیْمَةُ  
 واقعی تیری ماں نے تیرا نام خُزَیْمَةُ ٹھیک رکھا تھا۔ بے شک تو دنیا و آخرت میں خُزَیْمَةُ ہی ہے۔  
 ایک مرتبہ خُزَیْمَةُ نے آنکھ کھلی اور اپنے سر کو حسین کی گود میں دیکھ کر الحمد للہ کہا اور راہی  
 جنت الفردوس ہو گیا۔

انوار المغانیہ ودیگر کتب میں منقول ہے کہ جب شاہ اسماعیل صفوی نے بغداد کو فتح کیا  
 اور منباتِ عالیات کی زیارت سے مشرف ہوا تو خُزَیْمَةُ کی قبر پر پہنچا اور اسے خیال تھا کہ خُزَیْمَةُ

کی توہ قبول نہیں ہوئی۔ شاہ اسماعیل نے حکم دیا کہ حُزْن کی قبر کھودی جائے تاکہ تحقیق ہو جائے کہ توہ حُزْن کی قبول ہوئی ہے یا کہ نہیں۔ جب قبر کھودی گئی تو کیا دیکھا کہ حُزْن کا جسم اقدس اپنی قبر میں تروتازہ ہے۔ اس طرح حُزْنِ خراب تھا کہ جس طرح تازہ شہید ہوا ہو۔ اس کی لاش خون نودھتی اور پیشانی پر رومال بندھا ہوا تھا۔ شاہ نے وہ رومال کھول لیا تو پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔ پھر رومال باندھا۔ خون رُک گیا پھر کھولا تو خون جاری ہو گیا۔ شاہ اسماعیل نے ایک قیمتی رومال اور باندھ دیا تو حُزْن کا خون نہ رُکا۔ زبانِ حال سے فرمایا اے اسماعیل سرد سے کر یہی رومال تو قبول کے لال سے انعام میں پایا ہے اور تو اسے بھی چھیننا چاہتا ہے بس تمام شکوک دور ہو گئے اور قبر کو بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد شاہ اسماعیل صفوی ہی نے حُزْن کا روضہ تعمیر کرایا تھا۔ اصحاب الیمین ص ۱۷۱ لوائح الاحزان جلد ۲ ص ۱۶۷۔ جو آج تک موجود ہے۔

اَلَا كُنْتُمْ عَلٰى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُوْنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيُّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ۔

## دسویں مجلس

یزید پلیدی کا تعارف، اور فرزندِ رسولؐ کے فضائل و مناقب  
ربطِ مصاب راہِ کوفہ و شام اور شیریں کا واقعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَقْتُلُوا الْعُلَمَاءَ لَا كَيْفَ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْ وَاَنْتُمْ اَنْتُمْ اَحْيَاءٌ وَاَنْتُمْ لَمْ تَقْتُلُوْا  
پارہ ۲، ج ۳، ص ۳۔ جو اللہ کے راستہ میں قتل ہوتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کا شعور نہیں ہے۔

۴۱۰ دن آپ ۱ خباروں میں پڑھتے ہیں اور لوگوں سے مُتاکرتے ہیں اور کبھی کبھار آنکھوں سے دیکھتے بھی ہوں گے کہ فلاں جگہ ایک قتل ہوا۔ ایک حادثہ ہوا۔ کون مارا گیا۔ جب کسی کے قتل کی واردات سنیں تو فوراً ذہن میں تین سوال پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) کون مارا گیا (۲) کس نے مارا (۳) اور کیوں مارا۔ اگر ثابت ہو جائے کہ مقتول مظلوم مارا گیا تو اس سے ہمدردی کا ہونا فطری جوہر ہے۔ مظلوم سے ہر انسان محبت و انس کرتا ہے۔ مسلمان جس اصول پر تم دنیا کے حادثات پر غور و فکر کرتے ہو اسی اصول پر کربلا کے واقعات و حادثات پر غور و فکر کرو۔ سنو کربلا میں کیا حادثہ ہوا۔ وہی تین سوال (۱) کون مارا گیا (۲) کس نے مارا (۳) کیوں مارا گیا۔ ان تینوں پر تہہ بہ تہہ بحث کرنا ضروری ہے تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ مظلوم کون تھا اور ظالم کون تھا۔ (۱) کربلا میں کون مارا گیا۔ مسلمانو کربلا میں حسین مارا گیا (۲) کس نے مارا۔ یزید نے مارا۔ سنو! حسین کون ہے اور یزید کون تھا۔ حسین ہجری چار۔ تین شعبان بروز جمعہ مدینہ منورہ میں بتوں کے گھر پیدا ہوئے اور یزید ہجری ۲۵ یا ۲۶ کو شام اور محض کے درمیانی علاقہ شہر تدمر میں معاویہ کے گھر پیدا ہوا تاریخ الخلفاء ص ۲۲ ضیا العین ص ۳۶۳۔ یزید کو گھٹی شراب کی دی گئی اور حسین کو لعاب دہن محمد مصطفیٰ ہی نصیب ہوا۔

مولانا تبقہ محمد حسین صاحب ڈھکونے سعادت الدارین کے ص ۳۹ پر تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ماں کا دودھ تک نہیں پیا بلکہ لعاب دہن مصطفیٰ سے پرورش پائی یزید کا نانا بجدل بن انیسف کلابی عیاشی خاندان سے تھا اور حسین کے نانا رحمة للعالمین افضل المرسلین شیخ المذنبین سید الاولین والآخرین ہاشمی خاندان سے ہیں۔ یزید کی ماں امیر کا جو اپنے باپ کے غلام سفاح سے حاملہ ہوئیں جو بدوں سے مل کر مزہبتی چرایا کرتی تھیں جس کے رقص کو معاویہ نے پسند کر کے عقد کیا۔ ضیا العین ص ۳۶۴ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ص ۱۲۳ ناسخ التواریخ میں کتاب تجارب السلف ہندو شاہ سے نقل کیا ہے کہ میسون کے باپ بجدل کا ایک غلام تھا جس کا نام سفاح تھا۔ میسون کو اس سے محبت تھی تا آنکہ سفاح سے میسون حاملہ ہوئیں۔ اس کے بعد ابتدائے حمل میں امیر شام کے گھر آئی چونکہ حمل ظاہر نہ تھا اس لئے یہ بات پوشیدہ رہی تا آنکہ لڑکا پیدا ہوا۔ امیر شام نے لڑکے کا نام یزید رکھا پھر

میسون نے امیر شام سے مل کر ہوکرا طلاق لی اور اپنے اہل سے ملتی ہو کر حواریں میں رہنا اختیار کیا۔ یزید اکثر شکار کے لئے حواریں جاتا تھا اور اپنی ماں کے دیدار سے مسرور ہوتا تھا۔ چنانچہ برقت انتقال امیر شام یزید حواریں ہی کو شکار کے لئے گیا ہوا تھا اور وہیں یزید کو معاویہ کی موت کی خبر ملی تھی ماخوذ صلیب العینین ص ۳۶ اور حسین کی ماں بتول تھیں جس کی مہارت و شرافت عصمت و عفت پر اسلام کو ناز ہے جس کی شان میں اِنَّمَا بُرِّدُ اللّٰهَ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا پارہ ۲۲ رکوع ۱ قدرت نے بطور سند کے نازل فرمایا۔ مفسر۔

اسلام ایک جو عطا ہے بتول ہے کردارِ ناطقہ ہی تو دینِ رسول ہے  
ساری رسالتوں کا شجر ہے ناطقہ گویا کہ شاخِ رُسل پر عصمت کا پھول ہے  
کوئی بُرا بھی مانے تو کہتا ہوں بے دھڑک  
نسواں کی کائنات میں یہ بھی رسول ہے

صلوات۔ یہاں شاعر کی مراد رسول سے نبی یا امام نہیں ہے بلکہ فرستادہ خدا ہے لفظ رسول سے تو حضرت جبرئیل کو بھی قرآن مجید نے یاد فرمایا ہے۔ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ رَّبِّكَ لِيُذْهِبَ لَكَ غُلْمًا زَكِيًّا پارہ ۱۶ رکوع ۵ کہنے لگا کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار تیرے کا کہ خوشخبری دوں تجھ کو ایک پاکیزہ لڑکے کی۔ اگر حضرت جبرئیل رسول کہلا کر نبی نہیں بن سکتا تو جناب زہرا بھی رسول کہلا کر نبی نہیں ہو سکتیں۔ بس جس معنی میں جبرئیل رسول ہے اسی معنی میں شاعر نے بتول کو رسول کہا ہے۔

مسلمانو عظمتِ بتول یہ تھی کہ جب کبھی حضرت سیدہ اپنے باپ کے ہاں تشریف لاتی تو جناب ختی المرتبہ عبا سے نبوت بچھاتے اور حضرت سیدہ تشریف فرما ہوتیں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے کلام گفتگو میں ناطقہ سے زیادہ رسول سے کسی کو مشابہ نہیں پایا جب وہ رسول اللہ کے پاس جاتیں تو رسول ان کے (خیر مقدم) کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کو خوش آمدید فرماتے اور ناطقہ بھی رسول کی آمد پر ایسا ہی نہیں تھیں کہ بلا کی شیر دل خاتون ص ۳۳ غنیۃ الطالبین اردو ص ۲۵۔ اس کے علاوہ صاحبِ نفسیہ حسینہ، قادری جلد ۲ ص ۲۶ پر تحریر فرماتے

ہیں کہ حضور پُر نور جب نماز کے وقت دربتوں سے گزرے تو ارشاد فرماتے۔ الصَّلَاةُ  
 إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كَتَمَطَهِّرًا  
 پارہ ۲۲ رکوع ۱۔ مستدس۔

مریمؑ بھی اس سے کم بے سیمیا سے پوچھ لو خود عاجز کنیڈ ہے سارہ سے پوچھ لو  
 انہوں کا کیا ہے تذکرہ اعدا سے پوچھ لو جاؤ مباہلہ میں نصارتے سے پوچھ لو

زہراؑ اسی عورتیں ہیں نہ حیدر سے مرد ہیں

ختم الرسل کے بعد یہ زوہبیں فرد ہیں

صلوات۔ آگے چلو۔ بی بی کے باپ کا نام معاویہ تھا جس کے افعال و کردار پر تاریخ عالم  
 گواہ ہے کہ معاویہ نے اپنے باپ ابوسفیان کی معیت میں نبی اکرمؐ سے جنگ بدر۔ احد  
 خندق۔ وغیرہ وغیرہ اسی طرح کئی جنگ کئے۔ فتح مکہ کے روز مجرماً اس نے کلمہ پڑھ لیا پھر  
 حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ جنگ صفین لڑی جس میں ہزاروں مسلمان اس کی فوج  
 نے شہید کئے۔ حضرت عمار یاسرؓ، حضرت ادریس قرنیؓ اور محمد بن البرکج کا قاتل معاویہ ہی  
 تو ہے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کو اسی نے زہر دلوایا تھا۔ جناب عائشہ ام المومنین کا قاتل  
 درحقیقت حضرت معاویہ ہی ہے۔ تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۵۵۰۔ کہاں ہیں ازواج رسولؐ  
 کے گستاخ کو کفر کا فتویٰ لگانے والے حضرت معاویہ کے متعلق تو ارشاد فرمادیں کہ اس  
 کو کیا کہا جائے۔ شرعاً۔

ہمیں تو کہہ رہے ہیں چلو نیچی نظر کر کے

انہیں کوئی نہیں کہتا کہ نہ نکلویں عیاں ہو کر

اور حسینؑ کا باپ علیؑ الرضی۔ سیر خدا۔ ناصر محمد مصطفیٰ۔ وارثِ ہل اتی۔ مالکِ تل کفی  
 مصداقِ آیتِ اِنَّا رَكِبْنَا اللّٰهَ۔ جس کی شان میں جبرئیلؑ نے جنگِ احد کے روز مشرکہ سنایا  
 لَا فَتٰى اِلَّا هَلٰى لَا سَبَبَ اِلَّا ذُو الْفِقَارِ۔ سورۃ القربیٰ ص ۱۰۰ میں ایک واقعہ تعظیم مصطفیٰ  
 کا عرض کرتا ہوں کہ جناب امیر علیہ السلام بعنِ مادر میں تھے کہ حضرت رسولؐ کی تشریف  
 آوردی پر جناب ناظمِ نبوت اسد تعظیم رسولؐ کے لئے کھڑی ہو جایا کرتی تھیں۔ ایک

مرتبہ بعض بنی ہاشم نے جناب ناطقہ کو اس تعظیمی مقام پر روکنا چاہا تو حضرت ناطقہ نے کہا کہ میں مجبور ہوں میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ مجھے کھڑا ہونے پر مجبور کرتا ہے بنی ہاشم نے اس بات پر یقین نہ کیا اور کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اس کے بعد جب رسول خدا کھڑے ہوئے تو ناطقہ نسبتاً اسد نے تعظیم کے لئے اٹھنا چاہا تو ایک کاندھ پر حضرت جہاں نے ہاتھ رکھ کر اٹھنے سے روکا اور دوسرے کاندھے پر حضرت حمزہ نے ہاتھ رکھ کر روکا۔ جناب ناطقہ فرماتی ہیں کہ میں اس طرح کھڑی ہو گئی کہ گو یا میرے کاندھوں پر ایک تنگہ تک ہی نہ تھا اور بطن اقدس سے آواز آئی۔ اماں یہ رسول تیرا سردار ہیں ان کی تعظیم ضروری اور واجب و لازم ہے۔ تفسیر انوار الخف جلد ۲ ص ۲۲۷

لوگو! علی کی آنکھ کھلی تو محمد کی گود میں اور محمد مصطفیٰ کی آنکھ بند ہوئی تو علی کی گود میں۔

تاریخ شاہد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر مشکل وقت میں حضرت علی نے آپ کی نڈکی میں کہنا ہوں کہ مسلمانو تم کوئی ایسا مصیبت کا مقام دکھلاؤ کہ جس میں حضرت علی حضور نبی اکرم کے شریک کا نہ رہے ہوں۔ رباعی۔

خالق کے کام آئی اس دن زبانِ حیدر  
 مرسل کی زندگی بھئی ہجرت کی جانِ حیدر  
 تاریخ وطن کو صفدر اپنے لہو سے لکھ کر  
 کہتے ہیں مردِ غازی ہم ہیں نشانِ حیدر

سلوات۔ ایک مولوی صاحب تقریر میں اس بات پر زور دے رہے تھے کہ جو خلیفہ وقت کو نہ مانے وہ اسلام سے خارج ہے۔ خلیفہ وقت کو ماننا فرض عین ہے۔ میں نے عرض کی مولانا یہ فتوے تو آپ کو بہت مہنگا پڑے گا۔ اگر خلیفہ وقت کو نہ ماننے والا کافر ہے تو حضرت معاویہ نے بھی تو خلیفہ وقت کو نہیں مانا بلکہ خلیفہ رسول سے ستر جنگ کئے۔ اس بزرگ پر فتویٰ صادر فرماؤ کہ اسے کیا مانیں۔

ایک مقام پر ایک حیدر بنی امیہ نے کہا کہ حضرت معاویہ کی سیرت بیان کر دو۔ میں نے عرض کی کہ پہلے فرماؤ کہ معاویہ کا مذہب کیا تھا۔ ارے شیعوہ ہوتا ہے جو حضرت علی کو خلیفہ بلا نصل مانے اور اہلسنت وہ ہوتا ہے جو حضرت امیر کو چوتھا خلیفہ مانے۔ معاویہ حضرت علی کو پہلا خلیفہ ماننا تو ہم شیعہ سمجھتے اور اگر حضرت امیر خیر گیر والدِ شہید و شہید

کہ معاویہ چوتھا خلیفہ تسلیم کرتا تو جنگ کیوں کرتا۔ دنیا کا کوئی اہلسنت والجماعت حضرت علی سے جنگ نہیں کرتا۔ مسلمانو اگر معاویہ سختی ہوتا علی سے جنگ کیوں کرتا۔ میں معاویہ کے جہادوں سے پہلے فیصلہ چاہتا ہوں کہ تمہارے اس پیر مرشد کا مذہب کیا ہے۔ میری تمنا۔ رباعی۔

مستحق ہوں میں اگر یارب کسی الغام کا واسطہ تجھ کو شہید کر بلا کے نام کا  
خُلد سے پہلے مجھے ایک موقعہ کر عطا مآخذ میرے جوتا ہو اور سر نیز پیر شام کا

کر بلا گامے شاہ میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا کوثر نیازی نے حضرت امیرؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ علیؓ حسینؓ کا بھی باپ ہے۔ اس کے ساتھ میں ایک فقرہ اور بڑھا دیتا ہوں کہ معاویہ بیزید کا بھی باپ ہے۔ ہندہ کے پھولوں سے توت مشام حاصل کرنے والے فرمایا کرتے ہیں کہ معاویہ کا تیب وحی تھا۔ حال المؤمنین ہے۔ لہذا اس کی نشان میں گستاخی نہیں کرنی چاہیے۔ مسلمانو اگر ایسا ہی ہے تو ابو لہب۔ محمد مطلقاً کا حقیقی چچا ہے حضرت ماشم کا پوتا ہے اُسے لعنتی کیوں کر کہا جاسکتا ہے۔ ارے جب حقیقی رشتے ایمان کے مقابلہ میں مردود ہو سکتے ہیں تو سبھی رشتوں کی کیا قدر و قیمت ہوگی۔ رہا معاویہ کا کاتب وحی ہونا تو یہ بھی بالکل واقعہ کے خلاف ہے۔ سنو۔ معاویہ اور ابروسفیان نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا اول اول مؤلفہ القلوب میں تھے: تاریخ الخلفاء ص ۲ اور فتح مکہ ہجری ۱۰ شہرہ آخر رمضان میں ہوا تاریخ اسلام ۱ ص ۲۲۔ اس کے بعد حضرت نبی اکرمؐ مکہ میں صرف ایک بار تشریف لائے کیونکہ ہجری ۸ کے سال کے حج کا امیر عتاب بن اسید ایک نوجوان مقرر کیا گیا تھا۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۲ اور ہجری ۱۰ میں سورہ برائت لے کر حضرت امیر حج کے موقعہ پر مکہ تشریف لے گئے اور قریش کو سورہ برادت سے آگاہ فرمایا تاریخ اسلام ۱ ص ۲۳ اور ہجری ۱۰ شہرہ ہی کو نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے لئے تشریف لے گئے اور گیارہ ہجری ربیع الاول میں حضورؐ نے وفات پائی۔ مکہ کے فتح ہونے کے بعد حضورؐ پُر نور ایک ہی مرتبہ مکہ آخری حج کے لئے تشریف لے گئے لڑتباؤ معاویہ کا تیب وحی کہاں رہا۔ کیا معاویہ کے زمانہ کفر و شرک میں حضورؐ نے اسے کاتب وحی مقرر سماعت۔ کیا دیگر صحابہ کرام لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ رباعی۔

تصورِ زندگی کا عجب آب و رنگ تھا دیکھا تو پھول مآخذ لگایا تو سنگ تھا

اب اس کی دھجیوں میں چھپاتے ہیں کائنات وہ پیرہن جو اپنے جسد پر بھی تنگ تھا اور سنو یزید کے دادے کا نام ابوسفیان تھا جس کی ساری زندگی خدا و رسول کی مخالفت میں گزری۔ مسلمانو ابوسفیان سے بڑھ کر حضورؐ کا کوئی دشمن نہ تھا اور حسینؑ کے دادا حضرت ابوطالب سے بڑھ کر نبی اکرمؐ کا کوئی دوست نہ تھا۔ کیوں مسلمانو بستر رسول پر تلواروں سے حملے کون کرنا تھا۔ اور محمد مصطفیٰؐ کی حفاظت کی خاطر بستر نبویؐ پر قربانی کے لئے اپنے بچے کون سلاتا تھا بتاؤ شعب ابی طالب میں محمدؐ کو قید کس نے کیا اور جان و مال کی قربانی فخر سے پیش کر کے محمدؐ کو بچایا کس نے تھا۔

آگے پلویزید کی دادی کا نام ہندہ بجا خرا حضرت حمزہ تھیں۔ اس ملعونہ نے حضرت حمزہؑ کے کان ناک کاٹ لئے تھے اور حضرت حمزہؑ کا سینہ چاک کر کے آپؐ کا جگر چنانا چاہا۔ مگر قدرت الہی مانع ہوئی۔ روایت میں ہے کہ جب ابوسفیان میدان احد میں جناب رسالتؐ سے جنگ کرنے کے لئے آیا تو ہندہ بھی ساتھ تھی اور مقام اربعہ پر ہندہ کو معارض ہوا کہ محمد مصطفیٰؐ کی والدہ کی قبر یہاں ہے تو اس نے جناب آمنہؑ کی قبر کو ٹھوڑنا چاہا کہ میت کو نکال کر بے حرمتی کرے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے حبیب کی والدہ کی قبر کی حفاظت کرو۔ ہندہ جب اپنے ناپاک ملعون ارادے سے قبرِ مطہر کی طرف بڑھی تو ہتیناک چہروں کو دیکھ کر ڈر گئی۔ آفتاب شہادت صلاہ۔ ہندہ کے کلمہ پڑھنے پر بھی خلقِ عظیم کے مصداق نے ارشاد فرمایا کہ ہندہ میرے سامنے نہ آیا کرے۔ کیوں کہ اس کو دیکھ کر مجھے چما حمزہ کی موت یاد آجاتی ہے اور حسینؑ کی دادی کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ جس نے جناب رسالتؐ کی پرورش اپنے بچوں سے بھی زیادہ فرمائی۔ مسلمانوں کا اتفاق اس بات پر ہے کہ فاطمہ بنت اسد سابق الاسلام تھیں۔ حضورؐ پر توڑا نہیں ہاں کہہ کر پکارتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک روز حضورؐ نے فرمایا کہ تیامت کو لوگ برہنہ محشور ہوں گے تو جناب فاطمہ بنت اسد نے گھبرا کر فرمایا۔ ہائے شرم ہائے شرم۔ حضورؐ نے فرمایا لے چھی آپ نہ گھبرا میں۔ آپ کے لباس کا میں ذمہ دار ہوں گا۔ پھر کسی وقت نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ فتنار قبرِ طبری سنت منزل ہے تو فاطمہ بنت اسد نے گھبرا کر فرمایا ہائے ضعیفی ہائے ضعیفی تو حضورؐ

نے قبر کی بھی ضمانت لے لی۔ جنابِ ناطہ بنتِ اسد کا انتقال ہوا تو حضور تشریف لائے اور عورتوں کو غسل پر مامور فرمایا اور کہا کہ جب غسل سے فارغ ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ عورتوں نے جب غسل کے تمامیت کی اطلاع دی تو حضور نے اپنی قمیض اتار کر عورتوں کے حوالے فرمائی کہ یہ ان کو بطور کفن پہنائی جائے اس کے بعد بنفسِ نفیس جنازے کو کاندھا دیا۔ اور قبر تک جنازے کے نیچے رہے اور قبر میں پہلے خوریٹے بعد ازاں میت کو خود اتارا اور میت کے کانوں کے قریب منہ کر کے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر فرمایا اِبْنَاتِ اِبْنَاتِ یعنی تیرا فرزند تیرا فرزند۔ اس کے بعد مبارک بار دے کر تشریف لائے اور قبر کو بند کر دیا گیا۔ پھر حضور بیتھک قبر پر بیٹھ کر روتے رہے۔ واپسی پر صحابہ کرام سے

فرمایا کہ ناطہ بنتِ اسد مجھے ہر چیز میں اپنے اور اپنے بچوں سے ترجیح دیا کرتی تھی۔ آج ابو طالب کے احسانات سے میں بالکل محروم ہو گیا ہوں۔ صحابہ نے اِبْنَاتِ اِبْنَاتِ کے بارے میں عرض کی تو فرمایا کہ ملائکہ نے میری چچی سے توحید و رسالت کے بارے میں جب سوال کیا تو انہوں نے صیح جواب دیا اور امامت و ولایت کے وقت شرم سے خاموش ہو گئیں تو میں نے فرمایا تیرا بیٹا تیرا بیٹا۔ تفسیر انوار النجف جلد ۶ صفحہ ۱۵۱ صلوات۔

اور سنو یزید بھی ایک ماں سے تین بھائی تھے اور حسینؑ بھی ایک ماں سے تین بھائی تھے یزید بھی منجلا تھا اور حسین بھی منجلا تھا۔ یزید کے بڑے بھائی کا نام عبدالرحمن تھا جو باگل ہو کر مرا اور حسین کے بڑے بھائی کا نام حسنؑ تھا جو منہر امامت کا دوسرا تاجدار تھا۔ جس کا علم علمِ رسولؐ تھا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز حضرت امام حسن علیہ السلام نخلستان میں تشریف فرما تھے کہ معاویہ بھی وہیں تھا۔ معاویہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ رسولؐ نے ایک مرتبہ خرموں کے ایک درخت کے خرمے بتلائے تھے جو بالکل صحیح نکلے۔ کیا آپ کو بھی وہ علم حاصل ہے امام نے فرمایا کہ رسولؐ نے اس سے وہ ہی علم مجھے پہنچا ہے۔ اس پر معاویہ نے کہا کہ بتاؤ اس درخت میں کتنے خرمے ہیں امام حسنؑ نے فرمایا چار ہزار اور چار معاویہ نے حکم دیا کہ احتیاط سے خرمے اتار کر شمار کرو۔ جب شمار کئے گئے تو واقعی چار ہزار چار خرمے نکلے۔ اس پر عبداللہ ابن عامر نے ایک خرمہ چھپا لیا اور

کہا کہ ایک کم نکلا ہے امامؑ نے فرمایا مصوم کے فرمان میں کذب نہیں ہوا کرتا۔ فرمایا: اسے  
عبداللہ ابن عامر اگر تو نہیں بتلائے گا تو خود بخود خرمائے اپنے ہونے کی گواہی دے گا۔  
جلد العیون جلد ۱ ص ۲۴۵۔ یہ مختصر تعارف یزید اور حسین کا تھا۔

اب سنو کہ حسین کیوں مارا گیا۔ یہاں واعظین تین جواب دیا کرتے ہیں (۱) حسینؑ اس لئے  
کر بلا میں آیا کہ اللہ راضی ہو جائے۔ (۲) حسینؑ کر بلا میں امتحان دینے آیا تھا کہ درجہ بلند ہو  
جائے (۳) حسینؑ کر بلا میں جنت لینے کے لئے آیا تھا کہ قربانیاں دے کر خدا تعالیٰ سے جنت  
لے سکے۔ حقیقت ہے کہ یہ تینوں جواب جو دیئے جاتے ہیں درست اور صحیح نہیں ہیں۔  
میں ان تینوں کی قدرے وضاحت کرتا ہوں اور اہل نظر سے انصاف کا مطالب ہوں۔

(۱) حسینؑ اس لئے کر بلا میں آیا کہ اللہ راضی ہو جائے۔ یہ درست نہیں ہے۔ حضور راضی کرنے  
کی وہ کوشش کرتا ہے کہ جیسے خیابان ہو کہ کہیں ناراض نہ ہو جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ  
کی رضا امام حسین علیہ السلام کو مطلوب ہے مگر اکبر کا سینہ سکیٹ کے ڈر بہنوں کی چادریں۔  
عباسؑ کے بازو۔ قاسمؑ کی جوانی اصغرؑ کا گلہ۔ عونؑ و محمدؑ کی قربانی اور تمام انصار کی شہادت پھر  
اپنا گلہ بھی صرف اس لئے کٹوا رہے تھے کہ اللہ راضی ہو جائے اگر ایسا ہی ہے تو صحابہ کرام  
کی اولاد مدینے میں کافی موجود تھی۔ انہوں نے تو ایسی قربانی نہیں دی تو کیا خدا ان سے ناراض  
ہو گیا۔ میں کہتا ہوں کہ حسینؑ پر خدا اتنا راضی ہے کہ زیادتی رضا کی گنجائش ہی نہیں۔ ہر وہ  
بندہ رضی اللہ جس سے نبول کالال راضی ہے اور ہر بندہ لعنت اللہ جس سے حسینؑ ناراض  
ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا تو حسینؑ کے دروازے سے ملتی ہے۔

صاحب انوار العثمانیہ علامہ نعمت اللہ جہاڑی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین  
علیہ السلام نے پچھنے میں جب پہلا روزہ رکھا تو گرمی کی شدت سے پیاس نے غلبہ کیا۔ جنازہ  
سیدہؑ نے فرمایا۔ بیٹا حسینؑ پانی پی لے۔ آپ پر روزہ واجب نہیں ہے۔ عرض کی اتنی جان  
یہ میرا پہلا روزہ ہے اسے پورا ہی کروں گا۔ جناب سیدہؑ نے حضرت امیرؑ سے امام حسینؑ  
کی پیاس کا ذکر فرمایا تو حضرت علیؑ نے شہزادے کو پانی پینے کے لئے کہا۔ اس پر بھی حضرت  
امام حسینؑ نے عرض کی کہ بابا جان انشاء اللہ پہلا روزہ ہے جو مجھے پورا ہی کرنا چاہیے۔ اس

پر حاضر ہوں گا۔ مجھے اس دعوت پر خوشی ہوئی۔ میں قیامت کو فخر سے نہ انبیا، کہوں گا کہ میں وہ محمد ہوں جو حسین کا مہمان ہوا تھا جب حسب الوعدہ رسول خدا دعوت پر تشریف لائے تو دروازہ بتوں پر جبرئیل کو پایا۔ جبرئیل نے سلام عرض کیا تو حضور نے دریافت کیا کہ جبرئیل تم کس غرض کے لئے یہاں کھڑے ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ خدا کا حکم ہے کہ وہ منت صمائی کی تھی جو آپ کے ہر قدم کے بدلے ایک غلام راہ خدا میں خرید کر آزاد کیا گیا اور یہ منت دند حسین کی ہے جس کی ادائیگی رب اکبر نے اپنے ذمہ لی ہے۔ رسول خدا نے فرمایا خدا کا کیا ارشاد و حکم ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے ہر قدم کے بدلے جو آپ شہزادے کے گھر چلیں گے۔ خدا تعالیٰ ستر ہزار گنہگار حسین کے محب جنت میں بھیجے گا۔ صلوات اللہ اکبر۔ اگر میں یہ کہہ دوں کہ اللہ تعالیٰ حسین سے اتنا راضی ہے کہ اب رضا میں گنجائش ہی نہیں تو یہ بے جا نہ ہوگا۔

دوسرے حسین کر بلا میں امتحان دینے آیا کہ درجہ بلند ہو جائے۔ سنو۔ اس میں شک نہیں کہ خزانہ قدرت میں عطا کی کمی نہیں ہے، مگر یہ بھی تو غور کرو کہ امتحان وہ دیتا ہے کہ جس کے درجہ میں پہلے کمی ہو تو بتاؤ حسین کا درجہ کم کب تھا۔ اس وقت درجہ کم تھا جب جنت سے کھانے اور لباس منگوا لیتے تھے۔ اس وقت درجہ کم تھا۔ جب ملائکہ جھولے کی ڈوریاں ہلایا کرتے تھے اس وقت درجہ کم تھا جب رسول خدا دوش اندس پر سوار کر کے عید گاہ کو نماز کے لئے لے جاتے تھے۔ اس وقت درجہ کم تھا جب رسول خدا کے دوش انور پر اس وقت سوار ہو جاتے تھے جب حضور سجدے میں ہوا کرتے تھے اور اس حرکت حسین کو برکت سمجھ کر محمد مصطفیٰ سجدے کو طول دے دیا کرتے تھے۔ ۱۔ نمازی ہے تو رحمتہ للعالمین ۲۔ عبادت ہے تو نماز ۲۔ رکن ہے تو سجدہ ۴۔ جائے نماز ہے تو مسجد نبوی۔ ان چار فضیلتوں کو رد کر اعلان کر رہا ہے کل نہ کہنا کہ امتحان دے کر شان بڑھانے گیا تھا لاج الاحزان ۱ ص ۵۵ رباعی۔

اعزاز مصطفیٰ میں شریعت کھڑی رہی دروازہ بتوں پر رحمت کھڑی رہی  
دوش نبوی پر سجدے میں اگر چڑھے حسین بیٹھے رہے حسین عبادت کھڑی رہی  
صلوات۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول خدا نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور آنحضرت کے پہلو میں جناب امام حسین علیہ السلام تھے جو

بہت کم سن تھے۔ حضرت رسولؐ نے نماز شروع کی اور فرمایا اللہ اکبر۔ یہ چاہا کہ امام حسینؑ بھی میرے ساتھ اللہ اکبر کہیں گے۔ مگر امام حسینؑ نے تکبیر نہ کہی۔ جناب رسولؐ خدا اس خیال سے کہ حسینؑ تکبیر کہیں پھر فرمایا اللہ اکبر لیکن پھر بھی امام حسینؑ نے تکبیر نہ کہی۔ یہاں تک کہ رسولؐ نے بجاظر امام حسینؑ سات مرتبہ تکبیر فرمائی اور ساتویں بار نبی اکرم صلعم کے ساتھ امام حسینؑ نے بھی تکبیر کہی۔ پس جناب رسولؐ نے نماز ادا فرمائی تو خداوند عالم نے بجاظر جناب امام حسینؑ یہ تکبیریں جنہیں تکبیراتِ افتخاریہ کہتے ہیں ابتداء سے نمازیں امتِ رسولؐ کے واسطے قیامت تک مستحب قرار دیں۔ لواع الاحزان جلد ۵ ص ۵۹ صلوٰۃ۔ کیا مجھے یہ کہنے کا حق حاصل نہیں کہ حسینؑ وہ شخصیت ہے اگر بچپن میں خاموش رہے تو خدا کی ناز بنتی ہے اور اگر بول اٹھے تو اللہ کا قرآن بنتا ہے۔ مسلمانو میرا دعویٰ ہے کہ عصمت کے لحاظ سے حسینؑ ابن علیؑ کا کائنات میں کوئی بشر مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی نبی خود معصوم ہوگا تو باپ معصوم نہیں ہوگا اور اگر باپ معصوم ہے تو ماں معصوم نہیں اور اگر ماں معصوم ہے تو باپ سے متبر اور منزا ہوگا جیسے جناب عیسیٰ حسینؑ ایک ایسا انسان ہے کہ جن کا باپ معصوم ماں معصوم۔ بھائی معصوم۔ نانا معصوم۔ دادا معصوم۔ خود معصوم بہن معصوم۔ آپ فرمادیں گے یہ شان تو حضرت امام حسن علیہ السلام کی بھی ہے مگر میں عرض کروں گا بے شک امام حسنؑ ان اوصافِ حمیدہ کے مالک ہیں مگر امام حسنؑ کے نو بیٹے تو معصوم نہیں۔ امام حسینؑ علیہ السلام کے علی زین العابدینؑ سے لیکر قائم آل محمدؑ تک نو بیٹے معصوم ہیں۔ صلوات۔ ربانی

ہے شان دو جہاں سے نیاری حسینؑ کی جج سے بھی بڑھ گئی ہے زواری حسینؑ کی مظلوم کر بلا کی عظمت تو دیکھئے کونین کا نبی ہے سواری حسینؑ کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ خدا سے حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا میرے بیٹے حسینؑ سے۔ جناب امام حسینؑ نے عرض کی بابا جان جس کا خاندانی شرف زیادہ ہوگا حضورؐ اسی سے زیادہ محبت کرتے ہوں گے۔

جناب امیر نے مسکرا کر فرمایا بیٹا حسینؑ میں مومنوں کا امیر۔ صادقین کی زبان۔ وزیر مصطفیٰ خازن علمِ خدا۔ میں جبل المتین۔ میں خدا کی لسانِ ناطق۔ میں محبتِ خدا۔ میرا بھائی جعفرؑ طیار

میرا چچا حمزہ۔ سید الشہداء۔ میں خدا تک پہنچنے کا دروازہ ہوں۔ غرضیکہ جناب امیر نے اپنے فضائل کلمات کا ایک نقشہ پیش فرمایا۔ جناب رسول خدا نے امام حسین سے فرمایا۔ اے فضائل مرتضیٰ کو حسین یہ تو تیرے باپ کے فضائل کا عشر عشر بھی نہیں ہے۔ وہ اس سے بہت اہل و اعلیٰ ہیں۔ شہزادے نے یہ سن کر خدا کی حمد کی اور عرض کی اے بابا جان یہ فضائل تو آپ نے میرے باپ کے بیان کئے ہیں۔ اپنے والد کے ایسے فضائل بیان کیا اے والد بزرگوار میں حسین ہوں۔ میرا باپ وہ ہے جس کے فضائل آپ نے ابھی بیان فرمائے ہیں۔ میری ماں فاطمہ زہرا ہے جو تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔ میرا نانا محمد مصطفیٰ ہے جو ساری کائنات سے افضل و اعلیٰ ہے۔ میرا بھائی حسن ہے جو جو انان جنت کا سردار ہے۔ بے شک آپ مجھ سے افضل ہیں لیکن جہاں تک آباد و اجداد کے ساتھ فخر و مباہات کا تعلق ہے حسین کائنات میں واحد و فرید ہے۔ سعادة الدارين <sup>۵۴</sup> ملاز اگر حسین امتحان دے کر اپنا درجہ بڑھانے گئے ہیں تو بچنے میں خطاب نانا نے الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ عطا فرمایا تھا۔ کہ بلا میں امتحان دینے کے بعد خطاب تو بلند بیان کرو ارے ماں کی گود سے لیکر نوک نیرے تک سید شباب اهل الجنة خطاب بڑھاتے کیوں نہیں۔ آپ فرمادیں گے مولوی صاحب کیا بڑھائیں خطاب اس سے بلند کائنات میں ہے ہی نہیں۔ شیعہ مذہب کے امام ایسے نہیں کہ امتحان دے کر امام بنیں شیعہ مذہب کے نزدیک امامت کسی نہیں بلکہ وہی ہے تیسرا بیان ہوتا ہے کہ حسین جنت لینے گئے تھے مگر یہ بھی کسی طرح درست نہیں ہے کیوں کہ تمام اہل اسلام اس حدیث پر متفق ہیں کہ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ اَبُو هَامِخَيْرٍ مِنْهُمَا ابْنِ مَاجِرٍ ص ۱۱۱۔ حسن اور حسین جنتی جواروں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی بہتر ہے۔ عذر کرو کہ جس جنت کے لئے دنیا کو شمش کرتی ہے۔ اس جنت کی سرداری تو ماں کی گود میں کھیل کھیل کر نانا سے لے لی تو پھر کہ بلا میں کیوں جائیے۔ مسلمانوں نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ۔ جہاد وغیرہا۔ سب جنت کے لئے ادا کئے جاتے ہیں اور حسین نے تو جنت بچنے میں نانا سے خرید لی۔ کہ بلا میں جا کر اپنا خاندان کیوں تباہ کرائے۔

فضائل جناب امیر

فضائل امام حسین

حسینؑ کو کیا غرض تھی ماں ہاں جنت ہی نہیں بلکہ جنت کی سرداری سے لی۔ میں کہتا ہوں حسینؑ کا ہر فرد سید و سردار ہے۔ نانا ہے تو سید الانبیاء۔ بابا ہے تو سید اوصیاء۔ ماں ہے تو سیدۃ نساء بھائی ہے تو سیدۃ شباب اہل الجنت۔ خود حسینؑ ہے تو سید الشہداء۔ بیٹا ہے تو سید الساجدین۔ ماں اگر حضرت جبرئیلؑ غلام بھی ہے تو سید الملائکہ۔ پھر بتاؤ کہ حسینؑ کربلا میں کیوں آئے۔ اب سنو کہ حسینؑ کربلا میں کس غرض کے لئے تشریف لائے۔ بے شک حسینؑ کی کربلا آنے میں اپنی کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔ بلکہ اس لئے آئے کہ چلو میں اُجڑ جاؤں تو اُجڑ جاؤں۔ خدا کی توحید بچے۔ ناتمے کا دین بچے۔ مسلمانوں کا قرآن بچے۔ کائنات کا ایمان بچے۔ کعبہ کی آن بچے۔ مصطفیٰؐ کا فرمان بچے۔ مرتضیٰؑ کا بیان بچے۔ دنیا میں حلال و حرام کی تمیز ہو جائے۔ حسینؑ حسینؑ ہو جائے اور یزیدؑ یزیدؑ ہو جائے۔ اس حقیقت بیان کی نقاب کشائی کئے دیتا ہوں۔ سنو حضرت آدمؑ دنیا میں تشریف لائے اور خدا کا حکم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو پہنچایا۔ مگر آدمؑ کے جانے کے بعد حضرت نوحؑ تشریف لے آئے۔ اگر جناب آدمؑ ہی قدرت سے اَلْیَوْمَ اَمَلْتُمْ لَكُمْ دِينَكُمْ کہلوا لیتے یعنی دین کھل کر لیتے تو دوسرے نبی کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت نوحؑ کے بعد حضرت خلیلؑ اور ان کے بعد جناب کلیمؑ اور حضرت کلیمؑ کے بعد حضرت عیسیٰ تشریف لائے۔ ایک نبی کے جانے کے بعد دوسرے نبی کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کام کچھ باقی ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار ارباب کے بعد حضورؐ پر نور تشریف لائے اور انہوں نے تیس سال محنت کی۔ آخر ۱۸ ذی الحجہ ہجری ۳۱۰ء مقام غدیر پر قدرت سے کہلوا لیا کہ اَلْیَوْمَ اَمَلْتُمْ لَكُمْ دِينَكُمْ پارہ ۶ رکوع ۵۔ میرے حبیب آج کے دن دین کامل اکمل ہو گیا۔ اب توحید کا تو کوئی کام ہی نہیں لہذا نبوت کو ختم کر دیا گیا۔

مسلمانوں جس دین کو آدمؑ سے لے کر حضرت ختمی المرتبتؐ تک سارے نبیوں نے محنت کر کے مقام غدیر پر کھل کیا تھا۔ اس دین کا ٹھیکیدار پچاس سال کے بعد یزیدؑ بن گیا۔ یزیدؑ نے دین کو اس انداز سے پیش کیا کہ خود یزیدؑ نے اپنی ماں مرجانہ سے زنا کیا دیکھو طمانچہ بخیر یزیدؑ ۵۰۔ عبداللہ ابن خلفہ غیل الملائکہ کی زبانی نقل کیا ہے۔ خدا کی قسم ہم کو یزیدؑ کی حکومت میں یہ خوف ہو گیا تھا کہ اب آسمان سے ہم پر پتھر برسیں گے۔ وہ ایسا شخص تھا

جو اپنی سوتیلی ماؤں اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں تک کو نہ چھوڑنا تھا اور شراب آزادی سے پیتا تھا اور نماز کو ترک کرتا تھا۔ صواعقِ محرقہ ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۲۶۔ ماخوذ سید الشہداء ص ۱۵۵۔  
امام حسین علیہ السلام کی مخالفت میں یزید کو امیر المومنین کہنے والے تھے جسک جگہ جگہ قبول کیا۔ یزید عبید نے تو روضہ رسولؐ میں گھوڑے بندھوائے تھے اور جنگِ جہ میں گیارہ صد صحابی قتل ہوئے اور دس ہزار عورتوں نے بے شوہر کے بچے جنے۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۲۶۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۵۔ کیوں مسلمانو! کیا یزید نے بیت اللہ کے اوپر آگ نہیں برسائی تھی جس کی وجہ سے کعبہ کے پردے جل گئے۔ حیرت پر حیرت ہے کہ مسلمان اس کو بھی امیر المومنین مانتے ہیں جس نے بیت اللہ کو جلایا۔ استغفر اللہ ربی۔ میں یزید کے اشعار بطور نمونہ کے درج کئے دیتا ہوں تاکہ اس کی خمیر کا ہر اہل اسلام کو علم ہو جائے۔ شعر

كَيْفَتِ اشْيَانِي بِيَدِ شَهْدُوا      جَزَعُ الْحَزْرَجِ مِنْ دَقْعِ الْاَمَلِ  
قَدْ قَتَلْنَا الْقُرْآنَ مِنْ سَادَاتِهِمْ      وَعَدَلْنَا قَتْلَ بَدْرِ فَاَعْتَدَ لِي  
لَعِبَتِ بَنُو هَاشِمٍ بِاَمْلُكٍ فَلَا      خَبْرَ اِبْرَاهِيمَ وَوَحْيَ نَزَلِ  
لَسْتُ مِنْ اَخْذِفِ اِنْ لَمْ اَنْتَقِمَ      مِنْ بَنِي اَحْمَدَا مَا كَانَ فَعَلِ

تذکرۃ الخواص ص ۳۱۶۔ تاریخ اعظم کوئی ص ۸۲۶۔ شہادت ص ۵۵۔ کاش میرے بدرواں نے بزرگِ جنگِ خزرج میں نیزوں کے پڑنے کے وقت حاضر ہوتے۔ ہم نے اس کے ڈر والے میں سے ایک ایک سردار کو قتل کیا اور بدر کا بدلہ ہم نے برابر چکا لیا۔ بنی ہاشم نے ملک سلطنت کے لئے کھیل کھیلا نہ کوئی خبر آئی اور نہ وحی ہوئی۔ میں قبیلہ خذف میں سے نہیں۔ اگر میں نے ارلاد احمد مجتبیٰ سے ان کے کئے ہوئے کا بدلہ نہ لیا۔ اس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یزید پلید کس کردار کا آدمی تھا۔ یزید کے لشکر نے امام علیہ السلام سے کہا اِنَّا نَقْتُلُكَ بَعْضًا لَكَ بَنِيكَ۔ ہم تمہیں تیرے باپ کی دشمنی و بغض کی وجہ سے قتل کرتے ہیں۔ کیوں رسولؐ اگر حسینؑ کو بلا میں نہ آتے تو یزید دین کو کس رنگ میں بھوڑ جاتا اور بعد کا ہر آنے والا۔ یزید کو امیر المومنین سمجھ کر اس کی پیروی کرتا۔ بتاؤ آج دین کا کیا حال ہوتا۔ قرآن تو ہوتا مگر آیت اس میں ایک نہ ہوتی مسجدیں ہوتیں مگر ان میں جُڑنے کھیلے

جاتے۔ نمازوں کی جگہ گنتوں کا شمار ہی ہوتا یہ حسینؑ کا احسان ہے کہ اپنا گھر اجاڑ کر تیری نسلیں  
 حلال کی بنا گیا اگر تو صاحبِ انصاف ہے تو اپنے بچوں کو دیکھ کر ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر  
 کر بلا کی طرف منہ کر کے کہا نہ تو اسٹہ رسولؐ تیرا احسان ہے کہ ہماری نسلیں حلال کی ہیں۔  
 کیوں مسلمانو! رسولؐ نے تیس سال لگائے اور دین کو اکمل۔ میں کہتا ہوں کہ کیا اکیلے  
 رسولؐ نے دین کامل نہیں کیا۔ بلکہ ابوطالبؑ کا تدبیر ساتھ۔ خدیجہؓ اکبرؓ کی بے پناہ دولت ساتھ  
 علیؑ کی شجاعت ساتھ۔ جنابِ بتولؑ کی ذمہ داری ساتھ۔ ابوذر غفاریؓ کا زہد ساتھ۔ بلالؓ  
 کی سادگی ساتھ۔ سلمانؓ کا تقویٰ ساتھ۔ عمارؓ کی تجویز ساتھ۔ دنیا کے پیر ساتھ۔ نبی اکرمؐ نے  
 تیس برس محنت کر کے دین کامل کر دیا مگر صرف چلا پچاس سال۔ پھر نیزید جیسے ظالم نے  
 دین کو ختم کر دیا تو حسینؑ نے از سر نو دین کو زندگی بخشی کیا حسینؑ نے تیس سال لگائے نہیں۔  
 کیا حسینؑ نے تیس مہینے لگائے۔ نہیں۔ تیس ہفتے لگائے۔ تیس دن لگائے۔ تیس  
 گھنٹے لگائے۔ ہرگز نہیں بلکہ دونوں بہن بھائی نے مل کر چھ گھنٹے لگائے۔ صبح عاشور دس  
 بجے کام شروع کیا اور چار بجے دن کے ختم کر دیا۔ اور پھر اعلان کیا کہ نانا اگر قیامت تک  
 حق حق نہ رہے اور باطل باطل نہ رہے۔ تو حسینؑ اور زینبؓ نہ کہنا۔ شعر

اس دید بے سے فتح کسبِ روم و شام کو

حکمِ جہاد پھر نہ ہوا تو امام کو

اسلام کی بقا ہے شہرِ مشرقین سے سرسبز کشتِ دین سے خونِ حسینؑ سے

بے شک کائنات کا حسینؑ من اعظم ہے۔ اور مرتضیٰ کا سپوت بیٹا ہے۔ ایک اور  
 تشریح سنو۔ اگر بیٹا باپ سے کم درج کا ہو تو اسے کہتے ہیں سپوت۔ اگر باپ جلیا ہو تو  
 کہلاتا ہے پوت۔ اور اگر باپ سے بلند ہو جائے تو کہلاتے گا سپوت۔ مگر یہ یاد رہے کہ  
 سپوت بننے کے لئے ہر پتے کو ایک جیسی محنت نہیں کرنا پڑتی۔ بلکہ جتنا باپ سپت ہوگا  
 سپوت بننے میں اتنی آسانی ہوگی اور جتنا باپ بلند ہوگا لڑکے کو سپوت بننے میں اتنی زیادہ  
 تکلیف ہوگی۔ مثلاً باپ بے نماز تو بیٹا ایک نماز ادا کر کے سپوت ہو سکتا ہے۔ اگر باپ  
 پانچ دن تک نماز ہی ہو تو بیٹے کو ساتھ نماز تہجد بھی پڑھنا ہوگی۔ اگر باپ نے ساری زندگی

حسینؑ نے دین کو زندہ کیا

سپوت۔ پوت۔ سپوت

میں کسی آدمی کو مہمان نہ ٹھہرایا ہو تو بیٹا ایک آدمی کو کھانا کھلا کر مہمان نواز ہو کر سپوت  
 کہلا سکتا ہے۔ اگر باپ بے علم ہو تو بیٹا چار جماعتیں پڑھ کر سپوت ہو سکتا ہے اور  
 اگر باپ بی اے ہو تو اب بیٹے کو سپوت ہونے کے لئے ایم اے کرنا ہوگا۔ یعنی جتنا  
 ہی باپ پست ہوگا بیٹے کو سپوت بننے میں اتنی ہی آسانی ہوگی اور جتنا باپ بلند ہوگا  
 بیٹے کو سپوت بننے میں اتنی ہی زیادہ تکلیف ہوگی۔ کیوں مسلمانوں میں بچے کا باپ علی المرتضیٰ  
 ہو یہ بچہ کیا کام کرے جو اپنے باپ کا سپوت بیٹا کہلائے۔ جس کا باپ سورج کو بیٹا  
 کر نماز ادا کرے اس کا بیٹا کیا کرے جو سپوت بنے۔ جس کا باپ ایک قدم گھوڑے  
 کی رکاب میں رکھ کر تلاوت قرآن شروع کرے اور دوسرے قدم کو رکاب کے جاتے  
 پہلے قرآن مجید ختم کر دے۔ الباس المرصیہ ص ۱۵۳۔ اس کا بیٹا کیا کرے جو سپوت بن جائے  
 کر بلا کے میدان میں حسین نے عرض کی کہ بابا میں تیرا سپوت بیٹا ہوں۔ بابا جان آپ  
 نے تو سورج کو بیٹا کر نماز ادا کی مگر قریب بلا کر تو نماز ادا نہیں فرمائی۔ علامہ آقا در بندہ  
 فرماتے ہیں کہ شیطان لعین نے خدا سے کہا کہ پالنے والے اگر سورج پوری حرارت حسین بن  
 علی پر کرے اور پھر حسین تیرا سجدہ ادا کرے تو تیرا عاشق تسلیم کروں۔ بس قدرت نے سورج  
 کو حکم دیا کہ اپنی گرمی تیز کر دے اور پوری حرارت میرے عاشق پر ڈال دے۔ سورج کی گرمی  
 اتنی بڑھی کہ پھلیوں نے دریا کا کنارہ چھوڑ دیا اور شیطان لعین بھی بھاگ گیا۔ امتحان کے وقت  
 شیطان بھاگ ہی جاتا ہے۔ مگر حسین نے بند تبا کھول دیا اور عرض کی پالنے والے اکبر کی  
 شہادت کے بعد ہر مصیبت آسان ہوگئی ہے۔ اسی اثنا میں جبرئیل نے خدا سے اجازت  
 لے کر حسین پر پروں کا سایہ کیا۔ مولا حسین نے فرمایا جبرئیل بٹ جا میں جانوں میرا خالق جانے  
 شرعۃ المصائب ص ۲۹۔ میرے موانے عرض کی بابا واقعی آپ نے ایک قدم رکاب  
 گھوڑے میں ڈال کر قرآن کی تلاوت شروع اور دوسرے قدم کے جاتے تک قرآن ختم  
 کر دیا مگر بابا سر جسم کے ساتھ تھا۔ میں قرآن کی تلاوت کر بلا کے میدان سے شروع کروں گا۔  
 سر نوک نیزہ پر تلاوت کرے گا اور جسم کر بلا کی جلتی ریت پر قرآن خوانی فرمائے گا۔ بابا میں  
 تیرا سپوت بیٹا ہوں۔

عزادارو! نوکِ نیرہ سے پر تلاوت کی چار وجہیں تھیں۔

(۱) نوکِ نیرہ سے پر تلاوت فرما کر حسین اعلان کر رہے تھے کہ اوجے معرفت مسلمانوں نے میرے نانے کو ہذیان کہا تھا۔ میرے نانے کو تو صرف بیمار ہی تھا۔ دیکھو میں مصطفیٰ کا جزو ہوں میرا جسم کربلا میں اور سر نوکِ سناں پر تلاوتِ قرآن کر رہا ہے۔ آؤ، کوئی غلطی تو نکالو جس کا جزو تو اسے اس عالمِ غربت دے کسی میں ہذیان نہیں کہہ رہا تو کل نانے نے صرف عالمِ بیمار میں کیونکر ہذیان کہا ہوگا۔

(۲) مسلمانو! میرے نانے نے کہا تھا کہ قرآن اور اہلبیتِ جُدا نہیں ہوں گے۔ حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر دونوں مجھے آکر ملیں اور تم نے کہا کہ تم قرآن سے اہلبیت کو جدا کر دیں گے۔ سنو! تم ہمیں اپنے سے جدا کر سکتے ہو۔ میرے پتھروں کو ذبح کر سکتے ہو۔ میرے اکبر کے سینے میں نیرہ مار سکتے ہو۔ عباسؑ کے بازو قلم کر سکتے ہو۔ میری لاش پہ گھوڑے دوڑا سکتے ہو۔ میرے خمیوں کو آگ لگا سکتے ہو۔ میری مالی سکیئہ کو طمانچے مار کر ڈرچھین سکتے ہو۔ میری بہنوں کی چادریں اتار سکتے ہو۔ مگر لعینو! تم قرآن کو اہلبیت سے جُدا نہیں کر سکتے۔

(۳) مسلمانو! میرے نانے نے فرمایا تھا کہ شہید زندہ ہوتا ہے اور تمہیں یقین نہیں آتا تھا اسی لئے تو میدان سے بھاگ جاتے تھے۔ آؤ اور مجھے دیکھو اور تلاوتِ قرآن سنو۔ جس طرح میں زندہ جاوید ہوں اسی طرح شہید زندہ ہوتا ہے

(۴) عزادارو! امام حسینؑ کی نوکِ نیرہ سے پر قرآن پاک کی تلاوت کرنے کی خاص وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن کی تلاوت کرنا سمجھ رہے تھے۔ لوگ میری طرف دیکھنے میں مشغول رہیں گے اور محمدؐ کی بیٹیوں کو سر کھلے ہیں ان کا پردہ بچ جائے گا۔ عزاداروں۔ حسینؑ نے ہر ممکن کوشش کی کہ زینبؑ کا کلمہ کا پردہ محفوظ رہے مگر بے حیا مسلمانوں نے محمدؐ کی بیٹیوں کی چادریں چھین ہی لیں۔ جس بی بی سے سوچ پردے کرتا تھا۔ مسلمانوں نے اسے بازاروں میں۔ درباروں میں پھرایا۔

عزادارو! کسی زمانہ میں مولا حسینؑ نے شیریں کو آزاد کر کے فرمایا تھا کہ شیریں ہم تیرے پاس آئیں گے۔ ادھر شیریں نے مولا کی انتظار میں تازیان کر رکھی تھیں۔ ادھر حسینؑ کی شہادت کے بعد قافلہ قید ہو کر کوہِ مارمہ پر آیا۔ اشیقہ کو معلوم ہوا کہ آج کچھ لوگ شب خون ماریں گے



# گیارہویں مجلس

## لفظ اصحاب کی توضیح پیش کردہ آیات کے جوابات رابطہ مصائب، حضرت عون و محمد کی شہادت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا یَسْتَوِیْ اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ - اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ الْفَائِزُونَ

پارہ ۲۸ رکوع ۶۔ نہیں برابر اصحاب دوزخ کے اور اصحاب جنت کے جو اصحاب جنت کے ہیں وہی مراد پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی ہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے خدا تعالیٰ

کی طرف سے ہر آنے والا نبی محصوم۔ ہر نبی صدیق۔ ہر نبی طاہر ہر نبی بے عیب اور ہر

نبی کی زبان پر عصمت کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ہر پیغمبر اور رسول کی ہر ممکن ہمیشہ

یہی کوشش رہی کہ میری امت میں افتراق اور تشکیک پیدا نہ ہو مگر نتیجہ ہمیشہ اس کے برعکس

ہی نکلا کہ جب بھی کوئی نبی یا رسول اس دنیا فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گیا

تو اس کی امت کو افتراق اور گروہ بندی نے گھیر لیا اور ہر نبی کی امت فرقہ فرقہ ہو گئی۔

میں ایک مشہور حدیث میں ہے: "مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ فَهُوَ عَلَىٰ مَا حَبَسَ عَلَيْهِ مِنْ دِينِهِ"۔ اپنے اس دعوے کو ثابت کرتا ہوں۔ سنو

حضور پر نور نے فرمایا: اِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَعَذَّلَتْ عَلٰی سِتِّينَ وَ سَبْعِيْنَ مِائَةً

وَتَتَفَدَّقُ اُمَّتِيْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ سَبْعِيْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا قَاعِدَةً۔ کتاب

شرح فقہ اکبر ص ۱ فرمایا نبی اسرائیل میں افتراق ہوا تو ان کے بہتر فرقے ہو گئے اور میری امت

کے افتراق کی وجہ سے تہتر فرقے ہوں گے۔ بہتر جہنم میں جائیں گے اور صرف ایک فرقہ

امت میں افتراق

میری امت کا جنت میں جانے گا۔ کیوں مسلمانوں نمازیں تو ہر فرقے کے لوگ پڑھتے ہی ہیں۔ اور روزے بھی ہر گروہ کے لوگ رکھتے ہیں۔ حج براہم کے ماننے والے ادا کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت تو سارے مسلمان کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جنت میں صرف ایک گروہ جائے گا اور باقی بہتر فرقے دوزخ میں سکونت پذیر ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امتِ مصطفیٰ میں صرف ایک فرقہ کے پاس اللہ اور اللہ کے رسول کی منشا کے مطابق دین ہے اور باقی بہتر فرقوں کے پاس اپنی مرضی کا دین ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک فرقہ حقیقی مسلمان ہے اور بہتر فرقے لفظی مسلمان ہیں۔

آج مجھے ایک لفظ پر بحث کرنا ہے اور وہ لفظ ہے اصحاب۔ سنو! بہتر فرقے تو کہتے ہیں کہ اصحاب ایک مبارک و مقدس لفظ ہے۔ لہذا اصحاب یقیناً جنتی ہوا کرتے ہیں اور ایک فرقہ کہتا ہے کہ اصحاب ہر اچھے بڑے انسان بلکہ حیوان تک کو بھی کہا جاسکتا ہے جنت میں جانے کے لئے عمل و کردار اور ایمان کی ضرورت ہے نہ لفظ اصحاب کہ جس پر ہی بولا گیا وہ چاہے جیسا بھی ہو جنتی ہو گیا۔ قرآن کے شواہد پر غور کرو۔ لَا يَتَّبِعُ الْأَصْحَابُ النَّارَ وَ الْأَصْحَابُ الْجَنَّةِ، الْأَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ الْفَائِزُونَ پارہ ۲۸ رکوع ۶۔ نہیں برابر ہوتے اصحاب نار کے اور اصحاب جنت کے بلکہ جنت کے اصحاب فائزوں ہیں۔ معلوم ہوا کہ لفظ اصحاب جنتی اور جنتی لوگوں پر بھی بولا جاتا ہے اور سنو۔ وَلَا تَسْأَلُ عَنْ الْأَصْحَابِ الْمَجِئِمِ پل ۱۴۔ میرے حبیب آپ سے اصحاب جہنم کے بارے میں سوال نہ ہوگا تو یہاں بھی تو خالق نے دوزخی بزرگوں کو اصحاب کے لفظ سے یاد فرمایا ہے اور سنو قَتِيلَ الْأَصْحَابِ الْاُخْدُوْدِ وَالنَّارِ ذَاتِ الْاَوْقُوْدِ پارہ ۳۰۔ رکوع ۱۰۔ مارے گئے کھائیوں والے اصحاب کہ وہ آگ تھی انیدھن والی۔ اس مقام پر بھی دوزخیوں کو اصحاب کہا گیا ہے۔ اور سنو وَتَالُوْا اَوْكُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ پارہ ۲۹ رکوع ۱۔ اور پکاریں گے اصحاب جنت کے اصحاب دوزخ کو۔ ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ لفظ اصحاب ہر نیک و بد پر قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔

اب میں قرآن مجید سے ان آیات کو پیش کرتا ہوں جن پر عامۃ المسلمین کو ناز ہے کہ ہر

صحابی رسول قابل احترام اور واجب التعظیم و نجات یافتہ ہے۔ سنو کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَذُوْنَ مِمْنٍ بِاللّٰهِ پاره ۳ ع ۳۔ ہوتی بہتر امت جو نکالی گئی ہے واسطے لوگوں کے حکم کرتے ہو ساتھ بھلائی کے اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو ساتھ اللہ کے۔ اس آیت میں ایک دو یا تین حضرات تو ناکام نہیں ہے بلکہ لفظ عام ہے۔ اصحاب نواز حضرات فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد اصحاب ثلاثہ ہیں کہ وہ بہتر امت ہیں۔ مگر یہ صاف قرآن الکریم کے فرمان کے خلاف ہے۔ اس میں لفظ امت ہے۔ مسلمانو اگر ساری امت کو خطاب ہے تو کیا ساری امت محمدی بہترین امت ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ امت تو بدترین امت ہے۔ کس نبی کی امت نے اپنے رسول کے بچوں کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر قتل کیا۔ کس نبی کی امت نے اپنے نبی کے بچوں کے نیچے جلانے۔ کس نبی کی امت نے اپنے نبی کے بچوں کی لاشوں پہ گھوڑے دوڑائے۔ کس نبی کی امت نے اپنے پیغمبر کی بیٹیوں کو سر برہنہ بازاروں اور درباروں میں پھرایا۔ کیا یزید شمر عمر بن سعد ابن زیاد۔ حردہ حصین ججاج۔ متوکل وغیرہم بہترین امت ہیں۔ اگر یہ بہترین امت ہے تو بدترین کونسی امت ہوگی۔ عمر بن عبدالعزیز نے نہایت سچ کہا کہ اگر اور پیغمبروں کی امتیں سب مل کر اپنے اپنے زمانہ کے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف ججاج کو مقابلہ میں لائیں تو واللہ ہمارا پتہ بھاری سینگے امام اعظم شبلی نعمانی ص ۳۶۔ فرماؤ کیا یہ امت ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے بہترین امت کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ مسلمانو! اس مقام پر سوائے آل محمد کے کوئی بھی فرد مراد نہیں ہے۔ بس آل محمد ہی بہترین امت ہیں۔ اعتراض ہو سکتا ہے کہ لفظ امت ہے۔ اس میں دو ایک فرد کس لئے مراد لئے جاسکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ لفظ امت تو ایک انسان کو بھی قدرت نے فرمایا ہے۔ سنو۔ اِنَّ اَبْنَاهِمۡمِمْ كَانَ اُمَّةً قَانِبًا لِلّٰهِ حَنِيفًا پاره ۱۳ ع ۲۲۔ تحقیق براہیم امت تھا فرماں بردار اور حنیف تھا۔ واسطے اللہ تعالیٰ کے تو خالق نے صرف اکیلے براہیم کو امت فرمایا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اکیلے براہیم کو امت فرمایا ہے۔ اسی طرح اکیلے حیدر گرا کہ بھی امت فرمایا گیا ہے۔ صلوات۔ رباعی ۵

صاحب یہ روزِ روز کا جھگڑا مچکا ہے ہم مرتبہ علیٰ کوئی ہے تو لایسے  
یہ کان وہ ہیں جن میں اذیاں دی رسولؐ نے یہ وہ دہن ہے جس میں زبانِ ہی رسولؐ

اگر کوئی اصحابِ نواز اعتراض کرے کہ یہ آیت تو اُس وقت کے تمام اصحابِ رسولؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو میری عرض ہے کہ کیا عبد اللہ ابن ابی کے تین صد ساتھی جو جگب اُحد کو جاتے ہوئے راستہ ہی سے واپس آگئے تھے تو ان کے متعلق کیا رائے ہے۔ قرآن مجید سُوْرَةُ  
وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنْفِقُونَ ۗ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا هَلٰلِ  
النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۗ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّسَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ  
عَظِيْمٍ۔ پارہ ۱۱ رکوع ۲۰۔ اور تمہارے ارد گرد رہنے والے بعض اعراب منافق ہیں اور  
بعض مدینے کے لوگ بھی نفاق پراڑے ہوئے ہیں۔ اسے رسولؐ تم ان کو نہیں جانتے  
ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے۔ پھر لوٹنا دیشے  
جاویں گے طرف عذابِ عظیم کے۔ کیوں مسلمانو یہ کون لوگ ہیں۔ اس کے علاوہ سورہ منافقون  
اور سارے قرآنِ پاک میں جا سبجا منافقون کا ذکر ہے۔ یہ بھی تو اصحابِ رسولؐ تھے۔ بس  
اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں کہ کُنْفَرُ حَازِرًا مَّتَّعٍ سے مراد صرف آلِ محمد ہی ہیں  
دوسری آیت جو نفر سے پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا  
مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِیْ وَتَتَلَوْا وَاَوْتَلَوْا لَا كَفِرَتْ عَنْهُمْ سِيَاتِهِمْ ۗ وَ  
لَا ذُنُوْبُهُمْ جُنَّتْ نَجَسًا مِّنْ تَحْتِهَا اَلْاَنْهَارُ ۗ لَقَدْ بَايَعْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَ  
حَسْبِ الْاَلْوَابِ۔ پارہ ۴ رکوع ۱۱۔ پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھروں  
سے اور ایذا دیشے گئے بیچِ راہِ میری کے اور لڑے اور مارے گئے البتہ دُور کروں گا  
اُن سے بُرائیاں ان کی اور البتہ داخل کروں گا ان کو بہشتوں میں چلتی ہیں۔ نیچے ان کے سے  
نہریں۔ یہ ثواب ہوگا خدا کی طرف سے اور اللہ نزدیک اُس کے سے اچھا ثواب دترہ  
رفیع الدین اس آیت کریمہ نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ حکم ہے

آیت کے حوالے سے

اَوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِیْ۔ ایذا دیشے گئے میری راہ میں۔

بتاؤ مسلمانو اصحابِ ثلاثہ کو کیا ایذا مشرکین نے دی ہے۔ اول اور ثانی تو شیبہ اہلبیت میں بھی نظر نہیں آتے جب کہ رسول خدا سے مشرکین مکہ نے بائیکاٹ کیا تھا تمام ہاشمی تو نہایت عسرت و تنگی سے وقت گزار رہے تھے اور یہ بزرگ آرام اور امن سے سکتے ہیں ہی سکونت پذیر تھے۔ آگے سے رَقْتُلُوا وَقْتُلُوا کہ وہ قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں مگر قیمت کی بات ہے کہ ان بزرگوں نے نہ کسی کو قتل کیا اور نہ خود قتل ہوئے اور یہ صرف ان ہی بزرگوں کا خاصہ کمال ہے کہ تاریخ عالم اس سلسلے میں مدد دینے سے مجبور و معذور ہے۔ مسلمانو یہ آیت تو حضرت بلالؓ اور حضرت صہیبؓ رضی اللہ عنہما کی شان میں ہے کہ مشرکین مکہ ان کو ایذا دیتے تھے۔ دیکھو تفسیر حسینی قادری جلد ۱ ص ۱۴۸ جن بزرگوں کا ذکر مسلمان فرمایا کرتے ہیں تو ان کو کون ایذا دے سکتا تھا بلکہ وہ دنیا کو ایذا دیا کرتے تھے۔

تاریخ خمیس میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں درہ تھا تو سعد بن ابی وقاص ان کی تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہوا پس حضرت عمر نے اس کے سر پر درہ مارنا شروع کیا اور فرمایا کہ اگر تیرے دل میں خلافت کا رعب نہیں تو میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ خلافت بھی تجھ سے مرعوب نہیں ہے۔ الجہاں المرثیہ ص ۲۲۵ اسی طرح ایک دفعہ ابی ابن کعب کہیں جا رہا تھا اور اس کی قوم اس کے پیچھے تھی تو اس کو بھی درہ مارنے شروع کئے۔ شرح ابن ابی الحدید بیج البلاغہ میں ہے کہ حضرت عمر نے درہ کو سب سے پہلے حضرت ابو بکر کی بہن ام فروہ بنت ابی قحافہ پر استعمال کیا کہ جب ابو بکر کی وفات ہوئی تو عمر بیتن رو رہی تھیں اور ام فروہ بھی ان میں شامل تھی تو عمر نے ان کو بھی درہ مارنے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئیں پس ام فروہ کو علیہ و کر کے اس پر جب درہ رسید کیا تو باقی تمام عمرتیں بھاگ گئیں اور یشل مشہور تھی کہ حجاج بن یوسف کی تلوار سے حضرت عمر کا درہ زیادہ خونناک تھا۔ الجہاں المرثیہ ص ۲۲۶

اب تیسری آیت سنو۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنَا بِهَمِّمْ فَتَحًا قَرِيبًا  
پارہ ۲۶ رکوع ۱۱ البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ مومنین سے جس وقت کہ بیعت کرتے تھے

تجھ سے نیچے درخت کے پس جانا جو کچھ بیچ دلوں ان کے تھا۔ پس اتاری لیکن اوپر ان کے اور ثواب دیا ان کو فتح کے نزدیک (ربیع الدین)۔ مولوی حضرات اس آیت سے بھی اپنے بزرگوں کی فضیلت ثابت کرنے کی سعی ناکام کرتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ نے مقام حدیبہ پر حضور کی بیعت کی تھی لہذا ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا مگر قرآن پاک نے اصحاب نواز لوگوں کی تمناؤں کو پورا نہ ہونے دیا۔ کیوں کہ ارشادِ قدرت ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا نہ کہ سب سے اگر تمام بیعت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا تو لفظ مومنین نہ فرماتا بلکہ ارشاد ہوتا کہ لقد رضی اللہ عن الناس اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہوا۔ مسلمانو ہمارا بھی تو یہی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا ہے۔ پہلے بزرگوں کو مومن تو ثابت کرو۔ ایک بڑے بزرگ کے بارے میں حضور کا حکم بھی سنو اَللّٰهُمَّ إِنِّي كُنْتُ مِنْكُمْ أَخْفَىٰ مِنْ ذَبَابِ الشَّمْلِ. شرک تم میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پھپی چال چل رہا ہے۔ یہ تو حضور پر نور کے زمانہ کا حال ہے۔ حضور کے بعد تو شرک نے خوب پنچے جانے ہوں گے اور چیونٹی کی چال نہیں بلکہ گھڑے کی دوڑ لگائی ہوگی۔ تو العصر صلا بحوالہ (تفسیر درمنثور)۔ بس جس بندے نے اپنے پیرو بزرگ کو رضی اللہ کہنا ہے پہلے اس کا ایمان تو ثابت کرے جب مومن ثابت ہو گیا تو لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ فِي حُدُودِ بَدْرٍ مِمَّا جَاءُوا صُلْحًا جہاں نے کس طرح بدلے ہیں اپنے طور سنو فریب و مکر کا قصہ ذرا بغور سنو ہم اس کے دعویٰ ایمان پر ہی حیراں تھے وہ مقابل علی بن بیٹھا لو اور سنو صرف دستِ نبوت پر بیعت کر کے جنت میں جانے والو خدا کی طرف سے جو بیعت پر شرط لگائی گئی ہے اس پر بھی تو غور کرو قرآن اِنَّ الَّذِيْنَ يَمِيْنُ بِعٰذَتِكَ اِنَّهٗمْ يَمِيْنُ بِعٰذَتِ اللّٰهِ بِذٰلِكَ فَخَوْفٌ اٰمِنٌ لِّهٖمْ فَصَنَّفْنَا كَتٰبًا فَاَتَمَّ يٰكُنُتْ عَلٰى نَفْسِهٖ پاره ۲۶ رکوع ۹۔ تحقیق وہ لوگ کہ بیعت کرتے ہیں تجھ سے سوائے اس کے نہیں کہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے لائق اللہ کا ہے اور پھر اللہ ان کے پس جس نے عہد توڑا پس سوائے اس کے نہیں کہ عہد توڑا اور پر جان اپنی کے کیوں مسلمانو حضور پر نور کو میدان میں چھوڑ کر بھاگنے والوں نے عہد توڑا ہے یا کہ نہیں ہاں اگر میدان سے بھاگنے کے بعد عہد ٹوٹ سکتا ہے تو اول و ثانی اور ثالثہ وغیرہ

اشتراکِ ذمہ

ذمہ

نے تو ہر مقام پر عہد توڑنے کا مظاہرہ خوب فرمایا ہے اور بیعت رضوان سے خارج ہو گئے۔ سنو۔ جنگ خیبر میں حضرت عمرؓ علم لے کر گئے اور شکست خوردہ واپس پلٹے اصحاب ان کی بزدلی کی شکایت کرتے تھے اور وہ اصحاب کی بزدلی کا شوقہ کرتے تھے۔ تاریخ طبری۔

ماخوذ از المجالس المرئیہ ص ۵۵ شبی نعمانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ لوگوں میں سے تھے جو اُحد کے میدان سے بھاگ گئے تھے مگر خدا نے انہیں معاف کر دیا۔ الفاروق ص ۹۵۔ جنگ خیبر میں آنحضرتؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا لیکن وہ ناکام آئے۔ پھر حضرت عمرؓ مامور ہوئے وہ برابر دو دن جا کر لڑے لیکن دونوں دن ناکام رہے الفاروق ص ۱۰۴ حضرت عثمانؓ جنگ اُحد میں سب سے پہلے بھاگ گئے تھے اور تیسرے روز پلٹ کر مدینے تشریف لائے۔ تذکرۃ الخواص ص ۳۰۔ میں کہتا ہوں اصحاب نواز حضرات ان کی زندگی کا نظر عمیق سے مطالعہ فرما کر ثابت کریں کہ جنگ بدر۔ اُحد۔ خندق۔ خیبر جنین وغیرہم۔ میں انہوں نے کیا اسلامی کارنامہ پیش کیا ہے۔ ہاں اگر سوائے بھاگنے کے اور کوئی کمال ان بزرگوں کا نہ ملے تو مان لیں۔ چاہیے کہ انہوں نے نمک بیعت کی ہے۔

اب چوتھی آیت کو سنو جو اصحاب پر اور حضرات پیش کرتے ہیں وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا  
 وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آؤُوا وَانْقَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ  
 مَغْفِرَةٌ كَثِيرَةٌ وَرِزْقٌ كَثِيرٌ پارہ ۱۰ ع ۶ جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا بیچ  
 راہِ خدا کے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی۔ یہ لوگ یقیناً ایمان والے ہیں، واسطے ان  
 کے بہشت ہے اور رزق باکرامت ہے (رضیع الدین)۔ اس آیت میں ہر مہاجر کو جنت  
 کی خوشخبری نہیں ہے بلکہ ایمان لانا۔ ہجرت کرنا اور خدا کے راستہ میں جہاد کرنا شرط ہے۔ اگر  
 کوئی بزرگ نبی اکرمؐ پر ایمان بھی لایا ہو اور خدا کی راہ میں ہجرت بھی کی ہو اور میدانِ جہاد  
 میں ثابت قدم بھی رہا ہو تو ہمیں ان کے فضائل تسلیم کرنے میں کوئی انکار نہیں ہے۔ جن لوگوں  
 کے کمالِ ایمان کے طبل بجائے جاتے ہیں ان کا اپنا ہی فرمان سنو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا  
 کہ صلح حدیبیہ کے دن جب مشرکین مکہ سے حضرت بنی اکرمؐ صلح نے دیکھ کر صلح کی تو  
 میں نہایت حیران ہوا اور اسی منظر اب کی حالت میں ابو بکرؓ کے پاس گیا اور کہا کہ اس طرح

دب کر کیوں صبح کی جائے۔ انہوں نے سمجھا یا کہ رسول اللہ جو کچھ کرتے ہیں اسی میں معلومت ہوگی اس پر بھی حضرت عمر نے کہا کہ مجھے تسکین نہ ہوئی اور میں رسول اللہ کے پاس گیا اور اس طرح سے گفتگو ہوئی۔

حضرت عمر۔ یا رسول اللہ کیا آپ رسول خدا نہیں ہیں۔

رسول اللہ۔ بیشک ہوں۔

عمر۔ کیا ہمارے دشمن مشرک نہیں ہیں۔

رسول اللہ۔ ضرور ہیں۔

عمر۔ پھر ہم اپنے مذہب کو کیوں ذلیل کریں۔

رسول اللہ۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔

حضرت عمر کی گفتگو اور خصوصاً انداز گفتگو اگرچہ خلاف ادب تھا چنانچہ بعد میں ان کو سخت

ندامت ہوئی اور اس کے کفارہ کے لئے روزے رکھے۔ نفل پڑھے۔ خیرات دی اور غلام

بھی آزاد کئے۔ بخاری مترجم پارہ ۱۱ ص ۷۰ ص ۷۱۔ الفاروق ص ۱۰۰۔ حضرت عمر بن خطاب نے

کہا کہ اس روز خدا کی قسم مجھے نبوت پر ایسا شک ہوا ہے۔ رسول مقبول ص ۱۵۰ تاریخ خمیس

جلد ۲ ص ۲۲۔ تاریخ حبیب السیر جلد ۱ جز ۲ سوم ص ۵۲ پر بھی مکالمہ عمر درج ہے۔ فرماؤں نبی اکمل ص ۱۱۰

انسان کی نشانی ہے یا اس سے ضعیف الایمان بزرگ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ جنگ اُحد کے

میدان سے حضرت عمر بھاگ گئے تھے۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ حضرت عمر بھاگے تو تھے مگر ان کا

شمار پہلے بھاگنے والوں میں سے نہیں ہے۔ بروایت درمنثور حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب

میں اُحد کے دن بھاگا تو پہاڑ پر چڑھ گیا جس طرح کہ پہاڑی بچرا کو در چڑھ جاتا ہے۔ المجالس المشیخہ

ص ۷۰۔ مسلمانو! فیصلہ تو کرو کہ آیت مذکورہ میں ان بزرگوں کا کونسا اور کتنا حصہ ہے۔ صلوات

عدو میں چھوڑ کے جو بھاگ جائے دشمن ہے۔ جنازہ جان کے پڑھنے نہ آئے دشمن ہے

اٹھایا جاتا ہے دشمن کو اپنی مغل سے کسی کا آگ سے جو گھر جلائے دشمن ہے

تصدق شیرازی

اس کے بعد اب میں پانچویں آیت پیش کرتا ہوں جو اصحاب ثلاثہ کی شان میں مسلمان

قرآن سے بیان کیا کرتے ہیں۔ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ پارہ ۱۱ رکوع ۲ اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی ان کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کی ہیں واسطے ان کے بہنیں چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہیں گے بیچ اس کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانا ہڑا اتر جہد ربيع الدین، اس آیت کریمہ نے خود رہائی فرمادی کہ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ سے مراد سبقت الی الایمان ہے نہ کہ سبقت الی ہجرت مراد ہے۔ اگر سبقت الی ہجرت ہوتی تو انصار کے نام کی کیا ضرورت تھی۔

اور سابق بالایمان حضرت علیؑ ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے تسلیم کیا ہے کہ جب ابو بکر ایمان لائے تو اس سے پہلے پانچ آدمی ایمان لائے تھے۔ تاریخ الخلفاء ص ۳۰۳۔ سید ابوطالب ہمدانی اور صاحب تفسیر ثعلبی جو علمائے اہل سنت سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن ایاس بن عقیف نے اپنے وارے سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں تجارت کی غرض سے مکہ آیا اور عباس بن عبدالمطلب کا میں مہمان ہوا کیوں کہ اس سے میرے تعلقات بہت اچھے اور گہرے تھے۔ ایک روز میں اور عباس مقام منیٰ میں تھے کہ ایک جوان آیا اور آسمان کی طرف وہ دیکھتا تھا بعد اس کے وہ کہنے کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا اور اسی وقت ایک لڑکا آیا اور اس جوان کے جانب راست کھڑا ہوا اور بعد اس کے ایک عورت آئی جو ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی اور اس جوان نے رکوع کیا تو اس کے ہمراہ اس لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا۔ بعد اس کے اس نو جوان نے سجدہ کیا تو ان دونوں نے بھی اس کے ہمراہ سجدہ کیا اور جس وقت اس جوان نے سر اٹھایا تو ان دونوں نے بھی سر اٹھایا۔ تب میں نے کہا کہ عباس یہ امر عظیم ہے۔ تب عباس نے بھی کہا کہ واقعی یہ امر عظیم ہے۔ میں نے کہا کہ عباس یہ کیا امر عظیم ہے عباس نے کہا کہ یہ نو جوان میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے جو کہتا ہے کہ خدا نے مجھ کو پیغمبر کر کے بھیجا ہے اور کسریٰ اور قیصر کے خزانوں کا میں مالک ہوں گا اور یہ لڑکا علیؑ ابوطالب کا بیٹا ہے

اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلد ہے جو زوجہ ہے میرے <sup>بھتیجے</sup> محمد کی اور ان دونوں ہی نے محمد کے دین کی پیروی کی ہے۔ خدا کی قسم تمام روئے زمین پر اس مذہب کا آدمی سوئے ان شخصوں کے کوئی نہیں ہے۔ اسماعیل کا دادا اصفیٰ جب مسلمان ہوا تو اس نے کہا کہ کاش کہ میں جو تھا ان میں سے ہوتا۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۱۰۰۔ سید ابوطالب ہروی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ درود بھیجا مجھ پر اور علیؑ پر فرشتوں نے سات برس سب سے پہلے اور عبداللہ بن موسیٰ نے روایت کی ہے۔ عباد بن عبداللہ سے کہ میں نے علیؑ سے سنا ہے فرمایا کہ میں بندۂ خدا ہوں اور بھائی اس کے پیغمبر کا اور میں صدیق اکبر ہوں اور بعد میرے صدیق اکبر نہ کہلائے گا اپنے تئیں مگر دروغ گو افتراء کرنے والا۔ میں نے نماز پڑھی ہے سات برس سب آدمیوں سے پہلے۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۱۰۰ یہ ہیں سابق بالایمان اور اس آیت میں شرط بھی پیروی کی لگائی گئی ہے۔ اگر کوئی سابق بالایمان بھی ہو اور اس کی پیروی نہ کرے تو اس سے اللہ تعالیٰ برگز را ضی نہیں ہے۔

ہاں اگر السابقون سے مراد ہجرت ہی لی جائے تو سب سے پہلی ہجرت تو حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہے اور اس وفد کے راس درمیش حضرت جعفر بن ابی طالب تھے۔ اول و ثانی تو پھر بھی محروم ہی رہے۔ میں کہتا ہوں کسی آدمی کا ایمان لانا کافی نہیں ہے بلکہ خانمہ بالجبر ہونا ضروری ہے۔ روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ صحابی کا انتقال ہوا تو حضور پُر نور نے ہی اُسے غسل دیا۔ کفن پہنایا اور قبر تک ننگے پاؤں تشریف لے گئے۔ سعد کی ماں نے اپنے بیٹے کو جنت کی خوشخبری دی تو نبی اکرمؐ نے فرمایا خاموش رہو۔ سعد فشار قبر میں مبتلا ہے۔ صحابہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ سعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ بدخلقی کیا کرتا تھا۔ احسن الفوائد ص ۲۳۔  
 لو میں اس کے ساتھ ایک حدیث بھی پیش خدمت کرنا ہوں عَنْ أَبِي بَرٍّ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَرُدُّنَّ عَلَيَّ الْخَوْضَ رِجَالٌ مِمَّنْ صَاحِبُنَا حَتَّىٰ إِذَا رَأَيْتَهُمْ وَرَفَعُوا إِلَيْنَا اِخْتَلَبْنَا دُونِي فَلَا تَقُولُنَّ أَلَيْ رَبِّ اِصْحَابِنَا اِصْحَابُنَا فَلْيَقَالَ لِي إِنَّكَ لَا تَقْدِرِينَ مَا أَحَدٌ تَقُولُ اِبْعَدَكَ مُسْلِمٌ شَرِيفٌ جلد ۶ ص ۲۰۰ انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حوض کوثر پر چند آدمی ایسے

آئیں گے جو دنیا میں میرے ساتھ رہے جب میں ان کو دیکھوں گا اور میرے سامنے کر دیئے جائیں گے تو روکے جاویں گے میرے سامنے سے میں کہوں گا پروردگار! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ صحابی ہیں تو جواب ملے گا تم نہیں جانتے کہ جو تمہارے بعد انہوں نے کیا۔ احداث کئے تھے۔ بس ایمان اور عمل کے بغیر نجات ناممکن ہے شعر

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ لوری ہے نہ ناری ہے

صلوات

اب میں چھٹی آیت پیش کرنا ہوں جس پر مسلمان یا رِغَار کے فضائل ترتیب دیا کرتے ہیں۔

فَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيًا أَثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّا نَنظُرُكَ إِنَّا نَنظُرُكَ إِنَّا نَنظُرُكَ إِنَّا نَنظُرُكَ إِنَّا نَنظُرُكَ

لَمْ تَشْرَوْا هَا پارہ ۱۰ ع ۱۲۔ پس تحقیق مددوی ہے اُس کو اللہ نے جس وقت نکال دیا تھا اُس کو

ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے دوسرا وہیں کا جس وقت کے وہ دونوں بیچ غار کے تھے۔ جس

وقت کہ کہتا تھا واسطے رفیق اپنے کے مت غم کھا تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس ناری

اللہ نے تسکین اوپر اس کے اور قوت دی ساتھ اس کو لشکروں کے کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو۔

(ترجمہ رفیع الدین) اس آیت میں ملاں لوگ دو لفظوں پر زیادہ زور دیتے ہیں ایک لفظ صاحب

اور دوسرا لفظ سکینہ۔ ان دونوں کا جواب عرض کرنا ہے کہ صاحب تو خدا تعالیٰ نے کافروں کو بھی

فرمایا ہے سنو۔ يٰصَاحِبِى التَّيْنِ پارہ ۱۲ رکوع ۱۵ اے میرے قید کے ساتھیو۔ حضرت یوسف

کے قید خانہ کے صحابی کافر تھے مگر قید خانہ میں ساتھی ہی تھے اور سنو۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا

عَوَى پارہ ۲۷ رکوع ۵ نہیں بہکا ساتھ تمہارا اور نہ راہ سے پھر گیا۔ اس مقام پر حضور پر نور کو

کافروں کا صاحب کیا گیا ہے سنو۔ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْاُخْتِ إِذْ نَادَى وَهُوَ مَكْظُومٌ پارہ ۲۹ ع

اورست ہر مانند پھیل والے کے جس وقت کے چلا اور وہ غم سے بھرا تھا۔ تو یہاں حضرت

یونس پھیل کے صحابی کہلائے جا رہے ہیں اور قرآن مجید میں کئی مقام پر اصْحَابُ النَّارِ

ہے تو اس مقام پر خدا نے اول کو حضور کا صاحب فرما دیا تو کونسا اس بزرگ کا کمال ہے ایک

آیت اور سنو لَوْ اَمْرٌ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّهْمِ وَالرَّقِيْمِ پارہ ۱۵ ع ۱۳۔ تو قدرت

ثانی آئیں

نے غار کو کھت فرما کر لفظ اصحاب کو واضح فرمایا ہے۔ دوسرا ہے لفظ سیکنہ کہ جس پر زور دیا جاتا ہے کہ سیکنہ البو بکر پر نازل ہوئی ہے یہ غلط اور محض غلط ہے۔ آیت کی تمام ضمیریں حضور نبی اکرم کی طرف راجع ہیں اور مصیبت میں بھی رسول خدا ہی ہیں اور سیکنہ البو بکر کے لئے کیسے ہوگی۔ مٹاؤ کہتے ہیں کہ نبی تو بالکل مطمئن تھے، انہیں سیکنہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ قرآن سنو

فَاَنْزَلْنَا اللّٰهَ سَكِيْنَةً عَلٰى رَسُوْلِهِٗ وَ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ پارہ ۲۶ رکوع ۱۱۔ پس اتاری اللہ نے تسکین اور رسول اپنے کے اور اُوپر ایمان والوں کے۔ کیوں مسلمانوں سیکنہ رسول پر بھی اُترا کرتی ہے کہ نہیں ثابت ہوا کہ اس مقام پر سیکنہ نبی اکرم پر ہی نازل کی گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو بکر نے غار کے منہ پر فرود بول کا درخت اُگتا دیکھا۔ مگڑھی نے جلاتنا اور فرزا کبوتری نے اٹھے بھی دے دیئے۔ یہ تین معجزے ابو بکر نے دیکھے اور پھر ایسا کردار ادا فرمایا کہ خدا نے لَا تُخْرَجُونَ کہنے کی ضرورت محسوس فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حبیب تسکین رکھ جو کچھ اس کا جی چاہے کرتا رہے اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ اس کے علاوہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۙ پر مٹاؤ خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ میں کہتا ہوں فرماؤ اللہ تعالیٰ کس کے ساتھ نہیں ہے۔ مَخْنُوعًا قَدَبٌ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ پارہ ۲۶ رکوع ۱۶۔ میں تمہاری فہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ جہاں بھی کوئی ایک ہوگا تو خدا دوسرا، اگر دو ہوں گے تو خدا تیسرا، ہر مقام پر اس کی ذات ساتھ ہے۔ حضرت ابو بکر کی فضیلت میں کوئی واضح آیت پیش کریں۔ اس قدر خطرے کے مقام پر زور نہ تو کوئی فضیلت نہیں بلکہ کمزوری ایمان کی دلیل ہے۔ رباعی

جواز کو فرما کے اسد اللہ جزا دے دی      کسی فرار کو فرما کے لا تحرن سزا دے دی  
کچھ اس انداز سے جھڑنے اپنی جاں بچاؤ رکھی      مسرت میں علی کو کسب پانے ہر رضا طے دی

صلوات (تصدق شیرازی)

اب ساتویں آیت بھی پیش خدمت ہے وَ مَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ الّٰتِيْنَ بِالْحَقِّ وَ الشّٰهِدَاتِ ۙ اللّٰهُ اَعْلَمُ ۙ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا پارہ ۲۵ رکوع ۶ جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسول کی پس یہ لوگ ساتھ ان کے ہیں کہ نعمت کی ہے اللہ نے اور ان کے پیغمبروں سے اور مدد لیوں سے اور

شہیدوں سے اور صالحین سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق (ترجمہ رفیع الدین) اس آیت میں فرمانبرداری کی شرط اول ہے اور فرمانبرداری کرنے والے انبیاء صدیق۔ شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ ان بزرگوں کی فرمانبرداری کیا خوب ہے کہ ان کے حاشتی فقر سے یہ فرماتے ہیں سنو لکھا ہے کہ تمام لشکر جنگ حنین میں سپا ہو گیا اور فقط چار آدمی سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہ گئے۔ حضرت علیؑ۔ عباسؑ۔ البرسقیان بن الحارث اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ تفسیر حسینی قادری جلد ۱ ص ۳۸ جن کی بہادری اور کراہی کا ڈھنڈورا پٹایا جاتا ہے وہ کہیں نظر ہی نہیں آتے۔

اب صحابہ کی صداقت کے بھی دو فقرے سن لو۔ مؤلف بخاری شریف جلد ۱ ص ۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ احادیث دؤ۔ دو نفل پڑھ کر اور خدا سے استخارہ کر کے جمع کی تھیں جن سے میں نے سات ہزار دو صد پچتر حدیثیں چُن لیں اور باقی پانچ لاکھ بانو سے ہزار سات صد پچیس حدیثیں میں نے غلط سمجھ کر رد کر دیں۔ یہ ہے صحابہ کی صداقت بیانی کی دلیل۔ میں نے ایک روز حباب لگایا تو ثابت ہوا کہ ایک دن میں صرف بخاری شریف کے مؤلف کی تحقیق کے مطابق لوگوں نے نبی اکرمؐ کی طرف ساڑھے اکتھڑ احادیث غلط منسوب کی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی حدیث کی درجنوں کتابیں ہیں۔ کم از کم صحاح ستہ اور موطا امام مالک ہی سہی۔ ان سب کی کیفیت جمع کرنے کے بعد کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ کیا یہ لوگ صدیقین ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب امام اعظم کے صد ۱۹۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ سینکڑوں۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں حدیثیں دانستہ لوگوں نے وضع کر لیں۔ حضرت ابو ہریرہ سے ابوسلمہ نے پوچھا کہ آپ حضرت عمر کے زمانہ میں بھی اس طرح حدیثیں روایت کیا کرتے تھے بولے کہ نہیں ورنہ عمرؓ سے مارتے تھے۔ امام اعظم ص ۱۹ اگر کوئی صاحب یہ فرمائے کہ صحابہ کے زمانہ میں تو ایسا نہیں ہوا بلکہ بعد میں حدیثیں وضع ہوئیں تو میں عرض کروں گا کہ حضرت ابو ہریرہ کا اپنا بیان ہی کافی ہے اور وہ خود بھی تو اصحاب رسولؐ تھے اس کے علاوہ شبلی نعمانی نے تحریر فرمایا ہے کہ خود صحابہ کے عہد میں اہل بدعت نے سینکڑوں ہزاروں حدیثیں ایجاد کر لی تھیں۔ امام اعظم ص ۱۹۔

اب میں آٹھویں آیت جو صحابہ کی شان میں بیان ہوتی ہے۔ پیش کرنا ہوں سنو مُحَمَّدٌ

جنگ حنین

امام بخاری کا استخارہ و نفل

حدیث سازی

رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشَدَّاءَ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءَ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا  
سُجَّدًا يَسْتَعِينُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سَبِّمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنَ أَثَرِ السُّجُودِ  
ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ پاره ۲۶ رکوع ۱۲۔ محمد رسول اللہ کا ہے  
اور جو لوگ کہ ساتھ اس کے ہیں سنت ہیں اور پر کفار کے اور رحمدل ہیں درمیان اپنے دیکھتا  
ہے تو ان کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں۔ فضل خدا کا اور رضامندی اس  
کی نشانی ان کی بیچ موبوں ان کے کہ ہے اثر سجدے کے سے یہ ہے صفت ان کی بیچ تو اس  
کے اور صفت ان کی بیچ انجیل کے (در نبع الدین) اس آیت میں ملاں لوگ نرالا تک لکاتے  
ہیں کہ وَالَّذِينَ مَعَهُ سے حضرت البرکھر أَشَدَّاءَ عَلَى الْكُفَّارِ سے حضرت عمر اور رُحَمَاءَ  
بَيْنَهُمْ سے حضرت عثمان اور رُكْعًا وَسُجَّدًا سے حضرت علی مراد ہیں۔ مگر قابل غور مقام  
یہ ہے کہ اگر ایسا ہی ہے تو بتیقینہ بنی ساعدہ میں خلافت کے بارے میں کیوں انصار و مہاجرین  
میں جھگڑا فساد ہوا۔ کیا اچھا ہوتا کہ کوئی صاحب یہی آیت پڑھ کر خلافت کو ترتیب دے لیتا اور  
بعد میں حضرت البرکھر کو حضرت عمر کے بارے میں وصیت نامہ دگی نہ کرنی پڑتی اور حضرت عمر  
کو چھ آدمیوں کی کمیٹی نہ بنانی پڑتی اور حضرت  
عثمان کے بعد حضرت علی بھی چپکے سے ظاہری خلافت کی بوسیدہ مسند سنبھال لیتے کہ اب میری  
باری آگئی ہے اور خال المؤمنین اور أم المؤمنین اسی آیت کا ہی احترام فرماتے اور ہزاروں  
مسلمانوں کا خون نہ بہاتے۔ کیوں مسلمانوں حضرت عائشہ اس تمہاری ترتیب سے ناواقف تھیں  
جو ہزاروں مسلمانوں کو ساتھ لے کر لہرہ میں تشریف لائیں اور اپنے پردے کی عظمت کو بھی  
قصاص عثمان پر قربان کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان واقعہ کے بعد قرآنی آیات کو ترتیب سے  
دیا کرتے ہیں جیسا ظہور میں آتا گیا۔ ویسی ہی تفسیر ہوتی گئی۔ استغفر اللہ ربی والٹوب الیہ۔ ہاں اگر  
ایسا ہی ہے کہ معہ سے حضرت البرکھر مراد ہیں تو تین سال حضور پر نور شعب ابی طالب میں نہایت  
عسرت و تنگی کی زندگی گزار رہے تھے اور درختوں کے پتے کھاتے تھے۔ وہاں معہ کو دکھلاؤ  
اس واقعہ پر دنیا کی ہر تازہ اس کا جواب نفی میں دے گی کہ البرکھر شعب ابی طالب میں کہیں  
نظر نہیں آتے۔ چلو تین سال کا انہوں نے روزہ ہی رکھ لیا ہوگا تو دعوت ذوالعشیرہ میں ہیں

دکھلا دو ہرگز نہیں دکھلا سکو گے۔ ہاں اگر یہ نہ دکھلا سکو تو طاقت کی طرف آتے جاتے ہی کہیں  
الوجہ کو ساتھ دکھلا دو۔ چلو مسلمانو تم نبی کے غسل و کفن اور جنازے پر ہی دکھلا دو۔ اگر نہ دکھلا  
سکو تو قرآن مجید کو اپنی مرضی سے بیان نہ کیا کرو قیامت کا دن نہایت سخت دن ہے۔ فاتحہ اللہ  
شعرے تم تو پھولوں کے خریدار نظر آتے ہو

میرے دامن میں تو کانٹوں کے سوا کچھ نہیں

دوسری تفسیر کی جاتی ہے کہ اشداء علی الکفار سے مراد حضرت عمر ہیں۔ تعجب کا مقام ہے  
کہ جس بزرگ نے ساری زندگی میں کسی ایک کافر و مشرک کو بھی قتل کرنا گوارا نہیں کیا اُسے  
اشداء علی الکفار کا خطاب دیا جاتا ہے۔ بناؤ جگ بدر میں۔ جگ احد میں۔ جگ خیبر میں  
جگ حنین میں کتنے کافر اس بزرگ نے قتل کئے ہیں کسی کافر کا نام تو بتلاؤ ہاں ایک واقعہ  
اشداء علی الکفار کا ضرور ملتا ہے اسے میں تاریخیں کلام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں وہ یہ ہے  
کہ مقام حدیبیہ پر پہنچ کر آنحضرتؐ نے چاہا کہ قریش مکہ کے پاس اکابر صحابہ میں سے کسی کو سفار  
کے طور پر بھیجیں کہ ہم کو لوٹنا مقصود نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عمر کو اس خدمت پر مامور کرنا چاہا  
انہوں نے عرض کی کہ قریش کو مجھ سے عداوت ہے اور میرے خاندان میں وہاں کوئی شخص  
میرا حامی موجود نہیں۔ عثمان کے عزیز انار ب وہیں ہیں اس لئے ان کو بھیجنا مناسب ہوگا۔ انکار  
ص ۱۱۱۔ رسول مقبول ص ۱۵۰ معارج النبوت رکن چہارم ص ۱۹۱ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۱۹۹ یہ ہے اشداء  
علی الکفار مسلمانوں کافروں سے ڈرنے والا اگر اشداء علی الکفار ہے تو کافروں کو قتل کرنے والا  
کیا ہوگا۔ کاش کہ مسلمان اس مقام پر واقعہ شب ہجرت میرے مولا کا بستر رسولؐ پر چین سے سونا  
پڑھ کر انصاف کرتے کہ اشداء علی الکفار کون ہے۔

تاریخ کا ایک اور واقعہ بھی سن لیں کہ جگ خندق میں عمر بن عبدود نے خندق پار کر کے  
رسولؐ کے خیمہ میں نیزہ مارا اور کہا کہ اے محمدؐ کسی جوان کو میرے مقابلہ کے لئے بھیج یا خود  
باہر نکل کر میرا مقابلہ کر۔ حضورؐ نے فرمایا کون ہے جو اس لئے کہ جواب دے۔ جب تیسری بار عمرو  
بن عبدود نے هل من مبارذ کہا تو حضرت عمر نے عمرو بن عبدود کا اس طرح قصیدہ بیان کرنا  
شروع کیا کہ اے مسلمانو ہم ایک مرتبہ طاقتہ قریش کے ساتھ جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا بہت

اشداء علی الکفار

عمر بن عبدود

سال تجارت لے کر شام کی طرف جا رہے تھے کہ ناگاہ ہزار کے قریب ریزوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ اہل قافلہ نے مال و جان سے ہاتھ دھولے۔ اسی اثنائے میں عمرو بن عبدود نے ایک شتر کا بچہ بچائے ڈھال ہاتھ میں لیا اور شیر زبیاں اور پھیل دماں کی طرح مخالفوں پر حملہ کیا اور اس طرح انہیں مارا کہ سب کے سب بھاگ گئے۔ رسول مقبول ﷺ اسیرت رسول ص ۱۱۱  
کیوں مسلمانو عمر بن عبدود کا اس انداز سے تعارف کرانے والا اشد اذی علی الکفار ہے یا عمرو بن عبدود کو قتل کرنے والا اشد اذی علی الکفار ہے۔ صلوات

آگے ہے رَحْمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ آپس میں رحم دل، اصحاب پرور اور نبی اُمیۃ کے نیک خاندان کا بیان ہے کہ اس سے مراد حضرت عثمان ہیں کہ وہ بڑے رحمدل تھے۔ بتاؤ مسلمانو اگر کوئی عثمان رحمدل ہی تھے تو ابوذر غفاری کو کس نے جلا وطن کیا تھا اور حضرت عمار کو کس قدر اس نے مارا کہ عمار کو نقتق کی بیماری ہو گئی تھی اور ابن مسعود تو اس کی زد و کوب سے مر گیا۔ تاریخ اہم کوفی ص ۲۷۹۔ تفسیر عمدة البیان جلد ۲ ص ۲۷۷۔ کیا یہی رحمدل ہے کہ والی مصر عبد اللہ ابن سعد کو ابن ابی سرح کو خفیہ خط لکھا جا رہا ہے کہ جب محمد بن البرکع مصر میں پہنچے تو اسے اس کے بھتیجے سمیت قتل کر دیا جائے۔ تاریخ اہم کوفی ص ۳۱۷ تاریخ الخلفاء ص ۱۶۵ یا یہ رحمدل ہے کہ اپنے قاتل عبدالرحمن ابن ملجم ملعون کو شریعتِ شیر بلا یا جا رہا ہے۔ اپنی غرض کی تفسیر کرنے والو انصاف کرو اور اپنے ایمان کا سینہ چاک نہ کرو۔ کیا صحابہ کرام نے بھی اسی آیت کی اس طرح تفسیر بیان کی ہے یا مدعی سست اور گواہ چست کی مثال تم ہی نے قائم کی ہے۔

اب آخر میں صرف صحابی کی تعریف بیان کر کے میں ختم کرنا ہوں۔ سنو۔ هُمْ الْمَوْمِنُونَ الَّذِينَ اَدْرَكُوا صُحْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَعَ الْاِيْمَانِ اَخِي هَمَّ اِسْتَعَارَ الْاِيْمَانَ وَبَقَاؤُهُ وَعِنْدَ وَنَاتِهِ۔ حاشیہ شرح تہذیب اول خطبہ ص ۱۰ وہ مومن لوگ جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو ایمان پختہ کے ساتھ اور باقی زندگی بھی پختہ ایمان پر گزری ہو اور مرتے وقت بھی شیخ ایمان لے کر قبر میں جائے وہ حقیقی صحابی ہے مسلمانو اگر کوئی صحابی ہے تو ہم اس کے غلام ہمارے بچے اس کے غلام۔ ہماری قوم اس کی خادم۔ ہمارا مذہب اس کا مذاق۔ ہماری زبان اس

کرم و سعادت

تہذیب

صحابی کی تعریف

پر قربان ہمارا قائم اس پر ایمان اور یہ قرآن کی آیتیں اور اسی کی شان۔ کیوں مسلمانو! اگر سب لوگ رسول خدا کے ساختی نیک ہوتے تو کربلا میں جو لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے آئے تھے۔ ان میں ہائیں صحابی رسول بھی تھے۔ مواظب حسنہ ص ۳۷۔

ع۔ ادارہ آخر وقت میں رسول اللہ نے فرمایا اے میرے صحابو کا غذ قلم دوات سے آؤ تاکہ میں تمہیں ایک نوشتہ لکھ دوں کہ میرے بعد گراہی سے بچ جاؤ حضور کے سکر فرمانے پر ایک صحابی نے کہا جُنّا کتاب اللہ ہمیں لکھوانے کی کوئی ضرورت نہیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا تو قومِ مختاریہ سن کر صحابہ کرام تشریف لے گئے اور حضور کے چہرہ نور پر پریشانی، افسردگی کی لہر دوڑ گئی۔ نبی کریم کے قریب ایک بچہ بیٹھا تھا نانے کی یہ حالت دیکھ کر عرض کی کیوں نانا جان آپ گھبرا گئے۔ فرمایا بیٹا ہرنی کے جانے کے بعد اس کی امت گمراہ ہوتی اور میری امت میرے منہ پر کہہ رہی ہے کہ لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ حسین میں دیکھ رہا ہوں کہ میری امت میری زندگی میں میرے سامنے راہ سے بے راہ ہو گئی حسین میرا پیارا دین اسلام برباد ہو گیا۔ حسین نے عرض کی نانا جان آپ ہرگز نہ گھبراہیں۔ دین جانے میں جانوں۔ نبی نے فرمایا حسین تو میرے دین کی خاطر کیا کرے گا۔ عرض کی نانا نکلنے کریں وطن چھوڑنا پڑا تو پھوڑ دوں گا مگر آپ کا دین بچاؤں گا۔ فرمایا اگر وطن کے چھوڑنے پر بھی دین نہ بچاؤ تو پھر کیا کر دے گا۔ عرض کی نانا جان! بھائی عباس کے بازو دے کر آپ کا دین بچاؤں گا۔ فرمایا اگر عباس کے بازوؤں سے بھی دین نہ بچاؤ تو پھر کیا کر دے گا۔ عرض کی اٹھاؤ سال کا اکبر دے کر آپ کا دین بچاؤں گا۔ فرمایا اگر اکبر کے سینے سے بھی دین نہ بچاؤ تو پھر کیا کر دے گا۔ عرض کی نانا! اصغر کا گلہ دے کر دین بچاؤں گا۔ فرمایا حسین! اگر اصغر کے گلے سے بھی نہ بچاؤ تو پھر کیا کر دے گا۔ عرض کی نانا نکلنے کریں۔ میں اپنا گلہ دے کر آپ کا دین بچاؤں گا۔ شعرہ

پتے پتے سے نہ خون نکلے تو مُبْرَم جانا

ذبح میں ہوں پھر رنگِ گلستاں دیکھنا

ایک مرتبہ حضور نے پھر فرمایا بیٹا حسین اگر تیرے گلے کے کٹ جانے پر بھی دین نہ بچاؤ

پھر کیا کرو گے۔ عرارو! یہ سن کر حسینؑ تو خاموش ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا بیٹا حسینؑ اگر تیرے گلے کے کٹنے پر بھی دین نہ بچا تو پھر کیا کرو گے۔ اتنا ہی کہنا تھا کہ اندر سے ایک بچی چادریں پہن کر میں لپٹی ہوئی باہر آئی اور حسینؑ کا دامن پکڑ کر فرمایا ماں جاؤ۔ نانا سے وعدہ کر لو کہ اگر حسینؑ کے گلے سے دین نہ بچا تو زینبؑ کی چادر بچائے گی۔ نانا زینبؑ اپنی کمانی لٹرائے گی۔ نانا زینبؑ اپنی چادر چھینوائے گی۔ نانا زینبؑ حسینؑ کے بچوں کی لاشیں اٹھائے گی۔ نانا زینبؑ بازار کو نہ و شام میں چلے جانے کی نانا زینبؑ تیبہ نبھائے گی۔ نانا زینبؑ اپنے ہاتھوں میں رتیاں بندھوائے گی۔ نانا! فکر نہ کرو بتوں کی بیٹی زینبؑ تیرا دین بچائے گی۔

عرارو! وہ وقت آیا کہ حضرت امام حسینؑ مدینہ السلام نے مدینہ سے تیار ہو کر اعلان فرمایا تو حضرت ثانی زہراؑ اپنے شوہر حضرت عبداللہؑ کے پاس تشریف لے گئیں۔ ان دنوں حضرت عبداللہؑ بیمار تھے۔ جناب زینبؑ نے عبداللہؑ کو سلام کیا اور زمین پر بیٹھ گئیں۔ جناب عبداللہؑ نے جو نبی ثانی زہراؑ کو خاک پر بیٹھے دیکھا تڑپ گئے اور اپنے آپ کو سنبھال کر فرمایا عباسؑ کی غیرت آج کیا وجہ ہے کہ آپ خاک پر تشریف فرما ہیں۔ جناب زینبؑ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے اور کہا چاہے جایا ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں۔ حضرت عبداللہؑ نے فرمایا زینبؑ حکم کرو۔ جناب زینبؑ نے کہا چاہے جایا میں شریعت محمدیؐ سے خوب واقف ہوں کہ عورت شوہر کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی۔ عورت کے لئے شوہر کی رضا خدا رسولؐ کی رضا ہے چاہے جایا آپ نے سنا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ میرا بھائی حسینؑ مدینے سے مکہ کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ عباسؑ سامان اونٹوں پر بار کر رہے تھے۔ علیؑ ابتر و قائم سفر کی تیاری میں مشغول ہیں رباہ۔ بیٹی! اُم فروہ تو میرے سنبھال رہی ہیں۔ عبداللہؑ میرے پاس بیٹھ کر پانچھ میں سے صرف ایک حسینؑ ہی کی ذات ہے۔ اس کے بغیر میری زندگی ناممکن ہے چاہے جایا اگر آپ نے اجازت نہ دی تو میں ہرگز امام حسینؑ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ مگر چاہے جایا عذر سے میری درخواست سُن لے ادھر حسینؑ کی سواری مدینے سے نکلے گی ادھر دکھیا زینبؑ کی میت گھر سے نکلے گی۔ عبداللہؑ خدا کے لئے مجھے حسینؑ کے ساتھ جانے کی اجازت مرحمت فرمادے۔ چاہے جایا میں وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کے گھر سے کوئی چیز اٹھا کر نہیں جاؤں گی۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ نے آب ویدہ ہو کر فرمایا تانی زہرا میں آپ کو اجازت دے چکا ہوں اتنا سنا تھا کہ زینب نے عبداللہ کا شکریہ ادا کیا اور گھر کی چابیاں حضرت عبداللہ کے حوالے کر کے دامن جھاڑ کر چلیں اور امام حسین کے پاس تشریف لاکر تیاری میں مشغول ہو گئیں۔ بس قافلہ حبیبیٰ روضہ رسولؐ سے رخصت ہو کر ابھی تیسری منزل پر پہنچا ہی تھا کہ حضرت عبداللہ کے دونوں شہزادے اپنی ماں کے نام باپ کا ایک پیغام لے کر حاضر ہوئے اور وہ پیغام یہ تھا کہ تانی زہرا اگر حسین پر کوئی مصیبت آجائے تو ایک بچہ میری طرف سے اور ایک اپنی طرف سے حسین پر قربان کر دینا تاکہ قیامت کو جناب حیدر کرار سے سرخروئی حاصل کر سکیں۔

مقاتل کی معتبر کتابوں میں منقول ہے کہ شب عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام خیم انصاف کا معائنہ کرنے کے بعد اہل بیت کے خیم کی طرف تشریف لائے۔ جب غمخیزہ ام المصائب کے قریب آئے تو کیا دیکھا کہ حضرت زینب دونوں بچوں کو سامنے بٹھا کر ہدایت و وصیت کر رہی ہیں کہ اے میرے جگر پارو میری زندگی کے سہارو میں نے تمہاری شادی کا ارادہ بدل دیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ فرزند رسولؐ دشمنوں میں گھر چکا ہے۔ بیٹو کل میرے دودھ کی لاج رکھنا سب سے پہلے اپنی جانوں کو فرزند رسولؐ پر قربان کر دینا۔ ہاں اگر عمر بن سعد ملعون کو قتل کر دو تو میری بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ دیکھنا بچو! اگر شکر کہیں مل جائے تو اسے ضرور قتل کر دینا۔ عونؓ میں تمہیں ایک ضروری وصیت کرتی ہوں۔ اگر دریا کے کنارے پہنچ جاؤ تو پانی نہ پینا کیوں کہ بالی سکیٹہ اور نھے اصغر تین دن کے پیاسے ہیں۔ بچوں نے ہاتھ باندھ کر عرض کی مادر گرامی ذرا صبح تو ہرنے دو۔ انشاء اللہ ہم اپنی شجاعت کا لوہا دنیا سے منا کے چھوڑیں گے۔ امام حسین نے بہن اور بیھانجوں کی باتیں سنیں تو بے چین ہو کر خیمہ میں آکر دونوں بچوں کو چھاتی سے لگایا اور پیار کیا۔

منقول ہے کہ روز عاشورہ انصار حسین نے باری باری اپنی قربانیاں پیش کیں۔ جوں جوں دن چڑھتا تھا جناب زینب کی پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ آخر تنگ ہو کر حضرت فتنہ کو فرمایا کہ اماں فتنہ! نہ عونؓ و محمدؓ کو تو بلا دو۔ جب نچتے ماں کے پاس آئے تو حضرت زینب نے ناراضگی کے لہجے میں فرمایا کیوں عونؓ و محمدؓ غیر تو حسین پر جانیں خوشی سے، قربان کر رہے ہیں۔

اور تم اپنی جانوں کو بچائے بچائے پھر رہے ہو۔ میں روزِ عشر اپنے نانا سے تمہاری شکایت کروں گی۔ کیا تم اس وقت میدانِ کارزار میں جاؤ گے جب بتوں کا لال اپنا گلہ شمر کے خبز کے نیچے رکھ دے گا۔ ماں کی اس گفتگو کو سن کر دونوں بچے ڈر گئے اور ہاتھ جڑ کر عرض کی کہ مادرِ گرامی ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہم نے بڑی کوشش کی ہے اور چھوٹے باموں جان کو بھی کہا ہے کہ ہمیں میدان میں جانے کی اجازت لے دیں مگر انہوں نے بھی یہی فرمایا ہے کہ شہزادو! ابھی تمہارا وقت نہیں آیا۔ باری باری سب کو اجازت مل جائے گی۔ فرزندِ رسول تمہیں تمہارے وقت پر خود ہی بلا کر اجازت دے دیں گے۔

روایت میں ہے کہ جناب زینب نے فتنہ سے فرمایا کہ ذرہ میرے ماں جائے کو تو بلا کر لاؤ۔ جب امامِ مظلوم نے بہن کا پیغام سنا تو فرمایا اتنا فتنہ میں سمجھ گیا ہوں کہ زینب مجھے کیوں بلا رہی ہے۔ میں کس طرح بچوں کو قتل ہونے کی اجازت دوں۔ عزا دارو! حضرت فتنہ نے جناب ثانی زہرا سے آکر عرض کی کہ فرزندِ رسول خیمہ میں تشریف لانے سے تامل کر رہے ہیں تو حضرت زینب نے حضرت عباس کو بلا بھیجا۔ جب حضرت عباس خیمہ میں تشریف لانے کو فرمایا عباس تم جا کر حسین سے بچوں کو میدانِ کارزار کی اجازت لے دو تاکہ میری تشویش دور ہو۔ لکھا ہے کہ جب حضرت عباس مولا امام حسین کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا عباس ثانی زہرا کے بچوں کی میرے ساتھ کوئی بات نہ کرنا۔ میں جانوں میرا کام جانے بس حضرت عباس خاموش ہو گئے۔ جب عباس کی خاموشی کی خبر حضرت زینب کو ہوئی تو فرمایا اتنا فتنہ ایک مرتبہ تم حسین کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ خیمہ میں بہن نے یاد کیا ہے۔ اگر تامل فرمایا تو کہنا کہ حسین اگر آپ خیمہ میں نہیں آئیں گے تو زینب چادرِ تطہیر پہن کر باہر آجائے گی۔ عزا دارو! جب میرے مظلوم امام نے بہن کا یہ پیغام سنا تو فوراً خیمہ میں تشریف لے آئے اور بہن کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت زینب نے بھائی کے گلے میں ہاتھیں ڈال دیں اور رور فرمایا فرزندِ رسول! ایک مسئلہ پوچھنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ ذرا میں زینب کے بچوں کی شان زیادہ ہے کہ فرزندِ رسول کی شان بلند ہے۔ بس اتنا سن کر حسین نے رور فرمایا زینب میں بچوں کو اجازت دے چکا۔

منقول ہے کہ شہزادوں کو جب اجازت ملی تو خوشی سے پھول گئے۔ اور فرزندِ رسولؐ کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے میدان کارزار کو روانہ ہو گئے۔ عونؓ و محمدؓ میدان میں۔ حسینؓ ایک ٹیلہ پر اور فضہؓ خیمہ کے دروازے پر اور جناب زینبؓ مصلیٰ پر۔ جناب زینبؓ کی نگاہ فضہ پر۔ فضہ کی نگاہ حسینؓ پر اور حسینؓ کی نگاہ میدان میں۔ بس بچوں نے جنگ شروع کی اور اس انداز سے اشقیاء پر حملہ کیا کہ روح جناب حمیدؓ کو مارنے والی تھیں دی۔ جعفرؓ طیار کے پوتوں نے اس طرح حملہ کیا کہ میدان میں بھگدڑ مچ گئی اور دونوں شہزادوں نے عمر بن سعدؓ کے خیمہ پر حملہ کر دیا۔ عمر بن سعدؓ خیمہ کی پشت سے نکل کر بھاگا اور فون کو غصہ سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہ دونوں شہزادے ہزاروں کو بھاگانے بھاگانے پھر رہے ہیں۔ ان دونوں کو گھیر کر جلدی قتل کر دو۔

روایت میں ہے کہ شہزادوں نے اپنے گھوڑے فرات کی طرف بڑھائے اور اشقیاء سے گھاٹ کا قبضہ چھین لیا۔ شعر

نہر کا لے لینا تم سے ایسا کیسا دشوار ہے  
جب کہ خود خالق سے ہم نے عرض کوثر لے لیا

یہ سن کر حضرت زینبؓ کو تشویش ہوئی کہ کہیں شہزادے پانی نہ پی لیں۔ یہ خیال کر ہی رہی تھیں کہ میدان سے آواز بلند ہوتی ہے یا ابن رسولؐ اللہ اور کنی۔ فضہؓ نے عرض کی بی بی حسینؓ بیٹھے اور کھڑے ہونے اور پھر بیٹھے اور اٹھ کر میدان کو روانہ ہو گئے۔ بس یوں سمجھو کہ حسینؓ ٹیلے پر گرے۔ فضہؓ دروازے پر گری اور زینبؓ مصلیٰ پر سجدے میں گریں کہ پالنے والے تیری ذات کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی اور مجھے سرخروئی نصیب ہوئی۔ منقول ہے کہ جب امام علیؓ السلام دونوں بچوں کی لاشوں کو خیمہ میں لائے تو سیدانیوں نے لاشوں کو گلے لگا کر رونا شروع کیا۔ جناب زینبؓ بار بار بچوں کی پیشانیوں پر بر سے دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ عونؓ و محمدؓ تم نے اپنا وعدہ سچ کر دکھلایا۔ عزا دارو! جب سیدانیوں نے حضرت زینبؓ کو بچوں کا پڑوسہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ عونؓ و محمدؓ کے پڑوسے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دعا کرو کہ بتوں کا لالہ بیچ جائے۔ سبحان الہما! صفحہ ۲ ص ۱۳

یہ مینی لشکر کا مورخ حمید بن مسلمؓ کہتا ہے کہ گیارہویں محرم کو قائد آلِ محمدؓ کا قید ہو کے جب

پہلا تو منتقل سے گزرتے ہوئے سیدائینوں نے اپنے وارثوں کی لاشوں سے الوداع کرنے  
 کی اجازت مانگی۔ اشقیاء نے جب اجازت دی تو سیدائیاں اپنے اپنے وارثوں کی لاشوں  
 پر پہنچیں مگر دو لاشیں ایسی تھیں کہ ان پر کوئی رونے والا نظر نہ آیا جب میں نے دریافت کیا  
 کہ کیا ان لاشوں کا کوئی وارث نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں جناب زینب کے بچے  
 ہیں۔ میں نے ثانی زہرا سے عرض کی کہ ان پر بھی دو آنسو بہا لو فرمایا ان کو فرزند رسول پر صدقہ  
 کیا گیا ہے مجھے حسین کے رونے سے ہی فرصت کہاں ہے کہ عون و محمد کی لاشوں پر روں  
 شہید اعظم ص ۴ روایت میں ہے کہ جب عون و محمد کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی تو مدینہ  
 کے لوگ حضرت عبداللہ کے پاس تعزیت کے لئے جمع ہوئے۔ آپ کا ایک غلام ابوسلال  
 نامی موجود تھا اُس نے اپنے آقا کی دلجوئی کے لئے امام حسین کی شان اقدس میں گستاخی کرتے  
 ہوئے کہا کہ ہمیں درد امام حسین کی وجہ سے پہنچا ہے۔ حضرت عبداللہ غلام کی بوساں سن کر  
 غصے میں آگئے اور اپنے پاؤں سے نعلین نکال کر اس کے سر اور منہ پر ماری اور فرمایا اسے  
 مرد و عورت کے بیٹے تو حسین کے حق میں یہ گستاخی کرتا ہے۔ حالانکہ خدا کی قسم اگر میں موجود ہوتا  
 تو اپنا سر حسین کے قدموں پر قربان کرتا۔ پھر حاضرین مجلس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اللہ  
 تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ شہادت حسین علیہ السلام کے بارے میں اگر میں خود قربان نہیں ہو سکا  
 تو میں اپنے دو عزیز فرزند عون و محمد قربانی کے لئے پیش کر چکا ہوں۔ اصحاب البیتین علیہم  
 السَّلَامُ لَا تَعْسَلُوا اللَّهُ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَ سَيَعْلَهُمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيُّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

## بارہویں مجلس

آیہ استخلاف کی توضیح ایمان و عمل صالح کی وضاحت، علم المریدین  
کی تشریح ربط مضامین حضرت قاسم بن الحسن علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ  
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمْ الَّذِیْ ارْتَضٰ لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْۢ بَعْدِ  
حَدِّثِهِمْ اٰمَنًا یَعْبُدُوْنَ سِغِّیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَّ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُوْثِقْ لَهُمُ  
الْاَسْبٰتُ - پارہ ۱۸ ع ۱۳ - وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے  
نیک اعمال کئے البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے جیسا کہ خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے  
ان سے تھے اور البتہ ثابت کر دے گا۔ واسطے ان کے دین ان کا جو پسند کر دیا ہے۔ واسطے  
ان کے اور البتہ بدل دے گا ان کو پیچھے ڈران کہہ کہ امن۔ عبادت کریں گے میری نہیں شریک  
لاویں گے۔ ساتھ میرے کچھ اور جو کوئی کفر کرے پیچھے اس کے پس یہ لوگ وہی ہیں ناسخ۔

(ترجمہ رفیع الدین)

دنیا کی ہر شے ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ اس کی حقیقت کو پہچاننے کے لئے کوئی نہ کوئی معیار اور  
میزان ہوتا ہے۔ جس سے اُس کی جانچ پڑتال کر کے اُس کے صحیح مقام کو ظاہر کیا جاتا ہے  
دیکھیں اگر کوئی دھوکہ باز دودھ میں پانی ملا دے تو تیز نہ رکھنے والے انسان تو یہ ہی کہیں گے  
کہ خالص دودھ ہے۔ کھرے اور کھوٹے کی پہچان نہ کرنے والے حضرات تو پانی کو بھی دودھ  
کے ہی بھاؤ خرید لیں گے۔ مگر اہل نظر نہ تو خود اُسے خرید کریں گے اور نہ دوسروں کو اس کے

خریدنے کی تلقین کرنا مناسب سمجھیں گے بلکہ جہاں تک ممکن ہوگا مخلوق خدا کو اس کے اس دھوکہ فریب سے آگاہ کریں گے کہ اس مکار سے بچو۔ اس نے چھپ کر پانی کو دودھ کا درجہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ اہل نظر دودھ اور پانی کو برابر سمجھنے والوں سے خود بھی نفرت رکھیں گے اور دنیا کو بھی ان سے نفرت دلائیں گے۔ تاکہ اعلیٰ اور دنی کی تمیز باقی رہے۔ آج کل کے مکار تو رقم کھا کر بھی مکر لیتے ہیں مثلاً ایک آدمی نے دودھ میں پانی ڈالنے کی بجائے پانی میں دودھ ڈال دیا اور رقم کھائی کہ خدا کی قسم میں نے دودھ میں پانی نہیں ڈالا کیوں کہ اس بیمار سے نے تو پانی میں دودھ ڈالا تھا۔ ہزاروں کم ہمت ایسی چالاکیاں کر کے صدیق بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمانو اگر دودھ کا نام پانی کو دے دیا جائے تو کیا پانی دودھ بن جائیگا ہرگز نہیں بلکہ دودھ دودھ رہے گا اور پانی پانی رہے گا۔ آج کل تو اصلی دودھ کے مقابلہ میں نقلی دودھ بھی بازار میں آ گیا ہے۔ بنے بھیرت لوگ صرف رنگ دیکھ کر اصلی ہونے کا فتویٰ صادر فرما دیا کرتے ہیں اور تبلیغ پر زور ہوتا ہے کہ دیکھو رنگ ایک جیسا ہے مگر اہل معرفت کہتے ہیں مولوی صاحب رنگ تو ایک جیسا ہے مگر ڈھنگ تو ایک جیسا نہیں ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو میدان امتیاز و میزان پر آنا کر دیکھ لو۔ اصلی اصلی ہوگا اور نقلی نقلی ثابت ہو جائے گا۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اصل اور نقل کی پہچان کرنا اتنے ضروری ہے کیوں کہ دنیا میں اب تو ہر اصل کے ساتھ نقل بن گئی ہے۔ ہاں اگر ملاں کے فتویٰ پر ایمان و یقین کر کے اصل اور نقل کھرے اور کھولے اچھے اور بُرے نیک اور بد کی پہچان نہ کی تو دنیا میں ذلت اور آخرت کو خسارہ ہوگا جب ہر چیز کی کیفیت و حقیقت کی پہچان کا کوئی نہ کوئی معیار و میزان ہے تو دین کی جانچ پڑتال کے لئے بھی تو کوئی میزان و معیار ہوگا۔ ہاں اگر کوئی میزان ہے ہاں یقیناً ہے تو وہ ہے قرآن۔ صلوات۔ بس قرآن مجید سے دین کی حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ شیعہ ہر اس بات کو مانتے ہیں جو قرآن سے مل جائے اور شیعہ ہر اس بات کو نہیں مانتے جو قرآن کے خلاف ہے۔ سنو شیعوں کا اصول تسلیم شیعہ ہر وہ کتاب مانے گا جو قرآن سے مل جائے اور شیعہ ہر وہ بندہ مانے گا جو آل محمد سے مل جائے شیعہ شخصیت پرست نہیں ہے بلکہ حقیقت پرست ہے۔ اور حقیقت مل جائے تو کالے رنگ والے بلال

کو اپنا سردار مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے تو نبی اکرم صلعم کے حقیقی چچا ابو لہب پر لعنت کرتے ہیں۔ شیعوں کو حقیقت مل جائے تو محمد بن ابوبکر کو اپنا آقا مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے تو حضرت نوحؑ کے بیٹے کنعان پر لعنت کرتے ہیں۔ مسلمان شیعوں کو اگر حقیقت مل جائے یزید ملعون کے بیٹے معاویہ کو بھی مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے حضرت آدمؑ کے بڑے بیٹے قابیل پر لعنت کرتے ہیں۔ شیعوں کو اگر حقیقت مل جائے تو سلمانؓ - ابوذر غفاریؓ - عمارؓ - مقدادؓ کو اپنا سردار و آقا مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے تو عتبہ، عقیبہ، جناب محمد مصطفیٰؐ کے چچا زاد بھائیوں پر لعنت کرتے ہیں۔ مسلمانو! شیعہ کسی کا نرنگ دیکھتے ہیں اور نہ دولت و نسب دیکھتے ہیں بلکہ شیعہ کی نگاہ حقیقت اور کردار پر ہوتی ہے۔ شیعوں کو اگر حقیقت مل جائے تو زین فرعونؓ حضرت آسیہ کو فخر سے مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے تو حضرت نوحؑ کی بیوی پر لعنت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر حقیقت مل جائے تو یزید ملعون کی بیوی ہندہ کو احترام سے مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے تو امام حسنؑ کی بیوی جعدہ بنت اشعث پر لعنت کرتے ہیں۔ شیعہ ہر وہ کتاب مانتا ہے جو قرآن مجید سے ملے۔ شیعہ ہر وہ بندہ مانتا ہے جو محمد و آل محمد سے ملے۔ شیعہ ہر وہ کتاب نہیں مانتا جو قرآن مجید کے خلاف ہو۔ شیعہ ہر وہ بندہ نہیں مانتا جو محمد و آل محمد کے خلاف ہو۔ سنو! اگر کوئی کتاب قرآن مجید کے خلاف ہو کہ بھی صحیح رہ سکتی ہے تو ہم بھی اس کے خلاف ہو کر صحیح رہ سکتے ہیں اور اگر کوئی بندہ محمد و آل محمد کے خلاف ہو کر رضی اللہ عنہ سکتا ہے۔ تو ہم بھی اس کے خلاف ہو کر رحمۃ اللہ پر سکتے ہیں اگر کسی کا آل محمد کو چھوڑ کر کچھ نہیں بگڑتا تو ایسے بندے کو چھوڑنے سے ہمارا بھی کچھ نہیں بگڑے گا۔ صلوات۔

تمام مسلمانوں کا متفقہ طور سے فیصلہ ہے کہ ہر اس حدیث اور ہر اس روایت کو دیوار پر مارو جو قرآن پاک کے خلاف ہو۔ میں کہتا ہوں بالکل درست ہے کہ ہر وہ حدیث اور روایت مردود ہے جو قرآن مجید کے خلاف ہو اور اس کے ساتھ ہر وہ بندہ بھی مردود ہے جو محمد و آل محمد کے خلاف ہے۔ رباعی سے

ہم خاک کے ذروں کو لالی نہیں کہتے بے کیف ہوں آنکھیں تو غزالی نہیں کہتے  
 ہم اہل نظر دشمنِ شہتیر کو قیصر کچھ اور تو کہتے ہیں حلالی نہیں کہتے  
 آج مجھے قرآن ہی کی تجاویز و اصول کے مطابق حقیقتِ خلافت کو بیان کرنا ہے۔  
 قدرت کا ارشاد ہے۔ وَقَدْ اَللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اللّٰهُ تَعَالٰی نے  
 وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے سب سے وعدہ تو نہیں ہے  
 کیوں کہ لفظ مَنكُم تم میں سے من تبغیض ہے یعنی بعض سے وعدہ ہوا ہے کہ وعدہ بھی ان  
 لوگوں سے ہوا ہے کہ جو ایمان میں کامل اور عمل میں افضل ہیں کہ انہیں يَسْتَنْخِلُوْكُمْ لِيُنَبِّئُوْا  
 انہیں خلیفہ کرے گا فِي الْاَرْضِ مِنْ رَبِّكَ اَللّٰهُ ہمیں کس طرح پتہ چلے کہ تیری ذات  
 نے انہیں خلیفہ بنایا ہے۔ پانے والے تیرے بنائے ہوئے خلیفہ کی پہچان و علامت کیا  
 ہے۔ آواز آتی ہے كَمَا اسْتَنْخَاتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ میں ایسا ہی خلیفہ بناؤں گا جیسا  
 کہ میں ان سے پہلے خلیفہ بنا چکا ہوں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ خلیفہ خدا بنائے گا اور  
 کس طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح اس سے پہلے خلیفہ بنا چکا ہے۔ کس کو بنائے گا۔ کیا ہر  
 اچھے پیرے کے سر پر خلافت کا تاج دھروے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ مومن کامل اور عاملِ اکمل کو  
 خلیفہ بنائے گا تو مسلمانو خلافتِ الہیہ میں چار باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) خلیفہ کامل الایمان ہوگا۔

(۲) عمل اس کے صالح ہوں گے

(۳) خلیفہ خدا بنائے گا نہ کہ اجماعی خلیفہ الہی ہوگا۔

(۴) اس طرح بنائے گا جس طرح اس سے قبل بنا چکا ہے۔ صلوات

تعب و حیرت اس انتخاب پر ہے کہ عامۃ المسلمین ہر اس بندے کو خلیفہ رسولِ فرستے  
 تسلیم کرتے ہیں جو بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ کرسی زید کو مل گئی لیوں سمجھو کہ خدا نے خلیفہ زید کو بنا دیا  
 کرسی بکر کو مل گئی تو بکر رسول کا خلیفہ تسلیم ہو گیا۔ پس جس کی لاکھی اسی کی جگہیں والا مہم ہے کہ  
 عام مسلمانوں اور شیعوں میں یہی فرق ہے۔ تمام مسلمان طاقت کو حق سمجھتے ہیں اور صرف اور صرف  
 شیعہ حق کو طاقت سمجھتے ہیں۔ یعنی عامۃ المسلمین طاقت کو سر جھکاتے ہیں اور شیعہ حق کے آگے

خلافت ہے

سر جھکاتے ہیں ہاں اگر حق کرسی پر ہوا تو شیعوں سر جھکائیں گے حق نوبتِ سماں پر ہوا تو شیعوں سر جھکائیں گے۔ بس شیعہ حق کو سر جھکاتے ہیں اور باقی مسلمان طاقت کو سر جھکاتے ہیں۔ عجب روض ہے اہل اسلام کی کہ فترتی صادر فرمایا کہ چرکے یا مقلد کاٹو کیوں کہ وہ مجرم ہے۔ قاتل کو موت کی سزا دو کیوں کہ قرآن کا حکم ہے اِنَّ النَّفْسَ الْبَاطِنَةَ . جان کا بدلہ جان ہی ہے۔ ڈاکہ ڈالنے والے کو عبرت ناک سزا دو کہ ظالم ہے کیوں مسلمانو جو قاتل لے کر ڈاکہ ڈالے وہ تو ہوا ڈاکہ ظالم لعنتی پریشاں اور جو لشکر لے کر کسی کا ملک اجاڑ دے۔ کھیتیاں برباد کرے۔ باغ و دیران کرے۔ بچے پلیم کرے عورتیں بیوہ کرے۔ اس کو کیا خطاب دینا چاہے۔ ایسے ظالم بندے کو دنیا کی طرف سے خطاب دیا جاتا ہے۔ تَلَّ اللهُ - سِرَّ اللهُ - اور میں کہتا ہوں لَا تَهْوَلْ وَلَا تَقْوَاةَ الْاَبَالِہِ رَبَّیْ۔

ممنعتی کو کہیں کہتے ہیں بے ایماں کو ذہین کہتے ہیں  
اس زمانے کے نا سمجھ مسلمان بے حیا کو حسین کہتے ہیں

کلام پاک میں خلیفہ کی پہلی صفت ہے ایمانِ کامل اور ایک بزرگ کو رسول اللہ نے فرمایا  
اَتَسْرُكُ فَنِيْكَرُ اَخْضَى مِنْ دِيْبِ النَّمْلِ ذَرِّ الْعَصْرَةِ ، درمنشورہ، شرک تم میں چھوٹی  
کی چال چلتا ہے تو جس میں شرک اس طرح رسول اللہ کے زمانہ میں کارفرما ہوتا بعد از محمد مصطفیٰ تو شرک  
کی رفتار کی کیفیت پیدا ہو گئی ہوگی۔ یہ بزرگ خود فرماتے ہیں کہ کاش میں سبزہ ہوتا اور جانور چوپائے  
مجھے چر جاتے ہیں۔ کتاب تاریخ الخلفاء ص ۱۰۱۔ ابو جاحم نے معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ حضرت

ابو بکر . ایک مرتبہ ایک باغ میں داخل ہوئے اور اچانک آپ کو درخت کے سایہ میں  
ایک چڑیا نظر آئی آپ نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر فرمایا اے چڑیا تو بڑی خوش قسمت ہے  
درختوں کا پھل کھاتی ہے۔ درختوں کے سائے میں رہتی ہے اور جہاں چاہتی ہے بے حساب اڑی  
پھرتی ہے۔ کاش ابو بکر تیرے ہی جیسا ہوتا۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۱، ایک مقام پر اس طرح اپنے  
انسان ہونے سے نفرت فرماتے ہیں۔ فرمایا واللہ مجھے یہ زیادہ محرب محفکہ میں کسی راستہ  
پر ایک درخت ہوتا اور کوئی اونٹ مجھے چبا کر نگل جاتا اور پھر میٹگنی کر کے کہیں نکال دیتا مگر میں  
انسان نہ ہوتا۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۹ دوسرے بزرگ کے ایمان کے بارے میں خود اپنی کا اپنا  
قول ملاحظہ فرمائیں۔ سزا حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب ثنابی صاحب سے

رباعی

میں چڑیا ہوتی

میں میٹگنی ہوتی

اپنی بیبیوں کے طعنہ طنز کی شکایت کی آپ نے فرمایا تم کیا شکایت کرتے ہو میں خود اس میں مبتلا ہوں حتیٰ کہ میں اگر کسی ضرورت سے بھی باہر جاتا ہوں تو مجھے کہا جاتا ہے کہ تم منلاں قبیلہ کی عورتوں کی دیدہ بازی کے لئے جاتے ہو تاریخ الفناء ص ۱۴۵۔ اگر ان چند الفاظ پر غور کیا جائے تو حقیقت ہمک آسانی سے انہیں پہنچ سکتا ہے کہ ان جناب کے ایمان کا اعتبار گھروالوں کو کتنا تھا اور ایک مقام پر فرمایا کہ کاش کہ میں دُنبہ ہوتا اور مجھے کھلا پلا کر اتنا مٹا لیا جانا کہ لوگ میرے دیکھنے کو آتے پھر مجھے ذبح کر ڈالتے کچھ میرا گوشت بھوننا ہوا کھاتے اور کچھ قیہ کر لیا جاتا مگر میں انسان نہ ہوتا۔ کتاب تاریخ الفناء ص ۱۴۹ ایک مرتبہ آپ نے زمین سے تنکا اٹھایا اور کہا کہ کاش میں یہ ہوتا اور میری ماں مجھے نہ جنتی تاریخ الفناء ص ۱۴۷ اور اگر کچھ مزید اس بزرگ کے کامل بیان ہونے کو ملاحظہ کرنا ہے تو واقعہ حدیثیہ پر ایک نظر ڈال لیں کہ فرما رہے ہیں کہ جتنا آج مجھے نبت میں شک ہوا ہے اتنا کبھی نہیں ہوا الفاروق ص ۱۳۔

ایمان اور عمل منقراً بیان کر چکا۔ اب ۱۳۔ خلیفہ خدا بنائے گا یہ بالکل واضح سی بات ہے کہ اگر خلیفہ خدا نے بنانا ہے تو سفیقہ بنی ساعدہ میں کس عرض سے رس کشی ہوئی بلکہ آج تک مشہور ہے کہ سعد بن عبادہ جو انصار کے راس رئیس تھے سفیقہ بنی ساعدہ کی کارروائی سے شکست کھانے کے بعد ایسے غائب ہوئے کہ قیامت کو ملاقات ہوگی۔ روایات میں ملتا ہے کہ اُسے کسی جن نے قتل کر دیا تھا خدا اس جن پر لعنت کرے جس نے اصحابی رسول کو بے گناہ قتل کیا ہے کیوں مسلمان! قرآن مجید میں تو قدرت کا ارشاد ہے کہ خلیفہ میں بنانا ہوں اگر ایسا ہی ہے تو سفیقہ میں اجماع کیسا ہاں اگر اجماع نہیں تھا بلکہ آیت اختلاف کا مضار ہی کرنے کے لئے بزرگ تشریح لے گئے تھے تو دنیا کی کسی کتاب میں دکھلاؤ کہ سفیقہ بنی ساعدہ میں کسی بزرگ نے اس آیت کو پیش کیا ہو کہ خلیفہ تو خدا بناتا ہے اور ہم لوگوں میں سے ابو بکر کو خالق نے خلیفہ بنا دیا ہے جھگڑا فساد کرو۔ ہرگز ہرگز نہیں دکھلا سکو گے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ ابو بکر اجماعی خلیفہ ہے۔ جب اجماعی ہے تو پھر آیت کا سہارا کیا اور قرآن پاک کے حکم سے کٹا لیا۔

ابن سعد نے محمد سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے فرمایا کہ لاؤ ماتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کرنا چاہتا ہوں حضرت عمر نے کہا آپ مجھ سے زیادہ بزرگ

ہیں حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا تم مجھ سے زیادہ قوی ہو اس طرح رد و بدل رہا آخر حضرت عمر نے ہا کر آپ مجھ سے زیادہ بزرگ ہیں اور میری قوت بھی آپ کے لئے ہے پھر آپ نے بیعت کر لی تاریخ الخلفاء حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں سقیفہ بنی ساعدہ کے لئے ایک تنہا سہرا صنمون سوخ کر لایا تھا۔ جب میں بیان کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو حضرت ابو بکر نے مجھے جھٹلا دیا اور خود فی البدیہہ وہی تقریر کرنی شروع کی بلکہ اس سے بھی بہتر آپ نے فرمایا تاریخ الخلفاء سنینہ کی اس کارروائی کو مولانا شبلی نعمانی منبسط تحریر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جمع میں جو لوگ موجود تھے۔ ان میں سب سے بااثر بزرگ اور معزز حضرت ابو بکر تھے اور فوراً ان کا انتخاب بھی ہو جاتا لیکن لوگ انصار کی بحث میں پھنس گئے تھے اور بحث نے علول پکڑا۔ قریب تھا کہ تلواریں میان سے نکل آئیں۔ حضرت عمر نے یہ دنگ دیکھ کر دفعۃً حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں لاکھڑے دیا کہ سب سے پہلے میں بیعت کرنا ہوں۔ الفاروق ص ۱۲۳۔ پھر حضرت عثمان۔ البرصیہ جراح۔

عبدالرحمن بن عوف نے بیعت کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جیسے بزرگوں نے بیعت کرنے میں ترتیب سے کام لیا ویسے ہی بعد میں کڑی خلافت نصیب ہوئی۔ یہ ہے کماؤ اشتخاقت الذین کا صحیح نقشہ جو سقیفہ بنی ساعدہ میں اسلام کے مہر و ماہ حضرات نے پیش کیا۔ اس خلافت کی حقیقت کو حضرت عمر نے ایک مکالمہ میں اس انداز سے بیان فرمایا ہے سنو!

حضرت عمر۔ کیوں عبداللہ ابن عباس علی ہمارے ساتھ کیوں نہیں شریک ہوئے۔  
عبداللہ ابن عباس۔ میں نہیں جانتا۔

حضرت عمر۔ تمہارے باپ رسول اللہ کے چچا اور تم رسول اللہ کے چچیرے بھائی ہو پھر تمہاری قوم طرفدار کیوں نہیں ہوئی۔

عبداللہ ابن عباس۔ میں نہیں جانتا۔

حضرت عمر۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہیں کرتی تھی۔

عبداللہ ابن عباس۔ کیوں حضرت عمر وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آجائیں۔ شاید تم یہ کہو گے کہ حضرت ابو بکر نے تم کو خلافت سے محروم کر دیا لیکن ندائی قسم یہ بات نہیں سب ابو بکر نے وہ کیا کہ جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہیں ہو سکتی

اگر وہ تم کو خلافت دینا بھی چاہتے تو ان کا ایسا کرنا تمہارے حق میں کچھ فائدہ مند نہ ہوتا۔ اس کے ساتھ دوسرا مکالمہ بھی سن کر اجماعی خلافت کو دارتھیں ادا کریں۔ سنو۔

حضرت عسرا۔ کیوں عبداللہ ابن عباس! تمہاری نسبت میں بعض بعض ہاتھیں ملنا کرنا تھا لیکن میں نے اس خیال سے اس کی تحقیق نہیں کی کہ تمہاری عزت میری آنکھوں میں کم نہ ہو جائے۔

عبداللہ ابن عباس۔ وہ کیا ہاتھیں ہیں۔

حضرت عسرا۔ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لوگوں نے ہمارے خاندان سے خلافت خدا اور ظلماً چھین لی ہے۔

عبداللہ ابن عباس۔ ظلماً کی نسبت تو میں نہیں کہہ سکتا کیوں کہ یہ بات کسی پر معنی نہیں ہے لیکن خدا تو اس کا تعجب ہی کیا ہے۔ ابلیس نے آدم پر حسد کیا اور ہم لوگ آدم ہی کی اولاد ہیں پھر عسرا ہوں تو کیا تعجب ہے۔

حضرت عسرا۔ انوس! خاندان نبی ہاشم کے دلوں سے پرانے رنج اور کینے نہ جائیں گے عبداللہ ابن عباس۔ ایسی بات نہ کہیے۔ رسول اللہ صلعم بھی ہاشمی ہی تھے۔ حضرت عسرا۔ اس تذکرہ کو جانے دو۔

عبداللہ ابن عباس۔ بیہت بہتر۔ الفاروق ۲۸۴ تا ۲۸۶ بحوالہ تاریخ طبری ص ۲۶۶ تا

۲۶۷۔

ان چند شواہد سے سقیفائی طبعے کا نمونہ خوب واضح ہو جاتا ہے کہ اصحابِ ثلاثہ کی خلافت اجماعی ہی تھی ورنہ کوئی صاحب کسی مقام پر تو کہتا کہ ہماری خلافت پر قرآن مجید کی فلاں آیت ولایت کرتی ہے۔ اب میں خدا تعالیٰ کا رقیقہ خلافت عرض کرتا ہوں کہ ذات باری تعالیٰ کا انتخابِ خلافت کیسا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی آواز سنو۔ **وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً** پارہ ۱ رکوع ۴۔ اور جب کہا پروردگار تیرے نے واسطے فرشتوں کے تحقیق میں بنانے والا ہوں بیچ زمین کے نائب۔ فرماؤ آدم کے پاس کونسا لشکر تھا اور کونسی دولت و حکومت تھی۔ جناب آدم نے کون سے جنگ کئے۔ معلوم ہوا کہ خدا کے خلیفہ سے

لئے دولت و حکومت اور کسی اجماع کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کا خلیفہ اگر ایک بندے پر بھی حکومت نہ کرے تو بھی خلیفہ خلیفہ ہی ہوا کرتا ہے اور غیر چاہے لاکھوں کروڑوں پر حکمران ہو غیر غیر ہی ہوا کرتا ہے۔ کیوں مسلمانو! اگر کرسی پر بیٹھنے والا ہی خلیفہ ہوتا ہے تو فرعون شہداءِ نرودہ بخت نصر بھی تو خلیفے ہوئے۔ ہاں اگر کوئی سقیانی ایجنٹ یہ فرمائے کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو بادشاہ بھی ہو اور مسلمان بھی ہو تو میں عرض کروں گا کہ پھر یزید۔ حجاج۔ متوکل۔ ماروان۔ مامون وغیرہ تو یقیناً خلیفے ہوئے۔ مسلمانو! اگر خلافت اسی کا نام ہے تو اسی خلافت سے خدا کی پناہ یہی وجہ ہے کہ تم نے خلفاء کی تعداد میں ایسے لوگوں کو شمار کر لیا ہے۔ فَلَا نُنَا عَشَدُهُمْ الْخُلَفَاءَ الرَّشِيدُونَ الْأَرْبَعَةُ وَمُعَاوِيَةُ وَابْنُهُ بَيْنَ يَدَيْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ وَأَوْلَادِهِمْ لَا رِبْعَةَ بَيْنَهُمْ عُمَرُ وَبْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ شرح فقہ اکبر ص ۸۲ تاریخ الخلفاء ص ۶۔ پس ہوئے ہیں یہ خلیفے۔ ابو بکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ معاویہ۔ یزید۔ عبدالملک بن مروان۔ اس کے چار بیٹے۔ یزید۔ سلیمان۔ ہشام۔ ولید اور ان کے درمیان ہے عمرو بن عبدالعزیز۔ ان کی خلافت اس لئے مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ ان پر اجماع ہوا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ایک وہ بارہ ہیں کہ جن میں چھٹا یزید ہے اور ایک وہ بارہ ہیں کہ جن میں تیسرے حسین علیہ السلام ہیں اب حیراجی چاہے تو یزید والے بارہ مان لے اور اگر جی چاہے تو حسین والے بارہ مان لے۔

اہلسنت والجماعت کے نزدیک دین کا مسئلہ چار طریقوں سے حل ہوتا ہے۔ ۱۔ قرآن مجید ۲۔ حدیث رسول ۳۔ اجماع ۴۔ قیاس۔ سقیانی کا دوائی شاہد ہے کہ بزرگوں نے مسئلہ خلافت اجماع سے حل کیا ہے۔ نہ انہیں قرآن مجید اپنی خلافت کا ثبوت بلا اور نہ انہیں ثبوت حدیث سے مل سکا۔ اب اگر کوئی ملاں ان کی خلافت پر قرآن مجید یا حدیث رسول پیش کرے تو وہ کا زب۔ مفتزی ہے کیوں کہ اگر قرآن مجید کی آیت انہیں ملتی یا رسول اللہ کی کوئی حدیث مدد دیتی تو وہ بزرگ اجماع نہ کرتے۔ بس ان کا اجماع کرنا اس بات کی تین دلیل ہے کہ نہ ان کی خلافت کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور نہ حدیث رسول میں صرف اجماع کا ہمارا ہے جب ایسا یقیناً ایسا ہے تو کَمَا اسْتَخَافَتِ الدِّينَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے یہ خلافت مراد نہیں ہے۔ صلوات۔ خدا کا حکم میں بیان کر چکا کہ اس نے فرمایا قَدْ قَالَ رَبِّي

میرے جیب وہ وقت یاد کرو۔ سنو۔ وقت وہ یاد دلایا جاتا ہے جس معاملہ میں کبھی پہلے دونو موجود رہے ہوں۔ مثلاً میں نے دعویٰ کیا کہ میں بڑا بہادر ہوں۔ میدانِ وغان میں موت کی موت بن جاتا ہوں۔ جس راستہ سے میں گزرتا ہوں شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر فرمایا مولانا وہ وقت یاد کرو جب میدانِ وغان سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ کمانڈر انچیف پیچھے سے پکار رہا تھا اور آپ پہاڑوں پر کودتے پھرتے تھے اور پیچھے بھی مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اسی طرح میں نے کہا کہ میں صادق الیقین ہوں۔ ایک صاحب نے فرمایا شرم کرو۔ ہم نے خود تیرے فخرے کو کانوں سے سنا ہے کہ تو نے کہا جیسا تک آج ہوا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا تو صادق الیقین کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ صاحب اس وقت موجود تھا جب میں میدان سے فرار ہو رہا تھا اس وقت وہ یاد دلایا جاتا ہے۔ جس واقعہ میں پہلے دونوں اکٹھے رہے ہوں۔ معلوم ہوا کہ حضرت آدم خلیفہ بن رہے تھے اور نگاہِ مصطفیٰ دیکھ رہی تھی۔ تم بھی تو یاد دلایا جا رہا ہے۔ صلوات۔

خالق کی آواز ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ بِرَبِّیْ قَاعِلٌ کے وزن پر یعنی میں بناتا ہوں۔ میں بناؤں گا بس خلیفہ وہ ہوگا جیسے اللہ بنائے۔ ادھر قدرت نے خلافت کا اعلان کیا۔ ادھر نور لیں کے منہ میں پانی آگیا اور عرض کی۔ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْہَا مَنْ یُّسَبِّحُ فِیْہَا وَ یُسَفِّحُ الدِّمَآءَ وَ یُحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُحْنِیْ لَکَ۔ خداوند تو ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو خوزریزی اور نسا کرے گا اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ ہم میں سے کسی کو خلیفہ بنا دے۔ خوزریزی کرنے والا خلیفہ نہیں ہوا کرتا۔ مسلمانو اگر حیدر کرار تلوار اٹھا کر دنیا کو قتل کرتے اور اپنی ظاہری خلافت منواتے۔ ممکن ہے کہ ساری دنیا مان جاتی مگر بزمِ قدس میں رہنے والی دنیا کہتی کہ خوزریزی و نسا کرنے والا خلیفہ نہیں ہوا کرتا۔

کیوں مسلمانو! نور علی خلیفہ نے خلافت کی تمنا کی ہے کہ نہیں۔ اِنِّیْ فِیْہَا فَرِشْتُوْنَ نے یعنی نور علی خلیفہ نے دبی زبان سے خلافت کی تمنا کی ہے۔ پس فرشتوں کی اس تمنا نے ایک بڑے مسئلے کو حل کر دیا۔ وہ یہ کہ فرشتہ ہے نور علی، تو نور علی کبھی مادی شے کی تمنا ہی نہیں کرتا کیونکہ

خلافت حضرت آدم

ملائکہ کا مقام اس سے بہت بلند ہے فرشتے کو تو مادی چیز اور احتیاج کی ضرورت ہی نہیں ہوا کرتی۔ فرشتے کو نہ گرمی لگے نہ سردی نہ جوانی نہ بوڑھا پاپا۔ نہ عورت نہ بچے نہ بیماری نہ فکر کو لیکہ یہ چیزیں ہیں مادی اور فرشتہ ہوتا ہے نوری، معلوم ہوا کہ فرشتوں کی تناسخیں ان کی شان کے مطابق ہوں گی۔ فرشتوں کا خلافت کی تناسخیں اس بات کی دلیل ہے کہ مقام خلافت مادی نہیں بلکہ نوری ہے۔ اگر کسی بندے کی خواہش ہو کہ میرے پیر خلافت الہیہ کے حقدار بن جائیں تو پہلے اپنے پیروں کو نوری تو ثابت کرے کیوں کہ مقام خلافت نوری ہے یہ عہدہ خاکوں کو نہیں ملا کرتا بلکہ نوریوں کا حق ہے۔ صلوات۔ اگر فرشتوں کو آج کی دنیا کا علم ہوتا تو ضرور کہہ دیتے کہ اللہ میاں ہمارے ساتھ پورنگ لڑے۔ ہم سارے فرشتے ایک طرف ہیں اور تیری ذات، صرف واحد ہی ایک طرف ہے ہاں اگر دوٹ پڑ جاتے تو حضرت آدمؑ کی تو خلافت بھی ضبط ہو جاتی اور ملائکہ تو حوصلہ افزائی بھی استاد صاحب کی ہی فرماتے۔

مسلمانو! قرآن کے مقابلہ میں دنیا کے دوڑوں کی کوئی حقیقت اور قدر قیمت نہیں ہے۔ کیا خلیلؑ اور نرود کے دوٹ کا ایک وزن ہے۔ کیا فرعون کا دوٹ حضرت کلیم کے برابر ہے کیا رسولؑ اور اب جہل کے دوٹ کو ایک ترازو میں وزن کر دے۔ سکر بلا کے میدان میں مولا امام حسینؑ نے ثنابت کر دیا کہ حق اور باطل کا ایک وزن نہیں ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا پارہ ۲۱ رکوع ۱۵ کیا مومن اور فاسق برابر ہو کرتے ہیں، ہرگز نہیں۔ قدرت کی طرف سے ملائکہ کو جواب ملا۔ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ پارہ ۴۴ جس کو میں جانتا ہوں اس کو تم نہیں جانتے۔ اے ملائکہ میں تم سے مشورہ نہیں لیا بلکہ خلافت کا اعلان کیا ہے۔ فرشتوں کا خیال تھا کہ معصوم ہے، ابھی ابھی پیدا ہوا ہے، ہم بزرگ ہیں۔ کافی عمر میں کہتے ہیں۔ لہذا خلافت ہمیں ملے گی۔ قدرت نے کہا نہیں۔ اے ملائکہ یہ خلافت معصوموں کو ہی ملا کرتی ہے۔ بڑے بابے خلیفہ نہیں ہوا کرتے۔

اگے قدرت کا ارشاد ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا اور علم دیا کل اسماء کا آدمؑ کو آپ یہ خیال نہ کریں کہ فرشتوں کو ان اسماء کا علم نہ تھا اگر فرشتوں کو علم نہ تھا تو ان سے دریافت کرنا بے سود اور یہ خدا کی عدالت و شان کے خلاف ہے۔ علم دونوں سستیوں کو تھا

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَكَةِ بِحُجَّتِهِمْ قَالَتْ لَنْ يُؤْمِنُوا بِأَسْمَاءَ  
 هُوَ لَآءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ اور کہا کہ بناؤ مجھ کو نام ان کے اگر تم سچے ہو تو بس قدرت  
 کا یہ فرمان سن کر سب نے سر جھکا لیا اور عرض کی قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا  
 عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔ کہا انہوں نے پاک ہے تو۔ نہیں علم ہم کو مگر  
 جو سکھایا تو نے ہم کو تحقیق تو ہے جاننے والا حکمت والا۔ جب ملائکہ نے اپنی بے علمی  
 کا اعتراف کر لیا تو قدرت کی آواز آئی قَالِ يَا أَدَمُ يَا نِسْتُمْ يَا نِسْمَاءَ وَيُسَيْمُ لَسْ أَدَمُ  
 بتا ان کو نام ان کے بس آدم نے ادھر ناموں کی عظمتوں پر نگاہ ڈالی ادھر صورتوں کی عظمتوں  
 کو دیکھا جو بڑی عظمت والا تھا اُس کو بڑی عظمت والی صورت سے ملا دیا اور عرض کی اَللّٰهُ  
 أَنْتَ الْمَحْمُودُ وَهَذَا مُحَمَّدٌ پھر باقیوں میں سے عظمت والے نام کو لیا اور عظمت  
 والی صورت سے ملا کر عرض کی اَللّٰهُ أَنْتَ الْهَاطِلُ وَهَذَا عَلِيُّ پھر ناموں سے اچھی عظمت  
 کے نام کو لیا اور با عظمت صورت سے ملا کر عرض کی اَللّٰهُ أَنْتَ فَاطِمَةُ السَّمَوَاتِ الْأَرْضِ  
 وَهَذِهِ فَاطِمَةُ پھر دونوں ناموں سے بڑے کو لیا اور بڑی صورت سے جوڑ کر عرض کی اَللّٰهُ  
 أَنْتَ الْمُحْسِنُ وَهَذَا الْحَسَنُ پھر ایک ہی نام تھا اور ایک ہی صورت تھی۔ ان دونوں  
 کو ملا کر عرض کی اَللّٰهُ أَنْتَ الْقَدِيمُ الْهِسَانُ وَهَذَا الْحَيُّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بس حضرت  
 آدم جیت گئے اور امتحان میں کامیاب ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے۔

معلوم ہوا کہ خلافت میں علم کا ہونا ضروری ہے۔ خلیفہ ایسا تو نہ ہو کہ گھر جا کر اپنی بچی  
 سے مسئلے پوچھتا پھرے کہ میری مشکل کاشی کر دے۔ دیکھو تاریخ الخلفاء ص ۱۴۱۔ قدرت نے  
 جس خلیفہ کی بھی تعریف کی ہے۔ علم کو ہی معیارِ خلافت و امامت بنایا ہے حضرت  
 یعقوب کے بارے فرمایا وَ إِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لَمَّا عَلَّمَهُ پاره ۱۳ رکوع ۲ اور تحقیق  
 وہ صاحبِ علم تھا اور ہم نے ان کو علم عطا کیا ہے۔ حضرت لوط کے بارے میں حکم ہے  
 وَ لَوْ طَا اتَّبَعْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا پاره ۱۴ ع ۵ اور لوط کو ہم نے حکم اور علم عطا کیا حضرت  
 داؤد اور جناب سلیمان کی تعریف بھی علم سے کی گئی ہے وَ لَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ  
 عِلْمًا پاره ۱۹ ع ۱۰ اور یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا ہے۔ اسی طرح حضرت

ذاتِ عظمت

علمِ مبارکِ خلافت

خضر کے بارے میں فرمایا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عَلِيمًا پارہ ۱۵ ع ۱۱ اور سکھایا تھا ہم سے اس کو اپنے پاس سے علم۔ اور اپنے حبیب محمد مصطفیٰ کے بارے میں بھی علم کا ہی ذکر فرمایا وَعَلَّمْنَاكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پارہ ۵ ع ۱۴ اور سکھایا تجھ کو جو کچھ کہ نہ تھا تو جانتا اس کے ساتھ ایک آیت جناب عیسیٰ کے بارے میں بھی سن لو وَعَلَّمْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِجْمَةَ وَاللَّغَاةَ وَالْأُجُوبِينَ پارہ ۷ رکوع ۵۔ اور علم دیا میں نے تجھ کو کتاب کا اور حکمت تو ریت اور انجیل۔

لوگ کہتے ہیں کہ شیعوں کو قرآن پڑھنا نہیں آنا میں کہتا ہوں کوئی بات نہیں۔ مرید اگر جاہل ہوا تو اس ایک ہی پر تو اثر پڑے گا مصیبت تو آئے گی۔ جب پیر جاہل ہوا تو اس کے ماننے والوں کا بیڑا غرق ہوگا۔ جاہل مرید کو انشاء اللہ کامل پیر نے کر نکل جائے گا مگر جاہل پیر کو کون بچائے گا۔ خدا کرے کسی کا پیر جاہل نہ ہو ہمارے پیر حیدر کرار کے بارے میں خدا تعالیٰ کا حکم بھی سن لو وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمٌ الْكِتَابِ پارہ ۱۳ رکوع ۱۲ اور دیا اس کو ہم نے علم پوری کتاب اس کے ساتھ نبی اکرم کی ایک حدیث بھی سن لو قَسِمْتُ الْعِلْمَ عَشْرَةَ أَجْزَاءً فَأَعْطَيْتُ عَلِيًّا مِنْهَا تِسْعَةً وَهُوَ بِالْجُزْءِ الْأَشْرَفِ أَشْرَفُ بَنِي النَّاسِ موزنہ القلابی مثلاً۔ تمام علم کے دس حصے ہوئے نو حصے صرف حضرت علی کو عطا ہوئے۔ یہ حصہ کو ساری کائنات میں تقسیم کیا گیا اور اس دسویں حصہ سے بھی جتنی سب سے زیادہ لے گیا۔ جب مسند علم پر حضرت ابو بکر نے اپنے آپ کو کامیاب ہاتے نہ پہنچا تو صاف کہہ دیا کہ میں خلیفہ نہیں ہوں بلکہ فالغہ ہوں۔ نور العصر ص ۹۱ بحوالہ کسر العال حال مسند احمد جلد ۳ ص ۳۱۱ مطبع مصر اور حضرت ابن عباس نے بھی صاف فرمایا مَا أَدْرِي خَلِيفَةً أَنَا أَمْ مَلِكٌ نورا العصر ص ۹۱ بحوالہ کسر العال جلد ۳ ص ۳۱۱۔ مجھ کو خبر نہیں کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ ہوں۔ یعنی وہ خود بھی اس معاملہ میں مذنب تھے۔

ہاں جو محمد کے دین کے وارث تھے جو اسلام کے محافظ تھے جو حقیقی خلیفہ رسول تھے انہیں نکر لاشق ہوئی کہ رسول کا دین برباد ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کربلا کے میدان میں رسول اللہ کا خلیفہ اپنے انصار و بچوں کی قربانیاں فخر سے پیش کر رہا ہے۔ روایت

میں بے کرب شبِ عاشور حضرت امام حسینؑ نے اپنے تمام اعوان و انصار کو جمع فرمایا اور ان کو صاف الفاظ میں آگاہ فرمایا کہ کل میں شہید ہو جاؤں گا تم رات کے پردے و اندھیرے میں اپنی جانیں بچا کر نکل جاؤ۔ تم میں سے بیعت اٹھالیتا ہوں اور اس کے ساتھ میرا وعدہ بھی ہوا کہ قیامت کو تمہاری شفاعت بھی میرے جدِ امجد فرمادیں گے۔ تمہارے قتل ہونے سے میں بچ نہیں سکوں گا اور میرے قتل ہونے سے تم یقیناً بچ جاؤ گے نکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے چراغ بھی گل کر دیا تاکہ روشنی میں جاتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہ کرے۔ جب غمگین دیر کے بعد چراغ روشن کیا گیا تو انصارِ حسینؑ کی عجیب کیفیت تھی۔ انصار نے تلواریں نیاموں سے نکال کر نیام توڑ دیئے تھے اور امام کے قدموں پر گر کر عرض کرنے لگے کہ مولابے شک آپ کے لئے یہی زیبا تھا جو آپ نے فرمایا مگر فرزندِ رسولؐ یہ تو فرمایے کہ ہم جا میں تو کہاں جائیں۔ مولا اگر آپ ستم کریں تو اپنے ہمراہی ہی تلواروں سے کاٹ کر آپ کو ہدیہ پیش کریں۔ مولا خدا کی قسم کل ہم اسی میدان کر بلا میں آپ سے پہلے اپنا سرگنا میں گئے اسی حالت کو دیکھ کر چیزیں اسی اللہ معاصم نے فرمایا شعر:

حسبنا ابنِ علیؑ مدد سے براب انصاریتیں

یہی اگر تاملہ نازل چاہتا پہلے رہبر سے

انصار کے چند بزرگ شہادت کو دیکھ کر امام علیہ السلام نے دُعا سے خیر سے انہیں سرفراز فرمایا اور اس کے بعد انہیں یقین دلایا کہ تم کل سب شہید ہو جاؤ گے۔ انصارِ حسینؑ اپنی شہادت کی خبریں سن کر خوش ہوئے کہ محفل سے ایک بارہ تیرہ سال کا بچہ کھڑا ہو گیا اور اٹھ بڑ کر عرض کی کہ چچا جان کیا میرا نام بھی شہداء کی فہرست میں ہے حسینؑ نے حسرت بھری نگاہ سے معصوم کو دیکھا اور خاموش ہو گئے۔ قاسم نے پھر عرض کی چچا جان کیا میرا نام بھی شہید ہونے والوں کی فہرست میں ہے۔

عزادار و مظلوم کر بلا نے آبدیدہ ہو کر قاسم کو دیکھا اور فرمایا بیٹا! اصغر کا نام بھی شہداء کی فہرست میں ہے۔ بس اتنا سنا تھا کہ قاسم نے تڑپ کر عرض کی کیا اشقیاءِ خمیوں میں آجائیں گے۔ میرے مولانے فرمایا بیٹا میں خود اصغر کو اشقیاء کے سامنے لے جاؤں گا اور پانی کے عرض

حرد کے تیر سے تیرا بھائی علی اصغر شہید ہو جائے گا۔ حضرت سجادؓ فرماتے ہیں اس تقریر کو سن کر سیدانوں میں کہرام مچا ہو گیا۔ امامؑ اٹھے اور سیدانوں میں آکر فرمایا محمدؐ کی بیٹی کو فہرہ شام کی قید کے لئے تیار ہو جاؤ۔

روایت میں ہے کہ قاسمؑ کی ماں نے جناب قاسمؑ کو بلا کر فرمایا بیٹیا! میرے پاس صرف ایک تو ہی ہے۔ بیٹیا قاسمؑ جاؤ اور اپنے عم بزرگوار پر قربان ہو جاؤ۔ میرے لخت جگر آخر میں بھی ماں ہوں، مگر کیا کروں محمدؐ کی بیٹی زینبؑ نے دونوں بچے امامؑ پر فدیہ دے کر سرخروئی حاصل کر لی ہے۔ بس اتنا سن کر جناب قاسمؑ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان کارزار میں جانے کی اجازت مانگی۔ عزا دارو! منقول ہے کہ امامؑ نے دونوں باہنیں جناب قاسمؑ کے گلے میں ڈال دیں اور دونوں چچا بھتیجا دیر تک روتے رہے۔ پھر سید الشہداء نے فرمایا قاسمؑ تو میرے ماں جائے حسنؑ کی نشانی ہے۔ بیٹیا تجھے میدان میں بھینے کے بعد تیرا مظلوم چچا کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مادر قاسمؑ نے فقہ سے فرمایا۔ اماں فقہ ایک مرتبہ قاسمؑ کو تو خیمہ میں بلا کر لے آؤ۔ اب جو قاسمؑ خیمہ میں تشریف لائے تو جناب امؑ فروہ نے فرمایا۔ بیٹا قاسمؑ مجھے بروز قیامت جناب بتولؑ سے شرمندگی ہوگی۔ جناب قاسمؑ سمجھ گئے اور عرض کی امی جان میں جب بھی اجازت کے لئے عرض کرتا ہوں تو فرزند رسولؐ رونے لگتے ہیں۔ ماں نے کہا بیٹیا بازو کا تعویذ کھول کر چچا کے حوالے کر دو۔ بس فوراً قاسمؑ نے تعویذ کھول کر اور اس کی تحریر کو پڑھ کر خوشی سے عرض کی مادر گرامی اب میدان میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔ لکھا ہے کہ اس تعویذ کو لے کر جناب قاسمؑ امامؑ کے پاس حاضر ہوئے اور سلام عرض کر کے تعویذ کا پڑھنا امامؑ کے حوالے کیا۔ جب امامؑ نے تحریر کو پڑھا تو ایک مرتبہ منہ مدینہ کی طرف پھر گیا اور رو کر فرمایا ویرحٰن تیری اس اولاد کا حسین مومن ہے ماں جائے تجھے میری بے کسی کا خیال رہا۔

عزا دارو! جب امؑ فروہ نے دیکھا کہ ابھی تک میرے بیٹے کو میدان میں جانے کی اجازت نہیں ملی تو امؑ فروہ نے زار زار رونا شروع کیا امامؑ نے فقہ سے دریافت فرمایا کہ خیمہ میں کون رو رہا ہے۔ فقہ نے عرض کی آپ کی بیوہ بھابھ امؑ فروہ رو رہی ہے منقول

ہے کہ یہ سن کر امام خمیہ میں تشریف لائے اور بھارج سے دریافت کیا کہ آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ جناب ائم فرودہ نے رو کر عرض کی حسین میں اپنی قسمت کو رو رہی ہوں۔ آج اگر امام حن موجود ہوتے تو میں بھی سرخروئی حاصل کرتی۔ اتنا سن کر امام نے فرمایا بھارج آپ مضطرب نہ ہوں۔ میں تیرے قاسم کو میدان کا رزار کی اجازت دے چکا۔ بس یہ کہہ کر امام باہر تشریف لائے اور جناب قاسم کو اپنے ہاتھوں سے تیار فرمایا۔ سعادۃ الدارین پر بھی تحریر ہے کہ امام حسین نے قاسم کے گریبان کو چاک کر دیا اور عمامہ کے دو حصہ کر کے چہرہ پر لٹکا دیئے اور کفن کی طرح لباس پہنا کر اپنی تلوار ان کی کمر میں لٹکانی اور پھر معرکہ جنگ کی طرف روانہ کیا۔

عزادارو! ابھی جناب قاسم چند قدم چلے ہی تھے کہ پیچھے سے آواز آئی بیٹا ٹھہرو جناب قاسم نے مڑ کر دیکھا تو امام حسین پیچھے روتے آرہے ہیں فرمایا بیٹا اپنے غریب مظلوم چچا کو ایک بار پھر سینہ سے لگا لو جب امام قاسم کو بل چکے تو دریافت کیا بیٹا موت کو کیا پاتے ہو۔ عرض کی چچا آخلی من العسل یعنی شہد سے بھی شیریں۔ امام نے بیٹے کو شاباش دی اور قاسم کی جنگ دیکھنے کے لئے ایک اونچے مقام پر کھڑے ہو گئے۔ جناب قاسم نے میدان کا رزار میں آکر رجز پڑھ کر حملہ کر دیا اور اس طرح حیدر کڑا کر کے پرتے نے جنگ کیا کہ دنیا کی آنکھوں کے سامنے خندق و خیر کا نقشہ پھر آیا۔ عمر بن سعد نے ساری فوج سے ایک بہادر شخص جو ایک ہزار جرن کی طاقت رکھتا تھا اسے مقابلہ کو بھیجا۔ جناب قاسم نے اس ملعون پر ایسا وار کیا کہ ضرب حیدر کی یاد تازہ ہو گئی اور وہ شقی واصل جہنم ہوا۔ اس کے بعد عمر بن سعد نے ازرق شامی کو بلایا کہ اس معصوم کو قتل کر دے۔ ازرق نے ازراہ غرور کہا کہ بچوں سے لڑنا میری توین ہے۔ میں اپنے ایک لڑکے کو بھیج کر اس کا سر منگوانا ہوں۔ ادھر ازرق کا لڑکا میدان میں آیا ادھر حن کے لال نے اس حن و خوبی سے وار کیا کہ گھوڑے سمیت دو ہو گیا یہ دیکھ کر ازرق کو غصہ آیا اور دوسرے بیٹے کو بھیجا۔ حضرت قاسم نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے اُسے بھی جہنم رسید کیا۔ پھر ازرق کا تیسرا بیٹا آیا اور فوراً ٹھکانے لگا دونوں طرف سے بیکھ رہے تھے کہ ازرق کا چوتھا بیٹا میدان میں نکلا۔ حیدر کے حیدر بیٹے نے اسے بھی دوزخ کا پروانہ عطا کیا۔

جب ارزق شامی کے چاروں بیٹے قتل ہو گئے تو ارزق کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی اور تڑپ کر خود میدان میں نکلنا۔ ادھر ارزق پر میرے امام کی نگاہ پڑی تو امام نے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے دعا مانگی۔ پالنے والے میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ میں تاسم کی لاش اٹھاؤں گا مگر میرے اللہ اس ملعون کا عزور میرے تاسم کے ہاتھوں سے توڑ دے۔ کھٹا ہے کہ جب ارزق حضرت تاسم کے قریب آیا تو آپ نے اس دلیری سے وار کیا کہ جسم خاک پر بعد میں پہنچا اور روح جہنم میں پہلے چلی گئی۔ اس قوت و شجاعت کو دیکھ کر شامی جبران رہ گئے اور کسی کو میدان میں آنے کی جرات نہ ہوئی۔ اس کے بعد عمر بن سعد نے ساری فوج کو حکم دیا کہ یکبارگی ٹوٹ پڑو اور اس بچے کو گھیر کر قتل کر دو۔

مقاتل کی معتبر کتابوں میں منقول ہے کہ جناب تاسم نے کشتوں کے پتھے لگا دیئے اور ستر نابجا قتل کئے۔ اس کے بعد تاسم صفوں کو چیرتا ہوا امام کے پاس آیا اور عرض کی چچا جان اعلیٰ بس اتنا سننا تھا کہ امام تڑپ گئے اور اپنی آنکھ تھکی اتار کر تاسم کو دی کہ اُسے منہ میں رکھ لو۔ محمد المنان کی روایت ہے کہ انگشتری کا منہ میں جانا تھا کہ پانی کا چشہ جاری ہو گیا۔ اس کے بعد جناب تاسم پھر میدان کارزار میں تشریف لائے تو اشقیاء کی ساری فوج جناب تاسم پر ٹوٹ پڑی۔ کوئی تیر مارتا تھا۔ کوئی پتھر مارتا تھا۔ کوئی نیزہ مارتا تھا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ عمر بن سعد بن نعیل ازوی نے چھپ کر وار کیا اور تاسم کا سر شکافہ ہو گیا۔ جب گھوڑے پر نہ سنبھل سکے تو جناب تاسم نے استغاثہ بند کیا یا عثاقہ اذو کئی۔ روات میں ہے کہ جس طرح امام حسینؑ جناب تاسم کے استغاثہ پر جلدی پیچھے اس طرح کسی شہید کی لاش پر نہیں آئے اور آتے ہی عمر بن سعد بن نعیل ازوی کو ناصل جہنم کیا۔ امام کی آمد کو جو دیکھ کر اشقیاء کی فوج بھاگی تو اس میں لاش جناب تاسم کی پامال ہو گئی۔

عزادار و امام جب بھتیجے کی لاش پر پیچھے تو جناب تاسم اڑیاں رگڑ رہے تھے۔ روات میں ہے کہ فَقَطَعُوهُ اَزْ بَا اِزْبَا کہ تمام عضو مکرے مکرے ہو چکے تھے۔ کھٹا ہے کہ امام نے تاسم کی لاش کو اٹھایا۔ حمید کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ تاسم کے پاؤں زمین پر خط کھینچتے ہوئے آرہے تھے۔ جب خیمہ کے قریب آئے تو فرمایا بہن زینب! اُمّ فروہ کو تھام لو۔ میں ان

کہدایت فرماتے تھے۔ قرآنِ مجید میں قدرت کا واضح ارشاد موجود ہے کہ میرے حبیب اِنَّا  
 اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۗ پاره ۱ ع ۱۴ یقیناً ہم نے تجھے حق کے ساتھ بشیر اور نذیر  
 بنا کے بھیجا۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ ہم نے ساتھ حق کے تجھے کتاب  
 دی۔ ہم نے تجھے ساتھ حق کے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ یہ حق کون ہے۔

آج مجھے صرف حق کے بارے میں عرض کرنا ہے کہ حق کون ہے۔ قرآنِ پاک کی ایک  
 اور آیت میری رہبری کرے گی۔ تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُوْنَ  
 لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۗ پاره ۱۸ رکوع ۱۶۔ برکت والی ہے وہ ذات کہ جس نے نازل کیا فرقان اپنے  
 عبد پر تاکہ عالمین کا نذیر ہو۔ معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ قرآن کی وجہ سے نذیراً للعالمین ہیں۔  
 یعنی عالمین کو ڈرانے والے اور فرقان کا ترجمہ بھی غور سے سنو۔ اِنَّا الْفُرْقَانَ نَارًا  
 بَيِّنًا الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ ۗ فرقان تو فرق کرتا ہے کفر اور ایمان میں فرقان اچھے کو اچھا اور  
 بُرے کو بُرا کہتا ہے یعنی فرق کرتا ہے تمیز رکھتا ہے۔ نیک کو نیک اور بد کو بد کہتا ہے۔ جتنی  
 کو جتنی اور روزِ نعی کو روزِ نعی کہتا ہے۔ رحمت اللہ کو رحمت اللہ اور لعنت اللہ کو لعنت اللہ  
 کہتا ہے۔ فرقان کا ترجمہ ہے فرق رکھنے والا اپنے کو اپنا کہتا ہے اور بیگانے کو بیگانہ کہتا  
 ہے۔ فرقان کسی کی رُورِ رعایت نہیں کرتا کیوں کہ فرقان فرق کرنے والا ہے۔ بعض اوقات  
 چیزوں کے نام بھی اپنے دامن میں واضح خصوصیات رکھتے ہیں۔ جیسے لفظ سقیفہ لغات  
 کٹوری ۲۵۴ پر دیکھیں تو اس کے معنی ہی اس کے کمال کی عکاسی کرتے ہوئے نظر آئیں گے  
 سقوف سقیفہ کا ہی عجیب معنی ہے۔ سقیفہ ایک مکان تھا پورے شیعہ جہاں عرب لوگ باطل  
 مشرروں کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ مجازاً مشرکہ باطل اور سمن یہودہ کو کہتے ہیں تو ایسے  
 مقام پر حضرت علیؑ کیسے جاسکتا ہے۔ ہاں میں فرقان کا معنی عرض کر رہا تھا فرق کرنے والا فرقان  
 كَاتِلُوْنَ سُوۡرَةُ النَّفْسِ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ بِالْعَيْنِ ۗ اِنَّ نَفْسَ يٰۤاٰ نَفْسِ وَالْاُوۡذُنِ  
 بِالْاُوۡذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۗ پاره ۶ رکوع ۱۱ یہ کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ  
 اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت۔ یہ ہے قاتلون  
 نذارت مگر مصطفیٰ صرت نذیر ہی نہیں بلکہ بشیر بھی ہیں اور قاتلون۔ بشارت یہ ہے کہ قاتل

کو شربتِ پلا دو جو تمہیں شہر سے نکالیں تم انہیں پناہ دو جو تمہارا پانی بند کریں۔ تم ان کے حیوانوں کو بھی سیراب کرو جو تم کو گالیاں دیں تم ان کی ہدایت و بخشش کی دعا مانگو۔ **الْبِسْفَانِ** نے رسول خدا کا پانی بند کیا۔ معاویہ نے حضرت امیر اور آپ کے لشکر کا پانی بند کیا۔ یزید نے امام حسین کا پانی بند کیا۔ مگر ان کریموں نے ان کی ہر مصیبتوں میں مدد کر کے اپنی کریمی کا مظاہرہ فرمایا۔ **صلوات**

منقول ہے کہ کسی عورت نے جنابِ سیدہ سے زکوٰۃ کا نصاب دریافت کیا آپ نے فرمایا دو طرح کا نصاب ہے۔ ایک تمہارا اور ایک ہمارا۔ اس عورت نے عرض کی بی بی دو دنوں ہی سمجھا دیں۔ فرمایا اگر تیرے پاس ایک سو پانچ مثقال چاندی ہو تو چالیسواں حصہ نکال لینا یہ تیرا نصاب ہے۔ اور اگر رسول خدا کی بیٹی فاطمہ کے پاس ایک سو پانچ مثقال چاندی ہو تو راہِ خدا میں ساری کی ساری خرچ کر دے۔ تمہارا نصاب اور ہے اور آلِ محمد کا نصاب اور ہے۔ سنو اگر ہماری نماز قضا ہو تو قضا ہی نماز پڑھیں۔ اور اگر یہ کسی وجہ سے نماز عصر کامل ادا نہ کر سکیں تو سورج کو پلٹا کر نماز پڑھا کرتے ہیں۔ ہمارے بچے بھوکے ہوں تو ان کو بھوکا رکھ کر خیرات کرنا جائز نہیں اور اگر ان کے پچھتے تین دن سے بھوکے ہوں تو جوڑ کی روٹیاں صدقہ کر کے ہڈاٹی جیسی سورتیں منگوائیتے ہیں اور قدرت کا ارشاد ہوتا ہے وَ جَزَاؤُهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةٌ وَ حَرِيْرٌ ۝ پارہ ۲۹ رکوع ۱۶۔ جزا ان کی صبر کی وجہ سے جنت اور حریر ہے۔ **صلوات**۔ ایک ہندو نے ان کے کمال کو دیکھ کر وجد میں آکر کہا۔ ربانی

میں ہندو ہوں مگر میرا یقیر ہے **علیٰ** مولا امامِ اولیٰ ہے  
 علیٰ کی شخصیت کی کتاب ہے **لچھمن** علیٰ کا کوئی ثانی ہی نہیں ہے

تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ حق کی تلاش کریں تاکہ حق سے متناک ہو کر رحمتِ نعیم حاصل کر لیں اور وہ حق ہو گا جس کا وزن قرآن مجید کے برابر ہو گا۔ نبی اکرم کی حدیث **سَمِعْتُ اَلْحَقَّ مَعَ عَلِيٍّ وَ عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ اَللَّهُمَّ اَذْرِ الْحَقَّ حَيْثُ مَا دَارَا عَلِيٌّ اَلْبَلَاغُ** جلد ۲ صفحہ ۳۰۔ اشرف علی تھانوی۔ حضور نے فرمایا حق علی کے ساتھ ہے اور علیٰ حق کے ساتھ ہے اے میرے اللہ حق کو اسی طرف پھیر دے جس طرف علیٰ پھرے۔ **صلوات**۔

الْحَقُّ

اس حدیث رسولؐ سے حقیقت اسلام کا معلوم کرنا نہایت ہی آسان ہے۔ علیؑ کو دیکھتے جاؤ اور حق کو سمجھتے جاؤ۔ علیؑ گھر میں تو حق علیؑ کے ساتھ یعنی حق گھر میں علیؑ میدان میں تو حق میدان میں۔ علیؑ خاموش تو حق خاموش۔ علیؑ نے جس سے جنگ کیا سمجھ لو کہ اُس سے حق نے جنگ کیا۔ علیؑ نے بیعت کی تو سمجھ لو کہ حق نے بیعت کی۔ علیؑ نے انکار کیا تو سمجھ لو کہ حق نے انکار کیا۔ جس نے علیؑ کو اونچا کیا اس نے حق کو اونچا کیا اور جس نے علیؑ کو نیچا کیا سمجھ لو کہ اس نے حق کو نیچا کیا۔ بس علیؑ کی مخالفت حق کی مخالفت۔ علیؑ کی موافقت حق کی موافقت ہے۔ صلوات جب جمل میں محمد بن ابوبکر نے اپنی بہن بی بی عائشہ کو سلام کیا تو اس نے جواب نہ دیا۔ محمد نے کہا کہ کلمہ توحید کے بعد تجھ سے سچ پوچھتا ہوں کیا تجھ سے میں نے نہیں سنا تھا کہ علیؑ کی اطاعت کو لازم رکھنا کیوں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے۔ **الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ لَا يَفْتَرُ قَانَ حَتَّى يَدْرَا عَلِيٌّ الْخَوْنَ**۔ منقبت ابن شہر آشوب الجبال المرصیۃ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے۔ آپس میں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر پہنچیں گے تو بی بی عائشہ نے کہا کہ بے شک یہ بات میں نے کہی ہے کیوں کہ میں نے حضورؐ پر نوز سے ایسا ہی سنا ہے۔

میں نے ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ کیا تم بیچ تن پاک کو مانتے ہو اس نے فرمایا اس کے ساتھ بارہ اماموں کو بھی مانتے ہیں۔ اور تم سے زیادہ مانتے ہیں۔ حقیقت میں آل رسولؐ کو ہم ہی تو ماننے والے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ چار امام کیا ہوئے کہا کہ بارہ حق کے امام ہیں اور چار مصلیٰ کے امام ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب یہ کیا منقول ہے کیا ان بارہ کے پاس کوئی مصلیٰ نہ تھا۔ مولانا حق کے مقابلہ میں مصلیٰ نہیں ہوا کرتا۔ ہاں اگر یہ بارہ حق کے امام ہیں تو ان کے مقابلہ میں آنے والے باقی سارے ناحق کے امام ہیں۔ حق کے مقابلہ میں ناحق ہی ہونا ہے۔ صلوات۔ رباعی

علیؑ کے ذکر سے جو فیض اب ہوز سکا جہانِ عشق میں وہ کامیاب ہوز سکا

علیؑ نہ منزلِ شوقِ طلبِ بے حُبِّ علیؑ تلاشِ راہ میں رہا راہِ یاب ہوز نہ سکا

نبی اکرمؐ کی حدیث سنو۔ **إِنْ تَوَصَّلُوا عَلَيْنَا وَلَا أُرَاكُمْ فَاَعْلَبِينَ تَجِدُوا هَادِيًا مَهْدِيًا**

بیاضی

يَا خُذْ بِكُمْ الطَّرِيقَ الْمُسْتَقِيمَ. مکتوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۲۶۹ منصف امامت ص ۴۹۔ اگر تم  
 علیؑ کو امیر بناؤ گے۔ لیکن میں نہیں دیکھتا کہ تم بناؤ گے اور تم بناؤ گے تو اس کو ہادی اور مہدی  
 پاؤ گے جو تم کو پکڑ کر سیدھے راستہ پر لے جائے گا۔ ثابت ہوا کہ علیؑ ہی سیدھی راہ پر چلانا  
 جانتا ہے اور علیؑ ہی حق ہے۔ آج کا جرملاں کہتا ہے کہ علیؑ کو سیاست نہیں آتی تھی۔ وہ اس  
 حدیث رسولؐ کی تکذیب کرتا ہے کہ رسول اللہؐ تو فرمادیں کہ وہ تمہیں پکڑ کر سیدھی راہ پر لے جائیگا  
 اور نبی امیرؑ کے نمک خوار ایجنٹ پر چار کریں کہ علیؑ کو سیاست نہیں آتی تھی ماں یقیناً معاویہ  
 والی سیاست تو علیؑ نہیں جانتے تھے۔ بلکہ اس سیاست سے تو محمد مصطفیٰؐ بھی نا آشنا ہی تھے  
 لکھا ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو بھی معاویہ والی سیاست نہیں آتی تھی اور سچ پوچھو تو کسی  
 شریف آدمی کو بھی ایسی سیاست نہیں آسکتی جو بنی امیہ کے سپوت بیٹے معاویہ اور یزید  
 جانتے تھے۔

میرے مولانا نے معاویہ کی سیاست کو دیکھ کر فرمایا حدیث كَوْنًا التَّقَى لَكُنْتُ اَذْهًا  
 الْعَرَبِ لِكِسَانِ حِكْمَتِ مَنْۢ۔ اگر مجھے حق کا خوف نہ ہوتا تو مجھ سے عرب کا کوئی باشندہ  
 زیادہ سیاسی نہ ہوتا۔ بنی امیہ کی سیاست کے قصیدے پڑھنے والو میرے مولا حیدر کرار کی  
 سیاست کا ایک جملہ سنو كُوْا عَطَّيْتُ اَنْوَالِيْمَ السَّبْعَةِ بِمَا تَحْتِ اَنْفَالِكُمْ اَلَى اَنْتَ  
 اَعَصَى اللّٰهَ فِى نَمَلَةٍ اَسْدُبْ حَلَبَ شَعْبِيْ رَهَا مَا فَعَلْتُمْ تَذَكْرَةَ الْخَوَاصِ ص ۱۹۲۔ خدا  
 کی قسم اگر مجھے سات بادشاہیاں ان چیزوں سمیت جو ان کے آسمانوں کے نیچے ہے دے دی جائیں  
 اس بات کے لئے کہ میں خدا کی اتنی نافرمانی کروں کہ ایک چیزٹی کے سز سے جو کا چھلکا چھین  
 لوں تو میں ایسا نہیں کروں گا۔ پھر فرمایا بے شک تمہاری دنیا میرے نزدیک اس پتے سے  
 بھی زیادہ حقیر ہے جو مکہ کی گدی کے منہ میں ہو۔ اللہ اکبر۔ صلوات۔

حضرت علیؑ علیہ السلام دنیا میں وہی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار  
 پیغمبروں نے دنیا کے سامنے حکومت چلانے کا طریقہ پیش کیا تھا۔ صلوات۔ رباعی  
 زندگی کیا ہے ہم ایسے آدمی کی زندگی کچھ خودی کی زندگی کچھ بے خودی کی زندگی  
 مدعی دین فطرت سیرت جیڈ کو دیکھ معجزے کا معجزہ ہے زندگی کی زندگی

اور ایک مدعی خلافت فخر سے کہتا ہے کہ اگر میرے پاس حجت کی کینیاں ہوتیں تو تمام بنی امیہ کو جنت میں بھردیتا اور فدک کی کل جاگیر کو طریدر رسول کے حوالے کر کے اپنی نجات کا سامان فراہم فرمایا خلفائے راشدین ص ۲ ایسی سیاست واقعی علی المرتضیٰ کو نہیں آتی تھی۔ جب فرمانِ رسول سے ثابت ہو گیا کہ علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی ہی کے ساتھ ہے تو علی کے تعلقات دیکھتے جاؤ جس کی علی نے حمایت کی سمجھو کہ اس کی حق نے حمایت کی اور جس سے علی دُور رہے تو اس سے حق نے دوری اختیار کی۔

ملاں کہتے ہیں کہ حضرت امیر کے تعلقات سقیہ والے بزرگوں سے بہت ہی اچھے تھے۔ ان کی بیعت کی۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ ان کے ہر دکھ سکھ میں شریک رہا کرتے تھے۔ حضرت علی نے ان کی ہر ممکن تعریف کی۔ لہذا حق کی حمایت انہیں نصیب تھی اس کا جواب تدریعی تفصیل سے عرض کرنا مقصود ہے۔ سنو ایک مرتبہ حضرت عمر نے جناب امیر اور عباس سے کہا کہ اے عباس اور علیؑ قال ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تُورث ما ترکنا صدقہ فرائیبتما کا ذبا اثما غاردا حائما اللہ تعلم انہ نصادق بارہ راشد تابیہ للحق فمدنی ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانادی رسول صلعم وئی ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرائیبتما کا ذبا اثما غاردا حائما اللہ تعلم انہ نصادق بارہ راشد تابیہ للحق مسلم شریفہ جلد ۲ ص ۲۳۔ ابو بکر نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پس تم دونوں نے اسے جھوٹا گنہگار دغا باز اور خائن کہا خدا جانتا ہے کہ اس کو وہ صادق تھا نیک ہدایت پر اور حق کے تابع تھے۔ پھر ابو بکر کی وفات ہوئی اور میں رسول اللہ اور ابو بکر کا ولی ہوا تو تم دونوں نے مجھے جھوٹا۔ دغا باز۔ گنہگار اور خائن کہا خدا جانتا ہے کہ میں بھی سپانیک ہدایت پر اور حق کے تابع ہوں۔ یہ ہے ان دونوں بزرگوں کی علی المرتضیٰ کے نزدیک حقیقت جیسے خود تانی صاحب نے بیان فرمایا اور مسلم شریف نے اسے صحیح سمجھا کہ اپنی صحیح میں درج کرایا اور میں نے اس حدیث کو آپ کے سامنے پڑھ کر سنا یا اب بناؤ تعلقات کیسے تھے۔

اور سنو! حضرت عمر کے انتقال کے بعد صحابہ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور ناخذ

بَيِّدَ عَلِيٍّ وَقَالَ أُولَٰئِكَ أَنْ تَحْكُمَ بِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّتِهِ رَسُولِهِ وَسِيَرَتِهِ  
 الشَّيْخَيْنِ فَقَالَ عَلِيُّ أَحْكُمُ بِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّتِهِ رَسُولِهِ وَاجْتِهَادِ بَرَاءِنِي  
 شرح فقہ ابراہیم ص ۲۳۔ علیؑ کا ہاتھ پکڑا کہا کہ ہم تیری بیعت اس شرط پر کرتے  
 ہیں کہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت اور سیرتِ شیعین پر عمل کرنا ہوگا۔ علیؑ نے کہا کہ میں  
 خدا کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت پر تو عمل کر سکتا ہوں مگر سیرتِ شیعین پر ہرگز عمل پیرا  
 نہیں ہوں گا۔ کیوں مسلمان! اگر علیؑ نے ان بزرگوں کی بیعت کی ہوتی اور ان کے پیچھے نمازیں  
 پڑھی ہوتیں۔ ان سے تعلقات اچھے ہوتے تو ہر کوئی تو کہتا اے علیؑ آج تک تو ان کے  
 نقش قدم پر چلتے رہے پھر آج انکار کیا صحابہ کے بھرے مجمع میں علیؑ کا انکار کرنا اس  
 بات کی تین دلیل ہے کہ حیدر گڑ کا ان سے اور ان کے کردار سے کوئی واسطہ نہ تھا اور نہ انکا  
 نہ کر سکتے۔ ان تین حکومتوں کے دور میں حضرت علیؑ نے کوئی عہدہ قبول ہی نہیں کیا یا پھر ان  
 بزرگوں نے حضرت علیؑ کو اپنی سیاست کے خلاف جان کر کوئی عہدہ دینا مناسب ہی نہ سمجھا۔  
 ان دونوں باتوں سے جو بھی تسلیم کر دو گے فریقین کے تعلقات کی قلعی کھل جائے گی۔ صلوات  
 اس کے علاوہ دنیا کی کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت امیر نے ان تینوں میں  
 سے کسی کا جنازہ بھی پڑھا گوارا کیا ہو۔ حالانکہ رسول خدا نے عبد اللہ ابن ابی بن سلول جیسے  
 منافق کا جنازہ پڑھا تھا۔ مگر علیؑ ان کے کسی جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ سنا ابن سعد  
 بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک  
 اور مسجد نبوی کے درمیان حضرت ابوجبر کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اس میں چار کعبیوں کہیں۔  
 تاریخ الخلفاء ص ۸۹۔ اور اسی صغیر پر حضرت عمر سے روایت ہے کہ آپ کو قبر میں حضرت عمر  
 عثمان اور عبدالرحمن بن ابوبکر نے ہی اتارا۔ ناظر بن حضرات خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت  
 علیؑ باوجود مدینہ منورہ میں ہونے کے جنازہ میں کیوں شریک نہیں ہوئے۔ اب حضرت عمر  
 کے جنازے کی بھی سن لو۔ حضرت عمر نے تین دن کے بعد انتقال کیا اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ  
 کے دن مدفون ہوئے نماز جنازہ صہیب نے پڑھائی۔ دیکھو الفاروق ص ۲۸۸۔ اسی الفاروق  
 کے ص ۲۸۸ پر شبلی نعمانی نے فخر سے تحریر کیا ہے کہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے تعلقات

سیرت شیعین کا خاکہ

نماز جنازہ صغیر

قریش کے ساتھ کچھ ایسے دریغ و رنج تھے کہ قریش کسی طرح ان کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے۔ مولانا شبلی کے اس فرمان سے بالکل واضح ہو گیا کہ حضرت امیر علیہ السلام کے تعلقات قریش کے ساتھ اچھے نہ تھے۔ جب انسان یہاں پہنچ جائے تو حدیث رسول کے مطابق حق کا فیصلہ کرنا بالکل آسان ہو جاتا ہے کہ علی کے منافقین کتنے پانی میں تھے۔ اب حضرت عثمان کے بارے میں بھی سن لیں کہ ان کی نمازِ جنازہ کس بزرگ نے پڑھائی تھی۔ تاریخِ اعظم کوئی کے مطابق ۳۳ پر لکھا ہے کہ قتلِ عثمان کا واقعہ جمعہ کے دن سترو ذی الحجہ ۳۳ء کو نمازِ عصر کے وقت ہوا۔ اور تین دن تک عثمان کی لاش کو دفن نہ ہونے دیا ویسے ہی بے حفاظت پڑی رہی اور ایک ٹانگہ ..... عبداللہ بن سودا جو مصریوں میں سے ایک بزرگ شخص تھا یہی کہتا رہا کہ میں اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دوں گا کیوں کہ وہ ..... کیوں کہ یہ بات تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک دن مسجد سے گھر جاتے ہوئے جب کہ بنی امیہ اس کے گھر مارا جا رہے تھے۔

ابوسفیان آیا اور بلال سے بنی امیہ اس بادشاہت کو حاصل کرو۔ بخدا نہ عذاب کوئی شے ہے نہ حساب نہ بہشت نہ دوزخ نہ حشر اور نہ قیامت عثمان نے اس پر حد شروع جاری کرنے اور مار ڈالنے کے عوض مسلمانوں کے خزانہِ عامرہ سے اُسے دو لاکھ دینار دلوائے۔ علامہ جلال الدین تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کی نمازِ جنازہ زبیر نے پڑھائی اور آپ ہی نے ان کو دفن کیا تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱۔

ان تین بزرگوں کے جنازہ میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہم نے شرکت نہیں کی۔ کیا حضرت علی کو طبعی طور سے جنازہ پڑھنے سے نفرت تھی یا کسی صحابی رسول کا جنازہ انہوں نے پڑھا بھی ہے۔ اس ایک واقعہ سے ازبنتہ راز کھل جائے گا۔ سنو اور غور سے سنو۔ زاذان سے مروی ہے کہ جب سلمان کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے پوچھا کیا پھر غسل کون دے گا فرمایا جس نے رسول اللہ کو غسل دیا تھا۔ میں نے کہا آپ مدائن میں ہیں اور وہ مدینہ میں۔ فرمایا ایسا ہی ہو گا۔ جب سلمان کا انتقال ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ امیر المؤمنین تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا۔ اب عبداللہ سلمان کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ

گھر میں داخل ہوئے اور چہرے سے چادر ہٹائی اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ جب نمازِ جنازہ کی تکبیریں کہیں تو ہم نے دو آدمیوں کو آپ کے ساتھ دیکھا۔ ایک جعفر حضرت کے بھائی اور دوسرے حضرت علیہا السلام اور ان دونوں کے ساتھ ستر شتر صفیں ملائکہ کی بتئیں اور ہر صف میں ہزار ہزار ملائکہ تھے۔ مجمع الفضائل جلد ۲ صفحہ ۱۸۳۔  
الجمالس المرصیہ ص ۲۹۷ مدینۃ المعاجز۔

اس واقعہ پر ایک دلچسپ لطیفہ بطور دلیل کے عرض کرتا ہوں۔ ایک روز سبط ابن جوزی نے برسرِ منبر کہا سَلَوْتُ فِي قَبْلِ أَنْ تَفْعَلُ ذُنِي۔ یہ سن کر ایک مومنہ عورت اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے کہا کہ اس بات کا تو جواب دو کہ لوگ کہتے ہیں سلمان نے مدائن میں انتقال کیا اور علیؑ مدینے سے باہر جا رہا ہے اور نمازِ جنازہ پڑھی۔ کیا یہ صحیح ہے، سبط ابن جوزی نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ عورت نے کہا اور عثمان مدینہ میں مرے پڑے رہے۔ ان کی نمازِ جنازہ علیؑ نے نہ پڑھی۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔ اس نے کہا بے شک۔ عورت نے کہا پھر ان دونوں میں ایک سے خطا ضرور ہوئی لیکن تم دونوں کو خلیفہ برحق جانتے ہو۔ یہ سن کر ابن جوزی بہت ہو گیا اور پھر کہنے لگا اے نیک بخت اگر تیرے شوہر نے تجھے اجازت گھر سے باہر نکلنے کی دی ہے تو وہ دیوث ہے۔ خدا کی اس پر لعنت ہو اور اگر تو خود گھر سے باہر نکل آئی ہے تو تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ اس نے کہا حضرت عائشہ گھر سے نکل کر بصرہ گئیں اور جناب امیر سے جنگ کی اس میں تیرا کیا فتویٰ ہے کیا رسول اللہ کا حکم تھا یا بے اذن اس نے ایسا کیا۔ اس کے بعد عورت نے کہا کہ سلونی کے دعوے کرنے والے اتنا تو بتا کہ تیری گڑھی کے پیچ کتے ہیں بے مال پیچدار تھا۔ چکا کر منبر سے گرا اور ہوش اُڑ گئی۔ مصباح الجمالس جلد ۲ صفحہ ۱۸۳۔ میری بھی یہی گزارش ہے کہ اگر ان سے تعلقات اچھے ہوتے تو حضرت امیر ضرور ان کے جنازہ میں شریک ہرتے اور انہیں اس سعادت سے محروم نہ رکھتے۔ صلوات۔

یہی سبط ابن جوزی اور صاحبِ بخاری شریف تحریر فرماتے ہیں کہ عبد اللہ ابن عمر اور سعد بن ابی وقاص نے حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی اور یزید کی بیعت ان دونوں نے کر لی تھی تذکرۃ الخواص ص ۱۹ اب بخاری شریف جلد ۳ ص ۸۸، کن پارٹ ملاحظہ ہو۔ حَدَّثَنَا سَيِّدُنَا

بُنِ حَزْبٍ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَمَّا خَلَعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ  
 يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ جَمَعَ ابْنُ عُمَرَ حَشَمَةَ وَوَلَدَهَا فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِيَوْمِ الْفَيْيَا مَةَ  
 وَإِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هَذَا الرَّجُلَ عَلَى بَيْعِ اللَّهِ وَسَأُولِهِ وَإِنِّي لَأَعْلَمُ عِنْدَ مَا أَعْظَمُ  
 مِنْ أَنْ يُبَايَعَ رَجُلٌ عَلَى بَيْعِ اللَّهِ وَسَأُولِهِ ثُمَّ يُنْصَبُ لَهُ الْقَيْيَالُ وَإِنِّي  
 لَأَعْلَمُ أَحَدًا مِمَّنْ خَلَعَهُ وَلَا يَالِغُ فِي هَذَا إِلاَّ مَرِيضًا كَانَتْ الْفَصِيلُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ  
 سليمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا اور اس نے کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب سے  
 اور اُس نے نافع سے اور نافع نے کہا کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت نسخ  
 کر دی تو ابن عمر نے اپنے ساتھیوں اور بچوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ہر عہد شکنی کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا  
 نصب کیا جائے گا اور ہم اس شخص کی بیعت اللہ اور اس کے رسول کے موافق کر چکے ہیں  
 میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی بے وفائی ہو سکتی ہے کہ ایک شخص کی بیعت خدا اور اس  
 کے رسول کے موافق کی جائے پھر اس سے جگ کی جائے۔ میں نہیں جانتا کہ تم میں سے  
 جو شخص اس کو تختِ خلافت سے معزول کرے گا اور اس کی اطاعت سے روگردانی کرے  
 گا تو ہمارے اور اس کے درمیان جدائی کا پردہ حائل ہوگا۔ یہ ہیں حضرت علی کے ان لوگوں کے تعلقاً  
 جو مذہبِ اہلسنت کے مہر و درتسلیم کئے جاتے ہیں۔

ابن عمر اور بیعت یزید

بنی عامر

اور سنو۔ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اور ابن سعد نے طبقات میں کہا کہ جب حضرت  
 علیؑ شہید ہوئے اور عائشہ کو یہ خبر ملی تو انہوں نے شعر کہے۔ ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے۔  
 اس عورت نے اپنا عصا بیکہ دیا اور اس دور کے مقام پر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں  
 جس طرح مسافر واپس پہنچ کر آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۲۵۔ حضرت  
 عائشہ نے عثمان کے قتل کی خبر سنی تو کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي قَتَلَهُ اُس اللہ کی حمد ہے  
 کہ جس نے اسے قتل کیا۔ اعظم کوئی ص ۲۳۷ اور جب سنا کہ علی خلیفہ ہو گئے تو کہا کاش آسمان  
 زمین پر ٹوٹ پڑتا اور میں یہ دن نزدیکی - اعظم کوئی ص ۲۳۷۔ جاہل ملاں کہتے ہیں کہ آپس کے

تعلقات بہت اچھے تھے مگر محقق اہلسنت فخر سے تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے لئے تو مسلمان خطیبوں میں نازیبا کلمات استعمال کیا کرتے تھے جس کو عمر بن عبدالعزیز نے ۹۹ھ میں بند کرایا تھا۔ امام اعظم ۱۵۴ھ از شبلی نعمانی۔ کیوں مسلمانوں اب بھی کہو گے کہ آپس کے تعلقات نہایت ہی اچھے اور استوار تھے، حضرت عمر نے کتنا صاف کہہ دیا تھا کہ اگر فاطمہ کے گھر میں لوگ جمع ہوتے رہے تو میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ الفاروق ۲۲۵ھ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ عمر کی تیزی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نازک وقت میں حضرت عمر نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتھ جو کارروائیاں کیں ان میں گو بعض بے اعتدالیاں پائی جاتی ہوں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ انہی بے اعتدالیوں نے اٹھتے ہوئے فتنوں کو دبا دیا جنوں کی سازشیں اگر قائم رہتیں تو اسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ الفاروق ۱۵۵ھ میں اہل انصاف سے انصاف کی بھیک مانگتا ہوں کہ وہ غرور کے فیصلہ دیں کہ بنی ہاشم کی سازشیں کیا تھیں اور ان سازشوں کے کرنے والے بنی ہاشم کے پاس درپیش کون تھے تو ان دونوں باتوں کا جواب سوائے اس کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا کہ سازشیں تو بنی ہاشم کی یہ تھیں کہ رسول خدا کا وارث حضرت علیؑ کو ہونا چاہیے اور اس سازش کے رکن اعلیٰ سوائے حضرت علیؑ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ بس نتیجہ نکلا کہ اگر حق علیؑ کے ساتھ ہے، ہاں لیتا ہے تو حضرت علیؑ کے تمام مخالفین ناحق پر تھے اور وہی لوگ قیامت کو خسارے میں ہوں گے صلوات۔ رباعی۔

علیؑ کو دوشِ نبویؐ کا سوار کہتے ہیں رسولِ پاک کا اک بانٹا کہتے ہیں  
عدوِ شہِ نجف پر خدا کی لعنت ہے ہم ایک بار نہیں بے شمار کہتے ہیں  
انس بن مالک کی عداوت سنو: أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَنَسِ قَالَ كَانَ عِنْدَ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ طَيْرٌ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي بَأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ  
لِيَأْكُلَ مِنِّي هَذَا الطَّيْرُ فَبَآؤُا عَلَيَّ فَأَكَلَ مَعَهُ. ترمذی نے ذکر کیا کہ انس رضی اللہ عنہ  
نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا کے پاس ایک بھٹنا ہوا پرندہ آیا تو رسول خدا نے دعا مانگی کہ اے میرے  
اللہ جو بندہ تیری ساری مخلوق سے زیادہ تیرا دوست ہے اسے بھیج تاکہ میرے ساتھ مل کر

اسے کھائے پس علیؑ آئے اور کھایا آپ کے ساتھ تقویتہ الایمان ص ۱۲۱۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۲۶  
 تذکرۃ الخواص ص ۶۰۔ ادھر نبیؐ نے دعا مانگی ادھر علیؑ چلے۔ دروازے پر انس تھے۔ عرض کی  
 یا علیؑ حضورؐ آرام فرما رہے ہیں۔ مولا واپس ہو گئے۔ نبیؐ نے پھر دعا مانگی۔ میرے مولا پھر چلے  
 انس نے پھر عرض کی کہ آرام فرما رہے ہیں۔ جب تیسری بار نبیؐ کی دعا پر آپ تشریف لائے  
 تو نبیؐ نے اندر سے فرمایا انس علیؑ کو کیوں روکتا ہے اسے آنے دے تاکہ میں ان کے ساتھ  
 طیر جینا ہوا کھا سکوں۔ جب حضورؐ نے انس سے دریافت کیا کہ تو نے میرے بھائی علیؑ کو کیوں  
 روکا تو عرض کی یا رسول اللہ میرا جی چاہتا تھا کہ کوئی شخص میری قوم کا آتا تو ہمیں یہ فضیلت نصیب  
 ہوتی جو علیؑ المرتضیٰ کو خدا نے افضل الکائنات ہونے کی عطا فرمائی ہے تو اس حدیث رسولؐ  
 سے بھی ثابت ہوا کہ بعد از محمد مصطفیٰ میرا مولا جبرائیل ساری کائنات سے افضل و اعلیٰ ہیں  
 صلوات۔ علیؑ کا مقابلہ کرنے والا جب دین پر مصیبت آئی تھی تو تم کہاں تھے۔ ارے عمر کے  
 صاحبزادے جن سے آدھا دین روایت ہے وہ یزید کے دسترخوان پر نظر آرہے تھے اور  
 مروان جیسا خبیث انسان طرید رسولؐ مدینہ منورہ کا حکم بن چکا تھا اور حضرت عائشہ کو قتل کیا  
 گیا۔ تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۴۴۔ اکبر سعد بن ابی وقاص کا بیٹا عمر یزید کی طرف سے فوج کا سپہ سالار  
 ہو کر قتل حسینؑ میں سرگرم تھا۔ سعد بن عثمان بن عفان نے یزید کی بیعت معاویہ کی زندگی ہی میں  
 کر لی تھی۔ تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۴۴ اکبر نجیب آبادی اور اُمّ فروہ بنت ابوقحافہ کا بیٹا محمد بن اشعث  
 جناب مسلم کا قاتل یزید کی طرف سے قتل حسینؑ میں حصہ لینے پر فخر کر رہا تھا۔ سوائے بنی ہاشم اور  
 چند اصحاب کے ساری دنیا یزید کی بیعت پر فخر کر رہی تھی۔ یہ دین کی ذلت کی آخری منزل تھی  
 ادھر حسینؑ علی اکبرؑ جیسے جوان بیٹے ہم شکل پہیڑ کو دین کی خاطر قربان کرنے کی نکتہ میں تھے اور  
 محمدؐ کی بیٹیاں دین کی خاطر اپنی چادریں لٹانے کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔

منقول ہے کہ رسولؐ خدا کی وفات کے بعد حضرت امام حسینؑ نانا کی ظاہری زیارت سے  
 محروم ہوئے تو دن رات جلدائی کی وجہ سے نانا کی اداسی چھائی رہتی تھی ایک روز رسولؐ خدا  
 نے خواب میں اس پریشانی کی وجہ دریافت کی تو عرض کی نانا آپ کی زیارت سے محروم ہو  
 گیا ہوں۔ فرمایا بیٹا حسینؑ میں خدا سے دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ تجھے میری شکل کا ایک بیٹا

عطا کرے گا اس کی زیارت میری زیارت ہوگی۔ وہ شکل و صورت۔ رنگ ڈھنگ کردار گفتار میں میرا مشابہ ہوگا۔ بیٹا حسین نکر نہ کر۔ میرے مولائے مبارک ہو کر یہ واقعہ دیکھنے کے لوگوں کو سنا یا کہ جس پر مدینے کے لوگ خصوصاً بنی ہاشم ہم شکل پیغمبر کی ولادت کا انتظار کرنے لگے۔ رونا میں ہے کہ جناب علی اکبر کی ولادت پر سعادت پر جتنی خوشی بنی ہاشم کو ہوئی تھی اتنی خوشی پھر کبھی سیدوں کو نصیب نہ ہو سکی۔ پورے مدینے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور علی اکبر کی شکل و صورت کو دیکھ کر لوگوں نے زیارت رسول اللہ کو تازہ کر لیا۔ مدینے کے ہر امیر عزیز نے مرد عورت نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو علی اکبر کی ولادت کی مبارکبادی پیش کی اور بتی المقدور حضرت امام حسین نے ہر ایک مبارک باد دینے والے کو خوش کیا۔ تمام مدینے کے لوگ اپنی منشا کے مطابق سرفراز ہوئے۔ حضرت کی بہنیں بھی اپنے ویر پڑتویر سے مبارکباد حاصل کر چکیں تو آخر میں حضرت زینب نے حاضر خدمت ہو کر بھائی کو مبارکباد دی۔

مولانا حسین نے ثانی زہرا کو مندر امام پر بٹھلایا اور ادب سے فرمایا بہن زینب اس مولود مسعود کی مبارکبادی کا کیا انعام چاہتی ہو۔ زینب نے کہا ماں جائے میرے ماں کسی شے کی کسی نہیں۔ میں زہرا کی بیٹی اور جعفر طیار کی بہو ہوں۔ مجھے مال و زر کی کوئی ضرورت نہیں حسین مجھے وہ شے عطا کر جو بعد از خدا و رسول مجھے ساری کائنات سے زیادہ پیاری ہے۔ ماں جانے یہ خیال نہ کرنا کہ ہمیشہ کے لئے بلکہ جب اٹھارہ سال کے بعد واپس کروں گی تو ایک جوڑی میری بھی ساتھ آئے گی۔

عزادار و بہن کے ارشادات کو حسین سمجھ گئے اور بہن کو ساتھ لے کر جناب ام لیلیٰ کے پاس تشریف لائے۔ جناب ام لیلیٰ نے جب رسول اللہ کے دونوں بچوں کو دیکھا تو تعلیم کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ زینب نے بڑھ کر بھانج کو سلام کیا۔ ام لیلیٰ نے ادب احترام سے سلام کا جواب عرض کیا۔ حضرت امام حسین نے فرمایا ام لیلیٰ علی اکبر کی پیدائش کی مبارکباد دینے والے ہر فرد کو میں نے راضی کیا ہے۔ صرف بہن زینب کو تو راضی کر۔ جناب ام لیلیٰ نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی بی بی مکرم کرو آپ اکبر کی مبارکبادی میں کینز سے کیا لینا چاہتی ہے۔ آپ پر جناب زینب نے فرمایا بھرجانی از قسم مال و دولت کی کوئی ضرورت نہیں مجھے تو وہ

ٹنٹے دو جرتھیں ساری دنیا سے عزیز ہے مگر گھبرانا نہ جب واپس کروں گی تو ساتھ ایک جڑی اپنی بھی پیشیں کروں گی۔

عزادارو! جناب اُمّ لیلیٰ سمجھ گئیں اور ایک مرتبہ چہرہ حسینؑ پر نگاہ ڈالی۔ دوسری نگاہ علی اکبرؑ کے چہرے پر ڈالی۔ بس اکبرؑ کو اٹھایا اور بی بی زینبؑ کی گود میں ڈال کر ہاتھ جوڑ کر عرض کی بی بی اس سے پیاری چیز میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ جناب زینبؑ نے اکبرؑ کو سینے سے لگایا اور بھائی اور بھرجائی کا ٹھکر ادا کر کے اکبرؑ کو گھر لے آئیں۔ اصحاب الیہین نے ص ۱۲۴ پر تھکر فرمایا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ کی پرورش کے فرائض جناب زینبؑ جلیانے ہی ادا فرمائے تھے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جناب اُمّ لیلیٰ تیری اس فلاکاری پر کائنات تصدق ہو کہ اپنے اکلوتے بیٹے ہم شکل پھیر کو محمدؐ کی بیٹی کے حوالے کر کے ساری زندگی کینز ہی بنی رہی۔

کہتے ہیں کہ جب علی اکبرؑ کی لاش خیمہ میں لائی گئی تو تمام بیبیوں نے دنا شروع کیا۔ کوئی بیبی کہتی تھی ماٹے میری قسمت۔ کوئی کہتی تھی ماٹے میرا اور۔ کوئی بی بی کہتی تھی ماٹے میری اٹھارہ سال کی کمائی۔ کوئی بی بی کہتی تھی ماٹے ہم شکل پھیر۔ اس وقت حضرت اُمّ لیلیٰ نے جناب زینبؑ کو ہاتھ جوڑ کر عرض کی بی بی اکبرؑ جا رہا ہے۔ رسولؐ کی بیٹی اگر اجازت ہو تو آج بیٹا کہہ لوں۔ کہتے ہیں کہ حضرت زینبؑ نے فرمایا بھرجائی بیٹا ضرور کہو۔ میں نے تو کبھی منع نہیں کیا۔ تیرا ہی تو بیٹا ہے۔ بس اُمّ لیلیٰ علی اکبرؑ کی لاش کے قریب آئی اور گر پڑی۔ تین بار فرمایا تاکہ میرا بیٹا۔ میرا بیٹا۔ ماٹے میرا بیٹا۔ کہتے ہیں کہ علی اکبرؑ نے دم توڑتے ہوئے عرض کی بابا مجھے بیٹا کہہ کر کون بی بی رو رہی ہے۔ فرمایا علی اکبرؑ تیری ماں اُمّ لیلیٰ ہے۔ عرض کی بابا اجازت مل گئی۔ فرمایا ماں بیٹا مل گئی۔ عرض کی بابا مجھے بھی اجازت دو کہ میں بھی آج ماں کہہ لوں۔ فرمایا بیٹا ہمیشہ سے اجازت ہے۔

عزادارو! علی اکبرؑ کا ایک ہاتھ سینے پر دوسرا ماں کے گلے میں ڈالا اور تین مرتبہ فرمایا ماٹے میری مظلومہ ماں۔ ماٹے میری بے کس ماں۔ ماٹے میری پردہین ماں۔ یہ تھی اُمّ لیلیٰ اور اکبرؑ کی داستانِ غم جو بیان ہوئی ہے۔ اب تدریس و وضاحت کرتا ہوں۔

منقول ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ نے نانے کی زیارت کے مشاقق ہوئے تو

علی اکبرؑ کو دیکھتے اور جب ماں زہراؑ کی زیارت کی تمنا ہوتی تو جنابِ ناطقہ صغریٰ کی زیارت کرتے جب کبھی حضرت امیرؑ کی زیارت کا شوق ہوتا تو اپنے بھائی حضرت عباسؑ کو دیکھتے اور جب کبھی امام حسینؑ کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تو جنابِ تاسم کو گلے لگائیتے۔ جب علی اکبرؑ مدینہ کی گلیوں سے گزرتے تو لوگ مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر آپ کی زیارت کر کے غم کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی اکبرؑ امام حسینؑ علیہ السلام کے لئے مرکزِ زیارت رسولؐ تھے۔ ایک مرتبہ بیچنے میں جنابِ علی اکبرؑ نے باپ سے انگور مانگے حالانکہ انگوروں کا موسم نہ تھا مگر بچے کی طلب کو مدنظر رکھتے ہوئے امام حسینؑ نے ایک ستون کی طرف اشارہ کیا اور ایک گچھا انگوروں کا حاصل کر کے بیٹے کے حوالے کر دیا۔ اصحابِ الیمین ۱۲۳۔ سعادۃ الدارین ۲۶۲

میدانِ کربلا میں یہی جہاں بیٹا بڑھے باپ سے مرنے کی اجازت طلب کر رہا ہے جسین کی نگاہ پر ہی تو سر سے پاؤں تک علی اکبرؑ کو ایک بار دیکھا اور بارگاہِ قدرت میں عرض کی۔ اَللّٰهُمَّ اَشْهَدُ عَلٰی هٰؤُلَاءِ الْفُتُوْمِ اَنَّهٗ قَدْ بَرَّرَ اَلَيْهِمُ فَاَدُمُ اَشْبَهُ النَّاسِ خُلُقًا وَخُلُقًا وَمَنْطِقًا بِرَسُوْلِكَ رَكْنًا اِذَا اُسْتَفْتٰ اِلٰی لِقَائِ تَبِيَّتِكَ نَطْرًا نَا اَلَيْهٖ۔

اے پروردگار اس قوم پر گواہ رہنا کہ اب ان کی جانب وہ شہزادہ جا رہا ہے جو صورتِ سیرت و کردار و گفتار میں تیرے رسولؐ کے مشابہ ہے اور ہم جب تیرے نبی کی زیارت کی خواہش کرتے تھے تو اس کو دیکھ کر مطمئن ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد امامؑ نے ابنِ سعد کو طلب ہو کر فرمایا ملعون! خدا تیرے رحم و کرم کو قطع کرے جس طرح تو نے میرے رحم کو قطع کیا ہے اس کے بعد فرمایا بیٹا علی اکبرؑ جاؤ اور اہلِ حرم سے وداع کر کے آؤ۔ حکمِ امامؑ پاتے ہی علی اکبرؑ خیمِ اہلبیتؑ میں تشریف لائے اور سیدانہوں کو آخری وداع فرمایا جس طرح آلِ محمدؑ کی ستورا سے علی اکبرؑ وداع ہوئے وہ خیم کی باتیں ہیں۔ خدا جانے پھوپھی اماں اور بہنوں اور ماؤں نے کس طرح اجازت دی ہوگی۔

علی اکبرؑ ابھی سیدانہوں سے وداع نہیں ہوئے تھے کہ جنابِ فضیلت نے عرض کی زہراؑ آپ کے بیمار بھائی نے آپ کو یاد کیا ہے۔ اس سے ملے بغیر نہ جانا۔ یہ سن کر بیبیوں کے ساتھ علی اکبرؑ بیمار کربلا کے خیمے میں آئے دیکھا کہ کمزوری سے آپ میں اٹھنے کی طاقت نہیں ہے۔

بیمار بھائی سے لپٹ کر زار زار رونے لگے۔ اس کے بعد حضرت سجادؑ نے پوچھا اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔ فرمایا دشمنوں سے جنگ کر کے شہید ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے فرمایا بھئی! چچا عیاش کہاں ہیں۔ قاسم و عون و محمد کہاں ہیں۔ بابا کے انصار کہاں گئے۔ یہ سن کر علی اکبرؑ نے فرمایا۔ سارے راہی جنت ہوئے۔ اب ہمارے باپ کا کوئی مددگار باقی نہیں ہے۔ یہ سن کر بیمار کر بلا تڑپ گئے اور آواز دے کر فرمایا چھو بھی اماں! میری تلوار مجھے دو۔ سجاد نہایت ہی کمزور تھے۔ نقاہت کی وجہ سے اٹھ نہ سکے۔ علی اکبرؑ نے عرض کی چھو بھی اماں سجاد کو روکو، زمانہ حجت خدا سے خالی نہ ہو جائے۔

عزادار و اجاب زینبؑ نے سجاد کے گلے میں باہیں ڈالیں اور رو کر فرمایا سجاد بیٹا ہمیں مدینے کون پہنچائے گا۔ بیٹا ہمارے ساتھ کوفہ و شام کے سفر کون کرے گا۔ مصباح المباسط جلد ۱۵۴ روایت میں ہے کہ علی اکبرؑ کے وداع کے وقت خیمہ کا پردہ تین مرتبہ اٹھا اور گرا۔ ممکن ہے کہ شہزادیاں بار بار دامن پکڑتی ہوں کہ علی اکبرؑ کس کے سہارے ہمیں چھوڑے جاتے ہو۔ خدا کی ذات ہی بہتر جانتی ہے کہ کس طرح محمد مصطفیٰ کی سیڑیوں نے علی اکبرؑ کو وداع کیا۔

المختصر علی اکبرؑ خیام سے وداع ہو کر باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے امام نے دریافت فرمایا تم نے چھو پھوپھوں اور اپنی ماؤں بہنوں سے اجازت لے لی۔ عرض کی ماں بابا جان اجازت لے آیا ہوں۔ کہنا بیٹا میری ماں سے یہی اجازت ہو گئی۔ عرض کی بابا آپ کی ماں یہاں کہاں ہیں آپ کی ماں تو جنت البقیع میں ہے۔ فرمایا بیٹا میری ماں فقہ جرمیہ میں موجود ہے۔ عزادار! جب فضہ نے یہ سنا تو بڑھ کر عرص کی فرزند رسولؐ آج تو ماں نہ کہہوا شقیاء سنیں گے تو کہیں گے زہراؑ خیام میں آگئی ہے۔ اس کے بعد امام نے علی اکبرؑ کو خود تیار کیا۔ اپنے ہاتھوں سے زہر پہنائی۔ خود سر پر رکھا۔ حضرت علیؑ کا کر بند کر میں باندھا اور جناب رسولؐ کے خصوصی رہوار عقاب پر سوار کیا۔ اور پھر ایک مرتبہ سر سے پاؤں تک مایوسانہ نگاہ ڈالی اور رو دینے کتاب لہرون کے الفاظ ہیں ثُمَّ نَظَرَ الْاَيْلُوَ نَظَرَ آدِسٍ مِنْهُ وَ اَرْضَى عَلَيْنَہِہِ روایت میں ہے کہ جب علی اکبرؑ چلے تو حسینؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور باوا زبند رو نا شروع کیا۔ اس سے پہلے جناب امام حسینؑ بلند آواز سے نہیں روئے تھے۔ بس علی اکبرؑ

نے میدان کارزار میں پہنچ کر صولتِ حیدری کا وہ مظاہرہ کیا کہ ہر طرف سے الامان الامان الخذر الخذر کی صدا نہیں بلند ہوئی۔ قوتِ یدِ الہی کے جو سر دیکھ کر اشیقہ نے فرار اختیار کیا۔ علی اکبر نے پہلے حملے میں ایک صد بس اشیقہ کو واصلِ جہنم کیا۔ اس کے بعد باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی فَهَلْ اِلَى شَرِّ بَتِهَ تَيْنِ الْمَاءِ سَبِيْلٌ۔ عواد رو! مظلوم امام نے فرمایا اے میری قسمت اے میری قسمت کہا یٰبُنْتِیْ هَاتِي لِسَانَكَ۔ بیٹیا اپنی زبان میرے منہ میں ڈال۔ عواد رو! علی اکبر نے اپنی زبان فوراً منہ سے نکال کر عرض کی يَا بِنْتَاهُ اَنْتِ اَشْدُّ عَطْشًا۔ بابا آپ تو مجھ سے بھی زیادہ پیاسے ہیں۔ امام نے فرمایا بیٹیا تھوڑی دیر کے بعد تجھے تیرے جد امجد حاکم کوثر سے سیراب کریں گے۔ اس کے بعد علی اکبر پھر میدان کی طرف آئے اور شیرِ غضب ناک کی طرح حملہ کیا اور اسی ملعونوں کو دارالبوار میں پہنچایا۔

روضتہ الصفا میں ہے کہ علی اکبر نے پلے در پلے بارہ حملے کئے اور اپنے جد حیدر کراڑ کی طرح کشتوں کے پتے لگا دیئے۔ عواد رو! مرہ بن منقذ عبدی ملعون نے کہیں گاہ سے نکل کر پشت کی طرف سے شہزادے پر تلوار کا وار کیا جس سے علی اکبر کا سر شگافہ ہو گیا۔ آپ نے گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور آواز دی يَا بِنْتَاهُ عَلَيْنِكَ يَتِي السَّلَامُ۔ بابا میرا آخری سلام قبول ہو۔ اس آواز کو سن کر امام نے فرمایا یٰبُنْتِیْ عَلَي الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعُقَادُ۔ بیٹیا تیرے بعد زندگانی دنیا پر بھی خاک۔ لہو ف کے صدمہ میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ سے پہلے حضرت زینبؑ، اکبرؑ کی لاش پر پہنچ گئی۔ جب مظلوم امام جو ان بیٹے کی لاش پر پہنچے تو ایک مستور کو دیکھا۔ مولانا دریافت فرمایا بی بی تو کون ہے۔ فرمایا حسینؑ! میں تیری دکھیا بہن زینبؑ ہوں۔

عواد رو! حسینؑ کو بیٹے کی موت بھول گئی اور زینبؑ سے فرمایا مان جاہلی میری زندگی میں کیوں باہر آگئی۔ علماء نے لکھا ہے کہ جناب زینبؑ جانتی تھی کہ اگر حسینؑ جو ان بیٹے کی لاش کو اس حالت میں دیکھے گا تو حسینؑ کی روح پرواز کر جائے گی۔ اس لئے بی بی زینبؑ نے درمیان میں اپنا پردہ حائل کر دیا تاکہ حسینؑ کی توہم میرے پردے کی طرف ہو جائے اور میرے ویر کی جان بچ جائے۔ میں کہتا ہوں بی بی تو نے ہر ممکن کوشش کی مگر تیرا حسینؑ نہ بچ سکا۔

اور دشمنوں نے پیا سا شہید کر دیا۔ المختصر معلوم امام جناب زینب کو خمیہ میں پہنچا کر بیٹے کی لاش پر آئے اور بیٹے کے سر کو گود میں لیا۔ گرم گرم آنسو جو چہرہ علی اکبر پر گرے تو علی اکبر نے آنکھیں کھول دیں۔ اور باپ کی آخری زیارت کی اور کہا بابا دیکھو میرے جد احمد مجتبیٰ اور حیدر کراڑ میری جدہ جناب زینب تشریف فرما ہیں اور مجھے سیراب کر چکے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں کہ جلدی تشریف لائیں۔ اصحاب الیمین ص ۱۲۷۔ لکھا ہے کہ علی اکبر نے عرض کی کہ بابا اگر ممکن ہو تو ایک مرتبہ ناظمہ صغریٰ سے تولا دیں۔ آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان سے دیکھنے کو فرمایا بیٹا دیکھو علی اکبر نے دیکھ کر کہا بابا لامثنیٰ گھروں میں ناظمہ نظر نہیں آئی۔ کہا نانے کے روضے پر نگاہ کرو۔ عرض کی بابا نانے کے روضہ پر بھی صغریٰ نظر نہیں آئی۔ فرمایا بیٹا جہاں ناظمہ صغریٰ سے آخری وداع کیا تھا وہاں دیکھو۔ اب جو دیکھا تو تڑپ کر کہا بابا۔ میری بہن میرے نقش پا کو دیکھ کر رو رہی ہے۔ بس اکبر کے منہ سے نکلا ماشے صغریٰ اور دم توڑ دیا۔

عزادار و اکبر کی لاش کو حسین اٹھاتے تھے اور پھر رکھ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ فرات کی طرف منہ کر کے فرمایا! عباس میں بوڑھا ہوں۔ علی اکبر جران ہے۔ ا مجھے لاش اٹھانے میں مدد سے۔ عزادار و خمیہ سے نضہ نکلی اور امام کی مدد کی۔ حقیقت یہ ہے کہ علی اکبر کی شہادت کے بعد کربلا کی جنگ ختم ہو گئی۔ اَوَّلُ لَعْنَةِ اللّٰهِ عَلَى الْفٰرِسِيِّیْنَ۔

## چودھویں مجلس

جبنا کتاب اللہ کی ترمید، حدیثِ ثقلین کے نکات، قضیہ فدک پر بحث  
حُبِّ علی علیہ السلام، ام البنین کی تزویج، قمر بنی ہاشم کی فانا اور شہادت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَا دَرَّ بَاطِلٌ اَلَّا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی يُحْكَمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ لَمَّا لَا یُحَدِّثُوْا فِیْ  
اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَعْنَتَ وَیُسْتَلْمُوْا اَسْنِدَهُمَا۔ پارہ ۵، رکوع ۶۔ تیسرے رب کی قسم ہرگز  
مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ تجھے حاکم تسلیم نہ کریں اپنے معاملات میں اور تیسرے فیصلہ کے بعد  
ان کے دل میں ہرگز تنگی نہ ہو بلکہ تسلیم کریں جیسے تسلیم کرنے کا حق ہے۔

دین کا کام ہو یا دنیا کا، ہر دو کاموں کو کرنے اور نظام کو درست طور پر باقی رکھنے کے لئے دو  
چیزوں کی اشد ضرورت ہو کرتی ہے۔ ایک قانون اور دوسرا قانون کو جاری کرنے والا۔ اگر  
قانون کتابی شکل میں موجود ہو۔ اور چلانے والا قانون سے جاہل تو نظام برقرار نہیں رہے گا۔ مثال  
کے طور پر اگر مکتب میں ابتدا سے لیکر انتہا تک کی کتابوں کے انبار لگا دیئے جائیں اور بچوں  
کو پڑھانے والا مدرس نہ ہو تو پچاسے بچے چالیس سال سکول میں بلا ناغہ جاتے رہیں کیا عالم بن  
جائیں گے۔ ہرگز نہیں۔ کیوں کہ کتاب بولتی نہیں اور پڑھانے والا موجود نہیں ہے۔ مسلمانوں  
صرف کتاب ہی کافی نہیں بلکہ کتاب کے عالم کی بھی اشد ضرورت ہے۔ جو کہے کہ کتاب  
کافی ہے اور اس کے عالم اور وارث کی ضرورت نہیں تو وہ صرف جاہل ہی نہیں بلکہ ابوجہل  
ہے۔

دوسری مثال سنو! اگر کوئی سرسبز حکومت کو مشورہ دے کہ جو بڑے شہروں کے چوراہوں

پر سہا ہی متعین ہیں ان کو ہٹا کر وہاں ایک قانون کی کتاب رکھ دینی چاہیے۔ قانون کو کتاب سے پڑھ کر لوگ خود بخود گزرتے جایا کریں گے۔ اس طرح حکومت کو ہزاروں روپیہ ماہوار کی بچت ہوگی۔ بتاؤ یہ حکومت کا خیر خواہ مشیر ہے یا فسادی انسان ہے۔ فسادی تو چاہتا ہی یہ ہے کہ بے شک کتاب ہو مگر کتاب والا نہ ہو۔ ورنہ سزا تجویز کرے گا۔ مسلمان! جب ہادی کے بغیر سورج کی صنیاہیں بھی چر راستہ طے نہیں ہو سکتا تو ہادی کے بغیر دین کے تہتر راستے کس طرح طے کر لو گے۔

تیسری مثال بھی سن لو اگر کوئی اسبل میں یہ بل پاس کرانے کی کوشش کرے کہ عدالت کے کرے میں صرف قانون کی کتاب رکھ دینی چاہیے۔ قانون نافذ کرنے والے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس کتاب کافی ہے ملزم خود بخود عدالت کے کرے میں داخل ہو کر کتاب کو پڑھ کر اپنی سزا تجویز کر لیا کریں گے۔ کیوں کہ کتاب میں تو لکھا ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹ دو۔ زنا کرنے والے کو سنگسار کر دو۔ شراب پینے والے کو آستی کوڑے مارو۔ بس کتاب کافی ہے کتاب والے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے مشیر کو عقلمند کیا کہیں گے کہ حکومت کالاکھوں روپیہ بچانا چاہتا ہے ہرگز نہیں بلکہ دنیا صاف کہے گی کہ اس پاگل سے پوچھو کہ اگر چور کو یقین ہوتا کہ اس فعل کے بعد میرے ہاتھ ضرور کاٹ جائیں گے تو چوری ہی کیوں کرتا۔ ارے کتاب کسی کو کیا سزا دے گی یہ تو خود چوری ہو جاتی ہے۔ بس چوروں کی تمنا ہی یہ ہو ا کرتی ہے کہ بے شک کتاب ہو مگر کتاب کا عالم دوارث و مالک نہ ہو ورنہ ہماری خیر نہیں ہے۔

مگر دنیا کے خیر خواہ اور قانون فطرت کے پاسان و محافظ کتاب اور کتاب والے دونوں کا اعلان فرمایا کریں گے۔ صلوات۔

قرآن مجید نے ان لوگوں کا ذکر تفصیل سے کیا ہے جو کہتے ہیں کہ صرف کتاب ہی کافی ہے۔ سنو۔

يَسْئَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنزِلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهَنَّمَ ۖ فَأَخَذْتَهُمُ الصَّعِقَةَ يُظَلِّمِهِمْ

پارہ ۶ ع ۱۷۱ میرے حبیب یہودی سوال کرتے ہیں تجھ سے کہ نازل ہواں پر ایک کتاب آسمان سے پس تحقیق سوال کیا تھا انہوں نے موسیٰ سے اس سے بھی بڑا کہنے لگے کہ دکھاؤ

ہم کو اللہ کا ہر بظاہر پس پکڑا ان کو بجلی نے بسبب ظلم ان کے اس فرمانِ خداوندی سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ یہودی کہا کرتے ہیں کہ صرف کتاب کافی ہے۔ کتاب کے وارث کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرا یہودی کا ایمان ہے کہ خدا دیکھا جاسکتا ہے۔ قدرت کے نزدیک اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے یہودی عذاب کے مستحق ہوا کرتے ہیں۔ صلوات مسلمانوں کا مستفتر فیصلہ ہے کہ بنی اکرم صلعم نے بھی یہی فرمایا کہ میں ایک کتاب اور دوسرا مفسر کتاب چھوڑے جاتا ہوں جس کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔ آخر وقت میں ارشاد ہے کہ **إِنِّي تَارِكٌ** میں چھوڑے جاتا ہوں۔ **إِنِّي تَارِكٌ** کا جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور نے آخر وقت میں فرمایا مثلاً اگر میں نے یہاں سے ایک سال کے بعد جانا ہوا اور آج کہہ دوں کہ میں دوکتا ہوں چھوڑے جاتا ہوں۔ تو ہر آدمی کہہ سکتا ہے کہ کیا مولانا آپ آج ہی جا رہے ہیں۔ جاتے ہوئے ہی یہ جملہ کہا جاتا ہے نہ کہ تیام کے دنوں میں ثابت ہو گیا کہ یہ رسول اللہ کی آخری حدیث ہے اور اس بات پر ہمیشہ غور رہے کہ عدالت کا آخری فیصلہ ہی ناطق ہوا کرتا ہے۔ سو یہ عدالتِ الہیہ کا آخری فیصلہ ہے اس کے بعد کوئی نبی تشریف نہیں لائے گا اور حجِ توحید اپنا آخری فیصلہ سنا رہا ہے کہ بس گڑھی سے تو صرف دو چیزیں ہی بچا سکتی ہیں۔ سونڈانے اپنی زندگی میں مختلف مقامات پر ان دونوں چیزوں کا تعارف کرایا اور آخر وقت میں حتیٰ فیصلہ سنا دیا **إِنِّي تَارِكٌ فَبِكُمْ أَلُوَسَلِّتِينَ** لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم دونوں وسیلوں کو نہیں سمجھ سکے۔ آپ نے فرمایا۔ **إِنِّي تَارِكٌ فَبِكُمْ أَلُوَسَلِّتِينَ**۔ اس پر بھی لوگوں نے عرض کی کہ مولانا ہم دونوں امور کو نہیں سمجھ سکے۔ ذرہ و ضاحت فرمادیں۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا **إِنِّي تَارِكٌ فَبِكُمْ أَلُوَسَلِّتِينَ** میں تم میں دو حکم چھوڑے جاتا ہوں۔ عرض کی یا رسول اللہ ہم دونوں حکموں کو بھی نہیں سمجھ سکے۔ تفصیل سے فرمادیں۔ بنی اکرم نے فرمایا۔ **إِنِّي تَارِكٌ فَبِكُمْ أَلُوَسَلِّتِينَ** میں تم میں دو وارث چھوڑے جاتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں تو وضاحت کی ضرورت ہے ذرہ تشریح کر کے سمجھا دیں فرمایا **إِنِّي تَارِكٌ فَبِكُمْ أَلُوَسَلِّتِينَ** میں تم میں دو عظیم چھوڑے جاتا ہوں۔ عرض کی مولانا ان کی حقیقت سے آگاہ فرمادیں۔ فرمایا **إِنِّي تَارِكٌ فَبِكُمْ أَلُوَسَلِّتِينَ**

میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ سے جا رہا ہوں۔ اس پر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صاف صاف ان کا تعارف کرائیں۔ تو پھر فرمایا سنو۔ كِتَابِ اللّٰهِ وَعِزَّتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ مَا اِنَّ تَمَسَّكَتُمْ بِمِهْمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَبَدًا وَاِنَّهٗمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَبْرَدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ

یٰٰنَابِیْعِ الْمَوْدُۃِ ص ۲۷ مکملہ شریف جلد ۳ ص ۲۷۱ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میری عزت اہلبیت۔ اگر تم نے ان سے تمسک کیا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ آپس میں سے ہرگز جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ دونوں حوض کوثر پہنچے آئیں گی۔

اہل انصاف سے میری گزارش ہے کہ اگر محمد مصطفیٰ کا ترک نہ تھا تو کیوں فرمایا کہ میں تارک ہوں۔ اس سے تارک ہوتا ہی وہ ہے کہ جن کا ترک ہو۔ ہر رحلت کرنے والا دو قسم کا ترکہ چھوڑتا ہے۔ ایک صامت دوسرا ناطق یعنی ایک ورثہ دوسرے وارث تو ورثہ کے وارث ہی ہاں کہ ہو کرتے ہیں۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ تزجہ سے سببیں کہ ناطق نے دعویٰ کیا کہ میں محمد کا وارث ہوں صامت نے بڑھ گھر گواہی دے دی يُؤْصِيْكُمْ اللّٰهُ فِيْ اٰزْوَاجِكُمْ لِذٰلِكَ مِثْلُ حَقِّ الْمَرْثِ پاره ۴ رکوع ۱۲۔ وصیت کرتا ہے تم کو اللہ بیچ اولاد تمہاری کے واسطے مرد کے ہے۔ مانند دو حصہ عورتوں کے۔ کیوں مسلمان قرآن مجید کی گواہی ہے کہ عورت کا حصہ مرد کے ساتھ نصف ہوا کرتا ہے۔ وہ کونسی آیت ہے جس میں لکھا ہے کہ محمد کی لڑکی کا کوئی حصہ باپ کے مال میں نہیں بلکہ محمد کے سسرال کا حق ہے۔ چلو قرآن میں نہ سہی حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ تک کسی نبی کا واقعہ دکھلا دو کہ کسی نبی نے انتقال کیا ہو اور اس کے گھر کی تمام اشیاء اس کے سسرال اٹھا کر لے گئے ہوں اور اس نبی کے بیٹوں کو باپ کے ترکہ سے محروم ہونا پڑا ہو۔ چلو کوئی مومن ہی کوئی دکھلا دو کہ اس کے مرنے کے بعد اولاد کسی شریعت میں وارث نہ ہو سکے اور سسرال داماد کے ترکہ کے وارث بن جائیں۔ ہاں اگر مسلمان نہ ملے تو ہندو سکھ۔ عیسائی۔ یہودی۔ بلکہ دہریوں میں ہی کوئی واقعہ دکھلا دو کہ اولاد باپ کے ترکہ سے محروم ہوئی ہو اور سسرال داماد کے وارث ہوا کرتے ہوں ہاں اگر ساری کائنات میں یہ صرف محمد مصطفیٰ کے لئے ہی ہے تو قرآن کا دعویٰ ہے لَوْ رَحَّبْتُ لَوْ لَا يٰۤاٰیِسِ الْاٰلِ فِيْ كِتٰبِ مُّبٰیْنِ پاره ۷ ص ۱۳۰ کتاب میں ہر خشک وتر کا ذکر ہو

وارث اہل بیت

اس قرآن سے وہ آیت پڑھو جس میں قدرت نے اعلان فرمایا ہو کہ میرے حبیب آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بچے نہیں بلکہ سراسر آپ کے ترکہ کے وارث ہوں گے۔ ہرگز نہیں دھلا سکو گے۔ عام ملاں کہتے ہیں کہ جناب بتول نے مذک کے نسلنے پر ابوبکر غرضناک نہیں ہوئیں۔ ہیں بخاری شریف سے پوری حدیث جو ابوبکر نے جناب سیدہ کو سنا تھی پیش کرتا ہوں۔ سنو۔ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقَسِّمَ لَهَا مِيرَاثَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُورَثُ مَا تَرَكَنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبْتُ فَاطِمَةَ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرْتُ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَنْزِلْ مَعَهَا جَرَسَةً حَتَّى تُوَفِّيَتْ وَعَا شْتُ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُدٍ۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۶۱۔ ترجمہ پر غور ہو۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ رسول اللہ کی رحلت کے بعد جناب فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے سوال کیا کہ رسالت کے ترکہ میں سے جو اللہ تعالیٰ نے سرور عالم کو بطور نے عنایت فرمایا تھا ان کا وارثی حصہ ان کو دے دیں تو ابوبکر نے ان کو جواب دیا کہ رسول اللہ فرما گئے ہیں کہ ہمارے مال میں عمل میراث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔ اس پر جناب فاطمہ غضبناک ہوئیں اور اپنی وفات تک ابوبکر سے گفتگو نہ کی اور رسالت مآب کی وفات کے بعد آپ چھ مہینے زندہ رہیں۔

یہ تفسیر مذک کی داستان ہے خدا جانے ان بزرگوں کا کیا حشر ہوگا جنہوں نے بتول کو رنج پہنچایا ہے۔ ایک حدیث اور بھی سن لیں۔ وَعَنِ الْمُسَوِّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقَسِّمَ لَهَا مِيرَاثَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُورَثُ مَا تَرَكَنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبْتُ فَاطِمَةَ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرْتُ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَنْزِلْ مَعَهَا جَرَسَةً حَتَّى تُوَفِّيَتْ وَعَا شْتُ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُدٍ۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۶۱۔ ترجمہ پر غور ہو۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ رسول اللہ کی رحلت کے بعد جناب فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے سوال کیا کہ رسالت کے ترکہ میں سے جو اللہ تعالیٰ نے سرور عالم کو بطور نے عنایت فرمایا تھا ان کا وارثی حصہ ان کو دے دیں تو ابوبکر نے ان کو جواب دیا کہ رسول اللہ فرما گئے ہیں کہ ہمارے مال میں عمل میراث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔ اس پر جناب فاطمہ غضبناک ہوئیں اور اپنی وفات تک ابوبکر سے گفتگو نہ کی اور رسالت مآب کی وفات کے بعد آپ چھ مہینے زندہ رہیں۔

نے مجھے رنج پہنایا۔ حدیثِ رسولؐ سے ثابت ہوا کہ بتولؑ کا غضب نبی اکرمؐ کا غضب ہے، متدس۔

وہ کیسے مسلمان تھے تعجب کا ہے مقام کا فر بھی لینا ہے تو کراہت سے ان کا نام حق چھینا حق والوں سے کتنے ہونے بدنام دیکھیں گے اب جو بھلے گی تلوار انتقام

لگ جائے گا پشہ شانِ رسولؐ کا

منبر پر بیٹھنا اور ہٹانا بتولؑ کا

ملاں لوگ کہتے ہیں کہ رسولؐ نے بتولؑ کو ندک کا ہبہ نامہ لکھ کر نہیں دیا تھا۔ میں پوری تحریر معہ حوالہ پیش خدمت کرتا ہوں۔ بسوئے ندک حضرت رسالتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المؤمنین علیؑ رضی اللہ عنہ فرستادہ و مصالحتہ بدست امیر رضی اللہ عنہ واقع شد برآں پنج کہ امیر قصد فرخن ایشان نمکند و حوائط خاص ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشند جبرئیل علیہ السلام نزد آمدہ گفت کہ حق تعالیٰ بفرماید کہ حق خویشان بدو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ خویشان من کیستند و حق ایشان چیست جبرئیل علیہ السلام گفت کہ فاطمہ است حوائط ندک را بادوہ و آنچه از خدا و رسولؐ است در ندک ہمہ بادوہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ را بخاند و برائے او حجتی نوشتند و ان وثیقہ بود باو بعد از وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ آورده این کتاب رسولؐ است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ برائے من و حق و حسینؑ نوشتہ است۔ معارج النبوة رکن چہارم ص ۲۲۶ تاریخ حبیب السیر جلد ۱ و سوم ص ۱۵۰۔ یہ ہے عبارت جس کو شیعہ حضرات پیش کرتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ نے ہبہ لکھ کر دے دیا تھا۔ اس نوشتہ رسولؐ کی جو مسلمانوں نے، قدر و عزت کی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ بتولؑ پہلو پر ہاتھ رکھ کر اس دنیا و دانی سے کوچ کر گئی۔

میں اصل عبارت نقل کرنا ہوں کہ اس وثیقہ رسولؐ کا کیا حشر ہوا۔ چنانچہ علی بن بران الرقی حلبی شافعی اپنی کتاب انسان العیون فی سیرت الایمن المامون المعروف سیرت جلیبہ جلد ۳ ص ۲۰۰ ناقلًا عن سبط ابن جوزی ان الفاظ کے ساتھ تحریر کرتا ہے کہ فی کلام سبط ابن العبدی رتہ کتب لہا یفدک و دخل علیہ عمر فقال ما هذا فقال کتاب کتبتہ لفاطمہ

بَيْنَ اثْنَيْهَا مِنْ أَبِيهَا فَقَالَ مِمَّا ذَاتُ تَمَنُّقٍ عَلَى الْمُتَمَلِّينَ وَقَدْ حَارَ بَنَاتُ الْعَصْرِ بِنَاكُمْ  
تَرَى ثُمَّ أَخَذَ عَمْرُؤُ الْكُتَيْبَ فَشَقَّهُ . سبط ابن جرزی کے کلام میں ہے کہ ابو بکر نے وثیقہ  
فدک کا لکھا مگر اتنے میں عمر آگے اور پوچھا یہ کیا ہے . ابو بکر بولے میں نے فدک فاطمہ کو لکھ دیا  
ہے . عمر بولے تو پھر تم مسلمانوں پر خرچ کیا کرو گے حالانکہ عرب تیرے ساتھ جنگ کرنے کو تیار  
ہیں . پھر عمر نے وہ وثیقہ لے لیا اور چاک کر دیا یعنی پھاڑ ڈالا .

بحوالہ ترمذی فدک نکل . اب مسلمان فیصلہ کریں کہ اس وثیقہ کو پھاڑنے والے بزرگ نے  
بتول کو ناراض کیا کہ نہیں اور اگر بتول کو ناراض کیا ہے تو حدیث رسولؐ کو ذہن میں جگہ دو .  
جس نے بتول کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا . بس بتول کے غضب ناک ہونے سے محمد  
مصطفیٰ غضب ناک ہو گئے تو نتیجہ کیا نکلا . یہی تو نتیجہ برآمد ہوا کہ انہوں نے رسولؐ کے فیصلہ  
کا احترام نہیں کیا . اب وہی آیت دوبارہ پڑھ لو کہ خدا کی قسم کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک  
کہ آپ کے حکم کو ایسا تسلیم نہ کرے جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے . صلوات .

اب آخری فیصلہ بھی سن لو . صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ میں ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ فدک کے بارے  
میں ابو بکر سے رنجیدہ خاطر ہو گئیں . راوی کہتا ہے کہ جناب زہراؑ نے ابی بکر سے قطع تعلق کر لیا  
اور مرتے دم تک ابو بکر سے کلام نہ کیا . حالانکہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ  
ماہ تک زندہ رہیں . پس جب سیدہ فرت ہوئیں تو ان کو ان کے شوہر جناب علی ابن ابی طالب  
نے رات کے وقت دفن کیا اور اس جنازے کی اطلاع حضرت علیؑ نے ابو بکر کو نہ دی بلکہ بنت  
رسولؐ پر خود نماز جنازہ پڑھی . ماخوذ نکت النہایۃ ۲۸۹ اور بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۹ مصرع یہ الفاظ  
ہیں . فَلَمَّا تَوَفَّيْتُمْ وَنَهَارُ رُجُوعِهَا عَلَيَّ لَيْلًا وَ لَمْ يُؤْذِرْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَ صَلَّى عَلَيْهَا إِسْلَامًا  
نے بتول کا صرف ایک دعویٰ فدک کا نہیں ٹھکرایا بلکہ بتول کے تین دعویے روکے گئے . پہلا دعویٰ  
ہیہ کا تھا جو نبی کا نوحہ قبول نہ ہوا اور اُسے پھاڑا گیا . دوسرا دعویٰ میرا شہ کا تھا جسے حدیث لا یرش  
لے ڈوبی . تیسرا دعویٰ خمس کا تھا جو کامیاب نہ ہو سکا . ان تینوں دعویوں میں بتول قرآن پڑھتی تھی  
اور مسلمان جنہوں نے کل رسولؐ کی محفل میں فخر سے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے . آج  
کتاب سے جواب نہ دے سکے بلکہ موضوع اور من گھڑت حدیث کا سہارا لے کر اپنا دعوہ

کمال - ہے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ بتوں نے مذک طلب کر کے دنیا والوں سے منوالیا کر کل میرے باپ نے جو کہا تھا کہ اے میرے صاحبجو کا غز قلم دوات لے آؤ کہ میں ایک نوشتہ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ اور تم نے کہا تھا کہ جبنا کتاب اللہ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے اور اس مرد کو ہذیان ہو گیا ہے۔ اگر قلم اپنے دعوے میں سچے تھے تو میرے دعوے کا جواب مجھے قرآن سے دو۔ الفاروق صلا شلی نعمانی، اسلام کے مہر و مہر بزرگوں نے کہا نہیں بنی ہمیں قرآن کافی نہیں حدیث کی بھی ضرورت ہے۔ میں آج کے مسلمانوں سے سوال کرتا ہوں کہ آج قرآن کہاں پاس ہے کہ ہمیں اور تم نہتہ فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہو یا نہیں اور ان نہتہ فرقوں سے بہتر گمراہ ہیں کہ نہیں۔ اب تو کہا کرو کہ ہم نے رسول خدا کے سامنے غلطی سے کہا تھا کہ کتاب کافی ہے آج ایک فرقہ اہل قرآن کہلاتا ہے اور اُسے مسلمان بے دین کہتے ہیں۔ اگر آج کوئی کہے کہ قرآن کافی ہے تو ملاق کے نزدیک وہ بے دین تو حضور کے زمانے میں حضور کے سامنے جو کہے کہ ہم اہل قرآن ہیں اُسے کیا کہو گے۔ قدرت نے جبنا کتاب اللہ کہنے والوں کا جواب ان کے گھر سے دلا دیا کہ ان میں ایک فرقہ اہل حدیث پیدا ہو گیا جو کہتے ہیں کتاب کافی نہیں ہے حدیث کی بھی ضرورت ہے۔

جس کتاب اللہ

ایک مولوی صاحب نے کہا کہ میں مذک کا جواب قرآن سے پیش کرتا ہوں کہ بتوں کا حق نہیں تھا۔ میں نے عرض کی مولانا کیا آپ اکابر صحابہ سے زیادہ فاضل ہیں۔ جب وہ بزرگ قرآن کی آیت نہ پیش کر سکے تو آپ کون ہیں قرآن پیش کرنے والے۔ پہلے ان سے فاضل ہونے کا دعوے کریں بعد میں آیت کا نام لیں۔

جابل کی بات۔ نہ پھول نہ پات۔ چلو ساری دنیا مل کر آج قسمت آزمائی کر کے کوئی آیت پیش کر دے کہ مذک بتوں کا حق نہ تھا۔ ہرگز نہ کر سکو گے۔ بس بتوں کو غضب ناک کرنے والے نے رسول کو غضب ناک کیا۔ صلوات۔ سندس۔

حدیث کی جائے نماز رو دئے بتوں ہے  
قرآن نبی سے فرض ولائے بتوں ہے  
اُمّ الکتاب محو ثنائے بتوں ہے  
قرآن کی ابتدا میں بائے بتوں ہے  
حیدر سمیت ناظمہ راس الکتاب ہے  
بائے بتوں نقطہ باء بولتا ہے

ہاں میں حضورؐ کے فرمان واجب الاذعان کی تشریح کر رہا تھا کہ حضورؐ نے فرمایا میں دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسرے اپنے اہلبیت، تاجدار رسالت کے زمانے میں تین گروہ تھے ۱۔ صحابی ۲۔ اہلبیت ۳۔ ازواجِ رسول۔ بس اہلبیت کو مسقر فرمایا بنا کر صحابہ اور ازواج میں چھوڑا کیوں چھوڑا تاکہ انہیں گمراہی سے بچائیں تو معلوم ہوا کہ صحابہ اور ازواج کی حفاظت درکار تھی کہ کہیں گمراہ نہ ہو جائیں اور اہلبیت اور قرآن پر کامل یقین تھا کہ وہ گمراہی سے بچا سکتے ہیں تو نتیجہ نکلا کہ گمراہ ہونے والے اور ہیں اور گمراہی سے بچانے والے اور ہیں۔ صلوات۔ اسی لئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا لَوْ اِجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى حُبِّ عَلِيِّ ابْنِ ابِي طَالِبٍ لَمَّا خَلَقَ اللهُ النَّاسَ يَبَايِعُ الْمُرَّةَ مَلَّةً ۱ اگر دنیا عالی کی محبت پر جمع ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ روزخ کو پیدا ہی نہ کرتا۔ صلوات۔

میں اسی حدیث کی تشریح اپنے رنگ میں پیش کرنا ہوں۔ سنو! جنت ایک ایسی پاک جگہ ہے کہ وہاں کوئی گناہ نہیں جا سکتا۔ جب جنت حضرت آدمؑ کے ترکِ اولیٰ کی منتقل نہ ہو سکی تو ادر کون ہے جو گناہ کر کے جنت میں جا سکے۔ مسلمانو! جنت میں بدی نہیں مائے گی اور جہنم میں نیکی نہیں جائے گی۔ روایت میں ہے کہ اگر کسی مومن کے دامن میں ایک نیکی ہوئی تو جہنم عرض کرے گی پالنے والے اس مومن کو روک لے۔ اس کی نیکی میری آگ کو بجھا رہی ہے۔ ہاں جہنم میں نیکی نہیں جائے گی اور جنت میں بدی نہیں جائے گی تو بتاؤ ہمارے پاس نیکیاں بھی ہیں اور بدیاں بھی ہیں۔ تو کہاں جاؤ گے۔ ہر مسلمان کے پاس دونوں چیزیں ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ میرے پاس چھ کروڑ بدیاں ہیں یا اس سے بھی میں نے زیادہ گناہ کئے ہیں دپالنے والے بحق محمدؐ والی میرے گناہ معاف فرما، مگر میں نے چھ تو نیکیاں بھی کی ہوں گی۔ کبھی تو میں نے یہ بھی کہا ہوگا کہ حسین! تیرے اُجڑنے کا بڑا ارمان ہے۔ بتول تیرا مسلمانوں کے دربار سے خالی واپس آنے کا ہمیں بڑا دکھ ہے۔ کبھی تو میں نے کلمہ طیبہ بھی پڑھا ہوگا تو معلوم ہوا کہ میرے پاس زیادہ گناہ ہیں اور کم نیکیاں۔ اسی طرح میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ مولوی صاحب کے پاس چھ کروڑ نیکیاں ہیں مگر ملاں معصوم تو نہیں چھ تو بدیاں بھی کی ہوں گی۔ کبھی تو مسجد کی محراب میں کچھ کیا بھی ہوگا تو ملاں کے پاس نیکیاں زیادہ بدیاں کم ہیں۔ دونوں چیزیں ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ہر انسان کے پاس

نیکیاں اور بدیاں دونوں چیزیں ہیں مگر غور طلب امر یہ ہے کہ یہ انسان کہاں جائے گا۔ جنت میں ہدی نہیں جائے گی اور دوزخ میں نیکی نہیں جائے گی۔ کہاں جاؤ گے د آسمان سے گرا کعبور میں اٹکھاں کپاس تو کوئی چیز ایسی ہونی چاہیے کہ یا تو ساری نیکیاں بن جائیں یا تمام کی تمام بدیاں بن جائیں۔ اب میں رسول خدا کی حدیث پیش کرتا ہوں۔ حُبِّ عَلِيِّ يَا كُلَّ الذُّؤْبَانِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْخَطْبَ نَبِيحُ الْمُدَّةِ ص ۲۵۱ مودۃ القربی ص ۵۰۔ علی کی محبت گناہوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ تشریح۔ سنو۔ میں صرف چھ نیکیاں اور چھ کروڑ بدیاں لے کر مرا گر جاتے ہوئے ولائے علی کی شیع لے کر قبر میں گیا۔ میں پڑا رہا اور علی کی ولا میرے گناہ جلاتی رہی۔ قیامت کو اٹھا میرے گناہ جل چکے تھے۔ سیدھا جنت میں چلا گیا۔ صلوات ملاں چھ کروڑ نیکیاں لے کر مرا مگر بغض علی کی آگ سینے میں لے کر مرا۔ ملاں مرا رہا اور نیکیاں جلتی رہیں۔ قیامت کو اٹھا نیکیاں جل چکی تھیں۔ صرف چھ بدیاں تھیں۔ سیدھا جہنم چلا گیا۔

وَجُذَاءٌ يَوْمَئِذٍ حَاشِعَةً عَامِلَةً تَأْصِبَةُ تَنْصُلُ نَارًا حَامِيَةً پارہ ۳۰ رکوع ۱۳

کتنے منہ اس دن ذیل ہونے والے ہیں۔ جل کرنے والے محنت کرنے والے داخل ہوں گے جلتی آگ میں۔ میں عرض کرنا ہوں پالنے والے تو عادل ہے۔ یہ عبادت کرنے والے محنت کرنے والے کیوں دوزخ میں تشریف لے جا رہے ہیں تو حدیث رسول نے یہ رہبری کی۔ حُبِّ عَلِيِّ جَنَّةٌ لَا يَضُرُّ مَعَهَا سَيِّئَةٌ وَبُغْضُهُ سَيِّئَةٌ لَا تَنْفَعُ مَعَهَا حَسَنَةٌ مودۃ القربی ص ۵۰۔ علی کی محبت ایسی نیکی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچا سکتا اور علی کا بغض ایک ایسا گناہ ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی نیکی نائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

صلوات - رباعی -

جس کے دل میں نئے ظلم کا ارادہ ہے اس کیلئے دوزخ کا درک شاہد ہے  
بغض علی میں جس نے اپنا دہن کھولا وہ بندہ بقیتم حرام زاد ہے  
نعرہ حیدری - یا علی یا علی یا علی۔

میرے مولا حیدر کلاڑ کی ولا پر ایک واقعہ بھی ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے کہ امیر تیمور سے ایک تاری جسے تیمور لنگ کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اس سے اچھی خاصی دشمنی تھی اور امیر تیمور

کی قبر سے گزرتے ہوئے یہ آیت پڑھتا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اسے پکڑو اور جہنم کا طوق پہناؤ اور اسے دوزخ میں داخل کرو۔ تاری صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول خدا کی محفل میں ترمنگ بیٹھا ہوا ہے اور میں نے اُسے پکڑ کر اٹھانا چاہا کہ اس محفل سے اٹھ کر دشمن خدا و رسول ہے۔ نبی اکرم نے فرمایا تاری اُسے چھوڑ دے۔ یہ میری اولاد کا جبار ہے۔ اس کے گناہ دلائل اہلبیت نے جلا دیئے ہیں۔ کتاب جبار الیون جلد ۲ ص ۱۷۰۔ براہین قائم ۱۵۰ بحوالہ الصواعق محرقة ص ۱۴۷۔ اسی طرح ہماری کتاب جامع الاخبار کے صفحہ ۱۴ پر ہے کہ ایک گنہگار اپنے گناہوں کی شامت سے جہنم میں ستر حقیب جلے گا اور ایک حقیب ستر برس کا ہوگا۔ آخر ترمنگ اگر وہ گنہگار بندہ خدا کی بارگاہ میں عرض کرے گا پالنے والے محمد و آل محمد علیہم السلام کا واسطہ مجھے عذاب سے رہائی عطا فرما۔ قدرت کی آواز آنے لگی جبرئیل میرے اس بندے کو جہنم سے نکال کر جنت میں جگہ دے دو۔ جبرئیل عرض کریں گے میرے اللہ میں آگ میں کیسے جاؤں حکم ہوگا میں نے تیرے لئے دوزخ کو سرد کر دیا ہے۔ پھر جبرئیل عرض کرے گا بار الہا وہ نیزا بندہ کس مقام پر ہے۔ حکم ہوگا کہ قعر سبعین میں ہے۔ لے جبرئیل میرے بندے کو میرا پیغام پہنچانا کہ اگر تو ان ذوات مقدسہ کا نام نہ لیتا تو میں تجھے ہمیشہ جہنم میں رکھتا۔ بس ان کے بارے میں میں نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے کہ جو بندہ بھی مجھے محمد و آل محمد کا واسطہ دے گا میں اُس کو بخش دوں گا۔ صلوات۔

مسلمانوں تم تمام سنی شیعہ کربلا کے میدان کے اشقیاء کو دوزخی بے دین۔ ملعون۔ کافر اور بے ایمان کہا کرتے ہو۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ نماز کے تراثنے پابند تھے کہ نواسہ رسول کو شہید کرنے کے بعد شہر نماز جمعہ کی امامت کر رہا ہے۔ سینکڑوں ان میں قرآن مجید کے حفظ تھے۔ سارے روزے دار تھے۔ ریش دراز تھے۔ اکثر حاجی تھے۔ نمازی تھے۔ صحابی تھے صحابی زاد تھے شب بیدار تھے پھر کیا وجہ کہ تم انہیں بے دین بے ایمان کہتے ہو۔ یہی وجہ بتاؤ کہ محمد مصطفیٰ کی آل پاک کے دشمن تھے۔ علامہ عبدالرحمن کھنوی کتاب انوار الرحمن میں لکھتا ہے کہ جب شہر امام مظلوم کا مرتقلہ کرنے لگا تو کسی نے کہا اوبے چا شہر خدا کا خوف کر یہ نواسہ رسول ہے۔ جگر گوشہ علی و بتول ہے۔ یہ سیلاب ابلیح ہیں۔ اس پر ظلم کرنا

امیر ترمنگ

محمد و آل محمد کا واسطہ

شہر کا واسطہ

خدا رسولؐ پر ظلم کرنا ہے۔ کیوں خدا کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ اس پر شکر نے ایک دستاویز نکالی جس پر تین صد سائٹ علماء کے دستخط تھے کہ حسینؑ نے اہل الامر سے بغاوت کی ہے۔ لہذا اسے قتل کرو اس کے بچوں کو تین دن دن کا بھوکا پیاسا شہید کرو۔ اس کی پہو بیٹیوں کی چادریں چھین لو۔ ان کے خیام کو آگ لگا دو۔ ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑا دو اور محمدؐ کی بیٹیوں کو بازاروں اور درباروں میں پھراؤ۔ مانوذا اسرار الشریفہ مشہور ہے سابقہ مسلمانوں کی حالت و روش اور سلوک اولاد رسول اللہ سے کربلا کے میدان میں حق و باطل کا وہ معرکہ ہوا کہ قیامت تک اچھے بُرے نیک و بد کا معیار دنیا میں قائم ہو گیا۔ اور ہر انسان نے اپنی بساط کے مطابق اس میں حصہ لیا۔

آج مجھے اُمّ البنین کے لال حسین کے قوت بازو و سپدا بیوں کے پردے کے ضامن تزلزل کی دعاؤں کے نتیجے علی عقیل کی تجویز کے ثمر جناب قبر نبی ہاشم کی شہادت کو تفصیل سے عرض کرنا ہے۔ شعر

اسلام کے وقار کی اونچی چٹان پر  
عباس کی وفا کے ہیں جھنڈے گزے ہوئے

روایت میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ذلیق اور شجاع ترین خاندان عرب میں شادی کروں میرے لئے خاندان کا انتخاب کرو تاکہ اس سے بہادر اولاد پیدا ہو۔ جناب عقیل نے عرض کی کہ اس مقصد کے لئے بنی کلاب کی ام البنین سے شادی کیجئے۔ کیوں کہ عربوں میں اس کے ابا و اجداد سے زیادہ کوئی شجاع ذلیق نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اس طرح کی تجویز کو قبول فرما کر جناب ام البنین سے شادی کی۔ یہ خاندان تمام عرب میں صفت فکھنی اور شیر انگنی میں مشہور تھا۔ روایت میں ہے کہ جب حضرت ام البنین جناب امیر المومنین کے خانہ اقدس کے دروازے پر پہنچیں تو دروازہ اقدس پر کھڑی ہو گئیں اور حجت البقیع کی طرف منہ کر کے روح حضرت سیدہ طاہرہ سے خطاب کر کے عرض کیا کہ اے سیدہ طاہرہ مجھے حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ علیہ السلام نے آپ کی اولاد کی کیزی دغا می کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ کہیں آپ یہ خیال نہ فرمادیں

تذکرہ ام البنین

کہ میں آپ کی سوکن بن کے آئی ہوں۔ نہیں سیتہ میں آپ کی کینزی بن کے آئی ہوں۔ اسے  
 سیتہ میں اپنی غلامی کی قسم کھا کر وعدہ کرتی ہوں کہ قیامت تک میری کینزی کے تذکرے  
 کتب و ناک سطور میں نہری حروف میں نظر نہ آئیں تو ام البنین نہ کہنا۔ اس کے بعد جناب  
 ام البنین نے جن کا نام آج فاطمہ بنت خرازم بن خالد ربیعہ بن عامر الکلابی تھا اذن دخول پڑھا  
 اور ادب سے خانہ بتول میں قدم رکھا۔ روح بتول نے ام البنین کے اس طریقہ کو دیکھ کر عظمت  
 دعا سے سرفراز فرمایا ہوگا۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام البنین نے تشریف لا کر  
 سب سے پہلے عرض کی: یا ابا الحسن فرماؤں اولاد رسول کہاں تشریف فرما ہیں۔ جناب امیر  
 نے بتول کے حجرے کی طرف اشارہ فرمایا۔ جناب ام البنین حجرے کی طرف تشریف لائیں  
 کیا دیکھا کہ چاروں بہن بھائی بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ آج نبی ماں آرہی  
 ہے۔ خدا جانے ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے کیونکہ اولاد رسول تحقیق سے ماؤں کی کیفیت  
 اور حالات ملاحظہ فرما چکے تھے کہ اگر ایک طرف جناب ام سلمہ جیسی کریم ماں موجود ہے تو  
 دوسری طرف حضرت عائشہ جیسی ماں بھی نظر آرہی تھی۔ کہتے ہیں کہ جناب ام البنین نے پڑھ  
 کر حضرت زینب کے قدموں پر سر رکھا اور ہاتھ جوڑ کر فرمایا شہزادی خیال نہ کرنا کہ میں آپ  
 کی ماں بن کے آئی ہوں۔ نہیں زینب میں آپ کی کینزی کے لئے تجویز کی گئی ہوں۔ دختر  
 رسول خدا کی قسم کینزی کا حق میں وہ ادا کروں گی کہ قیامت تک دفتر و نایاں ہمارا نام چمکتا ہوا  
 نظر آئے گا۔ زینب اگر خدا نے مجھے اولاد عطا کی تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ہمیشہ ان کی  
 نگاہ آپ کے پائے اقدس پر رہے گی کیوں کہ شرف نامک اور غلام میں تمیز کو اپنی سعادت  
 سمجھا کرتے ہیں۔

عزادار و! بس وعدہ ہو گیا کہ آج سے ام البنین کی خدمات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تاریخ  
 گواہ ہے حضرت ام البنین نے جناب بتول کے بچوں کی وہ غلامی کی کہ جس طرح جناب سیتہ  
 طاہرہ فرمایا کرتی تھیں کہ جناب ام سلمہ مشقنا نہ سلوک نے مجھے میری حقیقی ماں بھلائی اسی  
 طرح ام البنین نے حضرت حسنین اور زینب و ام کلثوم کو جناب بتول کے ناز انداز بھلائیے  
 اس ماں کو اللہ تعالیٰ نے ۳۰ ہجری چار شعبان مطابق ۱۸ مئی ۶۴۷ء یوم شنبہ کو عباس جیسے

بچتے سے سرفراز فرمایا۔ ذکر العباس ملا۔ عباس کی ولادت کی خوشی میں حسین مسرور تھے۔ اور زینب و کلثوم فرحان و شادان تھیں۔ اس معصوم کماں نے کچھ اس انداز سے وصیت فرمائی کہ اس پیکرِ وفا نے ساری زندگی اپنے کو غلام کہلانا فخر سمجھا اور ہمیشہ حسین علیہما السلام کی محفل میں غلاموں کی طرح نظر آتے تھے اور اگر کبھی زینب و اُمّ کلثوم کے سامنے آنے کا موقع ملتا تو عباس کی منظر رسول اللہ کی بچیوں کے قدموں پر ہوا کرتی تھی۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب امام حسین نے حضرت عباس کو آواز دی تو حضرت عباس فوراً خدمتِ امام میں حاضر ہوئے۔ حضرت کی نگاہ اپنے وفادار بھائی کے چہرے پر پڑی اور رونما شروع کر دیا۔ جناب عباس ڈر گئے کہ شاید کوئی گستاخی ہو گئی ہے یا خطہ بانہدہ کہ عرض کی مولا کیا غلام سے کوئی آنجناب کی طبع کے خلاف کوئی حرکت ہو گئی ہے۔ امام نے فرمایا نہیں عباس بلکہ ایک زمانہ یاد آیا ہے کہ آج تو میری آواز پر تو جلدی پہنچ گیا مگر عباس ایک زماہہ ایسا تے گا کہ میں تجھے آواز دوں گا تو تجھے جواب تک نہ دے گا۔ رعب و جلالتِ امامت کی وجہ سے عباس زمانہ کالعتین نہ کر سکے۔ اپنے ہی دل میں خیال کیا کہ شاید میں سو جاؤں گا اور امام آواز دیں گے اور میں نیند کی وجہ سے حاضر ہونے سے محروم رہوں گا۔ بس اتنا سوچ کر جناب عباس نے سونا چھوڑ دیا کہ کہیں امام کے حکم پر عمل کرنے سے محروم نہ رہ جاؤں۔ کہتے ہیں کہ سات روز حضرت عباس کو بیداری ہی میں گذر گئے تو کہیں سے اس واقعہ کا علم جناب اُمّ کلثوم کو ہو گیا۔ انہوں نے جناب زینب کو بتلایا کہ کافی دنوں سے بھائی عباس نہیں سوئے اور ان کی آنکھیں نیند کی زیادتی کی وجہ سے نہایت ہی سرخ ہیں۔ اس واقعہ کو سن کر جناب زینب نے عباس کو بلایا۔ جب حضرت عباس بی بی عالیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ جناب ثانی زہرا نے فرمایا عباس میری طرف دیکھو۔ حضرت عباس کی نظر ادب کی وجہ سے رسولِ ندادی کے پاس اقدس پر رہی۔ جب جناب زینب نے دوسری مرتبہ ذرہ بلند آواز سے فرمایا عباس سنتے نہیں ہو میری طرف دیکھو۔ عباس نے اسی حالت میں رونے ہوئے فرمایا کہ شہزادی، ماں نے منع فرمایا ہے۔ اتنا سن کر حضرت زینب نے فرمایا۔ عباس تمہیں میرے حق کی قسم میری طرف دیکھو۔ عوادارو! عباس نے مڑ کر ماں کی طرف دیکھا۔ اماں حکم کر اب کیا کروں تو ماں نے ایک

تاریخ

سلسلہ مبارکی

مرتبہ دیکھنے کی اجازت دی۔ جناب زینب نے عباس کی آنکھوں پر نگاہ ڈالی تو گھبرا کر عباس کا بازو پکڑ کر ماں جائے ویر حسین کے پاس تشریف لائیں۔ حسین نے جو ثانی زینب کو اس حالت میں دیکھا تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جناب زینب نے فرمایا حسین آپ نے میرے ویر عباس کو کیا کہا ہے جو عباس سات دن سے نہیں سوئے، بس اتنا سنا تھا کہ امام حسین نے بھائی کو گلے لگایا اور رو کر فرمایا عباس وہ زمانہ بڑا دور ہے کہ میں آواز دوں گا اور تو جواب نہ دے سکے۔

جناب علامہ حسین بخش صاحب نے اصحاب الیمین کے صلہ پر ایک عجیب سا واقعہ تحریر کیا ہے کہ ایک روز مسجد کوفہ میں جناب امیر علیہ السلام خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ کی نگاہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر پڑی آپ نے قبر کو فرمایا کہ حسین کو پیاس معلوم ہوتی ہے جلدی پانی لاؤ۔ یہ آواز عباس نے بھی سنی۔ دوڑ کر گھر تشریف لائے اور ماں سے پانی کا جام طلب کیا کہ مجھے جلدی پانی دیکھئے کیوں کہ میرا آقا حسین پیاسہ ہے اور بابا نے قبر کو پانی لانے کا حکم دیا ہے میں نہیں چاہتا کہ حسین کا ستر میرے سوا کوئی اور ہو جائے پس قبر سے پہلے آپ نے پانی پیش کیا۔ کہتے ہیں کہ جناب امیر کی نگاہ جو حضرت عباس کے بازو پر پڑی تو روننا شروع کر دیا اور کہا بیٹا خدا کرے آپ کے بازو سلامت رہیں تاکہ اولاد رسول پیاسی نہ رہے۔

حضرت عباس کے بلا کے میدان میں ہی نبرد آنا نہیں ہونے بلکہ اس سے پہلے جنگ صفین میں بھی دشمن کے مقابلہ میں جو ہر ہاشمی دکھلا چکے تھے جیسا کہ کبریٰ امیر جلد ۲ ص ۲۷۷ سے منقول ہے کہ جنگ صفین میں جب معاویہ نے لشکر علی پر پانی بند کیا ہوا تھا تو حضرت عباس لشکر تمام پر حملہ کرنے میں حضرت امام حسین کے ہمراہ تھے۔ مروی ہے کہ جنگ صفین میں ایک روز لوگوں نے دیکھا کہ امیر المؤمنین کے لشکر سے ایک نقاب پوش جوان نکلا جس سے ہیبت و شجاعت کے آثار نمایاں تھے اور اس کی سولہ سال کے لاک جنگ عمر معلوم ہوتی تھی۔ گھوڑے کو میدان میں جو لانے دے کر مبارز طلبی کی۔ معاویہ نے ابر شفا کو مقابلہ کے لئے حکم دیا تو اس نے جواب دیا کہ شامی لوگ مجھے ایک ہزار جوان کے مقابلہ کا پہلوان سمجھتے ہیں تو مجھے ایک بچے کے مقابلہ میں بھیجتا ہے جس کا سات فرزند موجود ہیں۔ ان میں سے ایک کو بھیجتا ہوں جو اس کے لئے کافی ہوگا۔ پس اس نے اپنے ایک لڑکے کو بھیجا لیکن آتے ہی فی النار ہوا پھر باقی چھ بھی ایک دوسرے کے بعد

آئے رہے اور واصلِ جہنم ہوئے۔ جب ابوشقنا کے ساتوں بیٹے جہنم روانہ ہوئے تو دنیا اس کی نظروں کے سامنے تاریک ہو گئی۔ بل کھاتا ہوا جوشِ انتقام میں آگے بڑھا لیکن آئے ہی دربانِ جہنم کے حوالے ہوا۔ اس کے بعد کسی شامی میں یہ جرات نہ رہی کہ مقابلہ کے لئے آگے بڑھے تو اس جوان نے گھوڑے کی باگ واپس موڑ دی۔ حضرت امیرؓ کے تمام صحابہ مجبور حیرت تھے کہ یہ کون جوان تھا جس کی شجاعت نے دونوں لشکروں کو بحرِ حیرت میں غرق کر دیا ہے پہچانا اس لئے نہ تھا کہ انہوں نے اپنے چہرہ انور پر نقاب ڈالا ہوا تھا۔ جب واپس آئے اور حضرت امیرؓ نے سلام نے بلایا اور نقاب کو ان کے چہرہ نورانی سے ہٹایا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ قبرِ بنی ہاشم تھے۔ ماخوذ اصحاب الیمین ص ۱۳۱۔ منقول ہے کہ اسی جگہ صفین میں جب حضرت عباسؓ لڑتے لڑتے معاریہ کی فوج میں گھس گئے تو حضرت عمارؓ کو نکر ہوئی کہ شہزادہ دشمنوں میں گھیر گیا اور گھبرا کر کہا کہ اب شہزادے کی خیر نہیں اور حضرت امیرؓ سے شہزادے کے گھر جانے کا ذکر کیا۔ غھوڑی دیر کے بعد جس طرح بادلوں سے چاند نکلتا ہے اسی طرح فوج کو چیرتا ہوا شہزادہ برآمد ہوا تو جناب امیرؓ نے فرمایا ہذا قبرِ بنی ہاشم بس اس روز سے اس خطاب نے رواج پایا۔ حضرت عباسؓ جناب امام حسینؓ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ اگر امامؓ کا پہرے دار نہیں تو عباسؓ پہرے دار نظر آتے ہیں اور اگر گھوڑا پکڑنے والا (سامی) نہیں تو عباسؓ سامی نظر آتے ہیں اور اگر سقہ نہیں تو شکیزہ اٹھائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور اگر فوج کا سپہ سالار نہیں تو علم کو سنبھالتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ غرضیکہ عباسؓ ایک ایسی کامل اکمل شخصیت تھیں کہ بنی ہاشم ان پر جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب زینبؓ فرمایا کرتی تھیں کہ جب کبھی مدینہ میں واقعہ کربلا کا ذکر ہوتا تو میں کہتی کہ جس بہن کا بھائی عباسؓ ہو اس بہن کو کیا نکر ہے کہ اس کی چادر لوٹی جائے گی اور سیدانوں کو کہا کرتی تھی کہ عباسؓ کے ہوتے ہوئے کسی کی کیا طاقت ہے ہمارے خیام کے قریب آسکے۔

عزادار! جب حکمِ خالی واپس آیا تو جناب زینبؓ نے مستورات سے فرمایا سیدانیا! جس بھائی کے بھروسہ پر میں تمہیں کربلا لائی تھی۔ وہ شہید ہو گیا۔ اب پردے کا خائن کوئی باقی نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ ساتویں محرم کو عمر بن سعد نے حکم دیا کہ خیامِ حلیٰ دریا کے کنارے

سے بنا دیئے جائیں تو امام نے عباس اور علی اکبر کو حکم دیا کہ خیام اکھاڑ کر جہاں یہ کہتے ہیں وہاں لگا دو۔ یہ وقت حضرت عباس کے لئے نہایت ہی مشکل اور دشوار تھا۔ آپ خیام بھی اکھاڑتے تھے اور روتے بھی تھے۔ جناب سکیئہ کی نگاہ پڑی تو عرض کی چچا جان آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ عرض کی شہزادی آپ کے باپ کا حکم ہے کہ خیمے اکھاڑ لو۔ آپ مولا سے اجازت لے کر دیں کہ حکم کریں کہ عباس اشقیاء کو پیچھے بٹا دو۔ ناظرہ کالال ص ۱۶۲۔ اصحاب الہدیین ص ۱۱۰۔ منقول ہے جب سوائے علی اکبر کے تمام انصار و اعموان امام مظلوم کے شہید ہرچکے تو حضرت عباس نے میدان کارزار میں جانے کی تیاری کی تو حضرت علی اکبر سے فرمایا علی اکبر میں ایک وصیت کرتا ہوں اگر پوری کر سکو تو آپ کا بڑا احسان ہوگا۔ جناب علی اکبر نے فرمایا چچا میں بھی آپ کے پیچھے آ رہا ہوں آپ ارشاد فرمادیں کہ اگر ممکن ہو سکا تو ضرور وصیت پوری کروں گا۔ جناب عباس نے فرمایا کہ علی اکبر میں نے سنا ہے کہ اشقیاء کا منصوبہ ہے کہ فرزند رسول کو قتل کرنے کے بعد ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جائیں۔ آپ میرے قتل ہونے کے بعد میری لاش کو اشقیاء کے حوالے کر دینا اور کہنا کہ میرے چچا کی لاش حاضر ہے جیسے جی چاہے گھوڑے دوڑا لو اور فرزند رسول کی لاش پامال نہ کرنا۔ میں کہتا ہوں میرے مولا آپ نے تو بڑی کوشش کی مگر فرزند رسول کی لاش پامالی سے بچ سکی۔ مجالس الشیعہ ص ۱۵۹۔ کلب حین صاحب قلم۔

عوارو! جب میرے مظلوم امام کے تمام یار و انصار اپنی قربانیاں پیش کر چکے تو حضرت عباس خدمت امام میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے مولا! مجھے اجازت دیجئے کہ میں مرنا چاہتا ہوں۔ امام نے فرمایا عباس تو میرے لشکر کا علمدار ہے۔ عرض کی مولا وہ لشکر ہی کہاں ہے جس کا میں علمدار ہوں مولا! اب تو آپ اور علی اکبر کے سوا کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں خیام کی طرف سے آواز آئی عباس ایک بار خیمہ میں تشریف لائے۔ یہ سن کر حضرت عباس خیمہ کے قریب پہنچے تو چالیس کے قریب بچوں نے آپ کو گھیر لیا اور حضرت سکیئہ نے کہا چچا تین دن سے میرا بھائی علی اصغر پیامہ ہے۔ آپ جیسا چچا ہونے کے باوجود میرا ویر پال سے پکڑ رہا ہے۔ جناب عباس نے کہا شہزادی لاؤ مشکیزہ میں پانی کی کوشش کرتا ہوں۔ بس سکیئہ نے مشکیزہ دے کر تاکید کر دی کہ میرے مشکیزہ کی لاج رکھنا۔ ابھی روانہ ہونے ہی والے

تھے کہ ثانی زہرانے علم حوالے کر کے کہا عباس دیر عباس سنو۔ آج آپ علم کا خیال کریں۔ علم کو نیچا نہ ہونے دیں۔ قیامت تک تیرے علم کی تیری بہن زینب ذمہ دار ہے۔

عزادارو! لاکھوں انسان علم اٹھائے ہیں مگر غازی نے چند لمحہ کچھ ایسے انداز سے علم اٹھایا کہ علم کے ساتھ نام کی نسبت ہو گئی۔ بس امامؑ سے اجازت پا کر غازی میدان میں تشریف لائے اور چار ہزار جوان جو نہر فرات پر پہرہ دار تھے ان کو ذوالفقار حیدریؑ سے کاٹتے ہوئے کشتوں کے پشے لگائے اور اشقیاء کو ہٹا کر گھوڑا نہر فرات میں ڈال دیا۔ پھر اشقیاء کو مخاطب ہو کر فرمایا میں اسی پانی پر ناز تھا جس پر اکیلے عباس کا قبضہ ہے اور کو فیو! ہم مجبور نہیں ہیں بلکہ مامور ہیں یہ کہہ کر گھوڑے سے فرمایا۔ شعر

تُوپی لے لے فرس کہ تشنہ کام ہے

ہم پر توبے سکیتہ یہ پانی حرام ہے

بس مشکیزے کو پُر کر کے میرے مولانے کا ندھے پر ڈالا اور خیام کی طرف روانہ ہونا چاہتے تھے کہ اشقیاء نے حملہ کر دیا۔ آپ تلوار سے جگ کرتے ہوئے خیام حسینؑ کی طرف بڑھے۔ اس انداز سے جگ کی کہ اسی ملائین کو واصل جہنم فرمایا۔ حیدر کرار کے فرزند کی تلوار کی تاب نہ لاکر تمام فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور راستہ چھوڑ دیا۔ حضرت عباسؑ فوج کو منتشر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ نونل بن ارقم نے چھپ کر دائیں شانہ پر وار کیا آپ نے فرار بائیں کا ندھے میں مشکیزہ لے لیا۔ اس کے بعد جگ کرتے ہوئے آگے بڑھے کہ حکیم بن طفیل ملعون نے بائیں بازو پر چھپ کر وار کیا۔ آپ نے مشکیزے کا تمہ منہ میں لیا اور گھوڑے کو ہمہز کیا تاکہ کسی طرح پانی خیام میں پہنچ جائے لیکن ایک ظالم نے مشک پر ایسا تیر مارا کہ مشک میں لگا اور پانی بہ گیا۔ پھر ایک تیر آپ کے سینہ مبارک پر لگا کہ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ پھر بنی دارم کے ایک شخص نے ایک گرز سے آپ کے سر پر وار کیا کہ جس سے آپ کا سر شکافتہ ہو گیا اس مقام پر آپ نے آواز دی۔ یا مولانا اور کہنی۔

عزادارو! اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ میرے منگول امامؑ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا آلا

انکسوا ظہری دقت حیلتی لائے میری کمر ٹوٹ گئی اور کوئی سہارا نہ رہا۔

لکھا ہے کہ میرے مولا اشقیاء سے جگ کرنے کے بعد عباس کی لاش پر پہنچے اور بھائی کی لاش پر گر گئے۔ فرمایا انھی عباس آنکھیں تو کھولو۔ عرض کی مولا ایک آنکھ میں تیر لکھا ہے اور دوسری آنکھ خون سے بھری ہے۔ امام نے خون صاف کیا اور عباس نے آنکھ کھولی۔

عزادارو! میرے مظلوم امام نے فرمایا۔ عباس میری ایک تمنا تو پوری کرو۔ کہا مولا حکم کرو فرمایا عباس ایک مرتبہ بھائی تو کہہ دو۔ عرض کی مولا! میں کینہ کا بیٹا ہوں اور آپ فرزند رسول ہیں۔ فرمایا عباس تجھے میرے حق کا واسطہ ایک بار بھائی کہہ دو تاکہ میں بھی فخر کر سکوں کہ میں عباس کا ویر ہوں۔ عزادارو! عباس کے منہ سے نکلا۔ ہاتے میرے مظلوم ویر ہاتے میرا پر دیسی ویر نیچہ سے آواز آئی حین: عباس سے کہو کہ مجھے بھی ایک مرتبہ بہن لکھ بچارے جو دارو: عباس کی لاش تڑپ گئی اور آواز آئی ہٹے میری پر دین بہن ہاتے میری عزیز بہن۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوبُ اِلَیْکَ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عَنِ النَّفْسِ الْمُنِیْمِ.

## پندرھویں مجلس

تقیہ اور متعہ کے اثبات میں آیات و روایات اور واقعات شہداء کی اپنے شیعوں کو آخری وصیت بطور مصابحہ کر بلا شہزاد علی صغیر کی شہادت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا مَنُوْا مَکْرًا لِّلّٰهِ فَاَدْبَا مَن مَّکْرًا لِّلّٰهِ اِنَّ الْقَوْمَ الْخٰسِرُوْنَ پارہ ۹ رکوع ۲۰

پس نذر ہو گئے مگر خدا کے سے پس نذر نہیں ہوئے مگر خدا کے سے۔ مگر تم ٹوٹا پانے والی

(ترجمہ قرآن مجید)

۱۲۱ کیا وہ بے خطر ہیں اللہ کی گرفت سے، تو نہیں بے خطر ہوتے اللہ کی گرفت سے مگر وہ لوگ جو خارہ پانے والے ہیں۔ (ترجمہ شیعہ مفسر علامہ حسین بخش صاحب)

انسان جس بھی نیک کام کے متعلق چاہے اس کا مذاق اڑا سکتا ہے۔ کیوں کہ ہر کام کے دو رُخ ہو کرتے ہیں۔ بسود میں جا کر خدا کو بھی راضی کیا جاسکتا ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کو بھلا بھگت بن کر ڈوبا بھی جاسکتا ہے۔ حج کر کے خدا کی رضا بھی حاصل کی جاسکتی ہے اور حاجی کے لباس میں مخلوقِ خدا کو دھوکا بھی دیا جاسکتا ہے۔ واڑھی سنتِ رسولؐ بھی ہے جس کے رکھنے سے ثوابِ عظیم ہی ہے اور واڑھی کی آڑ میں مکرو فریب بھی ہوتا رہتا ہے۔ میں اس حقیقت کو قرآنِ دستِ کی روشنی میں واضح کرتا ہوں۔ سنو حدیث الصَّلَاةِ مِعْرَاجِ الْمُؤْمِنِ۔ فرمانِ مصطفیٰ ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ کیوں مسلمانو اگر نماز مومن کی معراج ہے تو بتاؤ کیا صرف یہ معراجِ روح سے حاصل ہوتی ہے یا جسم کی بھی ضرورت ہے یقیناً معراجِ الصَّلَاةِ جسم اور روح دونوں سے ہوا کرتی ہے تو اب بتاؤ جب معراجِ الصَّلَاةِ روح اور جسم دونوں سے ہوتی ہے تو معراجِ مصطفیٰ بھی تو جسم اور روح سے ہوئی ہوگی۔ جہاں نماز کا یہ مقام ہے کہ اس سے معراج ہو کرتی ہے وہاں قرآن مجید کا حکم بھی سنو۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۗ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ پارہ ۳۰ ع ۳۲۔ پس وائے ہے واسطے ان نماز پڑھنے والوں کے وہ جو نماز اپنی سے بے خبر اور غافل ہیں۔ جو نماز حکمِ رسولؐ سے معراجِ بھٹی۔ وہ نماز قرآن مجید سے دلیل ثابت ہو گئی۔

اور سنو حدیثِ قدسی ہے۔ اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اُجَا زِيْ بِهٖ۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی صرف اس کی جزا دوں گا۔ روزے کا اتنا ثواب ہے کہ ایک آیت اگر روزے دار تلاوت کرے تو پورے قرآن مجید کے ختم کا ثواب ہوتا ہے۔ روزے دار کا سانس تسبیحِ خدا کا ثواب رکھتا ہے۔ روزے دار کا سونا جانے والے عابد سے افضل و بہتر ہے۔ نبی اکرم صلعم نے فرمایا روزہ انظار کرانے کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ سائل نے عرض کی، یا رسول اللہ! ہم غریب لوگ تو اس سعادت سے محروم ہی رہے۔ فرمایا روزہ افطار کرانے سے بھل نہ کرو اگرچہ خرما کا ایک دانہ یا ایک گھونٹ پانی سے ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوسری طرف



میں نے حق کو تیری عظمت کو بڑھاتے دیکھا  
 ایک آیا تیرے دروازے پہ درزی بن کے  
 دونوں سرداروں کو سراپنا جھکاتے دیکھا  
 دوسرا مہر بنتوت پہ اٹھاتے دیکھا  
 (تصدق شیریازی)

جس قربانی کو اللہ تعالیٰ شہداء فرما رہا ہے اسی کے دوسرے رُخ کے بارے میں بھی قدرت  
 کا ارشاد کن تیناں اللہ لُحُوْ مِہَا دَرَاہِ مَاءُ ہَا پارہ ۱۶ رکوع ۱۲۔ خدا کی بارگاہ میں گوشت اور  
 خون کی کوئی رسائی نہیں ہے۔ تو گزارش کرنے کی عرض یہ ہے کہ ہرنیک کام کا دوسرا رُخ پیش  
 کر کے ہر اچھے کام کا مذاق اڑایا جاسکتا ہے۔ المجالس المرصیہ ص ۵۰۔ میں کہتا ہوں کائنات کی ہر  
 چیز کی مخالف سمت کو سامنے رکھ کر اس کا مذاق اڑایا جاسکتا ہے۔ اور بنی نوع انسان نے  
 اپنی جہارت کی کہ دامن ترحید بھی اس گرفت سے نہ بچ سکا۔ مملکت روس کے لاکھوں انسان  
 نعرے کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ملک سے خدا کو نکال باہر کیا ہے۔ اب ملاں کے خدا کی طاقت  
 نہیں کہ ہمارے ملک میں گھس سکے۔ نعوذ باللہ۔ حقیقت ہے کہ اس طرح کی چیرہ دہتی سیاسی  
 بزرگ اور ملاں لوگ زیادہ کرتے ہیں۔ آج کے سیاسی لوگوں کا فتنور اس طرح شروع ہوتا ہے کہ  
 مخالف کے عیب بیان کرو اور ان کی خوبیوں کی بھی تادیل کر کے لوگوں کو ان سے نفرت دلاؤ اس  
 کے برخلاف اپنے کمالات بیان کرو اور اپنے کھلے عیبوں کو اس رنگ میں قوم کے سامنے پیش کرو  
 کہ دنیا سمجھے کہ یہی تمہاری سب سے بڑی خوبی ہے۔ پیرس دعویٰ کی دلیل کے لئے اورنگ زیب  
 شہنشاہ ہندوستان کا حُجین سلوک جو اس نے اپنے باپ اور بھائی واداسے کیا تھا کافی ہے۔ کہ آج  
 اورنگ زیبی۔ مسک کے لوگ اور رنگ زیب اپنے باپ سے دشمن اور بھائی کے تاقی کو رحمت اللہ  
 کے لقب سے سرفراز فرمایا کرتے ہیں۔ دوسری طرف مفتیانِ دین ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تادیل  
 و تفسیر میں مہارت رکھتے ہیں۔ سو عام لوگوں کی چوری اور بے اور مولوی صاحب کی چوری اور بے  
 لوار چوری کرے گا تو لڑا ہی چڑائے گا۔ بڑھی یعنی دھرکان لکڑی ہی چڑا سکتا ہے کیوں کہ اس  
 کا واسطہ لکڑی سے ہی ہوا کرتا ہے۔ سنا رچاندی یا سونا چڑائے گا۔ کرمانہ فروش۔ تیل تباکو یا  
 نمک مرچ کی چوری کرے گا۔ مولوی صاحب کا چونکہ دین سے واسطہ ہوتا ہے وہ دین میں  
 چوری کرے گا۔ اس دعوئے میں ایک مفتی اعظم کا واقعہ پیش کرتا ہوں جس کے بعد ہر صاحب

عقلِ سلیمِ نحر سے تسلیم کر سکے گا کہ میدانِ تادیل میں ملاں کے مقابلہ کا کوئی شہسوار نہیں ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۲۰۳ پر تحریر فرمایا ہے کہ سفلی نے طیوریات میں ابن مبارک کی سند سے لکھا ہے کہ جب ہارون عباسی خلیفہ ہوا۔ تو اس کا دل اپنے باپ مہری کی ایک کینز پر آگیا جب ہارون نے اسے طلب کیا تو اس نے کہا کہ میں تیرے باپ مہدی کی بیوی رہ چکی ہوں۔ کیا کوئی مسلمان اپنی ماں سے بھی ایسا فعل کرتا ہے۔ لیکن ہارون محبت کے لائقوں سے لاچار تھا۔ اس نے اپنے مذہب کے امام ابو یوسف سے اس کے متعلق دریافت کیا تو قاضی ابو یوسف نے فرمایا اے امیر اگر کینز کوئی بات کہے تو کیا ضروری ہے کہ وہ سچ ہی بولتی ہے۔ کیوں کہ کینز کہاں کی پارہ ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں کن کن باتوں پر تعجب اور افسوس کروں۔ آیا اُس بادشاہ اور خلیفے پر کہ جس کے ہاتھ میں مسلمانوں کا خون اور اموال ہیں مگر اس نے اپنے باپ کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا یا اس کینز پر کہ جس نے امیر جیسے عظیم الشان خلیفہ تک کی بھی پرواہ نہ کی یا اس فقہہر زمانہ قاضی اسلام پر کہ جس نے خلیفہ وقت کو ایسے گناہوں کی ترغیب دلائی۔ استغفر اللہ ربی۔ اسی کتاب کے ص ۳۰۲ پر ہے کہ قاضی ابو یوسف کو ایک لاکھ درہم انعام ملا تھا۔ بتاؤ مسلمانو جب دنیا کے سب سے بڑے قاضی کا یہ مقام ہے تو پھر اس کے شاگردوں کی کیا کیفیت و حقیقت ہوگی۔ صلوات

آج کا مناظر ملاں میدانِ حقائق سے فرار کر کے ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح میں مناظرہ جیت جاؤں تاکہ دنیا میں میری واہ واہ ہو جائے چاہے دینِ ایمان تباہ ہو جائیں۔ جب حقائق سے بات کرنا نصیب نہ ہو تو غلط تاویلیں کر کے کذب بیانی کو زیبِ دین فرما کر لوگوں کو دغظ فرماتا ہے کہ شیعہ تقیہ کرتے ہیں یعنی جھوٹ ان کے دین کا جزوِ ایمان ہے۔ اگر جھوٹ ہوتا ہی وہ ہے کہ دل میں جو کچھ ہو زبان پر اس کے خلاف کہنے کو ہی تو جھوٹ کہا جاتا ہے یعنی دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور کا نام ہی تو مذہبِ شیعہ ہے۔ مسلمانو! وہ مذہب کتنا بُرا ہو گا کہ جس میں جھوٹ بولنا جزوِ ایمان ہو۔ جواب۔ آج میں قرآن مجید سے تقیہ کے معنی اور حقیقتِ تقیہ کو عرض کرتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ حضرات خدا کو حاضر ناظر جان کر اہل انصاف ہو کر فیصلہ دینے کی کوشش کریں۔ قرآن شہد۔ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتَہُ پارہ ۳۔

مگر یہ کہ پھر تم ان سے تفتیہ کر کے۔ کیوں بھائیو! خدا کا حکم تو ہے کہ ان سے تفتیہ کر کے اپنے آپ کو بچا لو۔ ملائ کی مائیں یا خدا کی مائیں۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جس وقت اسلام میں اڑتیس آدمی داخل ہو چکے تو حضرت ابو بکر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیجا جت عرض کیا کہ آپ اسلام کو ظاہر فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکر ہماری جمعیت بہت تھوڑی ہے حضرت ابو بکر اصرار فرماتے رہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کو ظاہر فرمایا۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۴۔ کیوں بزرگواب فرماؤ کہ نبی اکرم صلعم نے اسلام کو کیوں نہ ظاہر فرمایا۔ کیا آپ نے کفار سے تفتیہ تو نہیں کر رکھا تھا۔ اگر رسول خدا مصلحتِ وقت کے تحت حق کو چھپا کر تفتیہ کر سکتے ہیں تو ہم بھی مصلحتِ وقت کے ماتحت تفتیہ کر سکتے ہیں۔ صلوات۔

قرآن مجید کی دوسری آیت سنیں۔ وَمَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ پارہ ۱۴ رکوع ۲۰ اور جو کوئی کفر کرے ساتھ اللہ کے پیچھے ایمان اپنے کے مگر وہ شخص کہ زبردستی کیا گیا اور دل اس کا مطمئن ہے ساتھ ایمان کے۔ اس آیت کریمہ کے بارے میں مفسرین کا بیان ہے کہ مشرکین مکہ نے حضرت عمارہ اور ان کے والد یاہر اور ان کی والدہ سمیہ کو اذیتیں دینا شروع کیں کہ کفر پلٹ جائیں۔ یہاں تک کہ عمار کا والد یاہر اور ان کی والدہ سمیہ ان اذیتوں کی تکالیف کو برداشت نہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے اور عمار رضی اللہ عنہ ضعفِ جسمانی اور بے طاقتی اور ناتوانی کی وجہ سے کافروں کی ایذا اٹھا سکے اور جس بات میں کافروں کی رضامندی تھی وہ کہہ دی کہ بَلْ أَهْتُوا بِالْحَبِيبَةِ وَالطَّائِفَةِ۔ مگر میں ایمان لایا سحر اور بتوں کے ساتھ۔ یہ نجر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی کہ عمار نے طریق کفر اختیار کر لیا ہے اور اپنے دین سے بیزار ہو گیا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ عمار تو سر سے پاؤں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے اور ایمان اس کے گوشت اور خون سے مل گیا ہے۔ یعنی اس کے باطن میں ایمان نے ایسی جگہ کر لی ہے کہ بیہودہ کہنے والے کی گفتگو سے اس میں فرق نہیں پڑ سکتا۔ عمار بھی روتے ہوئے حضرت ختمی مرتبت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت اپنے دست مبارک سے عمار کے آنسو پونچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تجھے کیا ہے اِنْ عَادُوا لَكَ فَعُدْ لَهُمْ اگر پھر تجھے مجبور کیا جائے تو پھر

عمارہ

وہی کہے کہ دنیا تفسیر تادری جلد ۱ ص ۵۸۲۔ تفسیر عمدة البیان جلد ۲ ص ۲۸۱ بکہ فرمود مجید کی ہر تفسیر میں یہ واقعہ آپ کو ملے گا کہ یہ آیت کریمہ حضرت عمارؓ جناب یاسر اور حضرت سمیہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ مسلمانو اگر حضرت عمارؓ تفسیر کر کے صحابی رسولؐ رہ سکتے ہیں تو ہم بھی تفسیر کر کے مسلمان رہ سکتے ہیں جو بھی فتویٰ حضرت عمارؓ پر لگاؤ ہمیں بھی وہی فتویٰ اپنے لئے منظور ہے صلوات۔

تیسری آیت قرآن پاک کی سنو وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ ۗ پارہ ۲۴ ص ۸۔ اور کہا ایک مرد نے حزقیل بن ہار ایمان والے نے لوگوں فرعون کے سے چھپاتا تھا ایمان اپنا۔ یہ آیت صریح نص ہے تفسیر پر تفسیر میں ہے کہ جناب حزقیل فرعون کے چچا کا بیٹا تھا اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نے سو سال تک اپنا ایمان چھپائے رکھا۔ قرآن مجید کے ساتوں سے عرض ہے کہ اگر حضرت حزقیل سو سال تک تفسیر کر کے مومر رہ سکتا ہے اور قرآن پاک سے اپنے مومن ہونے کی نص حاصل کر سکتا ہے تو ہم بھی تفسیر کر کے قرآن پاک کی رُست مومن رہ سکتے ہیں تفسیر عمدة البیان ۳ ص ۱۹۰۔ مسلمانو! اگر تفسیر حرام اور ناجائز ہے تو حضرت حزقیل مومن آل فرعون کیا ہوئے۔ خود سو گناہ چالیس سال تک مکہ منظمہ میں تفسیر کر کے بیٹھے رہے۔ ان کے بارے میں آپؐ کیا ارشاد ہے اور رسول اللہؐ کے صحابی حضرت عمارؓ کے بارے میں کیا جہاں ہے۔ یہ ہے وہ تفسیر جس کا مذاق مذاق اڑاتا ہے ان حالات کے پیش نظر میرے امام نے فرمایا اَلْقَصِيَّةُ دِينِي وَدِينِ آبَائِي تفسیر میرا اور میرے آباؤ دین ہے۔ تفسیر عمدة البیان جلد ۳ ص ۱۹۰۔

عامتہ المسلمین کے راہنما فرمایا کرتے ہیں کہ شیعوں کے ایک امام حضرت علیؑ نے تو تفسیر کر لیا کہ اصحاب ثلاثہ کے زمانہ میں خاموش ہو کر گھر بیٹھے رہے مگر حضرت امام حسینؑ نے کہ بلا کے میدان میں تفسیر نہ کیا بلکہ دین کی خاطر تمام گھر ٹاڈا اور اپنے بچے تک ذبح کرادیئے، بہنیں قید ہو گئیں عمر زید کی بیعت گوارا نہ کی بتاؤ شیعوں ان دونوں باپ بیٹے میں سے حق پر کون تھا۔ ایک حق پر ہوگا تو دوسرا ناحق پر ہوگا جس سے شیعہ مذہب کا ابطال ثابت ہے۔ میں اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔ انشاء اللہ صاحب انصاف حقیقت ہی سے وابستہ ہونے کی سعادت حاصل کریں گے

سفر حضورِ تقیہ دہاں کیا جاتا ہے کہ جہاں اپنا مال و جان اور ایمان و عزتِ خطرے میں ہر جیسا کہ  
عمار یا یسیر کا واقعہ شاہد ہے۔ لوگوں جہاں انسان کا اپنا ایمان و جان اور مال و عزتِ خطرے میں  
ہر دہاں تقیہ کرنا ضروری اور واجب ہے۔ اور جہاں ایک آدمی کی وجہ سے ساری کائنات  
کا ایمان خطرے میں ہو۔ دہاں تقیہ اس آدمی کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے۔ مسلمانوں حضرت  
علیؑ سے کسی نے بیعت کا سوال نہیں کیا۔ اور اگر کسی صاحب نے بیعت کا سوال بھی کیا تھا  
تو حضرت علیؑ کے جواب و انکار کو سن کر خاموشی اختیار کر گئے تھے۔ ہاں اگر علیؑ کو بھی اتنا  
مجبور کیا جاتا کہ یا بیعت کرو یا ہمارے ساتھ جنگ کرو تو یقیناً حضرت علیؑ بھی وہی کام کرتے  
جو کہ بلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے کیا تھا۔ اگر زید امام حسین علیہ السلام کو بھی بیعت  
کے لئے مجبور نہ کرتا تو حسینؑ بھی اپنے باپ حیدر کرار کی طرح خاموش رہتے جیسا کہ کہ بلا کے  
میدان میں جناب امام حسین علیہ السلام سے اشقیاء کو کئی بار سمجھایا تھا اور اصرار بھی کیا کہ میرا  
راستہ چھوڑ دو۔ میں ہندوستان کو پا کسی اور جگہ چلا جاؤں گا۔ شہید کہ بلا ۶۱۰ مفتی محمد شفیع صاحب  
کراچی۔ جرمطالعہ زید کا تھا وہ اصحابِ ثلاثہ کا نہ تھا اگر امام حسینؑ زید کی بیعت کر لیتے تو نتیجہ یہ  
برآمد ہوتا کہ زید سینہ تان کر کہتا کہ میں حق کا خلیفہ ہوں میں محمد مصطفیٰ کا صحیح جانشین ہوں میرا  
قول و فعل مطابق قول و فعل رسول اللہ ہے۔ دیکھو میری بیعت حسینؑ ابن علیؑ کے کر کے میری  
خلافتِ حقہ پر مہر تصدیقِ مثبت کر دی ہے۔ بس ساری دنیا کے مسلمان حضرت امام حسینؑ کی  
بیعت کو دیکھ کر یقین کر لیتے کہ واقعی زید حق کا خلیفہ ہے اور زید کا فرمان تو خدا و رسول کا  
فرمان ہے۔ بس حسینؑ کی قوتِ بیعت سے زید عبائے رسالت اور اٹھ کر خلافت کی کرسی پر  
بیٹھ کر جو بھی کام کرتا اُسے کردارِ رسول اور دینِ حق ہی تصور کیا جاتا۔ صرف امام حسینؑ کی ہی  
بیعت سے قیامت تک کے مسلمان گمراہ ہو جاتے جس کا موجب اور سبب صرف حسینؑ ابن علیؑ  
ہی کی ذاتِ گرامی ہوتی۔

جواب

حضرت ابراہیم

اب تقیہ پر چوتھی آیت سنو۔ فَقَالَ اِنِّي سَفِيْهُمُ پارہ ۲۳ ع ۶ پس کہا ابراہیم نے کہ میں  
بیمار ہوں۔ اب مقامِ غرور و فکر ہے کہ فرماؤ حضرت ابراہیمؑ کیا واقعی بیمار تھے کہ جیسا انہوں نے  
فرمایا تھا۔ یا کہ تقیہ فرما کر بتوں کا صفایا کرنا چاہتے تھے۔ بس مسلمانو اگر حضرت خلیلؑ واقع کے

غلات فرما کر بھی غلیل رہ سکتا ہے تو ہم بھی سنتِ نبیل ادا کر کے ملتِ ابراہیم پر رہ سکتے ہیں  
 میں ایک مثال سے مولوی صاحب سے ہی فیصلہ چاہتا ہوں۔ فرض کرو کہ جناب رسول خدا  
 حضرت ابو بکر کے ساتھ غارِ ثور کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ تفتیہ کو بے دینی اور  
 کفر کہنے والے ملاں کی نگاہ پڑ گئی کہ غار کی طرف حضرت رسول خدا اور حضرت ابو بکر بڑھ رہے  
 ہیں۔ اس کے بعد کھوج نکالتے ہوئے ابو جہل، ابولہب، ابوسفیان آگئے اور اسی مولوی صاحب  
 سے دریافت کیا کہ مولانا کہیں آپ نے محمد مصطفیٰ اور ابو بکر کو دیکھا ہے۔ میں اسی دیکھنے والے  
 مولوی صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ فرماؤ آپ ابو جہل کو کیا جواب دیں گے۔ کیا یہی فرما دیں  
 گے کہ ہاں محمد مصطفیٰ اور ابو بکر اس غار میں تشریف فرما ہیں۔ اگر مولوی صاحب ارشاد فرمادیں کہ  
 اس غار میں دونوں گئے ہیں تو بات تو سچی ہے مگر ایسا کہنے والا دشمنِ خدا اور قاتلِ رسول اللہ  
 ہو گا اور اگر یہ کہیں کہ میں نے محمد کو نہیں دیکھا اگرچہ دنیا اُسے جھوٹ کہہ دے لیکن ہم اُسے  
 تفتیہ کہیں گے۔ کیوں مسلمانو حضرت عباسؓ نہرِ فرات سے مٹکیزہ پانی کا بھر کے لے جا رہے  
 تھے کہ کسی کی نگاہ پڑ گئی، شہر نے اسی دیکھنے والے سے پوچھا کہ کہیں شفقہ سکیئہ پانی لے کے  
 جاتے ہوئے تو نہیں دیکھتے۔ آپ فیصلہ دیں کہ یہ دیکھنے والا شکر کو کیا جواب دے گا۔ اگر آپ  
 ارشاد فرمادیں تو کہہ دو کہ وہ پانی لے کے جا رہا ہے یا تفتیہ کر کے اپنا ایمان بچا لے صلوات  
 یہ حقیقت ہے کہ بوقتِ ضرورت ہر انسان تفتیہ ضروری اور لازمی سمجھتا ہے۔ آپ کی آنکھوں  
 کے سامنے کا واقعہ ہے کہ تقسیم ملک پر بھارت سے پاکستان میں آنے والے سینکڑوں مسلمانوں  
 نے جب اپنے آپ کو خطرے میں دیکھا تو اپنی جان و مال کی حفاظت کے بچاؤ کے لئے  
 تفتیہ کر کے مذہبِ ہندو اختیار کر لیا تھا اور جب پاکستان کی فوج ان کے ہاں پہنچی تو فرارِ پاکستان  
 چلے آئے اور جیسے مسلمان تھے ویسے ہی مسلمان تسلیم کے گئے کسی مولوی نے کوئی فتویٰ نہیں  
 دیا کہ یہ مرتد ہو گئے ہیں جس طرح مسلمانوں نے تقسیم ملک پر بھارت میں چند روز کے لئے تفتیہ  
 کیا اسی طرح سرزمینِ پاکستان میں سینکڑوں ہندوؤں نے بھی چند روز کے لئے تفتیہ کر کے وقت  
 گزار لیا تھا۔ لہذا معلوم ہوا کہ تفتیہ، فطرتِ انسانی میں داخل ہے۔ اب میں کلامِ پاک سے  
 پانچویں آیت پیش کرتا ہوں سُبُوٰدُنْ مَّوَدُّنْ : اٰیْتُهَا الْعَبْرُ وَرَاٰکُمْ لَسَارِقُوْنَ پَارِغْ

واضح مثال

محمد

پھر پکارا ایک پکارنے والے نے اے تاملہ والو یقیناً تم چرہ ہو۔ اس مقام پر میں دنیا کے تمام مفسرین سے سوال کرنا ہوں کہ بتاؤ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو تہمت لگائی یا ٹھیک کہا یا تفتیہ کیا۔ مولوی حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ نے مصلحتِ خداوندی کے تحت ایسا کیا تھا۔ ہاں اگر ایسا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ تفتیہ کر لیں پھر تو تفتیہ کی عظمت بہت بلند ثابت ہو گئی۔ مسلمانو! اگر حق کو چھپانا ہی تفتیہ ہے تو خداوند تعالیٰ سب سے بڑا تفتیہ باز ہے جس نے باوجود علیٰ کُل شیخِ تدریس کے نور فرعون، شاداد بخت نصر و غیرہ کو مہلت دے رکھی تھی اور حق کو چھپائے رکھا۔

ظالم سمجھتا ہے کہ ہمیں رونا نہیں آتا  
ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ظلم کی حد کیا ہے

صلوات -

اب تفتیہ کے بارے میں چھٹی آیت سنو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَعَلْنَا لَكُمُ الْفِتْيَةَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْكُمْ لِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَعَلْنَا لَكُمُ الْفِتْيَةَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْكُمْ لِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ

پارہ ۱۲ ع ۱۱ اے باپ میرے تحقیق دیکھیے میں نے خواب میں گیارہ ستارے اور سورج چاند کہ مجھے سجدہ کرنے والے ہیں فرمایا اے بیٹے مت بیان کیجئے خواب اپنے کو بھائیوں پر سے۔ کوں مسلمانوں حضرت یوسفؑ کا یہ جواب سچا ہے کہ نہیں؛ حق ہے کہ نہیں پھر حضرت یعقوب کیوں حق بات کے چھپانے کا حکم کرتے ہیں۔ اگر حق کو چھپانا تفتیہ ہے تو یہ دونوں پیغمبر بھی بڑے تفتیہ باز ہوئے۔ میاں حافظ محمد کاپنجابی شعر سنو۔

خاصا دی گلِ عاااں اگے نہیں مناسب کرنی  
ممیٰ کبیر کا محمد اکنتیاں اگے رخصت کرنی

صلوات۔ یہ حقیقت ہے کہ تفتیہ جس کے بارے میں حن بصری فرماتے ہیں قَالَ الْحَسَنُ  
الْتَّقِيْبَةُ اِلَى الْيَوْمِ اَلْتَّقِيْبَةُ بِخَارِبِي جلد ۲ ص ۶۸۲۔ مگر اس پر بھی نہ سمجھو تو پھر تم سے خدا  
سمجھو۔

شیعوں کو بدنام کرنے کے لئے ملاں لوگ عوام کو فخر سے سنا یا کرتے ہیں کہ سنو شیعیہ

حضرت یوسفؑ

متعہ کرتے ہیں جو ایک قسم کا زنا ہوتا ہے تو جس مذہب میں زنا کرنا دین میں داخل ہو اس مذہب کا خدا ہی حافظ ہے۔ جو باعرض ہے کہ میں نے ابتداء بیان میں عرض کیا تھا کہ ہر چیز کے مخالف رُخ اور سمت کو لے کر تو جس چیز کو چاہو بدنام کر دو مگر اہل نظر اور انصاف پسند لوگ حق کا ہی ساتھ دیا کرتے ہیں۔ اب میں قرآن پاک سے ہی قرآن پاک پر بقول مٹا اعتراض کر کے دکھاتا ہوں۔ سنو **وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَتَهُ الْمَكْرُ جَمِيْعًا** پارہ ۱۳ ع ۱۲ اور تحقیق مگر کیا ان لوگوں کے جو پہلے ان سے تھے نہیں واسطے خدا کے ہے مکمل تمام۔ ترجمہ رفیع الدین، تو اس آیت سے تو لغو بلا اللہ معلوم ہوا کہ تمام مکر اللہ کے پاس ہیں۔ فرماؤ کہہ دیا کریں کہ اللہ تعالیٰ بڑا مکار ہے۔ استغفر اللہ۔ تو اس مقام پر مکر کا ترجمہ ہو گا۔ تجویز یہ کہ خدا تعالیٰ تمام تبادیز کا مالک ہے۔ اور سنو **مَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرٌ لِّمَا كَرِهَتْ** پارہ ۱۳ ع ۳ میں یہاں بھی مولانا رفیع الدین کا ترجمہ پیش کرنا ہوں۔ ترجمہ مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے والوں کا۔ تو یہاں بھی مکر کا معنی تجویز ہی کرنا مناسب ہو گا ورنہ تجویز باری تعالیٰ کی تو ہین ہوگی اور سنو **وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ** پارہ ۱۵ ع ۸ اور جو کوئی ہے بیچ اس دنیا کے اندھا پن وہ بیچ آخرت کے اندھا ہے ترجمہ رفیع الدین اگر دونوں جگہ کے اعلیٰ کا ترجمہ اندھا کیا جائے تو میرے اللہ کے عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ ایک آدمی بچارہ دنیا میں بھی اندھا تھا۔ اور اس کو آخرت میں بھی آنکھیں نصیب نہ ہوئیں تو ترجمہ صحیح یہ ہو گا کہ جو انسان دنیا میں گمراہ رہا وہ آخرت کو اندھا محسوس ہو گا۔ آج کل عام طور پر ایسے ترجمے جو ذمہ معنی معین ہو سکتے ہیں ان کو پیش کر کے محقق اعظم اور اعلیٰ حضرت کے خطابات لئے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے تہتر فرقے اسی فن کی پیداوار ہیں ایک آیت اور بھی سن لو جس کو عزمان بیان قرار دیا تھا۔ **أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَا مَنْ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا التَّقْوَمُ الْخٰسِرِيْنَ** پارہ ۹ ع ۲۔ مولانا رفیع الدین کا ترجمہ ہے کیا پس نڈر ہو گئے مکر خدا کے سے پس نڈر نہیں ہوتے مکر خدا کے سے مگر قوم ٹوٹا پانے والی۔ اس مقام پر مکر کا ترجمہ عذاب الہی ہے **أَفَأَمِنُوا** کا دوسرا ترجمہ نہایت ہی مشکل ردشوار نظر آتا ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں خدا اور رسول کا خوف نہیں ہے۔ جو لوگ قیامت کے بارے میں اکثر کہا کرتے ہیں کہ دیکھا جائے گا۔ جنہیں نہ میدان

کاڈر نہ شریعت کا پاس نہ قرآن کا حیا وہ ایسے الفاظ قرآن مجید سے تلاش کر کے اپنا تو سیدھا کرتے ہیں اور ایسے الفاظ کی آڑ لے کر نبوت اور امامت کی دوکانیں کھولی گئیں کسی کی دکان چل نکلی اور کسی نے چار دن قسمت آزمائی کر کے دوکانِ نبوت یا امامت بند کر دی۔

میں عرض کر رہا تھا کہ ہم پر بڑے زور شور سے متوع کے بارے میں اعتراض ہوتا ہے میں متوع کو قرآن مجید کی ہی آیت سے ثابت کرتا ہوں فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ بَارَهُ ۵ رُكُوع ۱۔ پس وہ عورتیں کہ متوعہ کی ہے تم نے ساتھ ان کے پس دو تم ان کو بھر ان کے جو مقرر کئے ہیں اور نہیں گناہ اور پر تمہارے۔ اسے جب قرآن مجید سے متوعہ ثابت ہے تو انکا کیسا؟ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے انکار سے انسان کے ایمان و اسلام میں اشکال پیدا ہوتا ہے پہلے میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ نکاح اور متوعہ میں فرق کیا ہے۔ سنو اور عور سے سنو جس عورت سے نکاح کیا جاسکتا ہے اسی عورت سے متوعہ کیا جاسکتا ہے اور جس عورت سے نکاح ناجائز اور حرام ہے تو اُس عورت سے متوعہ کرنا بھی حرام ہے۔ مسلمانو نکاح اور متوعہ کے تمام قواعد و ضوابط ایک ہی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ صیغہ نکاح کے بعد طلاق دینے کا حق صرف مرد کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اس کا جی چاہے تو ساری زندگی طلاق نہ دے اور اگر وہ مناسب سمجھے تو دس منٹ کے بعد طلاق دے کہ عورت کو نارغ کر دے۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں عورتیں آپ کو دنیا میں نظر آئیں گی کہ جن کے شوہر نہ تو انہیں آباد کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں طلاق دے کر نارغ کرتے ہیں۔ ایسی عورتیں مجبور ہو کر یا تو حکومت وقت سے اپنی رہائی کی درخواست کرتی ہیں یا پھر ایسے جرم کا ارتکاب کرنے لگ جاتی ہیں جس سے دامنِ شرافت و اقدار ہو کے رہ جاتا ہے۔ دوسری طرف متوعہ ہے کہ اس کے صیغہ نکاح میں زوجیت مدت اور میعاد مقرر کی جاتی ہے۔ میعاد ختم ہونے پر دونوں میاں بیوی باہم مشورے سے اپنی میعادِ نکاح بڑھا بھی سکتے ہیں اور بغیر کسی کوشش اور کاغذ کے جدائی بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس میں عورت مجبور نہیں کہ کچھ لوں اور عدالتوں کے چکر کاٹتی پھرے اور جو سرکاری عدالت سے طلاق حاصل کرے خدا جانے اس کی شریعت میں کیا اہمیت ہے۔ بس نکاح وہ ہے کہ جس کے طلاق کا حق صرف مرد کے اختیار میں ہوتا ہے اور متوعہ وہ ہے کہ عورت اپنی میعادِ زوجیت گزارنے کے بعد صاحبِ اختیار ہے کہ اسی شوہر کے گھر آباد رہے یا عقدِ ثانی کرے۔

متوعہ نکاح دائمی میں فرق

خان محمد ایوب خان کی حکومت کے دور میں عائلی قوانین نافذ ہونے کے بعد جو نام چھپے ہیں ان میں کان کو دوسری طرف سے کپڑا کر معیادی نلاج کو محسوس کیا گیا ہے نام نکاح کے خانہ کی عبارت سنو۔ کیا شوہرنے اپنی بیوی کو طلاق کا حق تفویض کر دیا ہے۔ خیر اس سلسلہ میں ایک حدیث رسول بھی ملاحظہ فرمادیں۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم لوگ جہاد میں رسول اللہ کے ساتھ جایا کرتے تھے اور عورتیں ہمارے ساتھ نہیں ہوا کرتی تھیں۔ فَقُلْنَا أَلَا تَخْتَصِيَنَّهَا نَاهَنْ ذَالِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَسْتَبِعَ فَكَانَ أَحَدٌ نَابِتِكُمْ الْمَرْأَةَ يَا لَشَوْبِ إِلَى أَهْلِ ثُمَّ مَدَّ أَيْدِيَهُمَا اللَّهُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَلِيقَاتٍ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ. متفق علیہ (سنن ابی نعیم، مشکوٰۃ ۲ ص ۹۱۔ ہم نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ کیا ہم خصی ہو جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو اس سے منع فرمایا اور پھر متعہ کی اجازت دے دی تو ہم میں سے بعض لوگ کپڑے کے معاوضہ پر متعہ کر لیتے تھے۔ اس کے بعد علیؓ نے ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی کہ اے ایمان والو جن پاک چیزوں کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے ان کو حرام نہ سمجھو۔ ترجمہ خم: مسلمانو! یہ قرآن کا حکم اور اعلان ہے۔ نبی کا فرمان ہے۔ صحابہ کا بیان ہے سناری مسلم مشکوٰۃ کا ایمان ہے تو انکار کس طرح کرو گے۔

روایت از مشکوٰۃ

تفسیر برہان میں کنز العمال سے منقول ہے کہ ایک شخص شام سے مدینہ میں وارد ہوا اور ایک عورت سے متوکلیا اور کچھ مدت مقیم رہا۔ بعد میں حضرت عمر کو اطلاع ہوئی تو اس کو بلا کر پوچھا گیا کہ کیا تو نے ایسا کیا ہے اُس نے کہا ہاں۔ سوال کیا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ ہم نے جناب رسالتؐ کے زمانہ میں متوکلیا ہے اور کرتے رہے ہیں۔ حضورؐ نے تادم و نوات منع نہیں فرمایا پھر حضرت ابو بکر کے زمانہ میں بھی کرتے رہے ہیں اور آپ کے دورِ خلافت میں بھی آج تک متعہ ہونا رہا ہے اور آپ نے منع نہیں کیا تو حضرت عمر نے قسم کھا کر فرمایا کہ اگر اس سے پہلے میں منع کر چکا ہوتا تو ضرور تجھے گھسا کرتا۔ تفسیر انوار البیغ جلد ۴ صفحہ ۴۷ اور موطا امام مالک صفحہ ۴۷ پر یہ الفاظ موجود ہیں۔ عَنْ عُرْوَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَوْلَةَ بِنْتَ حَكِيمٍ دَخَلَتْ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَتْ إِنَّ رَبِيعَةَ بِنَ أُمِّيَةَ اسْتَمْتَمَ بِامْرَأَةٍ مَوْلَدَةٍ مَخْمَلَتْ مِنْهُ فَخَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَرِغًا يَجْرُسُ رِدَاءَهُ فَقَالَ هَذِهِ الْمَتْعَةُ وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِيهَا يَرْجَمْتُ تَرْجَمَ عُرْوَةَ بِنْتُ رَبِيعَةَ بِنْتُ أُمِّيَةَ

حضرت عمر کا قول

نے ایک عورت مردہ سے متنعہ کیا تھا وہ حاملہ ہے۔ ربیعہ سے۔ پس نکلے حضرت عمرؓ گھبرا کر چادر گھیٹتے ہوئے اور کہا یہ متنعہ ہے اگر میں پہلے اس کی ممانعت کر چکا ہوتا تو رجم کرتا۔ اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ متنعہ کو حضرت عمرؓ نے حرام قرار دیا مگر امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ متنعہ کرنے والے پر بالاتفاق زنا کی حد لازم نہیں آتی۔ حضرت عمرؓ نے ڈرانے کے واسطے یہ کہا تھا۔ موطا ص ۲۵۵۔

اس کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی سن لو۔ محاضراتِ راعب سے منقول ہے کہ عبد اللہ ابن عباسؓ چونکہ متنعہ کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے تو عبد اللہ ابن زبیر نے اُس پر اس بارہ میں طعن کیا تو ابن عباسؓ نے کہا کہ اپنی ماں سے دریافت کرو عبد اللہ ابن زبیر نے جب اپنی ماں سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے تجھے متنعہ ہی سے جانتا تھا (عبد اللہ ابن زبیر کی والدہ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت عائشہؓ کی بہن تھیں جس کا نام اسماء بنت ابی بکرؓ تھا اور زبیر عشرہ مبشرہ میں شمار ہوا کرتے ہیں۔ تفسیر انوار البیضاء جلد ۴، ص ۱۹۱ نیز اولیاتِ عمرؓ میں علامہ جلال الدین سیوطی نے متنعہ کو حرام قرار دینا شمار کیا ہے۔ دیکھو تاریخ الخلفاء ص ۱۲۲۔ اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کا فرمان بھی سنو مَنَّعَاتٍ كَانْنَا عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنَا أَهْلُ عَهْدِهِمَا دَأُهَا قَبِ عَدِيْلِمَا تَرْجِمُهُ۔ دو متنعہ پیغمبرِ اسلام کے زمانہ میں حلال تھے (متنعہ الحج اور متنعہ النساء) اور میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں اور ان کے کرنے والوں کو سزا دوں گا۔ تفسیر در منثور جلد ۲ ص ۱۴۲۔ تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۲۱۰۔ مسلمانو! شیعہ مذہب کا اصل ہے حَلَالٌ مَحْمَدٍ حَلَالٌ إِلَىٰ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ قِيَامَةِ۔ محمدؐ نے جس شے کو حلال کیا وہ قیامت تک حلال ہے اور جسے محمدؐ نے حرام قرار دیا وہ قیامت تک حرام ہے۔ ہم جب حضرت عمرؓ کو یہی نہیں مانتے تو اُس کے حکم اور فتویٰ پر عمل کیا کریں گے۔ ہم شیعہ شریعتِ مصطفویٰ کے قائل اور پابند ہیں نہ کہ شریعتِ عمری کے۔

اسی شریعتِ مصطفیٰ کو بچانے کے لئے زبیرؓ کے لال نے پھر اگھر جاڑ دیا اور قانونِ محمدؐ کو بدلنے سے روکنے میں ہر ممکن کوشش کی۔ کہ بلا کے میدان میں میرے مولا حضرت سے فرماتے ہیں۔

شَيْعَتِيْ مَهْمَا شَرِبْتُمْ مَاءً عَذْبٌ فَاذْكُرُوْنِيْ اَوْ سَمِعْتُمْ مِنْ غَرِيْبٍ اَوْ شَهِيدٍ فَاذْكُرُوْنِيْ۔ اے میرے شیعو! جب کبھی ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو بھی یاد کر لینا اور جب کبھی کسی مسافر بے وطن یا شہید کا حال سُننا تو میری مصیبت پر بھی اُنسو بہانا وَاَنَا السِّنْطُ الَّذِيْ

سید الشہداء اپنے شیعوں سے روایت

مِنْ غَيْرِ جُرْمٍ قَتَلُوا فِي وَبُجْرٍ اَلْمُنْبَلِ بَعْدَ اَلْقَتْلِ عَمْدًا سَخَقُونِي۔ میں وہ بسطِ مصلحتی ہوں کہ بغیر جرم کے قتل کیا گیا ہوں اور بعد قتل کے گھوڑوں سے مجھے پامال کیا گیا۔ يَسْتَكْمُرُ فِي يَوْمٍ عَاشُورَ جَمِيْعًا تَنْظُرُ وَاِنِّي كَيْفَ اَسْتَسْقِي بِطَفْلِ فَا بَوَّ اَنْ يَبْرَحَ حَمُوْنِي۔ کاش کہ تم عاشورہ کے روز مجھے دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے معصوم بچے کے لئے پانی طلب کر رہا تھا اور انہوں نے کس طرح مجھے جراب دیا اور رحم کرنے سے انکار کیا۔ اصحاب الیہین ص ۱۱۹۔ روایت میں ہے کہ کربلا کے میدان میں میرا مولا جب اعوان و انصار سے دامن خالی کر چکا تو ایک نشیب میں کھڑے ہو کر قدرت سے عرض کرنے لگا۔ میرے اللہ! میں اپنی دانست میں اپنا وعدہ پورا کر چکا۔ اب میرا دامن خالی ہے اب جو کچھ خیمے میں باقی ہے وہ میرا مال نہیں وہ بہن زینب کا حصہ ہے تو جان محمد کی بیٹی جانے اس کے بعد میرا مولا نے فرمایا هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا وَهَلْ مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا۔ کیا ہے کوئی مددگار جو میری مدد کرے کیا ہے کوئی فریاد سننے والا جو میری فریاد پر غور کر کے فریاد ہی کرے۔

راوی کہتا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے آوازِ استغاثہ بلند کی تو ہمارے بلائے غش سے آنکھیں کھول دیں اور ایک ٹوٹا ہوا نیزہ اٹھا کر میدان کی طرف بڑھے یہ حالت دیکھ کر جناب زینب سلام علیہا دوڑیں اور ہاتھ پکڑ کر کہنے لگیں اے فرزندِ رسول! آپ کا کیا قصد ہے۔ آپ نے فرمایا چھو پھیلا مجھے چھوڑ دو کہ میرے بابا جان میدان میں تنہا ہیں اور اپنی مدد کے لئے بلا رہے ہیں۔ اب تابِ ضبط نہیں چاہتا ہوں کہ میدان میں جا کر اپنی جان اپنے مظلوم باپ کے قدموں پر نثار کر دوں یہ کہہ کر خیمے کا پردہ اٹھایا اور میدان کی طرف چل دیئے۔ جب امام مظلوم کی نظر اپنے بیمار فرزند پر پڑی تو بے چین ہو گئے۔ وہیں سے پکار کر کہا۔ بہن زینب! علی ابن الحسین کو روکو یہ میرے بعد حجتِ خدا ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن کا کوئی تیر پڑ جائے اور زمانہ حجتِ خدا سے خالی ہو جائے۔

عزادارو! جس طرح بھی بی بی عالیہ سے ہوسکا حضرت سجاد کو روکا اور واپس خیمہ میں لائیں۔ اس کے بعد سجاد بیماری کی وجہ سے غش کھا گئے۔

دوسرا استغاثہ کا اثر چھ ماہ کے بچے۔ تین دن کے بھوکے پیسے علی اصغرؑ پر ہوا۔ لہوف ص ۱۱ پر ہے کہ ابھی امام کا استغاثہ ختم نہ ہوا تھا کہ علی اصغرؑ نے اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیا جس کو دیکھ کر خیام اہلبیت سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ امام حسینؑ خیام کی طرف تشریف لائے اور فرمایا

آوازِ استغاثہ

بیماری

بہن زینبؓ کیا کسی بچے نے انتقال کیا ہے۔ فرمایا نہیں ماں بجائے آپ کی آوازِ استغاثہ سے متاثر ہو کر علی اصغرؓ نے میدان کی طرف جانے کی تیاری شروع کر دی ہے۔ امام حسینؓ نے علی اصغرؓ سے فرمایا بیٹا تو چھ ماہ کا معصوم ہے۔ پاؤں سے چل نہیں سکتا۔ تلوار اٹھا نہیں سکتا۔ منہ سے بول نہیں سکتا۔ گھوڑے پر بیٹھ نہیں سکتا تو میری کیا مدد کرے گا کہتے ہیں کہ علی اصغرؓ نے اپنے ننھے ننھے ہاتھ باپ کے قدروں پر رکھے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عرض کی بابا بے شک میرے پاس وہ سامان نہیں جو میرا بھائی علی اکبرؓ کے میدان میں گیا تھا۔ مگر بابا ایک مرتبہ میدان میں تو لے چلو۔ اگر قیامت تک سلامت کا دھارا نہ بدل دوں تو ربابؓ کا لال نہ کہنا۔ صاحبِ لہوؓ فرماتے ہیں کہ علی اصغرؓ نے اشارے سے خدمتِ امامؓ میں عرض کی کہ بابا مجھے میدانِ قتال میں لے چلے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؓ اپنے معصوم بچے کو میدان میں لے جانے لگے تو حضرت ربابؓ نے بڑھ کر عرض کی اے فرزندِ رسولؐ! میرا بچہ مجھے دیں کہ میں اسے آراستہ کر لوں۔ اور چند ضروری ہدایات کر دوں۔

عزادارو! جنابِ ربابؓ علی اصغرؓ کو لے کر نیچے کے اندر تشریف لے گئیں۔ ربابؓ نے علی اصغرؓ کو ایک سبز لمبا کرتا پہنایا۔ سر میں لنگھی کی۔ آنکھوں میں سرمہ لگایا مگر پانی موجود نہ تھا اور کان میں کچھ کہتی ہوئی باہر لے آئیں۔ لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؓ علیہ السلام نے رباب سے دریافت فرمایا کہ تم نے اصغرؓ کو کیا کہا ہے۔ عرض کی مولا میں نے اصغرؓ سے کہا بیٹا اصغرؓ میں زینبؓ نہیں۔ بیٹا میں کلثومؓ نہیں۔ بیٹا اصغرؓ میں رقیہؓ نہیں۔ بیٹا میں بیگانی کو کھکی عورت ہوں لے شک تو نے علی اکبرؓ سے لڑائی نہیں سیکھی۔ قاسم سے صفائی نہیں سیکھی۔ عباسؓ سے زرائی نہیں سیکھی مگر بیٹا آج میری لاج تیرے ہاتھ میں ہے۔ اصغرؓ میری تین وصیتیں یاد رکھنا وہ یہ کہ تم ابھی ابھی ماں زہراءؓ کی گود میں جاؤ گے تو دہاں جا کر میری شکایت ذکرنا کہ ماں نے پانی پلا کر میدان میں نہ بھجا۔ بیٹا میں مجبور ہوں اگر میرے پاس پانی ہوتا تو میں بھی ہاجرہ سے کم نہ تھی۔ بیٹا اصغرؓ تین دن سے فرزندِ رسولؐ پیاسے ہیں اے میرے مجاہد جب رسولؐ آب کو ٹر پیش کریں تو آب کو ٹر پینے میں جلدی ذکرنا۔ کیونکہ تمام شہدائے کربلا تیرے باپ حسینؓ کی انتظار کر رہے ہوں گے۔ اصغرؓ دہاں پانی پینے میں انتظار کر لینا۔ جب تک حسینؓ نہ دہاں پہنچ کر پانی پلا میں خود نہ پینا۔ عزادارو! علی اصغرؓ نے زبانِ حال سے عرض کی اماں! انکر نہ کریں۔ پیر کے ہاتھوں سے سب سے آخر میں پانی پیوں گا کیونکہ میں آخری شہید ہوں۔

تہ تیری وصیت رباب نے یہ کہ بیٹا اصغر تیرا باپ صبح سے میدانِ قتال سے لاشیں اٹھا اٹھا کر لارہا ہے۔ اصغر جب تک امام مظلوم کے اعوان و انصار زندہ رہے ہیں حسین کو کوئی تیر نہیں لگا۔ اگر تیری زندگی میں حسین کو تیر لگ گیا تو اصغر یاد رکھنا میں دودھ نہیں بخشوں گی۔ بیٹا دشمن کے تیر کا خون نشا نہ بننا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حردہ کا تیر جلا تراں کی نیچے سے نگاہ پڑی تیر کی پرواز بلند تھی اور اصغر کا گلہ بنیا تھا۔ ماں نے دروازے سے روحانی آواز بلند کر کے فرمایا اصغر ذرا بلند ہو جا تیر اونچا آ رہا ہے۔ عزا دارو! اصغر باپ کے ہاتھوں پر اچھلا ادا اچھل کر تیر کو اپنی گردن پر لپا۔ تیر گلے سے پار نہ نکل گیا اور مظلوم کو تیر لگا کے ہاتھ کو زخمی کر دیا۔ باپ کو زخمی دیکھ کر اصغر نے ماں کی طرف منہ پھیر کر عرض کی ہو گی۔ ماں میرا قصور نہیں کہ فرزند رسول زخمی ہو گئے۔ ماں میری گردن چھوٹی تیر کا دامن بھاری تھا۔ میری گردن اسے روک نہ سکی۔ ماں یہ میری مجبوری ولا چاری ہے۔

عزا دارو! حضرت رباب کے پاس کربلا میں دوہی تھنے تھے ایک اصغر دوسری سکینہ۔ دن ڈھلنے کے بعد جب رباب کا بخت ڈھلنے لگا تو دونوں کو تقسیم کر دیا۔ اصغر کو اٹھایا تو حسین کی گردن میں ڈال دیا سکینہ کا بازو پکڑا تو بی بی زینب کے سپرد کیا خود دامن بھاڑ کے کھڑی ہو گئیں اور منہ مدینے کی طرف کر کے فرمایا بیعت میں سونے والی میری سین زہرا میرے پاس دوہی پٹے تھے ایک میں نے تیرے حسین کا صدقہ کر دیا۔ ایک میں نے تیری زینب کا صدقہ کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ حسین کا صدقہ کربلا میں کام آیا اور زینب کا صدقہ زندانِ شام میں کام آ گیا۔ عزا دارو! مظلوم کو تیرا علی اصغر کو ہاتھوں پر اٹھا کر میدان میں تشریف لائے تو اشقیاء نے سمجھا کہ حسین قرآن لارہے ہیں کہ میرے تمہارے درمیان قرآن فیصلہ کرے گا مگر جب حسین نے دامن عبا ہٹا دیا تو مصحفِ صامت کی بجائے قرآنِ ناطق کے پارہ پر دنیا کی نگاہ پڑی۔ میرے مظلوم امام نے ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر اشقیاء کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں بھی کئی صاحبِ اولاد ہوں گے۔ تمہاری دانست میں میں قصور وار ہی سہی مگر اس میرے چھہ بینے کے بچے کا کیا قصور ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ تین دن سے یہ پیاسہ ہے کوئی صاحبِ اولاد اس معصوم پر رحم کرے اس تقریر کو سن کر فوجِ اشقیاء نے منہ پھیر کر رونا شروع کر دیا۔ میرے مولانا نے فرمایا۔ اصغر بیٹا تو خدا ن سے پانی مانگنے کی حجت تمام کرے عزا دارو! علی اصغر نے حکم امام پاتے ہی اپنی سوکھی زبان کو باہر نکال دیا۔ بس فوج کی حالت

ابتری کو دیکھ کر عمر بن سعد گھبرا گیا۔ اور حرمہ بن کاہل اسدی سے یہ کہا کہ کیا دیکھتا ہے اِقْطِطْ  
 كَلَامَ الْهَيْبِ جین کی کلام قطع کر دے۔ بس اس ملعون نے تیر کمان میں ڈالا، چاہتا تھا کہ تیر کو  
 چھوڑے مگر ہاتھ کاپنے لگا اور کمان ہاتھ سے گر گئی اس ملعون نے دوسری مرتبہ تیر کو کمان میں رکھا اب  
 جو چلانے لگا ہاتھ پھر لرز گئے اور تیر کمان ہاتھ سے گر گئی یہ دیکھ کر حصین بن نیر نے کہا حرمہ تو دنیا کا مشہور  
 تیر انداز ہے۔ آج تجھے کیا ہو گیا ہے۔ حرمہ نے کہا میرے قریب، آ اب جو تیسری بار تیر کو کمان میں  
 جوڑا تو حصین نے کہا کہ حسین کے خیمہ کے دروازے پر نگاہ کر۔ حصین نے دیکھا کہ ایک بچی خیمہ  
 کے دروازے پر سر پر قرآن لے کھڑی ہے۔ پکار کر کہتی ہے اذ ظالم ترس کر میرا ویر نین دن کا پیاسا  
 ہے۔ عزا دارو! اس شفقی ازلی کا تیر پیلا جس نے عرش کو ہلا دیا۔ اور بچہ تڑپ کر باپ کے ہاتھوں  
 پر منقلب ہو گیا۔ معصوم نے حسرت سے ایک نگاہ باپ کے چہرے پر ڈالی اور مسکرا کر جان سے  
 دی۔

روایت میں ہے کہ گلو نے اصغرؑ سے چند قطرے خون کے نکلے جن کو امام نے پانے چلے ہیں  
 لیا۔ چاہا کہ آسمان کی طرف پھینکیں۔ آسمان سے آواز آئی حسین! مظلوم کا خون ہے اگر میری طرف پھینکا  
 تو قیامت تک رحمت کی بارش نہ ہوگی، میرے مولا نے اس مقدس خون کو زمین کے سپرد کرنا چاہا  
 آواز آئی مولا! قیامت تک کوئی سبزہ ملے اگے گا۔ میرے مظلوم امامؑ نے اصغرؑ کے خون کو اپنی ریش  
 مقدس پر لیا اور کہا کہ قیامت کو اسی طرح دربار خدا میں آکر فریاد کروں گا۔ شعر ع

انکار آسمان کو ہے راضی زہیں نہیں

اصغرؑ تمہارے خون کا ٹھکانا کہیں نہیں

روایت میں ہے کہ ایک طرف ہو کر امامؑ نے تلوار سے گڑھا کھودا اور اصغرؑ کی نماز جنازہ ادا کر کے  
 اصغرؑ کو دفن کر دیا۔ شعر ع

نحی سی قبر کھود کر اصغرؑ کو گاڑ کر

نبتیہ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کجھاڑ کر

پانی نہ تھا جو شہ چھڑکتے مزار پر آنسو ٹپک پڑے محد شیر خوار پر

عزا دارو! علی اصغرؑ کو حسینؑ نے کیوں دفن کیا۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ممکن ہے کہ شاید

یہ وجہ ہو کر باقی شہیدوں میں سے کسی کے لئے اس قدر وقت نہ مل سکا ہو۔

۲۔ شاید یہ گوارا نہ تھا کہ اس نازنین کا سر بھی تن سے جدا ہو کر نوکِ نیزے پر سوار کیا جائے

۳۔ شاید تین روز تک ریگِ گرم پر نچنے کا رہنا ناگوار ہو۔

۴۔ ممکن ہے کہ گھوڑوں کے سموں میں پامال ہونے سے حفاظت کے لئے ایسا کیا ہو۔

۵۔ ممکن ہے شہزادہ کی خورد سالی و پیاس کی شدت اور منظرِ مصیبت سے تیرِ حفا کا نشانہ بننا ایسے روح فرسا واقعات تھے جن کے پیشِ نظر معصوم کی لاش کو دیکھنے کی تاب برداشت نہ ہو۔

۶۔ شاید دوسری لاشوں کی طرح اس لاش کا دوبارہ لٹنا منظورِ خاطر نہ ہو۔ میں عرض کرتا ہوں شاید یہ وجہ

بھی ہو کہ امام نے خیال کیا ہو کہ اس نچنے کی دردِ سیدہ ماں جب کل مقتل میں آئے گی تو شاید نچنے کی مصیبت

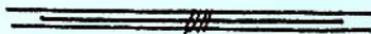
اور منظرِ مصیبت اور پھر جرمِ نازک کا گرم زمین پر رہنا برداشت نہ کر سکے اور اس کی بہنیں اور چھو پھیاں ضبط

نہ کر سکیں۔ پس امام نے منصلمت اسی میں کبھی کہ اس کی لاش کو سپردِ ناک کیا جائے لیکن کہتے ہیں کہ

ظالموں نے نوکِ نازک سے نچنے کی مدنون لاش کو تلاش کر لیا اور سرِ نازنین کو تن سے جدا کر کے

نوکِ نیزہ پر بہنوں اور پھوپھیوں کے سامنے سوار کیا۔ اصحابِ الیہین۔ ص ۱۲۱

أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْقَتْلِ الظَّالِمِينَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ



# سولہویں مجلس

## عقل بڑی نعمت ہے، حضرت خلیل کیلئے آگ کا گلزار ہونا، ایک قبر کا واقعہ

ماہقہ کھول کر نماز پڑھنا، وضو کا صحیح طریقہ، ایک نفسی کا واقعہ، سردارِ ابنیا کی دعا سے ثعلبہ کا مالدار ہونا۔ بقیۃ اللہ سے امام آخر الزمان مراد ہیں۔ ناصبی وزیر کے انار کا واقعہ، ایک مناظر کا شیعہ مذہب قبول کرنا۔ مریض کا شفا پانا اور مصائب جناب ربابؑ مادر علی اصغرؑ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَقِیَّتُهُ اللّٰهُ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ ۝ وَمَا اَنْعَلَيْكُمْ بِحَفِیْظِ پارہ ۸۷

باقی رکھا ہوا اللہ کا بہتر ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم ایمان والے اور نہیں ہیں اور تمہارے نگہبان۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ اس مالکِ حقیقی کے انعامات کا شمار کرنا انسان

کے بس کا روگ نہیں ہے اور معدود انعامات کا کمزور انسان کیسے احصا کر سکتا ہے۔ وَ اِنْ تَعَدُّوْا

اِنْعَمَۃَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا پارہ ۱۳ رکوع ۱۷۔ اگر تم گنو نعمتیں اللہ کی تو نہ پورا گن سکو ان کو۔ یہ انسان

کیا ساری کائنات اگر قدرت کے انعامات شمار کرنے لگے تو ساری کائنات کے اذہان ختم ہو سکتے

ہیں مگر خداوند تعالیٰ کے انعام و اکرام کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے عقل

میرے معترم بزرگو عقل سے بہتر انسان کے لئے کوئی نعمت نہیں ہے۔ عقل ہی سے حلال و حرام۔ اچھے

اور بُرے۔ دوست و دشمن اپنے اور بھلا۔ نہ حق و باطل، نور اور ظلمت میں تمیز کی جا سکتی ہے۔ اور بے

عقلوں کا ورد ہے کہ سارے ایک جیسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو خلق فرمایا تو حضرت جبریلؑ بحکم خداوند

بلبل کے تین چیزیں جناب آدمؑ کے پاس لائے۔ عقل، حیا، دین۔ اور عرض کی یا صبی اللہ قدرت

کا ارشاد ہے کہ آپ ان تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اپنے لئے تجویز فرمائیں۔ حضرت آدمؑ

نے عذر فرمایا کہ میں نے عقل کو اپنے لئے مناسب سمجھا۔ بس حضرت آدمؑ نے عقل کو سنبھال لیا تو جبریلؑ نے حیا اور دین سے فرمایا کہ آؤ واپس چلیں حیا اور دین نے کہا کہ ہمیں تو قدرت کا حکم ہے کہ جہاں عقل ہو وہاں رہنا اور اس کے بعد جبریلؑ اکیلے واپس تشریف لے گئے اس سے معلوم ہوا کہ جس کے پاس جتنی ہی عقل ہوگی اتنا ہی حیا اور دین ہوگا اصول کافی ص ۵۷ حدیث ۵۰۔ اس حدیث کے پیش نظر ہی تو حضرت مولانا ملک فیض محمد صاحب قبلہ کھیاوی مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں وہ ہے وہاں عقل نہیں اور جہاں عقل ہے وہاں وہ نہیں۔ بس عقل۔ حیا اور دین اکٹھے ہی رہیں گے۔ اور عقل مند انسان کو قدرت نے اشرف المخلوقات کا تعلق عطا کیا اور قرآن پاک میں بھی اس کی حوصلہ افزائی ان الفاظ سے کی گئی۔ خَلَقَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا پاره ۱ ع ۳۰۳ پیدا کیا ہم نے تمام چیزوں کو تمہارے ہی لئے۔ گو اس آیت کریمہ کے مصداق سوائے محمد و آل محمد علیہم السلام کے کوئی اور انسان نہیں ہو سکتا مگر عامۃ المسلمین کی تفسیروں میں ہے کہ ہر چیز انسانوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات وغیرہ آسمان کے نیچے جو شے ہے ہر شے انسان کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔ یا یوں سمجھو کہ ہر چیز انسان کو فائدہ پہنچانے کی خاطر پیدا ہوئی۔ مگر حیرت کا مقام ہے کہ اس مدعی عقل نے ہر صنف کو اپنا معبود تسلیم کر کے اس کی پرستش کرنا فرما سمجھا۔ اس بے عقل انسان نے اپنے ہاتھوں سے پتھروں کو تراش کر بت بنائے اور انہیں معبود سمجھ کر سجدے کرنے شروع کر دیئے۔ اس ترقی یافتہ دور میں بھی کروڑوں انسان پتھروں کو پوجتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ انسان کیا عقل مند کہلانے گا جو اپنے بتوں سے مشعل کشائی چاہتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے پتھروں کو خدا ماننے والے انسان کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں اشرف المخلوقات ہوں۔ ارے جس کے پتھر کے خدا ہوں تو اس خدا کو ماننے والی مخلوق کیسی ہوگی۔ جمادات خدا ہیں کہیں بندوں کے نباتات خدا ہیں حضرت انسان کے حیوانات بھی خدا ہیں اور جو اشرف المخلوقات کہے کہ بعض لوگ پتھروں کی ترویج نہیں کرتے مگر درختوں کو فرسے سے خدا مانتے ہیں۔ لاکھوں انسان پیل جنڈ وغیرہ کی پوجہ اشرف سے کرتے ہیں۔ کئی لوگ گنگا جنا یعنی پانی کو معبود سمجھتے ہیں۔ ہزاروں انسان آگ سورج کی پرستش کرتے دکھائی دیتے ہیں اس کے علاوہ بنی نوع انسان نے حیرانوں کو بھی خدا بنا لیا۔ گائے۔ بندر وغیرہ کے سامنے سر جھکاتے ہوئے بھی ماماں نبات کے مدعی نظر آتے ہیں ثابت ہوا کہ پتھروں کے بجاری ہیں تو انسان۔ آگ سورج پانی کو معبود سمجھتے ہیں تو انسان درختوں کی

خدائی کے قائل ہیں تو انسان حیرانوں کے سامنے سر جھکائے ہیں تو انسان۔ مگر جہاں نسلِ انسانی کے زور ہیں ایسے ذلیل لوگ نظر آتے ہیں وہاں بنی نوع انسان میں حضرت خلیلؑ جیسے مقدس لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ لاکھوں من کھڑکیوں کو آگ لگادی گئی۔ نلک بوس شعلے بلند ہوئے۔ میلوں سے پروازِ طیور ختم کہ سوزِ حرارت سے جل نہ جائیں تخت پر بیٹھنے والے نے کہا کہ صرف ایک بار مجھے سر جھکا دو۔ میں تو آخر انسان ہوں۔ پتھر۔ درخت۔ حیران۔ آگ۔ پانی۔ سورج سے تو بہر حال بہتر اور افضل ہوں۔ بس تیری نجات، سر کو ایک بار میرے سامنے خم کرنے میں ہے۔ مگر اشرف مخلوقات کا تاج پہننے والا انسان بڑے اطمینان سے کہتا ہے کہ میرا خدا وہ ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا۔ سُن لے ضرور۔ خلیلؑ کا سر گھاٹ تو سکتا ہے مگر جھکا نہیں سکتا۔ آزما کے دیکھ لے۔ اگر اس آگ کو گلزار نہ بنا دوں تو مجھے خلیلؑ نہ کہنا۔ دُنیا نے دیکھ لیا کہ جب خلیلؑ نے ان شعلوں میں قدم رکھا تو آگ نے مسکرا کر خلیلؑ کے قدموں کے بوسے لئے۔ جب خلیلؑ نے جھک کے دیکھا تو آگ آگ نہ تھی۔ پائے اقدسِ خلیلؑ کی برکت سے گلزار بن چکی تھی۔ یہ اشرف مخلوقات ہیں کی عبودیت پر توحید کو بھی ناز ہے۔

ایسے توحید پرستوں کی کافی مثالیں آپ کو قرآنِ پاک سے ملیں گی۔ اُس انسان پر انسانیت کیوں نہ فرونا کرے جو پھل کے پیٹ میں بھی اپنے خالق کو نہیں بھولا بلکہ مسلسل کہتا رہا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ پارہ ۱۷، ص ۶۔ نہیں کوئی معبود مگر تو پاکی ہے تجھ کو تحقیق میں تقاضا ملوں سے۔ یہ ہے اشرف المخلوقات بے شک اشرف المخلوقات انسان اپنی مادی اور روحانی قوت سے ظلمات میں گھوڑے دوڑا سکتا ہے۔ آسمان پر سیڑھیاں لگا سکتا ہے۔ چاند میں سکونت بنا سکتا ہے۔ پہاڑوں جیسی مخلوق سے ٹکرا سکتا ہے۔ سمندروں کے سینوں کو چیر سکتا ہے۔ ہوا کو مسخر کر سکتا ہے۔ آگ سے بغلیگر ہو سکتا ہے۔ ضرورت کے وقت سورج کو بھی واپس بلا سکتا ہے۔ ستاروں کو کھتی بنا سکتا ہے۔ بلکہ ایک لمحہ میں فرشتے سے عرش تک جا سکتا ہے۔ فرشتوں سے درزی کھلوا سکتا ہے اور جنت سے کھانے مگوا سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اشرف مخلوقات کا خطاب فریب دینا ہے۔ میرے جیسے انسانوں کو تو شیطان فریب دیتا ہے کہ تم اشرف المخلوقات ہو۔ ہماری کمزوری کی انتہا ہو گئی کہ جس جگہ مٹی کی ڈھیری پر سبز کپڑا پڑا دیکھا اُسے ہی سجدہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک واقعہ یاد دلانا چوں۔ جب پہلی مارشل لا ۱۹۵۱ء میں نافذ ہوئی تو کافی کام مدتوں کے رکے ہوئے ٹھیکے



یہ کیا ہے فرمایا علم ہے اور اسے اس لئے لگایا گیا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس مسجد کے نمازی  
نلاں پارٹی کے ساتھ ہیں۔ ارے ہم تو علم کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی پارٹی کا تعارف کرتے ہیں۔ میں نے  
کہا مولانا چودہ سو سال سے ہم بھی تو یہی کہا کرتے تھے اور کہتے آرہے ہیں جو تم نے آج کہا۔ مولوی صاحب  
ہم بھی تو یہی کہتے تھے کہ اپنے مکان پر علم لگا کر دنیا والوں کو بتا دو کہ ہم زید کی پارٹی میں نہیں ہیں بلکہ حسین  
کی پارٹی میں شامل ہیں۔ رہا میں نہ

جب تک سروں پر سایہ پروردگار ہے      جب تک جہاں میں گردش لیل و نہار ہے  
لہرٹے گا فضاؤں میں عباس کا علم      سقہ اہلبیت کی یہ یادگار ہے

(تصدیق شریازی)

ایک مولوی صاحب نے دوڑوں کے زمانے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ خبردار رہنا کسی داعی  
کو جس کا ماضی خراب ہو اُسے دوڑ نہ دینا کیوں کہ داعی بے اعتبار ہوا کرتا ہے۔ میں نے عرض کی  
مولانا اب تو داعی نے توبہ کر لی ہے۔ پہلے اس میں چند غلطیاں تھیں اب ان سے اس نے خالص توبہ کر لی  
ہے۔ کہا کہ بے شک اس نے توبہ کر لی ہے مگر پھر بھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر  
پرانے عادتوں پر آجائے۔ اس کے بعد ایک مثال سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہا  
کہ ایک گاؤں میں ایک آدمی پاگل ہو گیا تھا۔ اُس کے وارثوں نے اسے پاگل خانے داخل کر دیا۔ کچھ عرصہ  
کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گیا اور اپنے گھر آکر کام کاج میں مشغول و مصروف ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس  
کے ہاتھ سے ایک آدمی قتل ہو گیا۔ اس کے وکیل نے مقدمہ میں اُس پرانی پاگل خانے والی مثل کو پیش  
کیا کہ اسے کبھی کبھی پاگل پنے کا اثر ہو جاتا ہے۔ دیکھو یہ پہلے پاگل رہ چکا ہے۔ یہ قتل بھی پاگل پنے کے  
اثر کا نتیجہ ہے۔ ارے یہ قتل تو پرانے اثر کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح جو پہلے داعی رہ چکا ہو اُسے کُرسی نہ  
دینا کہیں پرانی عادتوں پر نہ آجائے۔ میں نے عرض کی مولانا آپ تو خلافت و امامت کا مسئلہ حل فرما رہے  
ہیں۔ مولانا جب آپ کی ضمیر کسی داعی کو پانچ سال کے لئے دنیا کا حاکم بھی بنانا مناسب نہیں سمجھتی تو اس  
ضمیر بے تدبیر نے دین کا حاکم قیامت تک داعی کس طرح قبول کر لیا۔ ارے جس کا ماضی داخلہ ہو اگر وہ  
چند روز دنیا کا حاکم نہیں بنایا جا سکتا تو جس کا ماضی داخلہ ہو وہ دین کا حاکم قیامت تک کس طرح  
بن سکتا ہے۔ صلوات۔

یعقل کے دیری مسلمان اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں لہذا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہرگز درست نہیں ہے۔ مگر میں اس کے جواب میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اگر شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے تو سنی کب ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہے۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ شیعہ سولہ آنے ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے اور میرا سنی بزرگ چودہ آنے ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے۔ صرف دو آنے ہی ہاتھ باندھتا ہے۔ شیعہ پوری نماز ہاتھ کھول کر پڑھتا ہے اور سنی سوائے قیام کے باقی تمام نماز ہاتھ کھول کر پڑھتا ہے۔ صرف قیام میں ہی چار اہلسنت والجماعت کے فرقوں میں سے تین فرقے ہاتھ باندھتے ہیں اور چوتھا فرقہ مالکی قیام میں بھی ہاتھ کھولنا ضروری سمجھتا ہے۔ تمام اہل اسلام سے تین فرقے صرف قیام میں ہاتھ باندھتے ہیں اور باقی پوری نماز میں وہ بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ اب بتاؤ ہاتھ کھولنے والوں کا پتہ بھاری ہے یا ہاتھ باندھنے والے کا پتہ بھاری ہے۔ میں عرض کرتا ہوں جب ان تین فرقوں نے ہاتھ باندھنے میں تو کس آیت کے حکم سے رکوع سجدے۔ تشہد۔ وغیرہ میں ہاتھ کھولے ہیں بہتر یہ تھا کہ جب باندھے ہی تھے تو پوری نماز میں ہی ہاتھ باندھے رکھتے۔ پھر اعتراض شیعوں پر ہے کہ قرآن میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا کہاں جائز ہے۔ دکھلاؤ۔ میں عرض کرتا ہوں اگر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے تو تم نے رکوع۔ سجدہ۔ تشہد وغیرہ میں کیوں کھولے تھے۔ کس آیت کی رو سے کھولے۔ ارے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا تو بے وارثی کی دلیل ہے۔ بے وارثوں کے ہاتھ سیدھے نہیں ہوا کرتے مثال کے طور پر ہیں آپ کا مہمان ہوں اور رات کو میں انتقال کر گیا چونکہ میری موت واقع ہوئی حالت قیام میں۔ ہاتھ بندھے کے بندھے رہ گئے۔ میزبان کو دیر سے علم ہوا کہ مولوی صاحب مر گئے اور ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ فرماؤ کیا کرے گا۔ جلدی سے میرے ہاتھ کھول کر سیدھے کرے گا۔ پوری کوشش کرے گا کہ کسی طرح اس کے ہاتھ سیدھے ہو جائیں تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بے چارہ بے وارث ہی مر گیا ہے۔ ماں اگر پوری کوشش کرنے کے باوجود بھی ہاتھ سیدھے نہ ہوئے تو جائزہ دیکھنے نہیں دے گا کہ میری بدنامی ہے کہ کم بخت ہاتھ بھی میت کے سیدھے نہ کر سکا۔ معلوم ہوا کہ بندھے ہاتھوں سے اللہ کے دیار میں جانا بڑی بات ہے ورنہ ملاں تو اپنے سارے مرنے والے کہنے کے ہاتھ باندھ کر منکر و منجیر کے سامنے بھینٹا تاکہ مؤدب اور باادب نظر آتا۔ صلوات۔

مسلمانوں اگر سنی بھائی نماز میں چودہ آنے ہاتھ کھول کر نماز پڑھ سکتا ہے تو شیعہ بھی پورے

سولائے آنے کا تعلق کھول کر نماز ادا کر سکتا ہے۔ چودہ آنے کا تعلق کھولنے کی آیت تم پڑھ دو سولائے آنے کا تعلق کھولنے کی ہم پڑھ دیں گے۔

اور اگر ہم سے ہی آیت سُنی ہے تو سنو۔ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ حَيْثُ كُلُّ مَسْجِدٍ وَادْعُوا مُخْلِصِينَ لَهُ الَّذِينَ لَمْ يُدْأَبُوا تَعْوِدُونَ پارہ ۸ ع ۱۰۱ کہہ حکم کرتا ہے پروردگار میرا ساتھ انصاف کے اور سیدھا کرو منہ اپنے کو نزدیک ہر نماز کے اور پکارو اس کو خالص کر کے واسطے اس کے عبادت جیسے پہلے پیدا کیا تم کو پھر آؤ گے۔ (ترجمہ رفیع الدین) بتاؤ مسلمانوں اس میں کا تعلق باندھنے کا حکم کہاں اس جگہ تو صاف ارشاد ہے کہ جس طرح پیدا ہوئے اور جس طرح اس کے پاس جاؤ گے اس طرح خالص ہو کر عبادت کرو تاں اگر کا تعلق بندھے پیدا ہوئے ہو تو ضرور کا تعلق باندھنے کا حکم ہے یا پھر مرنے والوں کے کا تعلق دیکھ لیا کرو۔

اور سنو اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالصّٰلِحٰتُ صَلّٰتًا طٰكُلًا قَدْ قَلِبَ صَدَقَةٌ وَتَسْبِيحًا ذُو اللّٰهِ عَالَمِيْنَ بِمَا يَفْعَلُوْنَ پارہ ۱۸ ع ۱۲۰ کیا نہیں دیکھا تونے یہ کہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے واسطے اُس کے جو کوئی بیچ آسمانوں کے ہے اور زمین کے ہے اور جانور پھر کھولے ہوئے ہر ایک تحقیق جانتا ہے نماز اُس کی اور تسبیح اس کی اور اللہ جانتا ہے جو کچھ کرتے ہیں (ترجمہ رفیع الدین) فرماؤ اس جگہ پر کھلے ہوئے کا ذکر ہے یا سمیٹے ہوئے پروں کا ذکر ہے پہلی آیت دکھلاؤ۔

ایک مولوی صاحب نے کہا کہ میں قرآن سے کا تعلق باندھنے کا حکم دکھانا ہوں اور اس آیت کو پڑھا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ وَاقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كَتَبَ عَلَيْهِمُ الْاِنْقَالَ اِذَا فِرْلَانٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشِيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشِيَةً پارہ ۵ رکوع ۸ کیانہ دیکھا تونے طرف ان لوگوں کے کہ کہا گیا واسطے ان کے بند رکھو یا تھو انہوں کو اور قائم رکھو نماز کو اور روز کراۃ پس جب لکھا گیا اوپر ان کے لڑکانا کہاں ایک فرقہ ان میں سے ڈرتے ہیں لوگوں سے جیسا ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یا زیادہ ڈرتا (ترجمہ رفیع الدین) ملاں نے کہا کہ یہ نماز میں کا تعلق باندھنے کا حکم ہے۔ جو اب ملاں کی صلا نہ شرم نہ جیا۔ ارے یہ کس مفسر نے لکھا ہے کہ یہ آیت نماز میں کا تعلق باندھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے کائنات الہیہ میں ایک مفسر بھی ایسا نہیں ہے جس

نے اس آیت کو نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں بیان کیا ہو۔ یہ آیت تو بعض صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مثلاً عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص وغیرہما کے جو مکہ میں حضور پر نور سے کہتے تھے کہ ہمیں مکہ میں کفار سے لڑنے کی اجازت دو تو خدا نے فرمایا كُفُوًا اِنْدِيكُمْ اپنے ہاتھوں کو بند رکھو لڑائی سے یعنی لڑنے کا حکم نہیں بلکہ نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو۔ اور جب مدینہ میں کفار سے لڑنے کا حکم نازل ہوا تو یہ بھاگنے لگے اور ایسے ڈرے کہ جیسا خدا سے ڈرا جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ دیکھو تفسیر حسینی قادری ص ۱۴۹ اور حاشیہ ترجمہ قرآن مجید احمد رضا بریلوی ص ۱۴۱ خدا کے بندو! قرآن مجید کے معنی اپنی مرضی سے بیان کرتے ہوئے خدا سے تو ڈرو اور یہی غیر خدا سے جبار بعض ملائکہ کہا کرتے ہیں کہ بارگاہِ خدا تعالیٰ میں بندھے ہاتھوں سے کھڑا ہو جانا اچھا لگتا ہے لہذا ہاتھ باندھنا ہی بہتر ہے۔ کیوں مسلمانو! اس بات کا رسول خدا کو علم نہ تھا تو انہوں نے یہ حکم کیوں فرمایا اور قرآن نے کیوں نہ بیان فرمایا اور تم نے کیوں پھر ہاتھ باندھ کر کھولنے شروع کر دیئے۔ سنو! اَفَتَجْعَلُ الْمُشْرِكِينَ كَالْمُحْسِنِينَ پارہ ۲۹ ع ۴۔ کیا ہم کر دیوں مسلمانوں کو مجرموں کی طرح مسلمانو نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم حضرت عمر نے جاری کیا ہے اس کی توجیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب جنگِ قادسیہ ہوئی اور ایرانی کا ایک بڑا حصہ مفتوح ہوا اور ایرانی اسیر اول قیدی ہو کر حضرت عمر کے دربار میں اسی صورت میں پیش ہوئے (ہاتھ باندھے ہوئے) تو ان کو ان کی یہ ادا پسندائی اور فرمایا کہ کیا اچھا طریقہ ہے اگر تم بھی اپنے آقا کے دربار میں وقت عبادت اسی طرح کھڑے ہوا کریں۔ چنانچہ اس کے متعلق احکام جاری ہو گئے اور اسی وقت سے اس عبادتِ خدایں میں تیغ واقع ہوئی۔ العسکری کتاب الادا میں اسلامی نماز ص ۲۹

اس کے ساتھ ایک روایت فتاویٰ عبدالحی جد ص ۲۶۶ سے نقل کرتا۔ ہوں عَنْ مَعَاذِ اَنْتَ رَسُولَ اللّٰهِ كَانَ اِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ فَبَالَ اَذُنَيْتِهٖ فَاِذَا كَثُرَ اَزْمَلَهَا مَعَاذِ سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے توجیب کا نون کے سامنے تک نفع دیدن کر کے تکبیرۃ الاحرام کرتے توجیب ہاتھوں کو کھلا رکھتے۔ اور فتاویٰ عبدالحی میں اسی صفحہ پر تحریر ہے۔ عَنْ عَنَسِ وَبْنِ دِينَارٍ قَالَ كَانَ ابْنُ الرَّبِيعِ اِذَا صَلَّى اَرْسَلَ يَدَيْهِ عَمْرًا وَابْنِ دِينَارٍ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ ابن زبیر نماز پڑھتا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھتا تھا اور سنن ابی داؤد میں ابن عباس سے مروی ہے کہ اگر تو چاہے کہ رسول اللہ کی نماز کو دیکھے تو نماز میں عبداللہ ابن زبیر

کی اقتداء کر۔ تحفہ نماز جعفریہ ص ۱۶۷

عامۃ المسلمین کی طرف سے اعتراض ہوتا ہے کہ آیا شیعہ کے امام معصوم نے بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے تو اس سلسلہ میں فروع کافی جلد ص ۱۷۷ کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ الجلیبتین ص ۱۸۱ کافی ص ۱۸۱ وغیرہ سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے حماد کو طریقتاً نماز خود پڑھ کر بتلایا۔

فَقَامَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ مُنْتَضِبًا فَأَرْسَلَ يَدَيْهِ جَمِيعًا عَلَى فَخْذَيْهِ فَخَضَمَهُمْ أَصَابِعَهُ وَقَدَّبَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ حَتَّى كَانَ بَيْنَهُمَا قَدْرُ ثَلَاثِ أَصَابِعٍ مُنْقَرِعَاتٍ وَاسْتَفْقَلَ يَا صَاحِبِ رَجُلَيْهِ جَمِيعًا الْقِبْلَةَ لَمْ يُعَيِّرْهُمَا عَنِ الْقِبْلَةِ تَرْجَمَهُ فِي الرَّبِيعِ

امام جعفر صادق علیہ السلام رُو یہ قبلہ سیدھے کھڑے ہو گئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کھول کر اپنی دونوں رانوں پر رکھا اور انگلیوں کو ملائے رکھا اور دونوں قدموں کو قریب رکھا جن میں تین کھلی انگلیوں کی مقدار فاصلہ تھا اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کا رخ سیدھا سجانبہ قبلہ کیا۔ ان دونوں پاؤں کو سمت قبلہ سے ذرہ بھی منحرف نہ کیا اسی طرح فروع کافی جلد ص ۱۷۹ کتاب الصلوٰۃ باب القیام والقعود میں بھی

امام محمد باقر علیہ السلام کی روایات ہیں اور اہلسنت والجماعت کی معتبر کتاب بخاری شریف جلد مطبوعہ ص ۱۳۰ و ص ۱۳۱ پر تین روایتیں حضرت علیؑ کی نماز ادا کرنے کے بارے میں درج ہیں کہ صحابہ نے پکار کر کہا کہ حقیقت میں آج ہم نے محمد مصطفیٰؐ کی نماز علیؑ کے پیچھے ادا کی ہے۔ بخاری میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

فَقَالَ قَدْ ذُكِّرْتُمْ فِي هَذِهِ صَلَاةٍ مُحَمَّدٍ. بس ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ کی نماز ادا رتھی اور صحابہ نے نماز کی ترتیب اور تجویز فرمائی۔ صلوات۔

عامۃ المسلمین کے عام ملاں بڑے زور شور سے بیان فرماتے ہیں کہ شیعہ حضرات کا وضو درست

نہیں ہے۔ اس لئے اب میں آپ کے سامنے وضو کے بارے میں قرآن سے ثبوت پیش کرتا ہوں۔

قُرْآنُ سُورَةِ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ

إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ. پارہ ۶ رکوع ۶۔ لے لگو: جو ایمان

لائے ہو جب کھڑے ہو تم واسطے نماز کے پس وضو منہوں اپنوں کو اور ہاتھوں اپنوں کو کہنیوں

تک اور سر کے دوسروں اپنوں کو اور پاؤں اپنوں کو ٹخنوں تک دترجمہ رفیع الدین ص ۱۸۱۔

مگر آج کل کے حضرات کی روایات یہ ہے کہ مسح کی جگہ وضو کھد دیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے

کہ صرف قرآن پاک ہی وضو کے بارے میں وضاحت کر چکا۔ میں بطور تلی کے چند باتیں عرض کرتا ہوں مولوی صاحبان اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اَرْجُلُكُمْ کا عطف پڑتا ہے اَنْدِيكُمْ پر کیوں کہ يَنْدُو سِيكُمْ میں معطوفہ اور معطوف علیہ کا اعراب ایک جیسا نہیں ہے لہذا اَرْجُلُكُمْ کا عامل وہی ہوگا جو اَنْدِيكُمْ کو نصب دیتا ہے۔ بس پاؤں کا دھونا اس وجہ سے ثابت ہے۔ جو ابابا عرض ہے ہاں یہ درست ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ مگر میں قرآن مجید سے اعراب کی تبدیلی پیش کر کے آپ سے فیصلہ چاہتا ہوں۔ سَمِعْنَا اَنَّ اللّٰهَ يَدْعُوْنَا مِنَ الْمَشْرِكِيْنَ وَ رَسُوْلُهُٓ پارہ ۱۰ رکوع ۷ یہ کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی۔ اگر معطوف معطوف علیہ کا اعراب ایک ہی ہوا کرتا ہے تو فرماؤ اَنَّ اللّٰهَ يَدْعُوْنَا مِنَ الْمَشْرِكِيْنَ اور وَ رَسُوْلُهُٓ میں لام پر پیش ہے۔ تو یہاں اعراب ایک جیسے تو نہیں ہیں بناؤ کیا ترجمہ کرو گے کہ اللہ تو مشرکین سے بیزار ہے مگر اس کا رسول نہیں۔ ایسے ترجمے سے ایمان تو رخصت ہو جائے گا۔

دوسری جگہ سے سنو۔ يٰۤاٰجِبَالُ اَرْوٰىۤا۟ مَعَنَا وَاَطِيْرٌ پارہ ۲۲ ع ۸ اے پہاڑو رجوع سے تبیح کرو ساتھ اس کے اور اڑتے جانور۔ تو یہاں بھی معطوف معطوف علیہ کا اعراب ایک نہیں۔ فرماؤ کیا ترجمہ کرو گے۔ کمال یہ ہے کہ علما نے عامہ کا فتویٰ ہے کہ اگر پاؤں میں چمڑے کے ٹونڈے پہنے ہوں تو مسح ان پر کرنا جائز ہے یہ ہے عجیب منطق ہے کہ چمڑے پر مسح کرو تو وضو صحیح ہے اور اگر اپنے چمڑے پر مسح کرو تو وضو باطل ہے۔ شعرہ

اس دور میں یوں پھیلی ہے باطل کی نمائش

حق بات کے اظہار کی کوشش بھی نہ کرنا

اس کے ساتھ آپ دو ایک کتابوں کے حوالے بھی اور عبارتیں بھی سن لیں۔ عینی حنفی نے شرح بخاری باب الوضوء ص ۶۵۹ مطبوعہ مصر میں رفاعہ بن رافع سے روایت کی ہے کہ رسالہ کتاب نے فرمایا کہ کسی شخص کی نماز مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ اس طرح اپنا وضو مکمل نہ کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پس چاہیے کہ اپنے مونہوں اور کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھوئے اور سر کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرے۔ اور سنو۔ نیز فتح الباری شرح بخاری میں حضرت علیؑ سے ص ۱۳۲ میں قاعدہ سے اور تفسیر خازن ص ۱۲۴ میں ابن عباس سے وارو ہے اَلْوُضُوْءُ غَسْلَانِ وَ مَسْحَتَانِ یعنی وضو میں دو اعضا

کے دھونے اور دو اعضاء کے مسح کا حکم ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور روایت بھی پیش خدمت ہے۔  
ابنِ مُطَر سے روایت ہے کہ ہم نے ایک دن حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کی کہ اِدْرَیْ وَضُوْءُ  
رَسُوْلِ اللّٰهِ یعنی آپ ہم کو رسول اللہ کا وضو دکھائیں تو آپ نے اپنے غلامِ قَبْرِ کو حکم دیا کہ پانی کا ایک  
کوزہ لائیں۔ پس قَبْرِ پانی لایا تو آپ نے اپنے منہ اور ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا اور سر اور پاؤں کا غسل  
تک مسح کیا۔ کنز العمال جلد ۵ ص ۲۸۷

ناصح کا کام ہے نصیحت کرنا کوئی نئے نہ مئے  
پڑھ دیتا ہے پھیل اپنے وقت پر کوئی چھنے نہ چھنے

دستورِ فلسفہ یہ ہے کہ دو جھگڑنے والوں سے دونوں سچے نہیں ہوا کرتے بلکہ ایک جھوٹا اور دوسرا  
سچا ہوگا۔ ایک مقدمے میں دونوں تو جھوٹے ہوتے ہیں مگر دونوں سچے نہیں ہو سکتے۔ چند برس کا  
ذکر ہے کہ ہندوستان سے ایک مسلمان فلسفی اذوق گیا اور وہاں کے ایک مشہور و معروف فلسفی سے گفتگو  
کرنے کے لئے اس کے مکان پر پہنچا اور صاحبِ مکان کے ملازم سے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور ہندوستان  
سے آیا ہوں۔ میں نے سُننا ہے کہ صاحبِ مکان بہت بڑا فلسفی ہے میں اس سے اس باب میں کچھ  
گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ملازم نے مالک کو اطلاع دی کہ ہندوستان سے ایک مسلمان فلسفی آپ سے  
تبادلہ خیال کرنے کو آیا ہے۔ مالک نے کہا کہ حسبِ دستور اس کی خدمت کی جائے اور اس فلسفی سے  
دریافت کیا جائے کہ وہ مسلمانوں کے کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ملازم نے اپنے مالک کا حکم پہنچایا اور  
جب اس سے فرقہ دریافت کیا گیا تو اس نے حیرت سے کہا کہ میں مذہبی بحث نہیں کرنے آیا بلکہ فلسفہ  
میں گفتگو کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ مالک مکان نے کہا کہ میں سمجھ چکا مگر جب تک اپنا فرقہ نہیں  
بتلائے گا میں ملاقات تک نہیں کروں گا۔ آخر ہندوستان کے فلسفی نے اپنا فرقہ بتلایا کہ میں اہلسنت  
والجماعت ہوں۔ مالک مکان نے کہلا بھیجا کہ میں ملاقات کرنے کو تیار ہوں مگر میرے ساتھ فلسفہ میں کوئی  
گفتگو نہ کی جائے۔ الحاصل جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو ہندوستان کے فلسفی نے وجہ دریافت کی  
کہ آپ میرے ساتھ فلسفہ میں کیوں گفتگو نہیں کرتے۔ اذوق کے فلسفی نے کہا کہ آپ فلسفی نہیں ہیں  
آپ نے غلط کہا ہے کہ میں فلسفی ہوں کیوں کہ فلسفہ کا دستور ہے کہ دو رائے والے دونوں سچے نہیں  
ہوا کرتے اور آپ یعنی اہلسنت والجماعت۔ ابو بکر کبھی صدیق اور حضرت۔ فاطمہ الزہراءؑ کو بھی صدیق کہتے

فلسفہ یا عقل

ہیں آپ دونوں کو سچا کہتے ہیں۔ آپ حضرت علیؓ کو بھی صدیق اور حضرت عائشہؓ کو بھی صدیقہ فرماتے ہیں اور جہل میں قاتل اور مقتول دونوں کو حق پر کہتے ہیں جو دستورِ فلسفہ کے بالکل خلاف ہے اس لئے میں نے کہا کہ جو زندہ فلسفہ کے ابتدائی قاعدے سے بھی واقف نہیں ہے اس سے اس فن میں گفتگو کرنا فضول اور نامعقول ہے۔ بس فلسفہ کا دوسرا نام عقل ہے۔ صلوات۔

۸ ع ۱۲ اے اگر عقل ہے تو قرآن کا حکم سنو۔ بَقِيَّةُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ پارہ ۸ ع ۸ خدا کا باقی رکھا ہوا تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے اگر تم مومن ہو تو۔ مقامِ غزہ ہے کہ بقیۃ اللہ کون سی چیز ہے جو ہمارے لئے خیر ہی خیر ہے۔ مسلمانو! انسان اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑتا ہے ایک مال دوسری اولاد و زواج مگر قرآن پاک انہیں خیر کہاں بتلا رہا ہے ارشاد ہے۔ اِنَّمَا مَوَالِكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فَتَنَةٌ پارہ ۲۸ ع ۱۶۔ سوائے اس کے نہیں کہ مال اور اولاد آزمائش ہیں۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے اَلْمَالُ وَالنِّسْبَانِ زِينَةٌ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ تَوَابًا وَخَيْرًا مَّا لَمْ يَكُنْ پارہ ۱۵ ع ۱۸۔ مال اور اولاد زینت ہیں دنیا کی اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں نزدیک پروردگار تیرے کے اور بہتر ہیں آرزو رکھنے میں۔ معلوم ہو مال اور اولاد صرف دنیا کی زینت ہے اور باقیاتِ صالحات صرف خدا کے نزدیک خیر ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن مِّنْ أَرْوٰحِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاخَذُوا هُمُومًا پارہ ۲۸ رکوع ۱۶۔ اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تحقیق بعض عورتیں تمہاری اور اولاد تمہاری دشمن ہیں واسطے تمہارے پس پجوان سے۔ ثابت ہوا کہ کچھ اولاد تو زینتِ دُنیاء ہے اور کچھ عورتیں اور اولاد دشمن ہیں انسان کے۔

بین یہاں ایک واقعہ اصحابِ رسولؐ سے عرض کرتا ہوں روایت میں ہے کہ ایک شخص نے ثعلبہ نامی جواضار سے تھا۔ اس نے خدمتِ نبویؐ میں درخواست کی کہ خدا مجھے اپنے فضل و کرم سے مالدار کر دے۔ آپ میرے لئے دُعا فرمادیں حضورؐ نے جواب میں فرمایا اے ثعلبہ تھوڑے مال پر فخر کرنا اس زیادہ مال سے اچھا ہے جس پر فخر دانہ کیا جانے تو میری اتباع کر مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں چاہوں تو سونے چاندی کے پہاڑ میرے ہموں پر چلیں پس وہ خاموش ہو کر چلا گیا پھر ایک دن حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ میرے لئے دُعا فرمادیں کہ خدا مجھے

مالدار کر دے اور مجھے اس پر وردگار کی قسم جس نے آپ کو نبوت عطا فرمائی ہے۔ میں حقوق مالیہ ضرور ادا کروں گا۔ پس آپ نے اس کے حق میں دُعا فرمائی جو مستجاب ہوئی پس اُس نے بکریاں خریدیں جو کیرا لیا کلوڑوں کی طرح بڑھتے گئیں اور دیکھنے ہی دیکھتے اس کا مال اس قدر بڑھ گیا ہے کہ مدینہ میں نہ سما سکا پس مجبوراً وادی میں چلا گیا۔ پھر اس قدر بڑھا کہ اُسے مدینہ سے دُور جانا پڑا حتیٰ کہ جمعہ و جمعیت کی سعادت سے محروم ہو گیا پس جب حضور نے زکوٰۃ طلب کی اور قاصد بھیجے تو اس نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ یہ تو جزیہ ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا هٰذَا ثَعْلَبَةٌ ثَعْلَبُكَ مال دنیا نے ہلاک کر دیا۔ تفسیر انوار النجف جلد ۷ ص ۹۵ یہ بات ثابت ہو گئی کہ مال و اولاد اور ازواج بقیۃ اللہ نہیں ہیں اور نیک عمل ہیں۔ باقیات الصالحات۔

اب بقیۃ اللہ کے بارے میں عرض کرنا ہے کہ وہ کون ہے۔ صباغی جواہر اللہ کے زبردست عالم تھے کتاب فضول مہمہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ جب امام مہدی آجرا زمان ظہور فرمادیں گے تو آنجناب کے ساتھ تین صدیقہ مومن ہوں گے اور آپ دیوار کعبہ سے ٹیک لگا کر فرمادیں گے يَا أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا بَقِيَّةُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنِ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ حاشیہ ترجمہ قرآن مجید ص ۳۷۲ فریق علی اور کتاب الکمال الدین میں بھی ہے کہ جناب قائم آل محمد ارشاد فرمادیں گے اِنَّا بَقِيَّةُ اللّٰهِ وَحُجَّتُهُ وَخَلِيفَتُهُ عَلَيْنَكُمْ اور دنیا کی طرف سے یوں سلام کی آواز آئے گی اِنَّا بَقِيَّةُ اللّٰهِ يَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ فِي اَرْضِهِ سَلَامٌ ہوا آپ پر ہے بقیۃ اللہ بیچ زمین کے حاشیہ ترجمہ مقبول احمد قرآن مجید ص ۳۷۲ یہ ہے بقیۃ اللہ جو ہمارے لئے خیر ہے جتنا کوئی ان کے قریب ہوگا اتنا ہی مولا و اتا اسے فائدہ پہنچائیں گے۔

ایک دو واقعات عرض کرنا ہوں جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے سہارا الانوار میں اپنے قریبی زمانہ کے بعض علماء سے سنا ہوا یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جس زمانہ میں ولایت بحرین کا تعلق انگریزوں کی حکومت سے تھا انہوں نے ایک مسلمان کو اس خیال سے والی بحرین بنایا کہ مسلم حکومت کی وجہ سے وطن کے تعمیری اور اصلاحی حالات قابل اطمینان رہیں گے۔ انگریزوں نے جے والی بحرین بنایا وہ نرا صیب میں سے تھا اور وزیر اس سے بھی زیادہ دشمن اہلبیت رسول تھا اور مہمان آل محمد کو دونوں طرح طرح کی اذیتیں دیا کرتے تھے۔ ایک روز وزیر نے والی بحرین جو نرا صیب تھا اسے ایک انار دیا جس پر یہ بشارت

لکھی ہوئی تھی۔ لَوْلَا اِنَّ اللّٰهَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَبُوْ نَبِيْكَ وَعُمَرُ وَعُمَمَانُ وَعَلِيٌّ خُلَفَاؤُ  
 رَّسُوْلِيْ اللّٰهِ۔ حاکم نے اس پر غور کیا تو یہ سمجھا کہ جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ قدرتی طور پر ہے اور یہ تحریر  
 انار کے ساتھ کی پیداوار ہے۔ اس کا تعلق انسان کی کاریگری سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد اس  
 نے اپنے وزیر سے کہا کہ یہ تحریر مذہبِ روانض کے بطلان کی قوی دلیل ہے اس کے بعد  
 والی بحرین نے حملائے اہل شیعہ کو طلب کیا اور انہیں کہا کہ دیکھو یہ انار کی تحریر تمہارے مذہب کو باطل  
 نہایت کرنے کے لئے بتین دلیل ہے آپ اس کا شافی جواب دیں ورنہ آپ لوگوں میں سے سب قتل  
 کر دیئے جائیں گے اور عورتیں بچھے سمیر ہوں گے سب کا مال ضبط ہو گا یا پھر آپ لوگ جزیہ دیں گے  
 اور کفار کی طرح ذلت کے ساتھ تم کو رہنا پڑے گا یہ سن کر تمام مومنین لرز گئے اور چہرے ان کے متعجب  
 ہو گئے اور والی بحرین سے کہا کہ ہمیں تین دن کی مہلت ملنی چاہیے ممکن ہے کہ ہم آپ کو جواب شافی  
 دے سکیں پس ان کی اس درخواست کو حاکم نے منظور کر لیا اور یہ لوگ نہایت خوف و حیرت کے عالم  
 میں واپس ہوئے۔ بحرین کے تمام شیعہ علماء نے مشورہ کیا اور بحرین کے تمام صالحین اور زاہدین میں سے  
 تین آدمیوں کا انتخاب کیا گیا کہ باری باری جنگل میں جا کر حضرت سرکارِ حجت علیہ السلام سے استغاثہ کریں شاید  
 حضور ہماری اس مصیبت میں مدد فرماویں پس ایک بزرگ رات کو جنگل میں تشریف لے گئے اور پوری  
 رات خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت و تضرع اور نزاری میں گزار دی مگر کوئی خبر نہ لاسکے دوسری رات کو  
 دوسرے بزرگ تشریف لے گئے اور ساری رات دوتے رہے اور حضرت حجت علیہ السلام سے فریاد  
 کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اس سے مومنین کی بے قراری اور بڑھ گئی۔ تیسری رات کو جناب  
 محمد بن عیسیٰ جو نہایت ہی پرہیزگار و متقی تھے۔ صبراً تشریف لے گئے اور دو رکعت دعائیں کرنے لگے  
 رات اندھیری تھی کہ ایک آواز آئی فَادْكُرْ مَا جَبْتَا۔ محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ مجھے اپنے مولا سے  
 عرض کرنا ہے۔ فرمایا میں ہی ترا امام ہوں کہا کہ اگر آپ امام ہیں تو ہماری مصیبت کو بیان فرمائیے  
 حضور نے سارا واقعہ سہرا دیا تو محمد بن عیسیٰ نے امام کے قدموں کے بوسے لئے اور رو کر عرض کی مولا  
 مدد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اے محمد بن عیسیٰ وزیر کے گھر میں ایک انار کا درخت ہے اور جس وقت  
 اس میں انار آنے لگتے ہیں تو اس نے مٹی سے ایک شکل انار کا نخل بنایا ہوا ہے اور اس کے درختے  
 کئے ہوئے ہیں۔ اندر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے وہ وزیر چھوٹے اناروں پر نخل چڑھا دیتا ہے اور

انار اس قالب کے درمیان بڑھتا رہتا ہے جب پک جاتا ہے تو وہ تحریر انار پر اتر آتی ہے۔ تم صبح حاکم کے پاس جاؤ تو کہنا کہ میں جواب لے کر آیا ہوں۔ لیکن وزیر کے گھر پر بیان کر سکتا ہوں حاکم کو ساتھ لے کر اس کے مکان کے اندر پہنچو تو داخل ہوتے ہوئے اپنی داہنی جانب ایک بالاجانہ دیکھو گے حاکم سے کہنا کہ میں اس کے اندر چل کر جواب دوں گا۔ جس سے وزیر انکار کرے گا مگر خیال کرنا کہ کہیں تم سے پہلے نہ بالاجانہ پر چڑھ جائے۔ دہاں ایک طاق میں سفید تھیلی پڑی ہوگی اس پر قبضہ کر لینا اس میں مٹی کے وہ سانچے موجود ہیں پھر انار اس قالب میں رکھ کر حاکم کو دکھانا جس سے سارا راز کھل جائے گا۔ اے محمد بن عیسیٰ ہمارا دوسرا معجزہ یہ بھی ہے کہ حاکم سے کہنا کہ اس انار کو توڑ کر دیکھ لے اس میں سوائے خاکستر اور دھوئیں کے کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ تصدیق کرنا چاہتے ہیں تو وزیر کو حکم دیں کہ وہ اس کو توڑے۔ جب وزیر اس کو توڑے گا تو خاک اور دھواں اس کی ڈاہڑی میں اڑ کر پڑ جائے گا۔ پس دوسرے روز محمد بن عیسیٰ نے حکم امام علیہ السلام سے اسی طرح سب کچھ کیا اور والی بحرین نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا اور وزیر رُفقہ کو قتل کر دیا۔ آج بھی محمد بن عیسیٰ کی قبر بحرین میں موجود ہے اور لوگ زیارت کو جایا کرتے ہیں۔ صلوات۔ ملاقات امام ۲۳۲ اور القائم ۱۳۹

ایک اور واقعہ لقبیتہ اللہ کا سن لو۔ مرزا عبد اللہ اصغہانی شاگرد علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے کتاب فیاض الصلوات میں شہر ہمدان کا ایک مناظرہ نقل کیا ہے جو ابوالقاسم بن محمد حاصمی شیعہ اور رفیع الدین حسین کے درمیان ہوا تھا۔ وہ یہ ہے کہ ابوالقاسم اور رفیع الدین حسین کے دو تازہ تعلقات تھے اور اکثر مذہبی بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک روز دونوں مسجد ہمدان میں موجود تھے کہ بحث شروع ہو گئی۔ رفیع الدین حضرت ابوبکر کے فضائل بیان کرنے لگے اور ابوالقاسم اپنے مولا امیر المومنین کے فضائل منانے لگے آخر میں رفیع الدین نے کہا کہ جو آدمی مسجد میں پہلے داخل ہو اس سے فیصلہ لیا جائے کہ مذہب حق کون ہے اور ابوبکر علیؓ میں کیا فرق ہے۔ چونکہ ہمدان کے رہنے والے تمام اہلسنت ہی تھے مگر ابوالقاسم نے طوعاً و کرہاً اسے قبول کر لیا اور امام زمانہ سے استغاثہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک جوان مسجد میں داخل ہوا کہ جس نے استفسار پر دو شعر عربی کے پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ یعنی میرا اپنے مولا کے لئے یہ کہنا بھی کہ ان دونوں سے کون افضل ہے۔ حضرت کی شان کے خلاف ہے جس طرح سیف اور ہصا کا مقابلہ کرنا اور اس میں کہنا کہ یہ تلوار اس لکڑی سے نیز ہے۔ تلوار کی دھار کو عیب لگانا ہے۔ اس کے بعد وہ جوان غائب

دوسرا واقعہ

ہو گیا اور رفیع الدین حسین نے مذہبِ شیعہ اختیار کر لیا۔ ملاقات امام ملا ۲۳۹۔

علامہ علی بن عیسیٰ اربلی صاحب کشف الغمہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے سید یاقی بن عطوہ حسنی نے بیان کیا کہ میرا باپ جو زیدی مسلک تھا ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ جس کے علاج سے اطباء دعا آگئے اور وہ اپنے بیٹوں سے ہمیشہ کہتا کہ اپنے امام سے کہو کہ مجھے شفا بخشیں تاکہ میں بھی تمہاری طرح مذہبِ شیعہ اختیار کر لوں۔ باقی بن عطوہ کہتا ہے کہ ایک شب کو ہم سب بھائی ایک جگہ جمع تھے کہ جو والد کے چہینے کی آواز آئی جو ہمیں بلا رہے تھے کہ دوڑ دوڑو۔ پس ہم فوراً ان کے پاس پہنچے تو کہا کہ اپنے مولا کو دیکھو کہ وہ ابھی ابھی میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے ہیں ہم نے بڑی کوشش و تلاش کی مگر ہمیں کہیں دکھائی نہ دیئے اور ہمارے باپ نے ہمیں واقعہ سنایا کہ ایک شخص گھر میں آیا اور کہا اے عطوہ میں نے پوچھا آپ کون ہیں تو فرمایا میں تیرے بیٹوں کا امام ہوں اور اس بیماری سے تجھے نجات دینے آیا ہوں۔ یہ فرما کر مہر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور چلے گئے اب میں دیکھتا ہوں کہ میں بالکل ٹھیک ہوں اور کوئی تکلیف باقی نہیں ہے۔ اس کے بعد عطوہ نے مذہبِ شیعہ اختیار کر لیا اور مدت تک زندہ و سلامت رہا۔ ملاقات امام ملا ۲۳۹۔

یہی میرے بارہویں امام اپنے مظلوم جد کی بے کسی پر بارہ سو سال سے روتے پھر رہے ہیں عوادار ہر انسان نے جس کے دل میں حضرت امام حسین کی جتنی محبت تھی اتنا ہی اس نے غم و ماتم کیا۔ کوئی بارہ سو سال سے غم کر رہا ہے۔ کسی نے چالیس سال ماتم کیا۔ کسی نے ماتم کرتے کرتے جا میں بھی ختم ہو گئیں۔ کربلا کے میدان میں جناب سورا بابت نے بھی حسین کا زلے رنگ میں ماتم کیا۔ دو پچھے تھے جن کا صدقہ کر دیا۔ علی اصغرؑ کو حسین کا صدقہ بنایا کیونکہ زینب پر تصدق کیا اور گیارہویں محرم کو قید ہو کر حسین کی لاش پر آئیں اور طواف کر کے پائے اقدس کی طرف دوڑا رہے کہ بیٹے گئیں اور ہندسے ہاتھوں سے عرض کی اے فرزندِ رسول! میں آپ کی کنیز ہوں آپ کے اصغر کی دایہ آپ سے آخری وداع کرنے کو آئی ہوں۔ حسین ناراض نہ ہونا کہ آپ کی لاش پر کپڑا نہ ڈال سکیں۔ حسین میری چادر بھی تیرے نالے کی امانت لے لو سٹی ہے مگر چادر ہوتی تو تیری لاش پر ڈال کر ہاتھوں سے منہ چھپا کر شام چلی جاتی مگر میرے مولا چادر چھین گئی۔ حسین میرے ہاتھ کھلے ہوتے تو تیری لاش پر ہاتھوں سے سایہ کرتی مگر مجبوری ہے کہ ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ میرے والی اگر اشقیاء مجھے چھوڑ دیں تو سبتوں سے جھیک مانگ کر تیرا کفن تیار کرتی ہوں۔ حسین مجبوری یہ ہے کہ قیدی ہوں، میرے

وارث۔ میرا آپ سے وعدہ ہو گیا جب تک میں زندہ رہوں گی نہ ٹھنڈا پانی پیوں گی اور نہ سائے میں بیٹھوں گی لرحصین وعدہ ہو گیا۔

ع۔ ادارہ جو وعدہ اصفہر کی ماں نے کیا اسے خوب نبھایا۔ رباب تجھ پر لاکھوں مائیں اور بیویاں قربان کرنے حسین کو چار چاند لگا دیئے۔ رتوں سے سج کہا تھا۔ قید میں ہے تو دھوپ پر وقت گزارا۔ شام قید خانہ ہے تو دھوپ پر قید سے فارغ ہوئیں تو دھوپ پہ اگر کسی عورت نے کہہ دیا کہ بی بی سائے میں چلو تو رو کر فرمایا میرا کہاں سایہ ہے۔ میرا سایہ تو کربلا میں اٹھ گیا۔ صحیح روایت میں ہے کہ شام سے جب واپس جانا فکریا آیا تو رباب ایک سال تک قبر حسین پر قائم و گریہ دزاری میں رہی تذکرہ محمد و آل محمد جلد ۱ ص ۱۱۱ اصحاب الیمین ص ۱۱۱۔ ایک سال کے بعد حضرت سجاد کو حکم ہوا کہ ماں کو مدینے لے جاؤ۔ رباب مدینہ میں ایک سال زندہ رہیں مگر قیام پورا سال دھوپ پر ہی رہا۔ سیدانیوں کی بے چینی کو دیکھ کر حضرت سجاد لے ماں کے پاس جا کر سلام کیا۔ رباب نے جواب دیا۔ امام نے معذرت کی کہ ماں تمام سیدانیاں لے چیں ہیں اب تو سائے میں چلو۔ کہا میرے امام بیٹے مجھے تو حسین کی لاش اب بھی دھوپ پر نظر آرہی ہے۔ بیٹا مجبور نہ کیا کر۔ سائے پہ جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ امام نے کہا ماں میں بحیثیت امام حکم دیتا ہوں کہ سائے پر چلو۔

ع۔ ادارہ! اتنا سنا تھا کہ رباب کی نگاہ آسمان کو اٹھی۔ عرض کی پالنے والے میری لاج رکھ لے ایک امام سے وعدہ کیا ہے کہ سائے پہ نہیں جاؤں گی۔ دوسرا امام حکم دیتا ہے کہ سائے پہ چلو۔ میرے اللہ میری مدد کر۔ بس ایک طرف سے بی بی زینب نے کپڑا دوسری طرف سے سجاد نے پکڑا۔ جب رباب کھڑی ہوئی تو امام کی چہرہ والدہ پر نظر پڑی امام کی پیچ بھل گئی۔ آواز دے کر بلایا۔ سیدانیوں! دوڑ کر آؤ۔ میری والدہ کا آخری وقت ہے۔ ع۔ ادارہ! سید سجاد وہیں بیٹھ گئے۔ اور ماں کا سر گود میں لے لیا تو رباب نے آنکھ کھولی سجاد نے رو کر فرمایا انا نہ۔ یہی ہو فرمایا ماں بیٹا تیری امامت کی گواہی دے کر جا رہی ہوں۔ کہا ماں کوئی وصیت کرنی ہے تو کرو۔ عرض کی امام زمانہ میری وصیت یہ ہے کہ میری لاش کو سائے پہ نہ لے جانا اور مجھے ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دینا۔ کیونکہ میرے مولا کو سایہ نصیب نہیں ہوا اور تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا۔ بس رباب کے منہ سے لائے حسین نکلا اور روح جنت الفردوس کی طرف پرواز کر گئی۔ مظلوم کربلا ص ۳۹۹۔

اصحاب الیمین بکلا اَلدُّعَاةُ اَللّٰهُ عَلٰى اَلْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ۔

# سترہویں مجلس

توکل کا بیان بر الوالدین، حرمتِ عشاء، غزوہ بدر و احد، ناصبی خارجی  
کا کتاب بن جانا، انس کا انجام، طلبِ محضرت، جنابِ فاطمہ زہراء علیہا السلام و ثانی زہراء علیہا السلام  
اور سید سجاد علیہ السلام کا عشر میں تشریف لانا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ پارہ ۲۸ ع ۱۷ اور جو توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر بس وہ  
کافی ہے اُس کے لئے۔

توکل ایک عام لفظ ہے جس کا استعمال اکثر ہوا کرتا ہے۔ ہر انسان اپنے آپ کو متوکل کہلاتا ہے مگر  
حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ معنی توکل سے آشنا نہیں ہیں کچھ لوگ تو توکل کے معنی یہ کرتے ہیں کہ دنیا کے ہر  
کام سے کنارہ کشی کر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہنے کا نام توکل ہے یعنی رایسا نہ زندگی  
بسر کرنے والے ہی متوکل ہوا کرتے ہیں۔ ہاں اگر ایسا ہی ہے تو اسلام میں ایک انسان بھی متوکل نہیں کیوں کہ  
سلام کی تعلیم اس کے برخلاف ہے۔ وَ اَنْ تَيْسَرَ لَكَ نَسَا نِ الْاٰدَمٰ سَعٰی وَاَنْتَ سَعٰیہُ سَوْفَ يُرٰی  
تَمَّ مَجْنٰ حٰدِ الْجِزْ اَدَاةٌ فِیْ پارہ ۲۷ ع ۷۔ بس آدمی کے واسطے وہی ہے جو وہ سعی کرتا ہے اور یقیناً  
اُس کی کوشش دیکھی جاوے گی پھر اُس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اس آیتِ کریمہ نے راہنمائی فرمائی  
کہ انسان کی تمنا کی کامیابی اس کی کوشش و محنت کا ثمرہ ہوا کرتی ہے۔ ایک اور آیت ملاحظہ ہو اِنَّ اللّٰهَ لَا  
یُعِیْبُ مَا یَسُوْمُ حَتّٰی یُعِیْبُوْا مَا یَا فَنَسِیْہُمْ پارہ ۱۳ ع ۸۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا  
جب تک کہ وہ قوم خود اپنی حالت کے بدلنے کی کوشش نہ کرے۔ شروع

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

حضور توکل کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے اور خدا اس کے سارے کام کاج کرنے لگ جائے۔

منقول ہے کہ ایک اعرابی دربار رسالت میں بغرض زیارت حاضر ہوا۔ حضور نے اُس سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا ہے عرض کہ یا رسول اللہ میں جنگل میں بھیروں چراغا تھا کہ آپ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا بس اپنی بھیروں کو اللہ کے توکل پر جنگل میں چھوڑ کے چلا آیا ہوں کہ آنجناب کی زیارت سے شرفیاب ہو سکوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے بندہ خدا اگر تو اللہ کے توکل پر بھیروں جنگل میں چھوڑ کے آگیا ہے تو بھیرویں بھی تو اللہ کے توکل پر جنگل میں رہتے ہیں۔ جا اور اپنی بھیروں کا خیال کہ مسلمانو معنی توکل پر غور کرو ایک اور روایت میری نظر سے گذری ہے کہ ایک آدمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تیرا اونٹ کہاں ہے۔ اُس نے عرض کی یا بن رسول اللہ میں اسے اللہ کے توکل پر باہر چھوڑ آیا ہوں۔ حضور نے فرمایا یہ تو توکل نہیں ہے بلکہ پہلے اونٹ کو رسی سے باندھ اور پھر خدارے توکل کر کیوں کہ بہت سے اونٹ رسیوں سے بندھے ہوئے بھی چوری ہو جاتے ہیں۔ توکل یہ ہے کہ اونٹ کو رسی سے مضبوط طریقے سے باندھو اور پھر خدا پر اس کی حفاظت کا بھروسہ کرو۔ صلوات۔

تراجم الاحزان جلد ۲ ص ۲۷۵۔

میں کہتا ہوں کہ اگر ساری دنیا کے متقی پرہیزگار بل کر دعا مانگیں کہ پالنے والے ہم غلوں سے بیس تراویح پڑھ دیتے ہیں اور تو ہمارے مرید ہیں بل چلا دے کیا یہ دعا قبول ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں چلوں گے اللہ ہم شعبینہ پڑھ دیتے ہیں تو ہمارے مرید میں سوا کہ پھیر دے بتاؤ کیا یہ کام اللہ میاں کرے گا ہرگز نہیں بلکہ ایسی دعا ہی مانگنا گناہ عظیم ہے۔ سنو توکل کے معنی عرض کرتا ہوں۔ توکل کے معنی یہ ہیں کہ جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرے تو جتنے اسباب ظاہری اُس کے ہیں ان کو پورا کرے۔ پھر اُس کے بعد اپنے امر کو ہاکہ حقیقی کے سپرد کر دے۔ یعنی امکانی قوت خرچ کرنے کے بعد نتیجہ خدارے چھوڑنے کا نام توکل ہے۔ شعور

اک در چہ بیٹھ گرے توکل کمر ہم پر

اللہ کے فقر کو پھیرا نہ چاہئے

بس جتنی زیادہ خدا تعالیٰ کی معرفت ہوگی اتنا ہی زیادہ خدارے بھروسہ اور توکل ہوگا۔

منقول ہے کہ ایک اعرابی حضرت رسالت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے اُس کے

بخشش کرنا میرا کام ہے اور تو یہ کرنا تمہارا کام ہے۔ ہاں اگر بندہ تو بہ نہیں کرے گا تو خالق بخشش نہیں فرمائے گا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے جد محمد مصطفیٰ کا فرمان ہے کہ چار قسم کے انسانوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی۔ حالانکہ جنت کی خوشبو ہزار ہزار برس کی مسافت سے عکس ہوتی ہے۔ ۱۔ قطع رحم کرنے والا ۲۔ بڑھا زنا کار ۳۔ کپڑے تکبر کی وجہ سے زمین پکھینچنے والا ۴۔ اور والدین کا فرمان ان چار قسم کے لوگوں کو جنت کی بو بھی نصیب نہ ہوگی۔ مقبول ص ۵۳۱۔ ماں باپ کی نافرمانی بہت بڑا عیب ہے قرآن مجید نے تنبیہ کی ہے کہ ماں باپ کو اُفت تک بھی نہ کہو۔ جناب صادق آل محمد نے فرمایا کہ اگر اُفت سے کوئی کم لفظ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اُسے استعمال کرتا۔ میں ایک واقعہ فرما ہندواری بیٹے کا عرض کرتا ہوں۔ مصرعہ۔

شاید کہ اُتر جائے تڑے دل میں مری بات

تفسیر برمان میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ تین شخصوں نے جو آپس میں چچا زاد تھے ایک عورت سے نکاح کی خواستگاری کی تو اس عورت نے ان میں سے جو عالم اور شریف تھا اس کے ساتھ نکاح کرنا منظور کیا تو باقی دونوں نے مشرہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اُرت کو اس کی لاش اٹھا کر بنی اسرائیل کے بڑے قبیلہ کے محلہ میں ڈال دی اور صبح ان پر قتل کا دعویٰ کر دیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت موسیٰؑ نے ان کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے قتل سے انکار کر دیا اور عرض کیا کہ ہم سے قسمیں اور خون بہا لینے کی بجائے خدا سے قاتل کا علم معلوم کیا جائے خدا کی جانب سے وحی ہوئی کہ ایک گائے کو ذبح کر کے اس کا ایک حصہ مقتول کے جسم پر مارا جائے تو وہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتلائے گا۔ الحاصل کافی سوال جواب کے بعد اس گائے کا علیہ رنگ وغیرہ کے بارے میں حضرت موسیٰؑ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے بحکم خداوند قدوس اُس گائے کے ٹھیلے کو بیان فرمایا روایت میں ہے کہ ان صفات کی گائے بنی اسرائیل کے ایک جوان کے پاس تھی جو اکثر محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھتا تھا اور باپ کا اس قدر فرمانبردار تھا کہ ایک مرتبہ اس نے ایک جنس کو فروخت کرنا تھا جس سے اُسے کافی نفع مل رہا تھا جب خریدار پہنچے تو مال خانہ کی کُنبیاں اس کے باپ کے سرانے کے نیچے تھیں اور وہ سو رہا تھا۔ اس نوجوان نے باپ کو نیند سے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور خریداروں کو واپس کر دیا۔ جب اس کے باپ نے نیند سے آنکھ کھولی تو مال کی فروختگی کے بارے میں دریافت کیا تو فرمانبردار لڑکے نے عرض کی کہ مال خانہ کی کُنبیاں آپ کے سرانے

خاص سرائیل والی گائے

بڑا اللہ تعالیٰ

پڑھی تھیں اور آپ کو نیند سے جگانا میں نے مناسب نہ سمجھا اور خریداروں کو خالی واپس کر دیا۔ باپ نے خوش ہو کر یہ گائے اپنے لڑکے کو دی تھی جس کی نشاندہی قدرت نے کرائی۔ جب بنی اسرائیل نے اس گائے کو خریدنا چاہا تو اس کی قیمت بڑھتے بڑھتے یہ مقرر ہوئی کہ بیل کی کھال دنیا روں سے پڑ کر کے مالک کو عوض گائے دیئے جائیں جب ان کو شمار کیا گیا تو پچاس لاکھ دینار اس میں سمائے تھے حضرت کلیم نے فرمایا کہ یہ باپ کی فرمانبرداری کی وجہ سے قدرت نے اسے انعام دیا ہے۔ صلوات۔ تفسیر انوار العرف جلد ۲ ص ۱۴۷۔

میں تو یہ سمجھا ہوں کہ جس مسلمان انسان نے قدرت سے دین اور دنیا میں انعاماتِ وافزہ لینے ہوں وہ اپنے ماں باپ کی خدمت و احترام کرے۔ میں نے نجف اشرف میں جناب آقا ثنائے آقا حضرت تہذیب القاسم مولانا مجتہد اعظم مدظلہ العالی علی رؤس المؤمنین کے متعلق یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک روز آقا صاحب درس خارج دے رہے تھے کہ ان کے والد بزرگوار بھی درس سُننے کی غرض سے تشریف فرما ہوئے آقا صاحب کی نظر اپنے باپ کے چہرے پر پڑی کہ وہ درس میں تشریف لے آئے ہیں تو فوراً آقا صاحب نے درس دینا موقوف کر دیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا میرے والد صاحب تشریف لائے ہیں اور مجھے اپنے باپ کے سامنے بولنے کی جرأت نہیں ہے۔ یہ ہیں نجف کے علماء۔ سبحان اللہ!

اور ایک پنجاب کے مولوی فاضل کا یہ واقعہ بھی سنا ہے کہ اتفاق سے ایک جگہ مولوی فاضل لڑکے نے اپنے باپ کے ساتھ اکٹھی مجلس پڑھنی تھی۔ سامعین نے جب مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ پہلے مجلس پڑھیں گے یا آپ کے ابا جان کو پہلے پڑھائیں تو مولوی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ہوں مولوی فاضل اور میرا باپ ہے جاہل لہذا اُسے پہلے پڑھاؤ اور میں اس کے بعد ہی پڑھوں گا۔ اس سے پہلے پڑھنا میری توہین ہے۔ استغفر اللہ ربی۔ مسلمانو! یاد رکھو ماں باپ کے نافرمان کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی۔ دوسری حدیث قدسی سنو! اَلْحَبْتَةُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ وَالطَّاعَةُ مِنْكُمْ۔ جنت دینا میرا کام ہے اور اطاعت کرنا تمہارا کام ہے۔ اگر انسان اطاعتِ خدا سے احتراز کرے گا تو خالق کائنات اس کی بخشش کے دروازے سدود کر دے گا۔ آج کل اطاعتِ خدا کرنا تو درکنار لفظاً نہ امت کا سنتا بھی گوارا نہیں کیا جاتا۔

منقول ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو مسلمانوں نے ساری زندگی قید خانہ میں رکھا حضورؐ

کا قید خانہ نہایت ہی تنگ و تاریک تھا۔ آنحضرت کی عبادت کو دیکھ کر داروغہ قید کو حیا دامن گیر ہوئی اور حضرت کو ایک اچھے مکان میں جس میں زندگانی کی کافی سہولتیں تھیں لے آیا۔ تین چار روز کے بعد داروغہ نے امام سے عرض کی کہ یا بن رسول اللہ اب تو آپ آرام سے ہی ہیں۔ اگر کوئی تکلیف ہو تو ارشاد فرما دیں تاکہ اس کا بھی تدارک کیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھائی اس جگہ سے تو وہ تنگ و تاریک مکان میرے لئے بہتر تھا۔ داروغہ نے عرض کی مولایہ مکان تو نہایت ہی اچھا ہے اور اس پہلے مکان میں تو آپ سیدھے بھی کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ حضور نے فرمایا مکان تو اچھا ہے مگر مجھے اس میں زیادہ تکلیف ہے وہ یہ کہ اس مکان کے پڑوس میں گویوں کے گھر ہیں۔ جب وہ گانا شروع کرتے ہیں تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے تو مجھ پر احسان کر کے اسی مکان میں لے چل۔ کیوں مسلمانو! آج تو ہمارا ہر گھر بیگانا ہوا ہے۔ اگر امام تشریف لے بھی آئیں تو امام کو ٹھہراؤ گے کہاں اور کس نہ سے ہم عرض کریں گے کہ مولانا ہم آپ کے غلام ہیں۔

تیسری حدیث قدسی سنو: **الْزُّنُوفُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ وَالشُّكْرُ مِثْقَالُ كَلْبٍ**۔ رزق دینا میرا کام ہے اور شکر کرنا تمہارا کام ہے۔ تاجدار رسالت نے ہمیں نیک کرنے کا حکم دیا ہے کہ انعاماتِ الہیہ کا ہر حال شکر کرو۔ اور طریقہ سمجھا دیا ہے کہ کوئی کام شروع کرو تو **بِسْمِ اللّٰهِ** کہوئی نعمت پاؤ تو کہو **أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** اگر کسی سے وعدہ کرو تو کہو **إِن شَاءَ اللّٰهُ** کوئی خوبصورت چیز دیکھو تو کہو **بِإِذْنِ اللّٰهِ** خوشی میں آؤ تو کہو **سُبْحَانَ اللّٰهِ** کرنے لگو تو کہو **حَسْبِيَ اللّٰهُ**۔ میدان میں جاؤ تو کہو **نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ**۔ کسی کو الوداع کرو تو کہو **إِنَّا لِلّٰهِ**۔ کسی نیک کا ذکر ہو تو کہو **رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ**۔ کسی رجبیم و لعین کا ذکر کرو تو کہو **لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ**۔ ونا دارِ صحابی رسول کا ذکر ہو تو کہو **رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ**۔ کسی معصوم کا ذکر کرو تو کہو **صَلَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ**۔ کسی کے مرنے کی خبر سنو تو کہو **إِنَّا لِلّٰهِ** اور اگر تبقا ضائے بشری کوئی گناہ ہو جائے تو کہو **اسْتَغْفِرُ اللّٰهُ لِقَبْلَتِنَا** حق شکر ادا ہو جائے گا۔

اب چوتھی حدیث قدسی سنو: **أَفْضَلُ مَا مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الرِّضَا**۔ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے اور راضی ہونا تمہارا کام ہے۔ مسلمانو! خدا کا حقیقی عبد ہی وہ ہے جو خدا کے ہر فیصلہ پر راضی و شکر ہو یہ کمالِ رضاِ الہی کی پابندی کر بلا والوں میں ہی نظر آئے گی۔ ادھر صحبت بڑھتی گئی۔ ادھر شکر حمد پڑھنا گیا بنقل ہے کہ حضرت امام علی زین العابدین خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ حاکم وقت عبد الملک بن مروان بھی طواف کعبہ کی غرض سے آگے بڑھا لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا۔ مگر امام طواف کعبہ میں مشغول ہے

رک کے کلیف

تکلیف

تو عبد الملک نے لوگوں سے دریافت کیا یہ بزرگ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ علی بن ابی طالب ہیں۔ عبد الملک نے امام سے کہا کہ تم جادو کیا میں نے آپ کے باپ کو قتل کیا ہے جو آپ میری طرف متوجہ نہیں ہوئے آپ نے فرمایا عبد الملک جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اُس نے اپنی دنیا و آخرت خراب کر لی کیا تو بھی یہی حوصلہ رکھتا ہے۔ اگر تو سنتِ یزید ادا کرنے پر آمادہ ہے تو میں کروا دیتا ہوں کہ تیرا ہول سن عبد الملک ہم قتل ہونے کے بعد پشیمان نہیں ہوئے بلکہ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا ہے۔ قتل ہونا ہماری وراثت ہے۔ خالق کا شکر ادا کرنا ہماری عبادت ہے اور حق کی بات کہنا ہماری عادت ہے۔ عبد الملک نے کہا اہل بنی امیہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی کچھ مدد کروں۔ بس اتنا سننا تھا کہ امام کے تئیر بد سے کہ مروان ملعون کا بیٹا مجھے معذور سمجھتا ہے۔ آپ نے مامن عیالہ کرا شکر یزید سے اکٹھے کرنے شروع کئے اور فرمایا عبد الملک اسے دیکھ کیا ہیں۔ جب دینا نے دیکھا تو وہ بیش قیمت موتی تھے جن کو امام نے راہِ خدا میں خرچ کر دیا اور کہا کہ مروان کے بیٹے اگر دنیا کی ضرورت ہو تو مجھ سے سوال کرو تا کہ میں تیری حاجت کو پوری کروں۔ کنوز العبرات ص ۶۷ چودہ سار سے ص ۲۱۶ صلوات۔

پانچویں حدیثِ قدسی ہے۔ اَبْلَاؤُ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ وَالصَّبْرُ مِثْقَالِ كَنْةٍ۔ امتحان لینا میرا کام ہے اور صبر کرنا تمہارا کام ہے۔ قدرت نے ہر انسان کا اس کی حیثیت کے مطابق امتحان لیا ہے اور جن کے مفتر میں کامیابی تھی ان کو انعاماتِ قدسیہ سے سرفراز فرمایا اور جو میدانِ امتحان میں ثابت قدم نہ رہ سکے ان کی حقیقت کو دنیا کے سامنے روز روشن کی طرح واضح کر دیا اور میدانِ بدر میں قدرت کی طرف سے ملائکہ مدد کے لئے تشریف لائے تھے۔ یُمْدِدُكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اَلْفِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ پارہ ۴ ص ۴ اور مدد دے گا تم کو پروردگار تمہارا ساتھ پانچ ہزار فرشتوں کے کہ کرنے والے ہوں گے جنگ بہتر تو پھر اس کی کیب وجہ ہے کہ جنگِ بدر میں پانچ ہزار فرشتے مدد کو آگئے اور دوسرے سال جنگِ احد میں ایک بھی فرشتہ مدد کو نہ آیا۔ حالانکہ اس سال بھی وہی قبائل میں جو پچھلے سال صف آرا تھے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ قدرت ان کا امتحان لینا چاہتی تھی جیسا کہ قرآنِ پاک میں صاف طور سے واضح بھی کر دیا ہے۔ قرآن - وَمَا اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَبِعِلْمِ الْمُؤْمِنِينَ وَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ پارہ ۴ ص ۴ جو کچھ پہنچا تم کو اس دن کہ ملیں دو جماعتیں۔ پس ساتھ حکم اللہ کے تھا کہ ظاہر کرے ایمان والوں کو اور ظاہر کرے منافقوں کو۔ اب خود اہل اسلام نبی صلا کریں کہ منافق کی پہچان کا معیار خدا کے نزدیک کیا ہے۔

فرما دے خدا نے منافق کس کو فرمایا لڑنے والوں کو یا بھاگنے والوں کو۔ نتیجہ برآمد ہو گیا کہ جس کے میدان میں لڑنے والا مومن ہوتا ہے اور میدان سے بھاگنے والا منافق ہوتا ہے۔

ملاں کہتے ہیں کہ میدان اُحد سے کوئی بزرگ نہیں بھاگا۔ قرآن کی آواز ترسنا اور تَضَعُوْنَ رُءُوسَكُمْ عَلٰی اَحَدٍ مِّنَ الْمَرْسُومِ يَذْعُوْكُمْ فِيْ اُخْدَاكُمْ پارہ ۴ ع ۷۰۔ جس وقت چڑھے جائے تھے تم نہر کو اور نہ مڑو گھر سے ہوتے تھے اور کسی کے اور پیٹھ پر گزارنا تھا تم کو بیچ بچھاڑی تنہا ہی کے (ترجمہ ربیع البین) معمول سمجھو بوجہ کا انسان بھی ان آیات الہیہ کی مدد سے منافقین کی آسانی سے فہرست مرتب کر سکتا ہے۔ بس استمان لینا اللہ کا کام ہے اور صبر کرنا انسان کا کام ہے۔ روایت میں ہے کہ جنگ موتہ میں جب حضرت جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے تو ان کی شہادت کی خبر حضور پر پڑنے حضرت امیر المؤمنین کو دی تو آپ نے فرمایا اِنَّا بِلَهِّهِ رَاٰحِعُونَ پارہ ۲ ع ۳ یقیناً ہم اللہ کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہماری بارگشت ہوگی۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ نبی سے پہلے یہ کلمہ حضرت علی کی زبان اُحد پر جاری ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن مجید بنا دیا۔ تفسیر عمدة البیان جلد ۱ ص ۱۰۷ اور کربلا کے میدان میں ہر شہید کی لاش اٹھاتے ہوئے میرے مولائے اسی کلمہ کو دوہرایا۔ قرآن مجید میں مبارکین کے ساتھ سلوک قدرت ملاحظہ ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ پارہ ۲ رکوع ۳۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

کلمہ شہادت

اور چھٹی حدیث قدسی یہ ہے اَلْوَجَابَةُ صَبْرٌ وَالدُّعَاءُ مَشْكُورٌ۔ قبول کرنا میرا کام ہے اور دعا مانگنا تنہا راکام ہے بس تبتنی معرفت زیادہ ہوگی اتنی ہی دعا دل کی آواز سے مانگے گا اور بتنی دل کی گہرائیوں سے دعا نکالے گی اتنی ہی جلدی قبول ہوگی۔ کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ ان کی دعا دوسری زندگی قبول نہیں ہوتی۔ کچھ لوگ ہیں کہ کافی عرصہ کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ ادھر منہ سے دعا کا جملہ نکلا ادھر قبولیت اس طرح ہوتی کہ قدرت نے ان کی خاطر تقدیر بدل دی۔ ایک واقعہ سنو علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ حج ادا کیا۔ ہم لوگ راستہ میں ایک سوکھی کھجور کے نیچے بیٹھ گئے۔ حضرت نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔ چند لفظا ارشاد فرمائے جو میں سمجھ نہ سکا۔ پھر فرمایا اے کھجور اللہ تعالیٰ نے جو تجھ میں اپنے بندوں کے لئے رزق قرار دیا ہے۔ اس سے ہمیں کھلا۔ میں نے دیکھا کہ کھجور حضرت کی طرف جھک گئی اور تڑا ہری ہو کر پھیل اور ہوگی اور اسی وقت پھیل پک گیا۔ حضرت

عجوبہ

نے ہمیں فرمایا نزدیکی آجاؤ اور بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ علی بن حمزہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے تازہ کھجوریں کھائیں جو بہت میٹھی اور پاکیزہ تھیں۔ ہم نے ایک اعرابی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آج جیسا جادو دیکھا ہے اس سے بڑا جادو اور کوئی نہیں دیکھا۔ امام نے فرمایا ہم لوگ درختہ الالباب ہیں ہم میں جادو اور کہانت نہیں ہے بلکہ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں اور وہ ہماری دعا قبول فرمالتا ہے۔ امام نے اعرابی سے کہا کہ اگر تم پسند کرو تو میں تیرے لئے اللہ سے دعا کروں کہ وہ تجھے کتنے کی شکل میں تبدیل کر دے اور تو گھر جائے تو تیرے گھر والے تجھے مار بھجکائیں۔ اعرابی نے نادانی سے کہا کہ ہاں ایسی دعا کریں آنحضرتؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اسی وقت اعرابی کتنے کی صورت میں تبدیل ہو گیا اور گھر کی طرف دوڑا علی بن حمزہ کہتا ہے کہ میں نے حکم امام سے اس کا پیچھا کیا۔ جب وہ گھر پہنچا تو گھر والوں نے اُسے مار بھجکایا وہ واپس روتا ہوا امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دم ہلا کر اُسٹو بہا کر عرض کرنے لگا حضورؐ کو ترس آ گیا اور اس کے حق میں دعا کی۔ پھر وہ اعرابی اپنی اصلی شکل و صورت میں تبدیل ہو گیا۔ امام نے فرمایا کیا خیال ہے۔ اب ایمان لائے گا۔ اعرابی نے عرض کی مولا کلمہ پڑھائیں اور مسلمان ہو گیا۔ صلوات۔ کنز المعجزات ص ۹۱۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے بھی ایک خارجی کو کتا بنا یا تھا۔ اُس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک مسلمان کا ایک خارجی سے کسی معاملہ میں تنازعہ ہوا اور حضرت امیر نے موافق شریعت محمدی مسلمان کے حق میں فیصلہ دیا اس خارجی نے کہا یا علیؑ آپ نے از روئے عدالت کے حکم نہ کیا جناب امیر نے فرمایا اَحْسَبُ يَا هَدُوَ اللّٰهُ اُحْسَبُ وقت وہ خارجی گتتا بن گیا اور سب کپڑے بدن سے گر گئے پس وہ دم ہلاتا تھا اور اضطراب و بے قراری کرتا تھا حضرت امیر کو اس کا رونا دیکھ کر ترس آ گیا آپ نے اُس کے حق میں دعا کی تو فرزا اصلی صورت پر آ گیا آپ نے فرمایا اگر آصف بن برخیا وصی سلیمان اپنے پاس معجزے رکھتا ہے تو وصی محمد مصطفیٰ ان سے کہیں زیادہ معجزات کا حامل ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کی اے امیر المؤمنین پھر آپ کو کیا حاجت ہے کہ معجزے کے ساتھ قتال کریں۔ فرمایا ہم خازنِ امرِ خدا ہیں نہ خزانِ زرہ و نقرہ مگر انہماہ اس کا موقف ہے۔ اس کے اذن پر پس جس امر کا خدا سے ہم اذن پاتے ہیں اُس کو کرتے ہیں اور اس کا فوراً اثر ہوجاتا ہے اور ایک لمحہ بھی اس میں تاخیر نہیں ہوتی صلوات۔ فضائل و مناقب ص ۱۱۰۔ مندس۔

انسان یہ کہوں تو کہاں یہ ندرت انسان سمجھوں جو فرشتہ تو ملک تابع منسماں گرجانوں پیمبر تو بنی مبرور احسان ! کیسے جو خدا تو ساتھ ہی جاتا رہے ایمان

مجھے ہیں نہ سمجھیں گے مقاماتِ علی کو  
بس ذاتِ جلی جانتی ہے ذاتِ علی کو

میں عرض کر رہا ہوں کہ ان کی زبانِ اقدس سے جو نکلے جب جہاں نکلے خدا کی تقدیر بنتی ہے  
یہ ماں کی گود میں کہیں تو اللہ کی تقدیر، یہ ممبر پر کہیں تو اللہ کی  
تقدیر۔ یہ ٹوکہ نیزے پر کہیں تو اللہ کی تقدیر، یہ اللہ تعالیٰ کو اتنے پیار سے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ان کی ہر  
حرکت کو دین کی برکت بنا دیتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں اعلان کر دیا کہ اے  
لوگو مکید ابنِ عمران کا فر نے بہت سی فوج جمع کر رکھی ہے اور وہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے لہذا اُسے راستہ  
میں روکنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ لہذا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ خبر سن کر ایک نوجوان حاضر  
خدمت ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ مجھے بھی جنگ میں شریک ہونے کی اجازت عطا فرمادیں۔ آپ  
نے دریافت کیا کہ کیا تیرے ماں باپ سے کوئی زندہ ہے۔ عرض کی ہاں مولا میری والدہ زندہ ہے جس کی  
میں ہمیشہ خدمت بجالاتا ہوں حضور نبی کریم نے فرمایا جا اور ماں سے اجازت لے کر آ۔ یہ جوان ماں کے پاس  
گیا اور ماں سے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت طلب کی۔ اس جوان کی ماں نے کہا کہ تیرے سوا میری  
دیکھ بھال کرنے والا کون ہے اور اس ضعیفی کے عالم میں پُرسانِ حال کون ہوگا۔ جب اس نوجوان نے اصرار  
کیا تو ماں اپنے لڑکے کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ آپ میرے بیٹے  
کو جنگ میں اس شرط پر لے جائیں کہ آپ ضمانت دیں کہ اسے زندہ واپس لائیں گے کیوں کہ میری  
زندگی کا سہارا صرف یہی میرا ایک بچہ ہے۔ آنحضرت نے وعدہ فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ زندہ ہی تیرے  
پاس پلٹا یا جائے گا۔ بالآخر یہ نوجوان فوجِ اسلام میں شامل ہو کر میدانِ قتال میں آیا اور حضور پر نیر سے اجازت  
لے کر مبارز طلب ہوا۔ اُدھر فوجِ کفار کفر نامی پہلوان اس کے مقابلہ کو نکلا جس کو اس جوان نے فی التار کیا  
اس کے بعد دیکھے بعد دیگرے سولان کا فر قتل کر کے میکید بنِ عمران کے ہاتھ شہید ہو گیا۔ جناب رسول خدا نے  
حضرت امیر کو مکید کے مقابلہ میں بھیجا حضرت امیر نے اسے فوجِ جہتم رسید کر کے میدانِ فتح کر لیا۔ آپ  
مع لشکرِ اسلام بافتح و ظفر واپس مدینہ تشریف لائے تو اس جوان کی والدہ نے دامنِ رسالت پکڑ کر  
عرض کی یا رسول اللہ میری ضمانت ادا کریں آنحضرت نے فرمایا وہ میدان میں درجہ شہادت پر نائز

زندہ کرنا

ہو کر بہشتِ حشرِ شریف میں حوران و عثمان میں سکونت پذیر ہوا ہے۔ اس ضعیف نے اصرار کیا اور رونے لگی کہ آپ میری ضمانت ادا فرمادیں۔ پس حضور پُر نور نے سر سجڑے میں رکھا۔ ابھی سر سجڑے سے نہیں اٹھایا تھا کہ موذن کا لڑکا گھوڑے کو دوڑاتا ہوا خدمتِ رسول میں حاضر ہو گیا۔ آنجناب نے فرمایا اس موذن اپنی ضمانت سنبھال۔ صلوات فضائل مرتضوی ص ۱۷۴

بے شک ملاں لوگ کہتے پھریں کہ محمد ہماری طرح کا ایک انسان تھا اس سے محمد کا کیا بگڑتا ہے۔ بیڑا غرق ہو گا تو کہنے والے کا۔ ہاں اگر محمد ملاں کی طرح کا انسان ہے تو محمد نے تو قدم قدم پر معجزے دکھائے مولوی صاحب بھی کسی مردے کو زندہ کر کے دکھلا دے۔ تاجدار رسالت کی عنایت و کرم اور بخشش پر قرآن مجید کی آواز ملاحظہ ہو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ پارہ ۹ رکوع ۱۷۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جس وقت اللہ اور اس کا رسول تم کو پکارے تو انہیں جواب دو تاکہ وہ تمہیں زندہ کرے۔ معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم زندہ کر سکتے ہیں۔ تجھی تو خدا نے فرمایا کہ محمد کو جواب دو تاکہ وہ تمہیں زندہ کرے۔ مسلمانو! اگر حضرت عیسیٰ یا ذن اللہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بیکم خدام مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ صلوات۔

ہاں! میں عرض کر رہا تھا کہ ان کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ روایت میں ہے کہ جناب نبی کریم صلعم نے جب حضرت امیر کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تو لوگوں نے بیخ بیخ سے حضرت امیر علیہ السلام کا استقبال کیا اس خوشی و بانساط کو ملاحظہ فرما کر حضور پُر نور نے انس سے فرمایا کہ اے انس جب علی تم سے اس واقعہ کی شہادت طلب کرے تو کیا تو گواہی دے گا۔ انس نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ میں پوری گواہی دوں گا۔ حضور نے فرمایا اے انس اس گواہی کو نہ چھپانا مگر جب حضرت ابو بکر اجماعی خلیفہ مقرر ہو گئے تو حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم نے مجھے ایک لاکھ کھئی ہزار کے مجمع میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت امیر نے انس سے کہا کہ اٹھ اور حسبِ وعدہ گواہی دے۔ انس چونکہ اول و ثانی کے ساتھ شامل ہو چکا تھا اس نے تجاہلِ عارفانہ کرتے ہوئے کہا کہ اے علی! میں بوڑھا ہو گیا ہوں مسلوب الجوارح ہو گیا ہوں مجھے اچھی طرح واقعہ یاد نہیں رہا۔ میں اتنا انس کا کہنا تھا کہ حضرت امیر نے عرض کی پائنتے والے اگر انس عمدتاً حق کو چھپا رہا ہے تو اس کو تین ایسی بیاریوں میں مبتلا کر دے جن کو یہ چھپانا سکے۔ انس کہتا ہے کہ ہنوز میں مجلس سے اٹھنے نہ پایا تھا کہ میرے منہ پر سفیدی ظاہر ہو گئی۔ بنیائی نے جواب دے دیا اور بیٹ

میں آگ سی لگ گئی۔ اب میں روزہ رکھنے سے معذور و مجبور ہوں۔ روایت میں ہے کہ انس اسی حال پر رہا اور اسی حال پر مر گیا۔ فضائل رضوی ص ۹۱۔ انہی لوگوں کی شان میں قدرت نے فرمایا ہے وَمَا تَشَاءُونَ اِلَّا اَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ پاره ۲۹ رکوع ۲۰۔ نہیں چاہتے تم مگر جو اللہ چاہتا ہے۔ بس ان کی چاہت اللہ کی چاہت ہے اور ان کا انکار اللہ کا انکار ہے یہ اگر کسی سے محبت کریں تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے اور یہ کسی سے جنگ کریں تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے جنگ کرتا ہے۔ اسی حکم کے پیش نظر حضور نے فرمایا اللّٰهُمَّ هُوَ لَوْ رَا اَهْلَ بَيْتِي عَلَيَّ وَ قَا طِمَّةُ وَالْحَيْبِيُّ وَالْحَبِيبِيُّ اَنَا حَرَبِي لَمَنْ حَارَبَهُمْ وَ سَيِّدِهِ لَمَنْ سَا كَمَهُمْ۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص ۲۶۱۔ میرے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ علی۔ نا طرہ حنیٰ حبیب۔ جس نے ان سے جنگ کیا اس نے مجھ سے جنگ کیا اور جس نے ان سے صلح رکھی اس نے مجھ سے صلح رکھی۔ صلوات۔

یاد رکھو جب تک ان کا دامن ہاتھ میں نہیں ہوگا شفاعت مصطفیٰ ہرگز نصیب نہیں ہوگی۔ یہ ایک مثال سے اپنے مقصد کو واضح کرتا ہوں وہ یہ کہ ایک مرتبہ کسی کنوئیں میں گنا گریا۔ لوگوں نے مولیٰ صاحب سے عرض کی کہ اب کنوئیں کو کس طرح پاک کیا جائے۔ مولانا صاحب نے فتویٰ صادر فرمایا کہ کنوئیں سے چالیس ڈول پانی نکال دو کنواں پاک ہو جائے گا۔ لوگوں نے کنوئیں سے چالیس ڈول پانی نکال دیا مگر پھر بھی کراہت سی محسوس ہونے لگی کہ پانی پی لیں یا نہ۔ آخر فیصلہ ہوا کہ پہلے مولیٰ صاحب کو ہی پانی پلاؤ تاکہ اطمینان ظہارت ہو جائے۔ مولیٰ صاحب کو جو گلاس پانی کا کنوئیں سے بھر کر پیش کیا تو پانی میں کُتھتے۔ کتے بان نظر آئے مولیٰ صاحب نے کہا کہ اس میں تو کُتھتے کتے بال ہیں۔ مولیٰ صاحب سے لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو آپ کے فتویٰ کے مطابق چالیس ڈول پانی کے نکال دیئے ہیں۔ مولیٰ صاحب نے فرمایا کہ کیا کتہا بھی نکالا ہے۔ کہا کہ نہیں صرف چالیس ڈول پانی ہی نکالا ہے۔ فرمایا لوگو چالیس نہیں بلکہ چالیس سزا ڈول نکال دو کنواں پاک نہیں ہوگا۔ جب تک گنا نہیں نکالو گے اسی طرح میں کہا کرتا ہوں۔ جب تک دل سے بغض علی کا کٹتا نہیں نکالو گے ہرگز ہرگز خدا و رسول کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکو گے۔ بس پہلے دل کو نجاستِ بغض سے پاک کرو اور بعد میں خدا کی عبادت کرو اور جو دُعا مانگو گے اللہ تعالیٰ اُسے قبول فرمائے گا۔ صلوات بصدس

بغض علی کا کٹنا

بندہ ہزار سال عبادت اگر کرے اور زر بقدیر کوہِ اُحد راہِ حق میں بے  
 حج بھی ہزار بار پیادہ ہوں گے اور بے گناہ شہید بھی ہو جائے

حُبِّ عَلِيٍّ كِي سِے نِہیں جِن دِلِ كِے جَامِ مِیں  
جَنّت كِي بُرّے پِیئِے كِي اُس كِے مِشَامِ مِیں صَوَات

بِس اِن كِي نِگاہِ خِدا كِي تَقْدِیرِے۔

منقول ہے کہ ایک روز جناب نبی اکرم صلعم آرام فرما تھے کہ جب وہ مل حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ تو آرام فرما رہے ہیں مگر یاد رہے کہ آپ کی کافی اُمت دوزخ میں جائے گی اگر آپ نے جب اُمت کے بارے میں سنا کہ جہنم میں جائے گی تو آپ کو غم دامن گیر ہوا اور اُسی وقت اٹھ کر جگمگ کر نکل گئے اور ایک فارمیں سرسجدے میں رکھ کر اُمت کے غم میں رونے لگے۔ نماز کے وقت صماہ کرام نے مگر سے معلوم کیا کہ حضور پُر نور تشریف لاکر نماز پڑھا ہیں تو پتہ چلا کہ آنحضرت دولت سرا میں تشریف نہیں رکھتے۔ صماہ کرام نے حضور کی تلاش شروع کی کہ کہاں تشریف لے گئے مگر معلوم نہ ہو سکا کہ خدا کا حب کہاں چلا گیا۔ اسی صماہ کرام نے تین دن تک آنجناب کی تلاش کی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ صماہ کرام میں تشریف اہل مدینہ پریشان اور یہودیوں نے کہنا شروع کر دیا کہ جس طرح عیسیٰ غائب ہو گئے اسی طرح مسلمانوں کا رسول بھی غائب ہو گیا۔ بالآخر تلاش و تجسس میں ریوڑ چرانے والے ایک چرواہے سے جب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ تین روز سے میری بھیڑی اسی پہاڑ پر آکر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ سارا دن روتی رہتی ہیں۔ میں انہیں شام کو واپس مکان پر لے جاتا ہوں تو ان کا پیٹ بھی بھرا ہوا ہوتا ہے اور دو دھ بھی پہلے سے کہیں زیادہ دیتی ہیں صماہ کو کامل یقین ہوا کہ وہ مقصود اسی پہاڑ میں ہو گا۔ جب پہاڑ کی غاروں میں دیکھا تو ایک غار میں سرسجدے میں رکھے ہوئے حضور پُر نور رو کر فرما رہے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِيَوْمِيْ۔ میرے اللہ میری اُمت کو بخش دے۔ صماہ نے عرض کی کہ مولدینہ دریاں ہو گی۔ جنین پریشان ہیں۔ آپ تشریف لے چلیں آنجناب نے سجدے سے ہی کی حالت میں ارشاد فرمایا کہ جب تک اُمت کی بخشش کی سند اللہ سے حاصل نہ کروں گا میں مدینہ واپس نہیں جاؤں گا۔ یہ سن کر صماہ کی پریشانی اور بڑھی کہ آنجناب تو مدینہ تشریف نہیں لے جاتے۔ بالآخر سیدہ طاہرہ سے آکر عرض کی کہ بی بی آپ کے بابا جان ایک فارمیں سرسجدے میں رکھے ہوئے رو رہے ہیں اور اُمت کی بخشش کی قدرت سے درخواست کرتے ہیں کیونکہ جبرئیل نے خبر دی ہے کہ آپ کی کافی اُمت دوزخ میں جائے گی۔ جب تک اُمت کی بخشش کی سند قدرت سے حاصل نہیں کر لیتے مدینہ مل جنت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

عزادارو بس اتنا سنا تھا کہ بتول نے چادرِ تطہیر سفیحاں اور مستورات کے زمرہ میں ستور ہو کر رحمۃ  
 للعالمین کے پاس تشریف لائیں سیدہ نے باپ کو سلام کیا تو حضور نے سجدے ہی کی حالت میں سلام  
 کا جواب ارشاد فرمایا سیدہ نے باپ کی حالت دیکھی کہ باپ کے آنسوؤں کی کثرت سے تمام غار  
 میں پانی ہی پانی ہے۔ سیدہ نے رر کر عرض کی باباجان مگر تشریف لے چلیں۔ حسین بے چین ہیں تو حضور  
 سجدے میں ہی فرماتے ہیں کہ بیٹی میری کافی اُمت جہنم میں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے اُمت کی بخشش  
 کی شد چاہتا ہوں۔ سیدہ نے عرض کی۔ بابا آپ مگر تشریف لے چلیں آپ کی اُمت جانے اور میں  
 بناؤں۔ بابا آپ کی اُمت کی بخشش کی میں ذمہ دار ہوں۔ کہا بیٹی آپ میری اُمت کی بخشش کی  
 خاطر کیا کریں گی۔ عرض کی بابا میں قیامت کو سر کے بال کھول دوں گی۔ عباس کے کٹے ہوئے بازو  
 اٹھاؤں گی۔ ۱۰ مضر کا خون بھرا چولالوں کی۔ حن کے جگر کے ٹکڑے۔ حسین کی کٹی ہوئی انگلیاں۔ جس کا لاشہ  
 آپ کی اُمت کی بخشش کے لئے کافی ہو جائے گا۔ عزادارانِ حسین یہ سن کر بھی حضور نے فرمایا بیٹی  
 یہ درست ہے مگر قدرت سے آج اُمت کی بخشش کا مشورہ سُننا چاہتا ہوں۔ بس باپ کا اتنا کہنا  
 تھا کہ سیدہ نے عرض کی بابا اگر آپ سجدے سے سر نہیں اٹھاتے تو میں بھی سر سجدے میں رکھتی ہوں  
 عزادارو! بتول نے گلے میں دوپٹ ڈالا اور سر سجدے میں رکھنا چاہا تو قدرت کی آواز آئی میرے حبیب  
 جلدی سر سجدے سے اٹھالے۔ تیری بیٹی چل کر آگئی ہے۔ بس جس کو سیدہ چاہے گی اُسے جنت  
 عطا کروں گا۔ اہل سنت کے مولانا عبدالسار صاحب نے قصصِ الحسنین صلا پر اس واقعہ کو درج  
 کرنے کے بعد یہ اشعار تحریر کئے ہیں۔

فاطمہ زہرا نہ سجدے میں گئیں      پیشتر فرزانہ حق لایا وحی  
 ہو تجھے خوشخبری اے پیارے رسول      فاطمہ کی عاجزی ہوئی قبول  
 مانگتی گروہ زمین و آسمان      بخش دیتے جلد ہم دونوں جہاں  
 موڑے کون بنتِ شہرِ ثقلین کو  
 کیوں نہ مالے مادرِ حسنین کو

مسلمانو یہ نبی مسلمانوں کے دروازے سے خالی واپس ہوئی اور رر کر کہتی تھی صَبَّيْتُ عَلَى  
 مَصَابِيكَ لَوْ أَنَّهُمَا صَبَّيْتُ عَلَى الْوَالِدِ يَا مَعْ صِدْقٌ لَيَا لَيَا۔ بابا تیرے بعد فاطمہ پر وہ مصائب

شانِ بتولِ عذرا

کہ اگر یہ مصائب دلوں پر آتے تو کالی راتیں بن جاتے۔ روایت میں ہے کہ قیامت کو صرف ایک  
 بنی میدانِ معشر میں پردے کی حالت میں آئے گی کیوں کہ دنیا ہے دارالعمل کہ اس میں عمل کرنے  
 کا حکم ہے اور آخرت ہے دارالحوادہ وہاں جزا ملے گی۔ یہاں عمل کرو وہاں جزا پاؤ مگر تمام مسلمان  
 اس بات کو فخر سے تسلیم کرتے ہیں کہ قیامت کو منادی ندا سے گا یا اَهْلَ الْمَوْقِفِ غَضُّوا  
 ابْصَارَكُمْ وَنَكِبُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى تَخْجُوزَ فَاطَمَتُ الزُّهْرَاءُ بِنَتِ رَسُولِ اللَّهِ تَذَكَّرُوا  
 ص ۳۶ مودتہ القرآنیہ ص ۱۷۱ میدانِ معشر والواپنی آنکھیں بند کر لو اور سروں کو جھکا لو تاکہ ناظر نہ رہا اور معشر  
 کی بیٹی یہاں سے گزر جائے۔ عروادارو! جب بتول میدانِ معشر میں تشریف لائیں گی تو قدرت کی  
 طرف سے اعلان ہوگا۔ میدانِ معشر والو آنکھیں بند کرو اور اپنے اپنے سروں کو جھکا لو تاکہ میری کینز  
 غماص ناظر نہ رہا گزر جائے۔ صرف ہم ہی سے نہیں کہا جائے گا کہ تم پردہ کرو بلکہ انبیاء و اوصیاء  
 سب کو بھی حکم ہوگا کہ آنکھیں بند کرو اسے آدم و اقصیٰ تم ابر البشر ہو مگر آنکھیں بند کرو خلیل خلقت کا تاج  
 اتار کے اہل میں دے کر اور سر جھکا کے کھڑے ہو جاؤ کیوں کہ ذہرا آ رہی ہے۔ اسے نوح بے شک  
 ہم تیرے نوحے سے راضی مگر سُنْتے ہو بتول آ رہی ہے۔ آنکھیں بند کرو اسے اپنے حُسن پہ ناز کرنے  
 والے یوسف پردہ کرو زینب کی ماں آ رہی ہے۔ طوبیہ پہ مہکلام ہونے والے کلیم سیکھنے کی وادی آ  
 رہی ہے پردہ کرو۔ اسے روح القدس تم نہیں بلکہ بیب اللہ کی بیٹی فخر مریم تشریف لا رہی ہیں۔  
 آنکھیں بند کر لو۔ ممکن ہے کہ آواز آئے ہو میرے حبیب محمد اور میرے ولی علی آپ بھی آنکھیں بند کر لو  
 ناظر آ رہی ہے۔ شہ رولہذا یہی جو اسے دین پالنے والے میری لڑی بیٹی ہے مجھ سے بھی پردہ  
 اور حضرت عائشہؓ کو دین پالنے والے بتول میری لڑی بیٹی ہے۔ مجھ سے پردہ کیا۔ شاید قدرت  
 طرف سے یہی آواز آئے ہو اور علیؓ آج تم سے پردہ اس لئے کر دیا جا رہا ہے کہ ذہرا اس رنگ  
 میں آ رہی ہے کہ تم دلوں کو دیکھ نہ سکو گے۔ ذہرا کے ایک ہاتھ میں علیؓ کا خون بھرا جولا ہے دوسرے  
 ہاتھ میں عباسؓ کے کپڑے ہائے ہا زہرا ہیں حسینؓ کی خون آلود قمیض ہے۔ جن کے گلے کے ٹکڑے ہیں۔ علیؓ  
 کا خون آلودہ عمامہ ہے اور محسنؓ کی لاش ہے۔ اور ساق عرش کے قریب اگر بتولؓ نہ پاؤ گے گی پالنے  
 والے تربتا میرے محسنؓ کا کیا قصور تھا۔ پالنے والے میری زینبؓ کا کیا قصور تھا جو بازاروں اور درباروں  
 میں سر بر منہ پھرائی گئی۔ پالنے والے میری سیکھنے کا کیا قصور تھا جو اسے طانچے مارا اس کے پر پیسے گھر

خبریں انکھیں بند کر لو

پالنے والے فیصلہ دے کہ میرے حسین کا کیا قصور تھا۔ میرے اللہ میری پردے دار بچوں کو سر برہنہ درباروں میں بھرا یا گیا تو بتا میرے کہنے کا کیا قصور تھا میرے اللہ تو بتا میرا بھر گھر کیوں اجاڑا گیا۔

عزادارو! جب بزنّٰی اپنے مظلوم بیٹے کی تفتیش پیش کرے گی اور عرض کرے گی۔ اے الٰہی! ہذا قَمِیصٌ وَذَلِیْئِیْ میرے اللہ یہ میرے فرزند حسین کی قمیص ہے بس قمیص کا ظاہر کرنا ہوگا تو میدانِ محشر میں کہرام مچا ہو جائے گا کہوت صلاۃ المہاسن المرضیہ ص ۱۰۰ اس کے بعد قدرت کی طرف سے اعلان ہوگا بزنّٰی! اپنے مقتدے کے گواہ پیش کرو۔ سیدہ عرض کریں گی پالنے والے میں حسین کی ماں ہوں میں تیرے رسول کی بیٹی ہوں میرے اللہ ایک مرتبہ مسلمانوں نے مجھی مجھ سے گواہ مانگے تھے مگر میرے گواہوں کی گواہی بدل نہ ہوئی۔ میرے پالنے والے اب تو خود گواہ طلب کر لے۔ عزادارو! سنا ہوں کہ ملائکہ کو حکم ہوگا جاؤ امام حسینؑ کو دربارِ خداوندی میں بلا لاؤ اور اُن سے کہو کہ مولا آپ کی ماں نے دربارِ الٰہی میں آپ کے قتل کا دعویٰ کر دیا ہے۔ آپ تشریف لاکر اپنے قتل کے واقعہ کا ملکہ کو بیان فرمائیں۔ اس واقعہ کو سن کر امام مقتول عرض کریں گے پالنے والے میں کوئی اکیلا بلا میں اُجڑا ہوں۔ میرے ساتھ تو میری بہن و دروسیدہ زینبؑ بھی تھی کہتے ہیں کہ عذرانِ جنت کو حکم ہوگا کہ جاؤ بی بی زینبؑ و اُمّ کلثومؑ رقیہؑ، ربابؑ، سکینہؑ اُمّ فروہؑ کو بھی بلا کر لاؤ۔ جب عذرانِ جنت ثانی زہراؑ سے عرض کریں گی کہ بی بی میدانِ محشر میں تشریف لائے آپ کی ماں نے بارگاہِ رحمت میں تیرے مظلوم بھائی کے قتل کا مقدمہ دائر کر دیا ہے آپ آکر واقعہ کی حقیقت کو بیان کریں یہ سن کر جناب اُمّ المصائب عرض کریں گی پالنے والے میں اکیلی تو اُجڑا کے شام نہیں گئی میرے ساتھ تو میرا بیٹا سجاد بھی تھا۔ اس کے بعد ملائکہ حضرت سجاد سے عرض کریں گے کہ مولا تشریف لاکر دربارِ کوفہ و شام کی کیفیت کو بیان فرمائیے کہ بھرے ہا زاروں سے کس طرح ماؤں بہنوں کو لے کر گزے تھے۔ عزادارو! حضرت سجادؑ عرض کریں گے پالنے والے میں کس کس واقعہ کو بیان کر دوں گا۔ میرا تو بھر اگھر ہی اُجڑا گیا میرے اللہ جادوٹ اور سامان اور قیدی جس رنگ میں کوفہ و شام میں لے کر گیا تھا اسی رنگ میں دربارِ الٰہی میں پیش ہوتا ہوں۔ عزادارو! بس وہی اونٹ زندہ ہو جائیں گے اور حضرت سجادؑ سیدانہوں کو شتران لے کجاہہ پر سوار کریں گے۔ ہاتھ میں مہار پکڑیں گے اور جس طرح کوفہ کے دربار میں تشریف لائے تھے اسی رنگ میں میدانِ محشر میں تشریف لائیں گے۔

عزادارانِ حسین! اگر کسی شریف لڑکی کی شادی بڑے گھر میں ہو جائے تو وہ نیک بچی اپنی تکالیف

کو بھائی کے سامنے بیان نہیں کرتی کیوں کہ خاندانی روش اُسے روکتی ہے اور حیا نامن گیر ہوتی ہے  
 اگر اس شریف لڑکی کا باپ آجائے تو بھی اپنی مصیبت کو بیان نہیں کرتی۔ چچا مامل آجائے تو بھی سچی  
 اپنی مصیبت کو بیان نہیں کرتی۔ ماں اگر اس سچی کو ماں بل جائے تو ماں سے ضرور اپنی مصیبت اور دکھ  
 بیان کرے گی۔ یہ سچی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ماں سے سچی ہر مصیبت کو بیان کرتی ہے۔ عوادارو!  
 جب جناب زینب حضرت سجاد کے ساتھ میدانِ عشرت میں تشریف لائیں گی اور در سے نگاہ پڑے گی  
 کہ میری ماں زہرا میدانِ عشرت میں عرش کا پایہ پکڑ کر فریاد کر رہی ہے تو زینب بے بس ہو کر اپنے آپ  
 کو اونٹ سے اس طرح گرا دے گی جیسے غازی کر بلا میں گھوڑے سے گرے تھے اور ماں کے گلے میں بائیں  
 ڈال کر فریاد کرے گی۔ اماں میں اُجڑ گئی اماں میرے دیر مارے گئے اماں میرے غیوں کو آگ لگائی  
 گئی۔ اماں میرے دیر حسین کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ اماں ہمیں شتران بے کماہ پر سوار کر کے کوڑ  
 خام کے بازاروں اور درباروں میں لایا گیا۔ اس کے بعد جناب سیدہ عرض کریں گی پلنے والے میرا حسین  
 کہاں ہے۔ میں اُسے ملنا چاہتی ہوں۔ قبلہ سیدہ محمد باقر اعلیٰ اللہ مقام فرماتے ہیں کہ قدرت کی طرف سے  
 حکم ہو گا لے فاطمہ انظری فی الی قلب المحشر فاطمہ حسین کو عشرت کے وسط میں دیکھیں۔ عوادارو بتو!  
 کس رنگ میں حسین کو دیکھے گی نَادَا الْحُسَيْنُ قَاتِلُمْ، یَا ذُرَّاءِ بَنِیْ اَوْ ذَا جَبَلٍ کَشَخَصَ دَمًا فَا ذَا اَنْدَ  
 صَوْنَتْ هَرْجَةً۔ پس دیکھیں گی کہ حسین کے بدن پر سر موجود نہیں ہے اور رگ ہائے گردن سے  
 تازہ خون جاری ہے تو ایک جرح مار کر ہوش ہو جائیں گی۔ اس حالت کو دیکھ کر حضور نبی کریم بھی رونما شروع  
 کر دیں گے اور میدانِ عشرت میں آواز بلند ہو گی ہائے حسین ہائے حسین۔ المباس الرضیہ مثلاً اَلَا لَنْسَةَ اللّٰهِ  
 عَلَی الصَّوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَ سَبِعِلْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیْ مَنْقَلِبٍ یَنْقَلِبُوْنَ پارہ ۱۹ ع ۱۵

# اٹھارہویں مجلس

## دنیا کو دین پر ترجیح دینا، معجزہ اسرار رسا، ذکر علی عبادت کے

تیزا میں رکاوٹ نہ ہو، آفتاب و ماہتاب کی حقیقت: معجزہ رد شمس و اعظم نظربین  
ارد شیر معجزات جناب امیر علیہ السلام، شہادت سرکاری الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۗ اِذْ رَكَعَ ۙ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں بہترین پیروی ہے۔  
علامت مومنین میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ مومن دین کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ مومن  
کا دین مقدم ہوتا ہے اور دنیا مؤخر ہو کرتی ہے۔ مومن دنیا کو دین پر قربان کر سکتا ہے یعنی مومن وہ ہے  
جس کا دین ہر حال میں مقدم ہو اور ناسخ وہ ہے کہ جس کی دنیا مقدم ہو۔ اور دین مؤخر ہے۔ ناسخ کی  
نکاح اور دل و دماغ میں ہر وقت دنیا کے حصول کے لئے چکر لگے رہتے ہیں کہ چاہے دین برباد ہو جائے گا۔  
کسی نہ کسی طرح دنیا مل جائے۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ کوئی حاکم مدینہ شہر سے باہر کہیں گیا تو کیا دیکھا کہ ایک  
ڑکا بھڑوں کا ریلوڈ چار رہا ہے تو حاکم نے دریافت کیا کہ کیا یہ بھڑیں تیری ہیں اس نے عرض کی کہ نہیں بلکہ  
فلوں انصاری کی ہیں اور میں اس کا غلام ہوں۔ اس پر حاکم مدینہ نے فرمایا کہ ایک بھڑ کا پتہ مجھے دے سے  
توڑ کے نے کہا کہ شام کو مانک کو کیا اس کا۔ کہا کہ اسے کہنا کہ بھڑ پالے گیا۔ اس لڑکے نے حیرت  
سے کہا کہ حضور مانک کو تو جواب دے دوں گا کہ بھڑ پالے گیا مگر پتہ ہے قیامت کو خدا کو کیا جواب دیا  
جائے۔ اس بات کو سن کر حاکم مدینہ نے انوس سے کہا کہ کاش میرا ایمان اس لڑکے جتنا ہی ہوتا۔ اس  
لڑکے نے دنیا والوں کو سبق دیا کہ حق کی حمایت اور دیانت میں کسی حاکم کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ اس  
پر رباعی عرض ہے۔

دین اور دنیا

آزاد منس رہ دنیا میں پر وہ امسید و ہم نہ کر  
 آتے ہے راہِ حق پر اگر شیطان تو قدم رکھ سکھوں پر  
 روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے پانچویں خلیفے حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لینا شروع  
 کی تو اس سلسلہ میں مغیرہ ابن شعبہ نے کوفہ سے چالیس آدمی اپنے لڑکے کے ساتھ دمشق روانہ کئے کہ وہ دمشق  
 میں جا کر یزید کی بیعت کر کے معاویہ کو خوش کریں معاویہ نے مغیرہ ابن شعبہ کے لڑکے سے دریافت کیا کہ تیرے  
 باپ نے انکار ایمان کتنے کو خرید کیا ہے تو مغیرہ ابن شعبہ کے لڑکے نے کہا کہ حضور و صدیق سے یعنی  
 ایک آدمی کا ایمان پانچ دینار سے خریدا ہوا ہے تو معاویہ نے خوش ہو کر کہا کہ بڑا ستا سودا ہو گیا ہے۔  
 آفتاب شہادت ۱۷۷۔ اس واقعہ کو پڑھ کر ہر اہل اسلام آسانی سے فاسقین کی فہرست ترتیب دے  
 سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت معاویہ نے بعض علیؑ میں قرآن مجید کی آیات کی تبدیلی بھی کرائی منقول ہے کہ  
 سمرہ بن جندبؓ کو جو روایات کا ایک بڑا تاجر تھا معاویہ نے بلا کر ایک لاکھ درہم دیئے کہ اس آیت  
 شریفہ کو علیؑ کی شان میں بنا دے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحُبُوبِ وَاللَّهُ نَبَا  
 وَيُشْهِدُ اللَّهُ عَلَىٰ مَا فِي قُلُوبِهِمْ وَهُوَ أَلَدُّ لِالْخِصَامِ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا  
 وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفٰسٰدَ پارہ ۲ ع ۹ اور بعض لوگوں میں سے  
 وہ شخص ہے کہ خوش لگتی ہے تجھ کو بات اس کی بیچ زندگانی دنیا کے اور گواہ کرنا ہے اللہ کو اور پراس چیز  
 کے کہ بیچ دل اس کے ہے اور وہ بہت جھگڑا لڑے اور جب حاکم ہوتا ہے تو کوشش کرتا ہے بیچ  
 زمین کے فنا کرنے کو کہ ہلاک کر کے کھیتوں کو اور جانوروں کو اور اللہ نہیں دوست رکھنا فنا کرنے والے  
 کو۔ ترجمہ ختم۔

اور کہا کہ اس آیت مبارکہ کہ ابن عمرؓ کی شان میں روایت کر دے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُشْرِي  
 نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ يٰۤاَعْبَادُ پارہ ۲ رکوع ۹۔ اور بعض لوگوں میں سے  
 وہ ہے کہ بیچتا ہے جان اپنی کو واسطے چاہنے رضا مندی اللہ کی اور اللہ شفقت کرنے والا ہے ساتھ  
 بندوں کے۔ ترجمہ ختم۔ سمرہ نے خیال کیا کہ یہ معمولی رقم تو ایک آیت کی تحریف کے لئے بھی کافی نہیں ہے  
 چہ جائے کہ دو آیتیں۔ چنانچہ اس نے بجاؤ تا و شروع کر دیا یہاں تک کہ دو آیتوں کا معاملہ چار لاکھ  
 درہم پر طے ہو گیا اور سمرہ نے یہ بیان دے دیا کتاب الباطل مومن قریش ص ۴۶ یہ بھی صحابہ کی نگاہ

آیات کے متعلق ہیں تو اصل

میں دین کی شان اور مرتبہ فرمائیے دین کو مقدم کیا گیا ہے یا کہ دنیا کو مقدم کرنے سے ہوسے نظر آتے ہیں نبی اکرم  
 صلعم نے قدم قدم پر معجزے دکھائے مگر دنیا داروں نے ذرہ بھر پرواہ نہ کی بلکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم کے ہر فرمان کو ٹھکرا دیا جب آنحضرت مکہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ سلمان رضی اللہ عنہ سے  
 منقول ہے کہ جب حضور پُر نور کی سواری داخل مدینہ ہوئی تو ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حضور میرے یہاں  
 قیام فرمائیں آپ نے فرمایا میری ناکہ کی مہار چھوڑ دو جہاں حکم خدا ہوگا وہاں رک جائے گی۔ چنانچہ ناکہ مصطفیٰ  
 جناب سدر ابواب کے گھر کے سامنے رکھی جو مدینہ میں سب سے زیادہ عزیز آدمی تھے یہ دیکھ کر آنحضرت  
 حرمت سے لوگ لڑکے کے دل کباب ہو گئے۔ ابواب تو بے اپنی ماں کو پکارا کہ دروازہ کھولو کہ سید البشر جناب  
 محمد مصطفیٰ ہمارے گھر تشریف لائے ہیں۔ ابواب جو سبکی والدہ چونکہ نابینا تھی دروازے کو کھولا اور حرمت  
 سے کہا کہ کاش میری آنکھیں ہونیں تو میں بھی آنحضرت کی زیارت کرتی رہتی رہتی رحمت الہی کو جو جس  
 آگیا۔ آپ نے دستِ نبوت اُس کی آنکھوں پر پھیرا تو خالق نے فوراً نور عطا کر دیا۔ مکواث جمع الفضائل  
 جلد ۱۷ یہ معجزہ تمام مسلمانوں نے دیکھا مگر حرص دنیا غالب ہی رہی اور دنیا کو دین پر مقدم ہی رکھا۔  
 میں ایک اور رسول اللہ کا معجزہ عرض کرتا ہوں کھلبے کہ زمانہ رسول خدا میں ایک نصرانی مدینہ میں  
 رہتا تھا اُس کے پاس ایک اونٹ تھا۔ جب وہ اونٹ بڈھا ہوا تو اُس کے ہاک نے چاہا کہ اُسے  
 ذبح کرے جب چھری تیز کر کے لایا تو وہ اونٹ بھاگا۔ یہاں تک کہ دروازہ رسول پر آکر کہا اَللّٰهُمَّ  
 عَلَيْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ جب حضرت باہر آئے تو اس نے زمین پر سر رکھ دیا پھر سر اٹھا کر بقدرتِ  
 خدا گویا ہوا۔ یا رسول اللہ میں فریادے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ فلاں نصرانی میرا ناک ہے۔ میں  
 نے ایک مدت تک اس کی خدمت کی ہے۔ اب جب بڈھا ہو گیا ہوں تو وہ چاہتا ہے کہ مجھے  
 ذبح کرے آنحضرت نے کسی کو بھیج کر اس نصرانی کو بلایا جب نصرانی حاضر خدمت ہوا تو فرمایا اسے  
 شخص اس اونٹ کو میرے ہاتھ بیچ دے یا اسی طرح بہہ کر دے اس نے کہا میری جان اور  
 مال سب حاضر ہے قیمت کی کیا ضرورت ہے میں نے آپ کو کہہ کیا۔ حضرت نے اس اونٹ  
 کو اس سے لے کر آزاد کر دیا وہ اونٹ مدینہ میں آزادانہ پھرتا تھا کوئی اس کو دانتہ دگھا س سے رکتا  
 نہیں تھا اور نہ اپنی چراگاہ سے منع کرتا تھا بلکہ لوگ احترام کرتے تھے اور اس کا نام پڑ گیا عَلَيْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ  
 یعنی رسول اللہ کا آزاد کیا ہوا ہے۔ لوائح الاحزان جلد ۲ ص ۲۲۵ جمع الفضائل جلد ۱۷ حقائق الراسط

سورہ ابراہیم کا تیسرا آیت میں سورہ

الواحد

بحوالہ طبری لوگوں نے اس مہجرے کو زندگی بھر دیکھا کہ اونٹ کے چرنے سے فضلیں اچھی ہوتی ہیں۔ مگر پھر بھی حرص دنیا اس قدر غالب رہی کہ دنیا مقدم اور دین کو موخر ہی رکھا۔

حضرت ابو ہریرہ جنہوں نے لاکھوں احادیث گھر کر رسول خدا کی طرف منسوب کر دیں حتیٰ کہ یہاں تک جارت فرمائی کہ ایک آدمی حکمت سے پیاز خرید کر مدینہ فرخت کرنے کو لایا مگر مدینہ میں پیاز کی قیمت گر گئی اُسے کافی نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ آخر اس تاجر نے حضرت ابو ہریرہ کی خدمات حاصل کیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ سودا کس قدر نفع پہلے پایا اور حضرت ابو ہریرہ نے مدینہ منورہ میں ایک تھن گھر طرک بیان کر دی کہ رسول خدا نے فرمایا تھا کہ جس نے حکمت کی پیاز کھائی اس نے مکہ کی زیارت پائی البرطاب مومن قریش ۲۹۴۔ یہ ابو ہریرہ خود راوی ہے کہ ایک مرتبہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دودھ کا پیالہ آیا تو آنحضرت نے دریافت کیا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ ہے۔ دودھ لانے والے نے عرض کی کہ مولا یہ ہدیہ لایا ہوں تو حضرت نے ابو ہریرہ سے فرمایا کہ جاؤ اور اہل صفحہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ اہل صفحہ اسلام کے مہمان تھے نہ کوئی گھر بار تھا نہ عزیز و اقارب جب ہمیں کے پاس کوئی صدقہ کی چیز آتی تو آپ ان کے پاس بھیج دیا کرتے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب کوئی تحفہ ہدیہ آتا تو خود بھی استعمال فرمایا کرتے اور اہل صفحہ کو بھی شریک فرماتے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ پیغمبر کا یہ ارشاد مجھے بہت ناگوار گذرا دل میں کہا کہ اہل صفحہ کے لئے یہ دودھ کیا کام دے گا۔ میں زیادہ حقدار ہوں کہ اسے پی کر بھوک کی لذت دور کروں۔ اہل صفحہ جب آئیں گے تو پیغمبر حکم دیں گے کہ میں یہ پیالہ انہیں دوں اور ایک ایک کے پاس پیالہ لے جانا پڑے گا اور اس میں بچے گا کیا جو میں ہوں گا۔ مگر پیغمبر کی بات ماننے کے علاوہ چارہ کار رہی کیا تھا۔ میں ان لوگوں کو جا کر بلا لایا۔ ان لوگوں نے حاضر ہو کر اجازت چاہی پیغمبر نے اجازت دی وہ سب اگر اپنی جگہ بیٹھ گئے تو پیغمبر نے فرمایا ابو ہریرہ یہ پیالہ ان لوگوں کو دو میں نے پیالہ ہاتھ میں لے کر ایک کر بٹھایا اس نے پیٹ بھر کر پیا پھر پیالہ مجھے پلٹا دیا۔ میں نے دوسرے کو بٹھایا اس نے بھی جی بھر کر پیا اور سیراب ہو گیا اسی طرح یکے بعد دیگرے ہر ایک کو میں پیالہ دیتا گیا اور وہ پیٹ بھر کر پینے کے بعد مجھے واپس دیتے گئے۔ جتنے تھے سب نے پیا اور سبھی سیراب ہوئے پھر آنحضرت نے وہ پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا ابو ہریرہ بس ہم اتنی باقی رہ گئے۔ میں نے عرض کی جی ہاں حضرت نے فرمایا اچھا بیٹھو اور پیو۔ میں نے بیٹھ کر پیا۔ آپ نے فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیا اسی طرح آپ

فرماتے تھے اور پیو اور میں اور پیتا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کی اب پیٹ میں گنجائش نہیں رہی کہ اور پیوں۔ آپ نے فرمایا اچھا مجھے پیالہ دکھاؤ میں نے پیالہ آپ کے ماتحتوں میں دے دیا آپ حمد و ثنائے الہی، بحالائے اور بسم اللہ کہہ کر بقیہ دودھ نوش فرمایا ابو ہریرہ صلی اللہ علیہ وسلم ان واقعات سے بزرگوں کی حقیقت و کیفیت اور اسلام نوازی کا آسانی سے پتہ چل جاتا ہے یہ لوگ ہیں جن سے مسلمان نے دین مصطفیٰ سیکھا تھا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان سے روایت کئے ہوئے دین میں کتنی صداقت ہے۔ جب ایسے امام ہیں تو ماموم کیسے ہوں گے۔ رباعی

امام وہ جو صداقت پسند رکھتا ہو      زبانِ رضا سے الہی میں بند رکھتا ہو

بھلا سکے گی اُسے ہستی بیزید کہاں      شہید ہو کے بھی جو سر بلند رکھتا ہو      صلوات

مسلمانوں میں وہ ہو گا جس کا ہر قول و فعل رسول اللہ کے تابع ہو کیوں کہ قدرت کا اعلان ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ پارہ ۲۱ ع ۱۹۔ یقیناً رسول اللہ کی پیروی تمہارے لئے بہترین اور اچھا عمل ہے۔ شعر ہے

محمد جس کا حکم دے کر لے پڑھک جاؤ

محمد روک دے جس کام سے فی العذر کس جاؤ

آئیے اور رسول اللہ سے عرض کیجئے کہ یا رسول اللہ۔ آپ ہمیں حقیقتِ عبادت سے آکاہ فرمادیں تاکہ ہم عبادتِ خدا کے نعمات حاصل کر سکیں تو ارشاد ہونا ہے ذَبْنِيْزُجَابًا لِّسُكْمِكُمْ يَدُ كِرْعَالِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ اِنَّ ذِكْرًا كَاذِبًا كَرِيْمًا وَ ذِكْرًا كَرِيْمًا وَ ذِكْرًا وَ اللّٰهُ عِبَادَةٌ مَّجَالِسُ وَ مَعَالِمُ ۲۹ فرمایا اپنی مجالس کو زینت دو علی کے ذکر سے کیوں کہ علی کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کا ذکر عبادت ہے، صلوات۔ ہم نے ذکر کیا صرف علی کا مگر نبی کا ذکر اور خدا کا ذکر بھی علی کے ذکر سے ہو گیا معلوم ہوا کہ علی کے ذکر میں نینوں ذکر مستور ہیں۔ نبی اکرم کا فرمان ہے کہ علی کے ذکر سے اپنی مجالس کو زینت دو سنو جو رسول ہمیں حکم فرماتا ہے کہ علی کے ذکر سے اپنی عقلوں کو سجاؤ کیا وہ رسول محمد ایسا عمل نہ کرتا ہو گا۔ ماننا پڑے گا کہ حضور پر نور بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اور شیعوں حضرت نے بھی رسول خدا سے ہی سبق حاصل کیا ہے جو علی کا ذکر کرتے ہیں۔ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا و بزرگم نے میرے بھائی علی کو اس قدر فضائل عطا فرمائے ہیں کہ وہ شمار نہیں

رباعی

شعر

ذکر علی

کئے جاسکتے۔ نہیں جو شخص علیؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کا ذکر کرے خداوند کریم اس کے تمام سابق گناہ بخش دے گا اور جو شخص علیؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو سُننے تو اس کے گناہوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جو شخص حضرت علیؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کی طرف نظر کرے تو اس کے آنکھوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا علیؑ کی طرف دیکھنا اور اس کا ذکر کرنا عبادت ہے۔ خدا کسی عیب کے ایمان کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ اس میں ولائے علیؑ نہ ہو اور اس کے دشمنوں سے بیزاری نہ ہو۔ الجلاس المرضیہ ص ۱۱۲ صلوات. دو شعر منقولہ

مدح علیؑ بیاں ہو یہ طاعت سے ہے بعید  
فرانِ مصطفیٰ ہے یہ میرا نہیں کلام  
دنیا کی درسگاہوں کا محتاج وہ نہیں  
خالق جسے بناتا ہے مخلوق کا امام  
میں عرض کر رہا تھا کہ ان سے اگر ولادہ نہیں تو ہرگز ہرگز اسلام قبول نہ ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ  
میں یہ بھی عرض کر چکا کہ ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا بھی ضروری اور واجب ہے۔ تو لا اور  
تبرتی دونوں مل کر شجرِ اسلام کو استحکام دیتے ہیں۔

منقول ہے کہ معصوم ایک دفعہ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو ایک شخص وہاں بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اُس کو سلام کہا اور اُس نے جواب عرض کیا۔ اس کے بعد پھر جو معصوم بیت اللہ تشریف لے گئے تو ایک شخص کچھ پڑھ رہا تھا آپ اُس کے پاس سے گزر گئے اور اس کو سلام نہ دیا۔ لوگوں نے دیکھا کیا کہ حضور اس کی وجہ کیا ہے کہ پہلے شخص کو آپ نے سلام فرمایا تھا اور اس سے احتراز سلام کیا آپ نے فرمایا کہ پہلا شخص محمد و آل محمد پر درود پڑھ رہا تھا اس لئے میں نے اس کو سلام دیا لیکن دوسرا محمد و آل محمد کے دشمنوں سے بیعت کا ورد کر رہا تھا اس لئے میں نے اُس کو سلام نہیں دیا تاکہ اس کے دشمنوں میں رکاوٹ نہ ہو۔ یہ اور بھفت جلد ۱۷ صلوات۔ آل محمد کے دشمن کے بارے میں  
ریاضی سن لو

کم طرف کا بیان تو حرفِ نبویؐ ہے  
باطل کا زور قصہ  
گفت و شنید  
ہر دشمنِ شبیر جو کوئی تو حبان  
صہبگی ہوتی زمانے میں روضِ نبویؐ ہے  
مسلمانو! میرے مولا منظرِ العیاش والفرائب ہیں۔ آج دنیا کو کشش کر کے چاند تک پہنچنے کا  
دعوئے کر رہی ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ کہاں تک کامیاب ہو رہے ہیں۔ مگر میرے مولا

چوداں سو سال پہلے حقیقت چاند سے مطلع فرما رہے ہیں۔

روایت میں ہے کہ ایک رات کو میرے مولا جناب امیر المؤمنین عذر سے چاند کو دیکھنے لگے تو ایک آدمی نے عرض کی یا مولا چاند کو عذر سے دیکھنے کی کیا وجہ ہے فرمایا چاند میں خدا کی مخلوق آباد ہے۔ سائل نے عرض کی کہ آتا چاند کا طول و عرض کتنا ہے۔ آپ نے فرمایا چالیس ضرب چالیس فرسخ یعنی نکل سو لاکھ سو فرسخ ہیں۔ اس کے بعد سائل نے عرض کی کہ مولا چاند کا فاصلہ کتنا ہے مولا نے فرمایا یہاں سے دو لاکھ چالیس ہزار میل کے فاصلہ پر چاند ہے۔ سائل نے عرض کی کہ مولا کیا آپ سورج کی لمبائی اور چوڑائی بھی بتا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ سَلَوْنِي عَمَّا شِئْتُمْ قَبْلَ أَنْ تَقْضُوا ذُنُوبِي أَهْلَكُمْ وَطَرَفِي السَّمَوَاتِ مِنَ الْأَرْضِ تَارِيخُ الْمَلْفَاةِ سَوَالِ كَرِيمٍ سے قبل اس کے کہ میں تم سے جدا ہو جاؤں۔ میں آسمانوں کے راستے زمینوں سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔ سائل نے کہا مولا پھر فرمادیں سورج کا سفر کتنا ہے۔ فرمایا سورج نو کروڑ تیس لاکھ میل زمین سے دُور ہے۔ اور سورج کی لمبائی چوڑائی نو سو ضرب نو سو فرسخ ہے یعنی آٹھ لاکھ دس ہزار فرسخ۔ حُكْمُ الشَّرَائِعِ تَعْرِيفِي اِرْمَدِ يَهْ جَنْبَرِي ص ۴۴۔ اور یہ یاد رہے کہ فرسخ اسلامی لحاظ سے نین میل کا ہوتا ہے اور میل اسلامی چار ہزار گز کا ہوتا ہے اور اسلامی گز چوبیس انگل کا ہوا کرتا ہے۔ لغات کشوری ۲۴۵۔ آج دنیائے چاند کی پیمائش کر کے تسلیم کر لیا کہ واقعی جناب حیدر گز علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے مزید کو فرسخ فرمایا کیونکہ مسلمان خطیب سلونی کے فرمان کی آج تصدیق ہو رہی ہے۔ دوست و دشمن ماننا ہے اور فرسخ سے ماننا ہے کہ آج سے چوداں سو سال پہلے حضرت نے فرمایا کَمَا يَأْتِيكَ عَنِ النَّجْدِ دُومٌ فِرَارًا سَهْ مِنْ أَوْ مَسَدًا حَقُوقُ اِرْمَدِ سَلَامٌ مَثَلًا۔

فرمایا مجھ سے ایسے جگہ جیسے انسان شیر سے بھاگتا ہے۔ سائل نے عرض کی یا علی اگر بات کرنے کی ضرورت پڑے تو کیا کرے فرمایا کم از کم ایک ہاتھ اس سے دور رکھ کر بات کرنا۔ اس فرمانِ مرقی کی حقیقت کا آج دنیا کو یقین ہوا جب دُور بین نے بتلایا کہ مجھدم کے جراثیم شیر کی شکل کے ہوتے ہیں۔ آج میں تمام مسلمانوں سے سوال کرتا ہوں وہ یہ کہ حضرت علی کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ سورج نو سو ضرب نو سو فرسخ یعنی آٹھ لاکھ دس ہزار فرسخ ہے۔ چاند کی لمبائی چوڑائی کا تو علم ہوا کتنا ہے ممکن ہے کہ شبِ معراج بڑے بھائی نے گزرتے ہوئے سر زمین چاند کو اک نظر سے دیکھ لیا ہو اور اگر چھوٹے بھائی کو بتلادیا ہو کہ چاند چالیس ضرب چالیس فرسخ ہے مگر سورج تک تو کوئی جان نہیں سکتا تو پھر

علی کو سورج کی حقیقت و کیفیت کا علم بتلا دیا گیا ہے اور اگر کوئی انکار کرتے تو مجھے بتلائے کہ سرگوشی قدرت نے حضرت علی سے کیا کی تھی ارے سرگوشی کا دوسرا نام ہے راز کی باتیں اور راز کی باتیں راز دار سے ہوا کرتی ہیں۔ صلوات ۔

یہی سورج جس کا میں ذکر کر رہا تھا۔ میرے مولا کا تابع فرمان ہے۔ تبھی تو میرے مولا نے ڈبٹے ہوئے سورج کو واپس پلٹا کر نماز عصر ادا فرمائی تھی۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب نہروان سے جب جناب امیر علیہ السلام واپس تشریف لائے تو آپ نے براتنا کے علاقہ میں ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور سرزمین بابل میں داخل ہو گئے۔ اس وقت عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا تو لوگوں نے چلانا شروع کر دیا اے امیر المؤمنین نماز عصر کا وقت ہو گیا ہے جناب امیر نے فرمایا یہ زمین تین دفعہ تباہ ہو چکی ہے اور چوتھی دفعہ پھر تباہ ہوگی لہذا دعویٰ رسول کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس مغرب زمین پر نماز ادا کرے تم میں جو شخص نماز پڑھنا چاہے پڑھے اس پر منافقین نے کہنا شروع کر دیا کہ علی نماز تو نہیں پڑھتے لیکن پڑھنے والوں کو قتل کرتے ہیں۔ منافقین کی مراد نہروان والے لوگ تھے جن کو حضرت نے قتل کیا تھا۔ جو یریر بن مہر عبدی کا بیان ہے کہ میں حضرت کے ساتھ سو سو ارہوں کے دستہ کی معیت میں رہا۔ میں نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک امیر المؤمنین نماز پڑھیں گے میں بھی نماز نہ پڑھوں گا۔ حضرت نے قریب غروب آفتاب زمین بابل کو طے کر لیا اور سورج غروب ہو گیا۔ اُفق پر سُرخِ ظاہر ہو گئی تھی کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا اے جو یریر پانی لاؤ۔ میں نے پانی کا برتن ہاتھ اندس میں پیش کر دیا حضرت نے وضو کیا اور فرمایا اے جو یریر اذان کہو۔ میں نے عرض کی کہ مولا عشاء کی نماز ہوگی فرمایا نہیں بلکہ عصر کی نماز کی اذان کہو۔ میں دل میں خیال کر رہا تھا کہ سورج تو غروب ہو گیا ہے۔ عصر کی نماز کیسے ادا ہوگی لیکن اطاعتِ امام کی وجہ سے مجبور تھا میں نے اذان کہی حضرت نے فرمایا اتنا کہو۔ میں نے اتنا کہنا شروع کر دی۔ ابھی میں اتنا کہتا کہ حضرت کے دونوں ہونٹ متحرک ہوئے۔ آپ کے دہن اندس سے ایسا کلام جاری ہوا جس کو میں نہ سمجھ سکا۔ ایسا معلوم ہوا تھا کہ آپ ابا جلیوں کی بولی بولی رہے ہیں۔ ایسا اثنا میں سورج پورے کا پورا دوبارہ لوٹ کر عصر کے مقام پر آ گیا حضرت نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور ہم نے بھی حضرت کی اقتداء میں نماز ادا کی جب حضرت نماز سے ناراض ہوئے تو سورج اس طرح غروب ہوا جیسے کوئی چراغِ طشت میں رکھے ہوئے غائب ہو جائے

مصحفہ روایت

بس تارے نکل آئے تو حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ضعیف البقین عشار کی اذان کہو۔ صلوات عیدین المبارکات ص ۱۰۰ رباعی عرض ہے۔

یا علی ذکر تیرا کب ہے کہانی کی طرح  
حل کیا عقدہ لانیل کو پانی کی طرح

ڈوب کر شمس اشارے سے زمرے مغرب سے  
پھر پلٹ آیا زلیخا کی جوانی کی طرح

ایک مولوی صاحب نے فرمایا یہ ناممکن ہے کہ سورج پلٹ آئے ہیں نے عرض کی مولوی صاحب آپ کی مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص ۱۶۳ تذکرۃ الخواص ص ۴۷ پر بھی درج ہے کہ رسول خدا کے حکم سے سورج لوٹ کر آیا ہے اور قرآن مجید سے حضرت سلیمان کے واقعہ میں سورج کے دوبارہ پلٹنے کا ذکر سنو حتیٰ تو اذت بالجبار و ما علی پارۃ الخ یہاں تک کہ چھب گیا۔ سورج پر دے میں پھیر لاؤ اُس کو اوپر میرے مسلما تو اگر حضرت یاقن کے حکم سے سورج پلٹ کر واپس آ سکتا ہے تو میرے مولا کے لئے بھی سورج پلٹ کر واپس آ سکتا ہے۔ بلکہ اہلسنت کے بہت بڑے عالم سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص ص ۴۷ پر فخر سے تحریر فرمایا ہے کہ ایک جماعت نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ہم نے ابو منصور منظر ابن ارد شیر عبادی واقظ کر دیکھا وہ مدرسہ ناجیرہ جو بغداد کے محلہ ابرز کے دروازے پر ہے، بیٹھا ہوا تھا یہماں عصر کے بعد کا واقعہ ہے اور وہ حضرت علی کے لئے روز شمس کی حدیث کو بہترین عبادات اور عمدہ الفاظ کے ساتھ بیان کر رہا تھا۔ پھر اُس نے اہلبیت کے فضائل ذکر کئے یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا۔ ابو منصور منبر پر کھڑا، بول گیا اور سورج کی طرف اشارہ کر کے کہا اے سورج جب تک محمد مصطفیٰ کی آل انسان کی اولاد کی مدح ختم نہ ہو جائے غروب نہ کرنا تو اپنی مہار کو روکنے اگر تو میرے مولا حضرت علی ابن ابی طالب کے لئے پشیمان نہ ہوں تو کروں گے نئے بھی ٹھہر جا۔ لوگ کہتے ہیں کہ سورج لوٹ گیا اور ابو منصور منبر پر فضائل رضیٰ بیان کرتا رہا۔ شرحۃ المصابیح ص ۳۸۹ کشف الحق علامہ علی بن ابی حمزہ جب حضرت امیر المؤمنین کے لئے سورج کو لوٹ گئے ہیں تو خود علی رضیٰ کے اختیارات و کمالات کتنے بلند ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر نے بھی کہا کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے فَوَلَّكَانَ الْبَحْرُ مِذَاذًا قَالُوا يَا مَرْغُومًا كُنَّا يَا قَالِحِينَ احْتَابًا مَا اخَذُوا فَاَصْنَانُكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ اے سلی اگر تمام سند سیاہی بن جائیں اتمام دخت تلبیں بن جائیں اور تمام انسان کھینے لگ جائیں اور تمام جن صاحب کریں تو بھی اے ابراہیمؑ تمہارے فضائل شمار نہیں کر سکتے۔ مودۃ القرآنی ص ۴۷۔ حضرت امیرؑ

کے اتنے فضائل ہیں کہ عقولِ انسانیہ عاجز ہیں۔ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کوئی شیعہ عالم فضیلت سے انکار نہ کرے۔ دمشقہ کبیر میں سو بیٹھیم تمہارے مروجی سے کہ میں کو نہ میں حضرت امیر کے سامنے بیٹھا تھا۔ آپ احکامِ دین بیان فرما رہے تھے۔ جب آپ کا بیان ختم ہوا تو ایک نوجوان اٹھا اور اس نے ایک خط حضرت کے سامنے رکھ دیا۔ امیر شام کی تعریف کے چند کلمات کہے۔ حضرت امیر نے عمار یا مسرور کو حکم دیا کہ سوار ہو کر قبائل کو فرہیں اعلان کر دو کہ جس نے سنی و باطل اور حلال و حرام میں فرق دیکھنا ہو تو پھینچ جائے۔ پس یہ اعلان سنتے ہی لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ عالمِ اربع اور بطلِ اربع منبر پر تشریف لائے اور تبلیغ کیا تو لوگوں پر خاموشی چھا گئی۔ آپ نے فرمایا وہ امام امام نہیں جس کی دعا باریکت سے مردہ زندہ نہ ہو اور آسمان سے بارش نہ برسے یا اس قسم کے معجزات نہ ظاہر کر سکے جن کے اظہار سے دوسرے لوگ عاجز ہوں اور تم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو یقین ہے کہ میں آئینہ باقیہ کلمہ تامہ اور حجتہ بالغہ ہوں۔ حکم شام معاویہ نے میری طرف ایک بڑا بے لگام جاہل عرب کو بھیجا ہے اور تم جانتے ہو کہ اگر میں چاہوں تو اس کی ہڈیاں پیس ڈالوں اور اس کے نیچے سے زمین کو کھینچ لوں یا یہ کہ اسے زمین نکل جائے لیکن جاہل کی باتوں کا برداشت کرنا صدقہ ہے پھر آپ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور حضرت رسالت پر درود بھیجا اور فضا میں اپنا ماتھے بڑھایا تو ایک بادل حاضر ہوا۔ اور اس سے آکر سلام کیا۔ آپ عمار کے ہمراہ اس پر سوار ہو کر آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ اور سقوطی دربر کے بعد واپس آگئے اور لوگوں نے دیکھا تو آپ دکنہ القضاہ پر تشریف فرما تھے اور عمار نے فضا آپ نے خطبہ شمشیت پڑھا تو مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے جتنے منہ اتنی باتیں تھیں کسی ایمان زیادہ ہوا اور کسی کے کفر میں زیادتی ہوئی۔ عمار کہتا ہے جب بادل نے پرواز کی تو سقوطی سے وقت میں ہم ایک بڑے شہر میں پہنچے جس کے ارد گرد نہریں اور باغات تھے۔ لوگوں کی زبان عربی کے علاوہ کوئی اور تھی تو آپ نے انہی کی زبان میں تقریر فرمائی پھر ہم واپس آگئے تو مجھے آپ نے فرمایا عمار تجھے پتہ ہے وہ کون سا شہر تھا تو عمار نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول اور وہی ہی اس کو جانے مجھے کیا علم ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ملک چین کا ساتواں جزیرہ تھا جس میں ہم پہنچے تھے کیونکہ جناب رسولؐ ان تمام کائنات کے رسول تھے اور وہی رسول بھی تمام دنیا کا ہادی ہے۔ یہ سن کر لوگوں نے عرض کی کہ جب آپ کے پاس اتنی طاقت موجود ہے تو معاویہ سے لڑنے کے لئے آپ

فوجیں جمع کیں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ اس لئے کہ لوگ اپنے جہاد کے فریضے کو ادا کریں اور اپنے عہد کی دنا کریں خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو اپنے اس مختصر ہاتھ کو اس لمبی چوڑی زمین میں بڑھا کر معاویہ کے سینے پر گھونسہ لگاؤں اور اس کی ڈاہری یا منہ چھوں کے بال نوج لوں پس آپ نے ہاتھ بڑھایا اور واپس کیا تو اس میں بال تھے۔ لوگوں نے تعجب کیا پھر اطلاع پہنچی کہ اسی دن معاویہ اپنے تخت سے گرا تھا اور بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب ہوش و حواس درست ہوئے تو اسے ڈاہری اور منہ چھوں کے بالوں میں کمی محسوس ہوئی۔ المہاس المرضیہ ص ۲۹۔ فرماؤ مسلمانو ایسے فضائل کو کتنے عقول قبول کر سکتے ہیں۔ ماں اگر کمالات حضرت امیر دنیا کے اذنان میں محدود ہو گئے تو اس حدیث کو کیا کرو گے جو نبی اکرم نے فرمایا ہے **يَا عَلِيُّ مَا عَدَّ قَلْبُكَ اِنَّ اللّٰهَ لِحَوَانَا**۔ اے علی تیری حقیقت کو میرے اور اللہ کے سوا کوئی بھی کا حقد نہیں پہچان سکا۔

-- دعتہ سا کہ یہ منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ مسجد کو قدم میں تشریف فرما تھے کہ بعض صحابہ نے عرض کی کہ اس دنیا پر تعجب ہے کہ لوگوں کے ما عقول میں جمع ہوتی ہے اور آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم دنیا کو چاہیں تو وہ ہمارے پاس نہیں آسکتی۔ آپ نے فرما مسجد کے منگریزے مٹھی میں بند کئے۔ پھر مٹھی کو کھولا تو بیش بہا جواہر تھے۔ فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے دیکھا تو قیمتی جواہر تھے آپ نے فرمایا اگر ہم چاہیں تو دنیا ہماری ہے لیکن ہم نہیں چاہتے پس ہاتھ سے پھینک دینے تو دیسے کے دیسے منگریزے تھے۔ المہاس المرضیہ ص ۱۱ نہ المصائب جلد ۲ حصہ ۱ ص ۳۶۹۔ میرے مولا علی کے بارے میں رسول خدا نے فرمایا کہ اپنی مجالس کو علی کے ذکر سے زینت دو کیوں کہ علی کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر خدا کی عبادت ہے صلوات۔ جہاں حضرت علی کا ذکر عبادت ہے وہاں علی کا ثناء کے لئے رحمت بھی ہیں۔ میرے مولانا نے اپنے فیضِ کرم سے لوگوں کو سزا فرمایا میں ایک واقعہ عرض کرنے کے بعد اپنی تقریر کا رخ ذکر مصائب کی طرف پھیرتا ہوں۔

کتاب الخراج والخراج میں منقول ہے کہ ایک قصاب سے کسی کی کیز نے گوشت خرید کیا جسے اس کی مالک نے پسند نہ فرمایا کیز قصاب کے پاس واپس آئی اور کہا کہ اس گوشت کو تبدیل کر دے مگر قصاب نے گوشت تبدیل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ کیز حضرت امیر علیہ السلام کے پاس

فریادی ہوئی اور عرض کی کہ یا امیر المؤمنین میری مالک نے اس گوشت کو پسند نہیں کیا اور قصائی اسے تبدیل کر کے نہیں دیتا۔ حضرت امیر علیہ السلام قصاب کے پاس تشریف لائے اور اسے وعظ و نصیحت کی کہ اس عورت کو گوشت تبدیل کر دے یا واپس کر لے مگر قصاب نے جو آنحضرت کو پہچانتا نہ تھا حضرت کے ساتھ بے رنجی سے کلام کیا بلکہ اپنے ہاتھ سے گستاخی بھی کی جناب واپس ہوئے تو کسی نے قصاب سے کہا کم بخت کیا تو پہچانتا ہے کہ وہ کون تھے کہا کہ نہیں کہا یہ تو حضرت علی ابن ابی طالب تھے۔ پس قصاب نہایت شرمسار ہوا اور جس ہاتھ سے حضرت کے ساتھ گستاخی کی تھی اُس کو کاٹ ڈالا اور دوڑتا ہوا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدموں پر گر کر کہا کہ مولا مجھے معاف فرمادیں میں حضور کو پہچانتا نہ تھا۔ آپ نے کٹے ہوئے ہاتھ کی حقیقت دریافت کی تو اس نے عرض کی کہ اس منحوس ہاتھ سے حضور کی ذاتِ اقدس کی گستاخی کی ہے اس لئے اسے کاٹ ڈالا ہے آنجناب کو ترس آ گیا اور اس کا کٹا ہوا ہاتھ زخم کے ساتھ لگا کر کچھ فرمایا تو ہاتھ بالکل درست اور صحیح رہا مگر سب ان اللہ تبارک و تعالیٰ نے معاف فرمایا اور وہ بیان کروں انہی حضرت کی اولاد کو کہ بلا کے میلان میں مسلمانوں نے تین دن کا بھوکا پیاسا زنج کر ڈالا۔ منقول ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے سب یار و انصار شہید ہو چکے اور مظلوم امام اپنے گھسٹے جگر حضرت علی اصغر کو بھی دفن کر چکے تو ایک مرتبہ جسے کے دروازے پر آئے اور حضرت نے فرمایا یا زینب و یا اُمّ کلثوم و یا زینب و یا عمر باب و یا سکیفہ علیکنتِ جنتی اذنتکم لے زینب لے اُمّ کلثوم لے رقیہ لے رباب لے سکیفہ تم سب پر میرا آخری سلام ہو۔ بس اس آواز کا سننا تھا کہ سیدنا نبیؐ میں کہرام مچا ہو گیا اور بتول: غدار کی بیٹیاں بے تاب ہو گئیں۔ میرے مظلوم امام جناب زینب کو تسلی دیتے ہیں اور رو کر فرمایا بہن زینب ابھی تو منزل بہت باقی ہے۔ ماں جانی ابھی تو سر برہنہ کو فرود شام کے درباروں میں جاتا ہے۔

عزادارو! جناب زینب سے حسین نے فرمایا اُخْتِی زَیْنَبُ اَیْمَتِیْ تَشُوْبُ عَلَیْیْنَ اَوْ یَدِ غَیْبِ فِیْہِ اَحَدًا مِنْ اَقْتُوْمِ لے زینب مجھے پھٹنا پھٹنا لباس لادے تاکہ میرے کفن کا کام دے سکے اپنے مظلوم بھائی کا فرمان سن کر زینب اٹھی اور ایک لباس پیش کیا۔ آپ نے لباس کو دیکھا اور ابدیدہ ہرگز فرمایا ماں جانی زینب آج عید کا دن تو نہیں۔ زینب آج عید نہیں بلکہ کربلا کا میدان ہے۔ زینب وہ لباس لے کے دے جس کو میری ماں زہرا نے میرا کفن بنا لیا ہے۔ عزادارو! زینب نے جگر پہ ہاتھ رکھا

قصاب کا ہاتھ جڑا

آخری نصیحت

قصاب کا ہاتھ جڑا



سُن کر حسین کا دل بھرا آیا کہا میں زینب آپ علی کی بیٹی ہیں۔ وارث شریعت مصطفیٰ ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو میں بڑی کی بیعت کر لوں؟ بیچ جاؤں گا۔ لکھا ہے کہ اتنا سُنا تھا کہ نبی کی زینب چند قدم پیچھے ہٹ گئیں اور آواز دے کر فرمایا حسین بڑی کی بیعت نہ کرنا میں شام کی قید بنگالوں کی مظلوم کر بلائے فرمایا بس زینب اب شام کی قید کے لئے تیار ہو جاؤ۔

روایت میں ہے کہ جب حسین گھوڑے پر سوار ہو چلے تو چند قدم پہ گھوڑا رک گیا۔ امام نے فرمایا اے گھوڑا کیا تو نے بھی میرا سنا چھوڑ دیا۔ اگر تو حسین کو میدان میں نہیں لے جانا چاہتا تو حسین اکیلا ہی چلا جاتا گا۔ اس کلام امام کو سن کر گھوڑے نے اپنے قدموں کی طرف اشارہ کیا گویا زبان بے زبانی سے کہہ رہا تھا کہ مولانا نیچے تو دیکھئے۔ عواداران حسین! جب میرے مولانا نے نیچے نگاہ کی تو کیا دیکھا کہ گھوڑے کے قدموں سے سکیٹ لپٹی ہوئی ہے اور رو رو کر کہہ رہی ہے گھوڑا میرے بابا کو میدان میں نہ لے جا جو بھی میدان میں گیا ہے واپس پلٹ کر نہیں آیا۔ لکھا ہے کہ میرے مولانا دیکھ کر فوراً گھوڑے سے اتر پڑے اور سکیٹ کو گرد میں لے کر فرمایا بیٹی مرنے والوں سے اتنا پیار نہیں کیا جاتا۔ سکیٹ نے عرض کی بابا آپ میدان میں نہ جائیے۔ میں رات کو کس کے سینے پر سوئی گی فرمایا بیٹی آج تو رات کو اپنی ماں ربات کے سینے پر سو جانا۔ سکیٹ نے عرض کی بابا میری ماں کے سینے پر تو میرا بھائی اصغر سوتا ہے۔ امام نے آید پلو ہر کر فرمایا بیٹی اصغر! ہمارے ساتھ رات کو ہو گا۔ بس اتنا سُنا تھا کہ سکیٹ نے تڑپ کر کہا بابا میں کیا ہو گئی امام نے فرمایا سکیٹ تو نیم ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ بیٹی کا نام سُنا تو عرض کی با بیٹیوں کی کیا علامت ہوتی ہے امام نے فرمایا بیٹی بیٹیوں کے سر میں خاک جوا کرتی ہے بیٹی بیٹیوں کو لوگ طمانچے مارتے ہیں۔ بیٹیوں کا گریبان چاک ہوتا ہے۔ بیٹی بیٹیوں کے دُرجین جاتے ہیں۔ عوادارو! سکیٹ نے سر کے بال کھول لئے اور سر میں خاک ڈال کر ننھے ننھے ہاتھ جڑ کر عرض کی بابا مجھے نحف کا راستہ تو بتا دیجئے فرمایا بیٹی نحف جا کے کیا کرے گی۔ عرض کی بابا ہر نحف جا کر دادا کی تڑبت سے لپٹ کر کہوں گی دادا تو نے نحف کو چار کیا میری پھر بھی زینب اُجڑ گئی دادا میں نیم ہو گئی دادا میرا مظلوم باپ شہید ہو گیا۔ اس کے بعد جناب امام حسین نے بہن زینب کو آواز دے کر جناب سکیٹ کو اُن کے حوالہ کیا اور میدانِ جہاد کی طرف بڑھے۔ شعر

شہید برآمد ہوئے یوں خیمہ کے در سے جیسا کہ نکلتا ہے جنازہ کسی گھر سے

صاحبِ مواعظ حضرت ۱۶۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام عمر بن سعد ملعون کے اہتمام  
 جنت کرتے ہوئے فرمائے گئے کہ اے قوم جفا کار تین باتوں سے ایک بات مان لو (۱) میرا راستہ  
 چھوڑ دو کہ میں اپنے وطن کو چلا جاؤں۔ دوسرا ایک گھونٹ پانی پلا دو عمر سعد ملعون نے ان دونوں شرطوں  
 کو قبول نہ کیا تو آپ نے فرمایا میرے مقابلہ میں ایک ایک ہو کے آؤ۔ عمر بن سعد نے اس شرط کو قبول  
 کیا اور فوج میں سب سے بڑے بہادر پہلوان یزید بن ابی سفيان کو کہا کہ حسین کو بڑھ کر قتل کر دے یہ آگے بڑھا  
 تو حضرت نے بکمال وقار و صبر نبوتی ایک نمنشیر اس کے سر پر لکائی جو زین تک کا تھی ہوئی نکل گئی بعد  
 ازان و شہنشاہ اور آئے جو قتل ہوئے اس کے بعد تین آدمی مل کر آئے آپ نے ایک ہی وار سے  
 تینوں کو داخل جہنم کیا اس کے بعد چار آئے اور جہنم رسید ہوئے۔ یہاں تک کہ دس دس آنے شروع  
 ہو گئے۔ اور حضرت نے اسی جگہ کھڑے کھڑے علاوہ مجروحین کے نو سو سپاس آدمی قتل کئے یہ حال  
 دیکھ کر پھر کسی نے جرات نہ کی اور کوئی مقابلہ میں نہ آیا تو عمر بن سعد ملعون نے تمام فوج کو حکم دے دیا کہ  
 یکساں جگہ حملہ کر دو۔ ادھر تمام فوج حملہ آور ہوئی ادھر حضرت نے ذوالفقار کو نیام سے نکالا اور اس طرح حملہ  
 کیا کہ تمام مورخین نے اتفاقاً لکھا ہے قَتَلَ عَلَيْهِمُ یعنی نہایت ہی سخت حملہ تھا فَكَانَ تَهْمُ جِدًّا دَا  
 مُنْشِرًا اشقیاء مثل بیڑیوں کے منتشر ہو گئے اور بکبریاں کی طرح بھاگتے تھے۔ فَكَانَ تَهْمُ حُمَمًا مُنْتَشِرَةً  
 قَتَلَ مِنْ قَسْوَرَةٍ اس طرح بھاگتے تھے جس طرح خیر بربر سے وحشی جانور اور گدھے بھاگتے ہیں۔  
 اور حضور حملہ کرتے ہوئے یہ تمام ذوالکفل تک پہنچ گئے جو اس مقام سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے یہاں  
 حضرت نے اپنا علم نصب کیا۔ پھر وہاں سے لوٹ کر حضرت اپنے نیزہ کے پاس آئے اور جلال  
 میں اگر فرمایا اے قوم اشقیاء یہ بارہ میل کا فاصلہ ہے۔ تم میں سے کسی کی مجال ہے کہ اس جگہ سے گزر جائے  
 تم مجھے مجبور سمجھتے ہو میں مجبور نہیں بلکہ مامور ہوں۔ امام کے اس جلال کو دیکھ کر کائنات عمر حیرت مہی اور  
 ساکنانِ عرش دم بخود تھے ملک الموت دستِ ملکوتی سے ارادِ ملعونین قبض کرتا کرتا تھا چکا تھا۔  
 کہتے ہیں کہ عمر سعد نے فوج کو تیکر پار کرنے کا حکم دیا۔ ادھر فوج چلی ادھر قضا و قدر نے اپنے پرستار  
 دستِ امامت سے ذوالفقار کو اس طرح چلی کہ دس ہزار اشقیاء جہنم پہنچ گئے۔ لکھا ہے کہ میرے  
 مظلوم امام نے تریچ منٹ جگہ کیا۔

مؤلف اصحابِ اربعین ص ۲۳۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نے دس ہزار سے زائد انہیں کو

داصل جہنم کیا تھا۔ اور ایک مرتبہ حملہ کرتے ہوئے درہائے فرات پر چاہنچے اور فرمایا اسی دریا پر تپیں ناز  
تھا۔ اس کے بعد گھوڑے سے فرمایا اے فرس پانی پی لے تو تین دن سے پیاسا ہے مگر ونا دار گھوڑے  
نے اپنی زبان بے زبانی سے عرض کی مولا جب تک آپ نہ پیش گے میں پانی نہیں پڑیں گا۔ صاحب  
مرا عظیم حسنہ ۱۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نے کل سات حملے کئے تھے اور تیسرے حملے میں نہایت  
غضبناک ہوئے تھے نہ معلوم کیا وجہ تھی بعض مورخین کہتے ہیں کہ نہر علفمہ پر لاش برادر دیکھ کر غضب میں  
آگئے تھے۔ بس تدرت کی آواز آئی **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُودِيَ الْغُفُورُ** پارہ ۶ رکوع ۵۷ سے ایمان  
والو اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ اس نڈکا آنا تھا کہ میرے مولانا نے جنگ سے ہاتھ روک لیا اور فرمایا۔ **إِنَّا**  
**بِاللَّهِ وَرَأَيْنَا آيَاتِهِ كَرَاهِعُونَ**۔ عزادارو! اب میرے مظلوم امام نے تلوار کر نیام میں ڈال لیا اور گھوڑے  
سے فرمایا کسی پست جگہ پر مجھے اتار دو جہاں میری بہن مجھے زنج ہرتے نہ دیکھے یہ کہنا تھا کہ گھوڑا  
ایک نشیب میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا گھوڑا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ میری مقل گاہ ہے گھوڑے نے عرض کی  
مولانا کہ آپ کی ماں زہرا مجھے اس جگہ پر لائی تھی اور کہا تھا کہ میرے بچے کو اسی جگہ اتارنا۔

لکھا ہے کہ انامِ حجت کے لئے مولانا آزادی ہل من ناصبہ کنیض منا ہے کوئی جہر میں  
مظلوم کی مدد کرے تو یہ آواز میرے بیمار امام کے کانوں میں پڑی اور آپ ایک ٹوٹا ہوا نیزہ سنبھال کر  
میدان کو چلے۔ جون ہی ملاحین کی نگاہ پڑی تو آواز دے کر فرمایا بہن زینب! سجاد کرو کہ کہیں زمانہ حجت  
سے خالی نہ ہوجائے۔ جناب زینب نے سجاد کے گلے میں باہیں ڈالیں اور فرمایا بیٹیا ہمیں شام دو کو فہر کے  
بازاروں سے کون گذارے گا۔

منقول ہے کہ امام کے استغاثہ کی آواز کا اثر قوم جتن پر بھی ہوا مخزن البکا اور عرق القلوب میں  
کہ زعفر جتن خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا عرض کیا تو آپ نے پوچھا تو کون ہے عرض کی مولا میں آپ  
کا غلام جتن قوم کا بادشاہ ہوں۔ مولا میری فرج۔ اہل خدمت ہے حکم کریں تو ان سب اشقیاء کو جہنم پہنچا  
دوں۔ فرمایا تم انہیں نظر نہیں آتے اور تم ان کو دیکھتے ہو اس لئے ان سے لڑنا مناسب نہیں سمجھنا۔ زعفر  
نے عرض کی مولا جنگ بدر میں بھی فرشتوں نے آپ کے جڈکی مدد کی تھی وہ بھی تو نظر نہیں آتے تھے  
امام نے فرمایا اعلیٰ کبر کے مرنے کے بعد زندگان دنیا پر خاک۔ فرمایا زعفر جلدی دوزخ کی جاتا کہ میری آواز  
استغاثہ نہ سن سکے۔ زعفر رونا ہوا مجبوراً کہ بلا سے چلا گیا۔ عزادارو امام نے گھوڑے سے فرمایا بیٹیا

پس گھوڑا بیٹھا اور حسین گھوڑے سے اترے۔ جناب زینب بے چین ہو کر باب زینب سے پکڑی ہو گئی اور بھائی کا آخری سہوہ دیکھنے لگی۔

جب شمر ملعون آگے بڑھا تو ایک بچہ خیام آل محمد سے برآمد ہوا اور باواز بند کہا کہ میرا چچا قتل ہوا چاہتا ہے، لاوی کہتا ہے کہ یہ بچہ عبد اللہ ابن حسن علیہ السلام تھا جو گھبرا کر چھالی میں کود پڑا۔ جناب زینب نے روکا مگر ان سے اپنے دامن کو چھڑا کر اپنے آپ کو چچا کی لاش پر گر دیا۔ ایک ملعون نے وار کرنا چاہا تو معصوم نے اپنے ہاتھوں کو بڑھا دیا تلوار کے وار نے ہاتھوں کو قطع کر دیا۔ سچے نے زینب کی لمٹے آٹاں اور چچا کی گود میں شہید ہو گیا۔ لہو ف ص ۵۵ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۲۶۲ - منقول ہے کہ جب میرے مولانا گھوڑے سے اترے تو عمر سعد ملعون نے ایک نصرانی سے کہا کہ اس مخلوم کو قتل کر کے دار فناء میں لے کر آئے۔ نصرانی انعام کے لالچ میں تدار لے کر بڑھا تو فتنہ نے تڑپ کر عرض کی کہ اب حسین نہیں بچتے گا۔ بغیر مسلم تلوار لے کر آیا ہے، عوار دارو! جب نصرانی قریب آیا تو امام نے فرمایا مجھے پہچان کر قتل کرنا۔ نصرانی میں سہا بلہ والا حسین ہوں۔ میں بتول کا بیٹا ہوں۔ بس نصرانی نے کلمہ پڑھا اور امام کے قدموں کے بر سے لے کر اشقیاء پر ٹوٹ پڑا اور لڑ کر شہید ہو گیا۔ اس کے بعد ابن سعد ملعون نے خولی ملعون سے کہا کہ حسین کا سر تن سے جدا کر دے۔ یہ قریب آیا اور کانپنا ہوا بھگا عمر سعد نے دجلو بھی لڑ کہا میں نے محمد مصطفیٰ کو حسین کے قریب روتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد اشعث بن رعبی تلوار لے کر آگے بڑھا۔ مگر خوف زدہ ہو کر واپس بھاگا۔ پس سان بن انس نے تلواریں اور قتل حسین کے ارادے سے آگے بڑھا مگر کانپنا ہوا بھگا اور عمر بن سعد سے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہو لے عمر نے خدا کے غضب کو دعوت دی ہے۔ حسین کے پاس تو زخم اور سارے گھٹنے کے روگ موجود ہیں جو رو رہے ہیں۔

عوار دارو کس منہ سے بیان کروں کہ اس کے بعد شمر ملعون آگے بڑھا اور حسین کے سینہ اندر س پر سوار ہو گیا، باب زینب پر پہن دیکھتی رہی اور بھائی مسجد سے کی حالت میں زوج ہونا بنا دیکھا ہے کہ جوں جوں ضربیں چلتی تھیں اراج انبیاء دم بخورد ہو کر میدان کو بلا سے چلے جاتے تھے۔ آٹھویں ضرب پر عمر نے کہا علیٰ تو جان حسین چلنے۔ نادیں ضرب پر علی نے کہا بڑا مجھ سے دیکھا نہیں جاتا تو جان حسین جانے۔ دسویں ضرب پر روج حسن نے جواب دیا۔ گیارہویں ضرب پر حسین نے کہا لے آٹاں

عوار دارو کس

عوار دارو کس

آواز آئی بیٹا ماں دماغ ماری تجھے گود میں لے کر زنج ہوتے رکبھر ہی ہے۔ اصحاب الیمن ص ۲۵۵  
 بس حسین کا گھوڑا خالی واپس آیا اور سید انبیا کی نگاہ پر ہی تو گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال کر پوچھا  
 بنا حسین کو کہاں چھوڑ آیا۔ اَلَا كَفْتَهُ اللهُ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَ سَيَعْلَمُونَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا  
 اَيَّ مَنْقَلِبٍ يَنْقَلِبُوْنَ۔

## انیسویں مجلس

ایمان اور عمل صالح، عالی اور مقصر کی اصطلاح، مقدار، البورہ، اور  
 مسلمان کے درجہ، ایمان، تبدیلی مذہب کے اسباب، مومن کی شان  
 ایفا سے عہدہ پیکر ونا حضرت عباس علیہ السلام کا تذکرہ اور شہادت۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْقُوْا بِالْعُقُوْبِ ۗ پارہ ۶ ع ۵۷ سے ایمان کے دعویٰ دارو! اپنے وعدوں کو

پورا کرو۔

ہر مومن میں دو صفتوں کا ہونا ضروری ہے ایک ایمان و اعتقاد اور دوسرا کردار و عمل۔ ان دو  
 صفتوں کے بغیر انسان مومن نہیں بن سکتا بس مومن وہی ہوگا جس کا ایمان و اعتقاد بھی درست ہو اور عمل  
 کردار بھی صحیح ہو۔ اصطلاح اسلام میں ایمان کا دوسرا نام ہے اصول دین، اور عمل و کردار کا دوسرا نام ہے  
 فروع دین۔ اصول دین مقدم ہیں اور فروع دین مؤخر ہیں اگر کسی انسان کا ایمان و اعتقاد درست ہو اور  
 عمل بُرا ہو تو یہ بندہ مومن تو کہلا سکتا ہے مگر بد کردار مومن کہلائے گا اور بد کردار مومن اپنے گنہگاروں  
 کی سزا بھگت کرے کسی ترکسی دن جنت میں ضرور پہنچے گا کیوں کہ خدا تعالیٰ کو وہ حدہ لاشریک الحمد مصطفیٰ

ایمان اور عمل

کہ خاتم النبیین حضرت علیؑ سے لے کر قائم آل محمدؑ تک امام منصوص من اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے والا اگر خدا تعالیٰ کو عادل بھی سمجھتا ہے تو ضرور بر ضرور اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد بہشت عین سرشت میں جائے گا۔ اور جس آدمی کا اعتقاد ایمان درست نہ ہو چاہے اس کے عمل کتنے ہی کیوں نہ اچھے ہوں وہ ہرگز ہرگز جنت میں نہیں جائے گا۔ ایسے آدمی کو مومن نہیں کہا جاسکتا بلکہ اچھے کردار و اعمال کی وجہ سے اُسے عادل کہہ سکتے ہیں مسلمانو! جنت صرف اور صرف مومن کا ہی مقوم و مقدر ہے۔ رباعی

بے کار زندگی سے حُب علیٰ بغیر جیسے چمن ویران ہو پھولی و کل بغیر  
اعمال بھی نیک ہوتیرے حساب میں بخشش کبھی نہ ہوگی حق کے بلی بغیر

آپ کے سامنے ہے میڈی ہسپتال۔ سرگنگ رام ہسپتال جس سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں نے شفا حاصل کی۔ بڑی قیمتی جانوں کو اس سے فائدہ حاصل ہوا۔ یقیناً یہ بہت بڑا کار خیر ہے۔ ممکن ہے کہ اتنا اچھا کام کرنے کی پاکستانی مولوی صاحب کو توفیق و توفیق بھی نہ ہوئی ہو۔ تو پھر کیا کوئی مولوی صاحب یہ فترے دے سکتا ہے کہ ان ہسپتالوں کو بنانے والے اگرچہ مسلمان نہ تھے مگر اپنے کردار کے اچھے ہونے کی وجہ سے وہ جنت میں چلے جائیں گے ہرگز نہیں۔ ہر مسلمان ہی کہے گا کہ عمل زُتب قبول ہوتے جب ان کا ایمان درست ہونا انہی لوگوں کے بارے میں ارشادِ قدرت ہے فَجَبَّطْتَ أَعْمَالَهُمْ فَلَا يُنْتِمْ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَرْوًا پارہ ۱۴ ع ۳ پس کھوئے گئے عمل ان کے اور قیامت کو ہم ان کے لئے کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔

یہاں مجھے ایک لطیف عرض کرنا ہے جو خالی از متعدنہ ہوگا۔ سینے ہندوستان کے مشہور و معروف شہر کمپنوں میں منشی نوکشور کا ایک بہت بڑا پریس ہے جس میں دنیا کے ہر فن کی کتابیں بڑے اعلیٰ پیمانے پر چھاپی جاتی ہیں۔ خصوصاً منشی نوکشور کے چھاپے خانے کے چھپے ہوئے قرآن مجید دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ لکھائی چھاپائی اور اعلیٰ پیمانہ کی تصحیح کرا کے اس نے ساری دنیا سے دادِ تحسین حاصل کی ہے دنیا کے گوشے گوشے سے طباعت کی تحسین و خوبی نے اپنے کمال کا کلمہ پڑھوا لیا ہے اور ہر قدر دلاں انسان منشی نوکشور کا مداح بن گیا۔ منشی نوکشور کے چھاپے خانے کے چھپے ہوئے قرآن مجید ملک ایران میں بھی پہنچے اور شہنشاہ ایران نے جب کام پاک کی زیارت کی تو بہت خوش ہوا اور منشی صاحب کی محبت شہنشاہ کے دل میں اتر گئی اور عہد کیا کہ جب کبھی ہندوستان گیا تو ضرور اس مولیٰ اللہ کی زیارت کروں گا

۱۹۱  
(مہینہ)

جس نے زرکشیر دین اسلام کی اشاعت و ترویج پر خرچ کیا ہے۔ اس اللہ کے پیارے کی زیارت کرنا یقیناً باعثِ ثواب ہے۔ اس دین کے نڈائی اور قرآن کے شیرازی کے چہرہ انور پر بھی خدا کی رحمت برستی ہوگی۔ یقیناً اس مومن پاک سے دعا کروانا رحمتِ الہی کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔ کچھ عرصہ کے بعد شہنشاہ ایران متذکران تشریف لائے اور جب لکھنؤ پہنچے تو اراکینِ سلطنت سے فرمایا کہ منشی نوکثر کو اطلاع کرنا کہ میں اس کی ملاقات چاہتا ہوں۔ حاکمِ وقت نے منشی صاحب کو اطلاع دی کہ شہنشاہ ایران کی ملاقات کو تشریف لائے۔ شہنشاہ نے منشی صاحب کا پرتیاک استقبال کیا اور مقامِ صدر پر اس کو جگہ دی شرفِ زیارت کے بعد شہنشاہ نے منشی صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے دینِ مبین کی خاطر خدمت کی ہے۔ آپ ہی وہ لوگ ہیں جن کے دمِ تدم سے دنیا قائم و دائم ہے۔ آپ مومن ہی نہیں بلکہ آپ کی وجہ سے تو لاکھوں انسان مومن بن گئے۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اشاعتِ کلامِ مجید کا اس اعلیٰ پیمانہ پر کام کرنا صرف آپ کا ہی حصہ ہے۔ اس طرح کی خدمت دین کرنے کی تو کسی شہنشاہ کو بھی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ منشی صاحب بھی شہنشاہ کی باں میں ہاں ملانے رہے کہ حضور آپ لوگوں کی سعادت کے صدقے سے یہ کام انجام دے رہا ہوں۔ یہ باتیں ہنر ہی رہی تھیں کہ شہنشاہ سے لئے گائے کی بھنی ہوئی کبابی میز پر آگئی۔ شہنشاہ نے منشی صاحب سے فرمایا اذہب بسم اللہ کہہ کے میرے ساتھ تناول فرمائیں منشی صاحب ہندو کبابی گائے کی کس طرح جڑ جڑے منشی صاحب نے معذرت کی مگر بادشاہ نے اصرار کیا کہ ضرور آپ کو میرے ساتھ مل کر کھانا چاہیے گا۔ میری دلی خواہش ہے کہ ہم مل کر کھائیں گے۔ آخر منشی صاحب نے کہا حضور میں ہندو ہوں جب شہنشاہ نے ہندو کا نام سنا تو حیرت سے کہا اوکھنست قرآن مجید اتنے کھئے پھر ہندو کا ہندو عنز کی حضور قرآن پاک کا کھنا اور بات ہے اور قرآن مجید پر ایمان لانا اور بات ہے۔ جناب قرآن کا کھنا تو میری تجمالت ہے۔ کیا کوئی انسان قرآن مجید کھنے پر بھی مومن بن جاتا ہے۔ ایمان اور شے ہے کتابتِ آن اور شے ہے صلوات۔ مخلص:

صاف ہو آئینہ و دل تو شفا ملتی ہے      زہر بن جاتی ہے ورنہ جو دوا ملتی ہے  
جاگنے والے ساختی کو سزا ملتی ہے      نیک گر سو بھی رہا تو جزا ملتی ہے

کیوں نہ بیدار ہو وہ حق کی رضا میں لے کر

جو کہ سویا ہو محمد کی دعا میں لے کر      صلوات

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ایمان و اعتقاد اول اور مقدم ہے اور عمل و کردار ثانوی درجہ رکھتا ہے یعنی منفر ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ ہر مومن کے ایمان کا درجہ ایک جیسا نہیں ہوا کرتا بلکہ لفرمان رسول عربی ایمان کے دس درجے ہیں۔ اَلْاِيْمَانُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ اَلْمُقَدُّدُ فِي الثَّانِيَةِ وَ اَبْدُوْذِي فِي الثَّلَاثِيَةِ وَ رَسِيْمَانُ فِي الْاَعَاشِرَةِ اصول کافی باب درجات الایمان ص ۳۳ حیات القلوب جلد ۱ ص ۳۳ فرمایا ایمان کے دس درجے ہیں۔ مفقود آٹھویں درجے پر فائز تھے اور ابوذرؓ نویں پر اور سلمانؓ محمدی دسویں درجہ ایمان پر فائز ہیں جابر بن حرمؓ کہا کرتے تھے کہ اگر سلمانؓ و ابوذرؓ اپنے اعتقاد و ایمان کو لوگوں پر نظر کر دیں تو لوگ انہیں کذاب کہیں اور اگر یہ لوگوں کے ایمان کو ملاحظہ کریں تو ان کو دیوانہ کہیں جو اہل الاسرارؓ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ سلمانؓ اور ابوذرؓ کے ایمان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لَوْ عَلِمَهُ اَبُو ذَرٍّ فِي قَلْبٍ سَلْمَانَ لَقَتَلَهُ اَنَّ ابُو ذَرٍّ كُو مَعْلُوْمٌ هُوَ جَاءَهُ كَيْ حَضْرَتِ سَلْمَانَ كَيْ دَل فِي كَيْ هِيَ تُو اُس كُو قَتْل كُرُوِي جُو اَهْلُ الْاَسْرَارِ ص ۳۵ تفسیر صافی جلد ۴ ص ۶۶ النوار النعانیہ ص ۳۶ وغیرھا یہی وجہ ہے کہ آج کل آل محمدؐ کے بچہ کمالات میں علماء کرام غوطے لگاتے اور ایک دوسرے کو بدنام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور جہاں تک جس کے ایمان و اعتقاد کی رسائی ہے وہاں اُس نے حسد بندی کر دی۔ جب ابوذر غفاریؓ جیسا انسان حضرت سلمانؓ کو واجب القتل سمجھ رہا ہے تو آج کا مولوی اگر کسی صاحب اعتقاد کو غالی اور مقصر کہہ دے تو تعجب کیا اور کیوں کہ غالی اور مقصر کہنے کے فتوے معرفت کی کمی و پیش کے سبب سے لگائے جا رہے ہیں۔ میں نے حدیث معصوم سے ثابت کیا ہے کہ ایمان کے دس درجے ہیں۔ ایک عام آدمی کا ایمان و اعتقاد اور بے اور ایک عالم دین کی منزل معرفت اور بے اسی طرح مجتہد اعظم کی منزل اعتقاد میں ایمان اور بے اور صحابی رسولؐ کا ایمان و اعتقاد اور بے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علم ہو مگر معرفت نہ ہو۔ ممکن ہے کہ علم کم ہو اور معرفت محمدؐ و آل محمدؐ وافر ہو۔ مگر پہلے درجہ کے مومن کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے درجہ کے مومن کو کافر کہتا پھرے اور نہ دوسرے درجہ کے مومن کو حق حاصل ہے کہ پہلے درجہ کے ایمان والے کو مقصر کہہ کر بدنام کرے اور دوزخی ہونے کا فتویٰ صادر کرتا پھرے۔

میں ایمان کی تشریح کئے دیتا ہوں۔ سینٹے بھوک سے مرنے والے انسان کے لئے پچاس روپیہ ماہوار کافی تنخواہ ہے مگر پانچ سو روپیہ ماہوار لینے کے مقابلہ میں پچاس روپیہ کچھ بھی نہیں ہے۔

پانچصد ہزار کافی تنخواہ ہے مگر پانچ ہزار کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح پانچ ہزار کی تنخواہ سچا پاس ہزار کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اور سچا پاس ہزار روپیہ پانچ لاکھ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ مسلمانوں پہلے درجہ کا مومن ہے تو مومن مگر دسویں درجہ کے مومن کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نانویں درجہ کا مومن ابوذر دسویں درجہ کے مومن کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔ حالانکہ نویں درجہ کے مومن کی شان میں حضرت نے فرمایا حدیث عن عبد اللہ ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ کبھی ایسے شخص پر آسمان نے سایہ نہیں کیا اور نہ غبار آلود زمین نے کسی ایسے شخص کو اٹھایا جو غیر معصومین میں سے ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔ اس حدیث رسول سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ ایمان میں کتنے بلند انسان تھے۔

روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ جناب رسالتؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض بردا ہوئے یا رسول اللہ میں جنگل میں اپنی دُنیاں چھوڑا تھا مولا جب نماز کا وقت ہوا تو میں نماز پڑھنے لگا اُس وقت ایک بھیڑیا آیا اور ایک دُنیا اٹھالی۔ ناگاہ ایک شیر نے بھیڑیے پر حملہ کر دیا اور دُنیا کو چھڑا کر میسے ریوڑ کی رکھوالی کرنے لگا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو شیر نے مجھے کہا اے ابوذرؓ لڑاؤ اور رسولؐ کی زیارت کرو آپ کی دُنیاں اب میں چرایا کروں گا۔ آنحضرتؐ نے مسکرا کر فرمایا ابوذرؓ یہ ہے ایمان کی بدولت ہے۔ اس بات پر بیٹے منافقین نے آپس میں کہا کہ ابوذرؓ غفاریؓ ہم میں اپنی بڑھائی بیان کرتا ہے۔ چلو آج جنگل میں ابوذرؓ کی دُنیاں دیکھ آئیں جب یہ منافقین جنگل میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ ابوذرؓ کی دُنیاں شیر چھوڑا ہے جو دُنیا ریوڑ سے علیحدہ ہو جاتی ہے اُسے شیر ہنکا کر ریوڑ میں کر دیتا ہے منافقین کو دیکھ کر بقدرتِ خدا شیر گویا ہوا کہ ارے گروہ منافقین یہ ابوذرؓ کے ایمان کو ردا کی بندھی ہے کہ میں اُس کی دُنیاں چھوڑا ہوں یا دیکھو اگر ابوذرؓ مجھے حکم دے کہ انہیں کپڑا تو خدا کی قسم میں تم سب کو پھاڑ دوں۔ آثارِ حیدری ص ۶۷۔ جب ابوذرؓ کے ایمان کی بلندی کا اندازہ ہو گیا تو غور کیجئے کہ جس کی بلندی ایمان کا اندازہ ابوذرؓ غفاریؓ نہ کر سکے تو وہ سلمانِ مقامِ ایمان میں کتنا بلند ہو گا۔ صلوات

معرفتِ ایمان پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہر ایک مومن کی ایک جتنی

معرفت نہیں ہو کرتی۔ منقول ہے کہ حضرت موسیٰؑ ایک مرتبہ جگلی سے گزرے تو آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے جو بے ترتیب و ناقص تھی نہ اندازاً نیکی صبح اور نہ ہی الفاظ درست تھے حضرت کلیمؑ کو ایسی بے معرفت نماز دیکھ کر تعجب ہوا اور ناراضگی کے لہجے میں فرمایا کہ اے مرد خدا اس طرح کی نماز کا پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ یہ ناقص عبادت تیری ہرگز قبول اور مقبول نہ ہوگی اس پر قدرت کی طرف سے وحی ہوئی کہ اے موسیٰؑ جس طرح اس کی نماز تیرے نزدیک ناقص اور بے سود ہے اسی طرح تیری عبادت خالق کے نزدیک کما حقہ نہیں ہے۔ اے کلیمؑ میری ذات الفاظ کو نہیں دیکھا کرتی بلکہ میری نگاہ۔ دلوں اور تخیلوں کا مطالعہ کیا کرتی ہے۔ بس ہر انسان کی بلندی ایمان کے مطابق اللہ کی معرفت ہوگی تبنا مقام بلند ہوگا اتنی ہی معرفت خدا زیادہ ہوگی بلکہ معرفت الہی میں ابتداء اور رسل بھی ایک درجے میں نہیں ہو کرتے۔ فَلَمَّا لَدَّ سُلُّ فَصَلَّيْنَا بِنُفُوسِهِمْ عَلَىٰ بَعْضِ مَا رَعَىٰ ۗ ۓ ۓ ۓ رسولوں میں بھی ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

جناب قبلہ حضرت مولانا السید محمد باقر علی اللہ مقام نے فرمایا کہ گیارہویں محرم کو جب تامل علیٰ محمدؐ فیہ ہو کر متقل سے گزرا تو اشتیاد سے لاشوں کو اوداع کرنے کی اجازت طلب کی گئی جب اشتیاد نے لاشوں سے اوداع کرنے کی اجازت دی تو اولادِ رسولؐ نے لاش اسے شہاد کی زیارت کی جب حضرت سجادؑ نے جناب مظلوم کو بلا حضرت سید الشہداء کی پامال لاش دیکھی تو غش کر گئے۔ جناب زینبؑ علیہا السلام علیہا نے حضرت سجادؑ کو تسکین و تسلی دی اور جناب سجادؑ سے فرمایا میرے بیٹے ہمیں کو نہ دشام کو نہ لے جانے کا بیٹا۔ ان دشمنوں میں تیری ماؤں بہنوں اور چھو پھیلوں کا کون وارث ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر حضرت ثانی زہراؑ سجاد کو نہ سنبھالتی تو جناب علی زین العابدینؑ کی روح پر پاز کر جاتی یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ دیگر آلِ محمدؑ کی مندرات کیوں نہ غش کھا گئیں اور ان میں سے کسی کی روح نے پر پاز نہ کی اور حضرت سجادؑ باوجود مردہ ہونے کے غش کھا گئے تو علماء کرام نے اس کا جواب یہی دیا ہے کہ جناب امام زین العابدینؑ کی معرفت بحیثیت امام کے تھی اور مستوراتِ آلِ محمدؑ کی معرفت درجہ امامت پر نائز نہ تھی۔ المجلد السیاسی ۱۹۱۲ء کتابت ہوا کہ ہر انسان کی معرفت ایک جیسی نہیں ہو کرتی۔

ہاں یہ درست ہے اور یقیناً یہ درست ہے تو آج کل کے علماء کرام کے تمام جھگڑے ختم ہو گئے

بس جتنی جس کی معرفت ہے اتنا ہی وہ آلِ محمدؐ کو بلند سمجھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو وحدہ لا شریک اور خاب  
ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول، خاتم النبیین اور حضرت امیر المؤمنین  
علی ابن ابی طالب سید الوصیین کو رسول اللہ کے خلیفہ بلا فصل ماننے کے بعد نہ کوئی غالی ہے اور نہ کوئی  
مقتصر ہے جو بھی اس قسم کی کتابیں علمائے کرام نے لکھی ہیں۔ ان کی طرزِ تحریر سے مجھے اتفاق نہیں کیونکہ  
کبھی غلطی ملتا اور کبھی تحریر پر پرہیزا، ارشادِ خداوندی ہے اذْذِعْ اِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْضِعَةِ  
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ اپنے پروردگار کی طرف بلاؤ حکمت اور موطنِ حسنہ کے ذریعے  
سے اور احسن طریقے سے گفتگو کرو پانچہ ۱۲ گمراہ ہر بزرگ یہی فرمانا ہے کہ میں نے نہایت ہی احسن  
طریقے سے گفتگو کی ہے۔ سوائے اس آیت کریمہ کی تلاوت کے اور کیا ان کے سامنے گزارش کی جائے  
اِقْدِرْ كَيْتَبِكَ وَكُفَى بِنَفْسِكَ اَلْيَوْمَ عَلَيْنِكَ حَيْبُنَا پارہ ۱۵ ع ۲۷ شعرہ

آوردگانِ دہرے سے شکوہ نہیں صاف دینی

صلوات

کہ اب تو دیکھ لی ہے پاک دامانوں کی بے دردی

قدرت کی طرف سے مومن کا معیار بیٹھے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ  
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا پارہ ۵ ع ۶ نیر سے رب  
کی قسم وہ ہرگز ہرگز مومن نہیں ہیں یہاں تک کہ حاکم مابین تہجہ کو بیچ اس چیز کے کہ جھگڑا پڑے درمیان ان  
کے چہرہ پائیں بیچ دل اپنے کے تنگی اس چیز سے کہ حکم کرے تو اور تسلیم کریں جیسا تسلیم کرنے کا حق ہے  
جس نے محمد مصطفیٰ کے فیصلہ پر شک کیا یہ شک مدبسیہ میں ذرا یا خیر میں ہو۔ خدائی میں ہو یا تنہا میں  
ہو۔ جن میں ہو یا ظلم اور دروات کے طلب کرنے کے وقت ہو۔ جس نے رسولؐ پر شک کیا اور جب کیا  
جہاں کیا ہرگز ہرگز وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہر کلمہ پڑھنے والا مومن نہیں ہو کرتا۔ قرآن مجید تلاوت  
اَلْعَرَابِ اَلْمُتَقَلِّ لَمْ تُولُوْا مِرْوَا و لٰكِنْ قَوْلُوْا اَسْلَمْنَا و لَمَّا يَدْخُلِ اِلَيْهِ يَمَانٌ فِي  
قُلُوْبِكُمْ پارہ ۲۶ رکوع ۱۴۔ کہا گنواروں نے کہ ایمان لائے ہم کہہ نہ ایمان لائے تم و لیکن کہو  
مسلمان ہوئے ہم اور ابھی تک نہیں داخل ہوا ایمان تمہارے دلوں میں۔ اس آیت سے ثابت  
ہوا کہ ہر ان کلمہ پڑھنے والا مومن نہیں ہو کرتا۔ ایمان اور نشے ہے اور اقرارِ اسلام اور نشے  
ہے۔

اس کی وضاحت سنئے۔ انسان اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر نئے وجہ سے ایمان لاتا ہے۔ وہ اسے  
 کر کے مذہب بدلا جاتا ہے جیسے البرز غفاریؓ، سلمانؓ، مقدادؓ، عمارؓ، بلالؓ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین  
 تحقیق کر کے جس نے مذہب کو تبدیل کیا اس پر چاہے جتنے مصائب کیوں نہ آجائیں ہرگز واپس نہ  
 پلٹتا یہ لوگ کامل ایمان والے ہوا کرتے ہیں۔ (۱) لایچ کی وجہ سے مذہب بدلا جاتا ہے۔ ہزاروں انسان  
 آپ کو ایسے ملیں گے جنہوں نے کسی غرض کے تحت اپنا مذہب بدلا اور جب غرض پوری ہو گئی واپس  
 چلے گئے۔ دوسرے لفظوں میں اسے لاپچی مذہب کہتے ہیں۔ یہ انسان مسلمان تو کہلا سکتا ہے مگر موسیٰ  
 نہیں کہلائے گا (۲) ڈر کی وجہ سے بھی مذہب تبدیل کیا جاتا ہے جب عورت دمال اور جان کو خطرے  
 میں دیکھا تو مذہب تبدیل کر کے ان چیزوں کو بچالیا جو نہی خطرہ ٹلا واپس پلٹ گیا۔ جس بندے نے ڈر کی  
 وجہ سے مذہب تبدیل کیا ہو یہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جب خطرہ خوف جاتا رہا یہ واپس  
 پلٹ گیا مگر ایسا انسان اگر قوت حاصل کرنے تو اپنا انتقام بھی لیتا ہے۔ دُور نہ جاتیے قیام پاکستان میں نہایت  
 نے جب دیکھا کہ اب جان و مال اور عزت کی خیر نہیں تو انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور جب ہندوستان کی مٹری  
 آگئی اور خطرہ دُور ہو گیا تو ذرا ہندو بن گئے اور ہندوستان چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ خطرہ اور ڈر سے جو مذہب  
 تبدیل کیا جائے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوا کرتا بلکہ اس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر اس کو موقع مل گیا تو  
 بدل بھی لے گا۔ یہی وجہ ہے کہ کربلا کے میدان میں اشقیاء کہتے تھے اِنَّا كَفَنَّاكَ بَعْضًا لَا بَيْتِكَ هُمْ  
 نہیں آپ کے باپ کی دشمنی اور بغض کی وجہ سے قتل کرتے ہیں۔ اب مسلمان خود فیصلہ کریں کہ جو بزرگ  
 اسلام کے سچے فدائی سمجھے جاتے ہیں انہوں نے ان تین وجوہ میں سے کس وجہ سے اپنے آبائی  
 مذہب کو چھوڑ کر مذہب اسلام تسلیم کیا تھا۔ محوِ ٹا سا غور کرنے کے بعد معمولی نہم وادراک رکھنے  
 والا انسان آسانی سے منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ مسلمانو مرمن ہونا اور بات ہے اور مومن کہلانا  
 اور بات ہے۔ ایک لطیفہ سنئے۔ کسی والی ریاست نے ایک سو بیس عورتوں سے عقد کر رکھے تھے  
 پھر اس نے اپنی سالی سے عقد کرنا چاہا اور مولوی صاحب کو بلا کر کہا کہ میری سالی کا عقد میرے ساتھ  
 کر دو۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ شریعت محمدیؐ میں دو بہنیں ایک وقت میں عقد میں نہیں آ  
 سکتیں۔ یہ سن کر والی ریاست کو صدمہ ہوا کہ اسلام میں اتنی بھی گنجائش نہ تھی کہ نواب صاحب کا  
 عقد بیوی کی مر جوگی میں سالی سے ہو جائے۔ اس واقعہ کو کسی اللہ کے پیارے حق کی آواز کو

تبدیل مذہب کی روایات

عقد سے عقد

بلند کرنے والے نے سُن اور ہماروں کے اجتماع میں کہا کہ نواب صاحب آپ کا عقد سالی سے جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شریعتِ رسولؐ میں ایک وقت انسان چار عورتیں عقد میں رکھ سکتا ہے اور آپ کے عقد میں ایک سو سے بھی زیادہ عورتیں ہیں آپ نے حدودِ شریعت کو تو پہلے ہی پامال کر دیا ہے اتنی جرات کرنے کے بعد بھی تو اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے۔ جناب آپ حکم کھٹکا تو بینِ اسلام کرنے سے اسلام سے خارج ہو چکے ہیں اب چاہے سالی سے عقد کریں یا اپنی ماں سے عقد کریں یا بیٹی اور بہن سے عقد کر لیں۔ آپ کے لئے سب کچھ جائز ہے ان مسائل کے پوچھنے کی آپ کو کیا ضرورت ہے۔ دین کے مسائل تو وہ پوچھے جس نے حدودِ اسلامیہ کے اندر رہنا ہو تو بس مومن کہلانا اور بات ہے اور مومن ہونا اور بات ہے۔ صلوات۔

مجمع البیان میں مروی ہے کہ حضرت رسالتؐ نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ بہترین ایمان کس کا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ملائکہ کا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ اپنے پروردگار کے جوارِ اقدس میں رہتے ہیں وہ کیسے ایمان نہ لائیں۔ یعنی ان کا ایمان لانا کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ تو صحابہ نے عرض کی کہ پھر انبیاء علیہم السلام کا ایمان بہترین ایمان ہے تو آپ نے فرمایا کہ انبیاء کو جب خداوندِ کریم کی جانب سے وحی کا شرف حاصل ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خدا سے وحی ہونے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں۔ پس صحابہ نے عرض کی کہ پھر ہمارا ایمان افضل ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب مجھ جیسا رسولؐ تم میں موجود ہے تو تمہارے ایمان لانے میں کیا کمالی ہے۔ بلکہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے جو کتابوں میں لکھا ہوا پائیں گے اور مجھے دیکھے بغیر ایمان لائیں گے تفسیر القرآن جلد ۶ مثل منقول ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی لڑکی جناب سیدہ طاہرہ سے محبت کرتی تھی اس کا کثیر جناب بتول کی خدمت میں آیا کرتی تھی۔ گھر والوں کو جب معلوم ہوا کہ ہماری بچی مسلمان ہو چکی ہے تو انہوں نے کافی سمجھایا کہ اسلام سے پھر جائے مگر اس بچی کے دل میں ایمان اُتر چکا تھا ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد بھی یہودی لڑکی کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔ آخر انہوں نے مل کر مشورہ کیا کہ اگر اسے جو انہوں نے کہا کر کے یہودی بنایا یا قتل کیا تو مسلمان اس کی حمایت اور مدد کریں گے اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی نہیں تاب نہیں ہے۔ آخر سوچ و بچار کر کے یہ فیصلہ کیا کہ کسی برتن میں سانپ کو لا کر بند کر دو اور اسے کہنا کہ فلاں برتن میں مشکو دگھی ہے اُسے نکال کر لے آ۔ جب یہ ہاتھ برتن میں ڈالے گی تو سانپ اسے

کاٹ کھائے گا اور یہ مر جائے گی اس طریقہ سے ہماری جان چھوڑ جائے گی۔ اس مشورہ سے سب نے پہلے اتفاق کیا اور کہیں سے سانپ کو پکڑ لائے اور ایک برتن میں بند کر دیا۔ شام کو بچے کی ماں نے کہا بیٹی غلام برتن سے ٹکڑے نکال کے لے آ۔ جب بچے نے برتن کا منہ کھولا تو اس کی نگاہ سانپ پر پڑی اور جلال میں آکر فرمایا اے مار خردار اگر گستاخی کی تو تیری شکایت رسول خدا سے کروں گی اسے سانپ میں متزل کی کینز ہوں اور محمد و آل محمد پر ایمان لائی ہوں۔ سانپ نے سر جھکا کر عرض کی کہ بی بی میرے کیا مجال ہے کہ آپ کو ایذا پہنچاؤں ہم تو مر نہیں کے غلام اور تابع فرمان ہیں۔ صلوات۔ اس واقعہ کو سن کر ایک مولوی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ سانپ مرزی جانور ہے۔ کسی بشر کی زور رعایت نہیں کرتا۔ یہ شیعہ حضرات کی من گھڑت داستان ہے۔ نہایت ادب سے جواب عرض ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶ اگست میں کتاب روض کے حوالہ سے یہ واقعہ خود آپ کے مشہور و معروف عالم جناب احمد علی صاحب لاہوری نے درج کیا ہے کہ:

ایک مرتبہ مالک بن دینار ایک دیوار کے سامنے میں سرے ہوئے تھے کہ ایک سانپ آیا جس کے منہ میں زرخ کا پھول تھا اور مالک بن دینار کو پکھا کرنے لگا لوگوں نے دیکھ کر دوہائی دی تو مالک نے کہا کہ لوگو سانپ بھی مومن کا غلام ہوتا ہے۔ اہل اگر مالک بن دینار کی غلامی سانپ کر سکتا ہے تو جناب متزل کی کینز کی غلامی بھی سانپ کر سکتا ہے۔ صلوات۔

مولوی صاحب تو دنیا کی غلطیاں نکلانے کا ہی حامی ہے۔ لطیفہ بیٹے۔ ایک مولوی صاحب جلد ساز بھی تھے۔ اس کی عادت اور رکش یہ تھی کہ اگر کوئی صاحب جلد بندھوانے آتا تو مولوی صاحب جلد بھی باندھ دیتا اور اس کتاب سے دو چار غلطیاں بھی ضرور نکال دیتا غرض یہ ہوتی کہ میری علمی بلندی کا ساتھ ساتھ چار ہوتا رہے۔ اتفاق سے کسی آدمی نے اُسے جلد باندھنے کے لئے قرآن مجید دیا اور ساتھ یہ بھی گزارش کہ مولانا اس کتاب سے غلطیاں نہ نکالنا۔ جلد ساز نے فرمایا بھائی میں جلد باندھنے کی تو مز دوری لیتا ہوں اور کتابوں کی غلطیاں قرینۃ الی اللہ نکالنا ہوں۔ اگر آپ اس کو مناسب نہیں سمجھتے تو میں اس سے غلطیاں نہیں نکالوں گا یہ تو خدمتِ دین تھی۔ مجھے کیا بتی کہ خواہ مخواہ غلطیاں تلاش کرتا پھر دوں مگر جب مالک کلام مجید لینے آیا تو جلد ساز سے دریافت کیا کہ آپ نے میرے قرآن مجید سے غلطیاں تو نہیں نکالیں کہا نہیں آپ نے جو منع کیا تھا پس تین چار جگہ پر تصحیح کر دی ہے۔ کہا کہ کہاں کہاں

جلد ساڑھے کہا کہ ایک جگہ لکھا ہوا تھا۔ ختم موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پارہ ۹ رکوع ۷۔ موسیٰ گزر کر بے ہوش ہو گیا۔ میں نے ختم موسیٰ کی جگہ ختم عیسیٰ گزریا ہے کیوں کہ گدھا تو حضرت عیسیٰ کے پاس تھا۔ ایک جگہ ذنادلی نوح پارہ ۱۲ ع ۱ اور پکارا نوح نے میں نے دانا نوح کر دیا ہے۔ کیوں کہ نوح نادان نہ تھا بلکہ دانا تھا ایک جگہ ابولہب تھا۔ میں نے اس کا نام مٹا کر تیرا نام کر دیا کہ کافر کا نام قرآن مجید میں کیوں ہو۔ ایک جگہ فرعون تھا تو وہاں میں نے تیرے باپ کا نام کر دیا۔ ایک جگہ خنزیر لکھا ہوا نظر آیا تو وہاں میں نے اپنا نام کر دیا ہے۔ بس اس طرح دو ایک اور غلطیاں نکالی ہیں یہ ہے آج کے ملاں کی روش اور طریقہ کھ غلطیاں ضرور نکالنی ہیں۔ چاہے حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔

جب مومن اور ایمان کا مفہوم سمجھ میں آ گیا تو قدرت کی آواز آتی ہے اے ایمان کے دو پیارے اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ انسانی اوصاف میں سب سے زیادہ اور بلند وصف ہے ایفا و عہد کلام پاک میں قدرت نے بھی ایفائے عہد کرنے والوں کی تعریف میں فرمایا ہے **وَإِذْ كُفِّرْنَا بَلَدَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَرَأَىٰ سُلَيْمَانَ إِسْرَائِيلَ الْمُرْسَلِينَ فَرَسَدَ لَهُمُ الْبُيُوتَ الَّتِي كَانُوا يُشْرِكُونَ** اور یاد کرو بیچ کتاب کے اسماعیل کو جنتیق وہ سچا وعدے کا اور تھا پنجم نبی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کی تعریف کی کہ وہ وعدے کا سچا تھا منقول ہے کہ حضرت اسماعیلؑ سے ایک آدمی نے کہا کہ حضور آپ یہاں ٹھہریں میں ابھی حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ یہ آدمی جاکر اپنے وعدے کو بھول گیا اور ایک سال کے بعد یاد آیا کہ میں نے حضرت اسماعیلؑ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ یہاں ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں۔ جب یہ آدمی مقررہ مقام پر سال کے بعد آیا تو حضرت اسماعیلؑ وہیں نشریف فرما گئے۔ آنجناب نے فرمایا اگر یہ بندہ ساری زندگی نہ آتا تو میں قیامت تک اسی جگہ اس کا انتظار کرتا۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ ص ۳۱۱ حضرت نبی اکرم صلم سے عبد اللہ ابن ابی الحسام نے اونٹ خرید کیا اور عرض کی کہ آپ یہاں ٹھہریں۔ میں ابھی اونٹ کی تمیص لاکر پیش کرتا ہوں۔ مگر جانے کے بعد تمیرے روز حاضر خدمت ہوا اور معذرت کی کہ یا رسول اللہ میں بھول گیا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ لو اگر عبد اللہ ابن ابی الحسام نہ آتا تو میں قیامت تک اسی جگہ سے ہی اٹھتا۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۹۵ یہ ہے ایفائے عہد اور ہم ہیں کہ وعدہ کرتے ہی اس لئے ہیں کہ لوگوں کو دھوکا دیں گے۔ ایک آدمی نے کہا مولانا یہ ایشیاد کا وعدہ تھا۔ غیر معصوم کے لئے ایسا ایفائے عہد کرنا ناممکن ہے۔ میں نے عرض کر چلو ایک عام آدمی ہی کا واقعہ

ایفائے عہد

سُن لیجئے۔ نصیحتِ الہمیین میں لکھا ہے کہ امراء القیس نے مرتے وقت اپنا سارا سامان سَمُوَال بن عادیہ کے حوالے کیا اور اس سے عہد لیا کہ یہ سامان میرے ورثہ تک پہنچائے گا۔ سَمُوَال نے سامان اس کے ورثہ تک پہنچانے کا وعدہ کر لیا۔ امراء القیس کے جب غسل و کفن اور دفن سے سَمُوَال نے فراغت حاصل کی تو بادشاہ کُندہ کی طرف سے اسے پیغام ملا کہ امراء القیس کی تمام چیزیں اسے پہنچا دیں۔ سَمُوَال نے کہا جیسا کہ میں نے عہد کیا ہے کہ یہ سارا سامان امراء القیس کے ورثہ تک پہنچاؤں گا۔ مگر بادشاہ نے سَمُوَال پر چڑھائی کی اور سَمُوَال قلعہ بند ہو گیا۔ سَمُوَال کا لڑکا باہر رہ گیا جیسے بادشاہ نے پوچھ لیا اور ایک بندہ مقام پر سَمُوَال کو گھڑا کر کہا کہ اگر تو سامان کو ہمارے حوالے نہیں کرے گا تو تیرے لڑکے کو قتل کیا جائے گا مگر سَمُوَال نے مال دینے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اُسے دکھلا کر اس کا لڑکا ذبح کر دیا مگر اس نے ایفائے عہد کیا اور حج کے ایام میں مکہ پہنچ کر سامان امراء القیس کے ورثہ کے حوالے کر دیا۔ عرب میں جہاں وفاداروں اور امانت داروں کا ذکر ہوتا ہے تو پہلے سَمُوَال کا نام لیا جاتا ہے۔ لَواجِ الاحزان جلد ۱ ص ۱۴۳ یہ ہے ایفائے عہد۔ اب میں ایک پیکر و ناکا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کی شخصیت پر و ناکو بھی ناز ہے۔ رباعی۔

فرش پر عرشِ معلیٰ سے پیام آتا ہے      اک انسان کو یزداں کا سلام آتا ہے  
جب کعبہ تذکرہ اہلِ وفا ہوتا ہے      لب پر بے ساختہ عباس کا نام آتا ہے  
اُم البنین کے لال نے کائنات کے تین خطابوں پر ایسا قبضہ کیا کہ و ناکا دوسرا نام عباس ہے۔ علمدار کا خطاب حضرت عباس کے نام سے اس طرح متعین ہو گیا ہے کہ جب کعبہ علمدار کہا جائے تو سننے والے سمجھ جاتے ہیں کہ یہ تذکرہ عباس علمدار کا ہی ہے۔ یہاں ایک مستحسن عرض کرتا ہوں۔

اہلِ زمین کی آج ستاروں پر ہے نظر      ممکن ہے کامیاب رہے چند کا سفر  
ہیں اپنی اپنی مسک میں ہر قوم کے لبہ      مردانِ حق شناس کا جانا ہوا اگر  
عباس نامور کا علم لے کے جائیں گے  
ہو چاند میں حسین کا علم لے کے جائیں گے

دنیا میں لاکھوں انسانوں نے علم اٹھائے مگر عباس نے اس انداز سے علم اٹھایا کہ نام ہی عباس علمدار بن گیا اور تیسرا ہے غازی کا خطاب اس طرح چند لمحہ کی لڑائی میں غازی بنے کہ اگر صرف غازی کہا جائے تو دنیا سمجھ جاتی ہے کہ ام البنین کے لال کا ذکر ہو رہا ہے۔ صدیات۔ دُنیا غازی کا خطاب

اُسے دیتی ہے جو میدان کو فتح کرے اور میدان میں قتل ہونے والے کو لڑوگ شہید کہتے ہیں۔ لہذا حضرت عباسؓ کو شہید کہنا چاہیے تھا۔ غازی کیونکر ہوا۔ لفظ غازی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عباسؓ فاتح ہیں غالب ہیں۔ علمدار ہیں۔ دانا دار ہیں اور غازی ہیں۔

روایت میں ہے کہ شمعون یہودی نے زاذان کندی جو عرب کا مشہور پہلوان تھا۔ اس کو مدینہ بھیجا کہ جس طرح ہو سکتے حضرت علیؓ کو قتل کرے یا گرفتار کر کے میرے پاس لا کر انعام کثیر حاصل کرے۔ زاذان مدینہ آیا اور سب سے پہلے حضرت عباسؓ جن کی عمر پندرہ سو لہ سال کی تھی سے ملاقات ہوئی اور زاذان نے حضرت عباسؓ سے جناب امیر علیہ السلام کی حقیقت و کیفیت دریافت کی جناب عباسؓ نے زاذان سے پوچھا کہ حضرت علیؓ سے کیا عزم ہے۔ اس نے کہا کہ میں علیؓ کو گرفتار کر کے شمعون یہودی کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ جناب عباسؓ نے فرمایا حضرت علیؓ کا نجات کا بہادر انسان ہے۔ اس کو گرفتار کرنا تیرے بس کا روگ نہیں ہے۔ میں حضرت علیؓ کے غلاموں کا غلام ہوں لے زاذان پہلے میرے ساتھ گشتی کر کے معلوم کرے۔ اگر تو نے مجھ کو گرا دیا تو البتہ حضرت علیؓ سے کبھی گشتی کر سکے گا ورنہ مفت میں اپنی جان نہ گنوا۔ زاذان نے کہا کہ میں تیرے ساتھ زور آزمائی کرنا اپنی ہتک اور توہین سمجھتا ہوں کیوں کہ میں عرب کا سب سے زیادہ بہادر پہلوان ہوں۔ جناب عباسؓ نے فرمایا اے زاذان تکبر اور عزت نہ کر علیؓ غالب علیؓ کی غالب ہے۔ اس کا مقابلہ کرنا تیرے بس کا روگ نہیں ہے۔ آخر زاذان جناب عباسؓ سے زور آزمائی کرنے پر تیار ہو گیا۔ غازی نے فرمایا اے زاذان تو اپنا تمام زور صرف کر کے مجھے زمین سے اٹھا۔ اگر تو نے مجھے زمین سے اٹھا لیا تو یقیناً تو بھی بہت بڑا بہادر ہے۔ بس زاذان نے پیے زور لگایا مگر حضرت عباسؓ کو زمین سے نہ اٹھا سکا۔ جب شک گیا تو حضرت عباسؓ نے زاذان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اٹھایا اور آسمان کی طرف پھینکا۔ جب واپس آیا تو پھر پھینکا۔ زاذان نے دھڑائی دی کہ لے شہزادے میری جان بچا۔ میں ہار مان چکا۔ حضرت عباسؓ نے زاذان کو زمین پر گرا دیا اور اوپر پاؤں رکھ کر دریافت کیا کہ کیا تو علیؓ سے جنگ کرے گا۔ زاذان نے نیچے سے خدا کا واسطہ دیا کہ مجھے معاف کر دے۔ جب غازی نے اُسے چھوڑا تو وہ زمین پر گرنے لگا۔

یہ شکستِ فاش مجھ کو آج پہلی بار ہے

معلوم ہوتا ہے مجھے تو حیدرِ کرار ہے

حضرت عباسؓ نے فرمایا زاذان میں حضرت علیؑ کے بہنوں کا غلام ہوں اور یہ میرے لکھے نذرکانی ہے۔  
منقول ہے کہ شبِ عاشور حضرت امام حسینؑ سے عمر بن سعد جب علیؑ کو آیا تو اس کے ساتھ  
اس کا بیٹا حفص اور غلام لاسق بھی تھا حضرت عباسؓ نے آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑ کر عرض کی آقا یہ عمر بن سعد  
کے ساتھ اس کا بیٹا حفص ہے آپ بھی علیؑ کو ساتھ رکھیں اور مولانا عمر بن سعد کے ساتھ اس کا غلام لاسق  
بھی ہے۔ آپ اپنے غلام عباسؓ کو ساتھ ہینے کا حکم دیں۔ یہ سن کر جناب امام حسینؑ نے فرمایا عباسؓ تو  
میرا بھائی ہے حضرت عباسؓ نے عرض کی مولایہ آپ کی ذرہ نوازی ہے۔ میں اُمّ البنین کا بیٹا آپ بتوں کے  
نعت جگر رسول اللہؐ کے نورِ نظر لے آقا۔ اس سے بڑھ کر اور میرا کیا شرف ہو گا کہ میں آپ کا غلام  
اور آپ میرے مولا ہیں ذکر العباسؓ ص ۱۱۰۔ علامہ قزوینی لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؓ اپنے کو غلام اور  
حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کو ہمیشہ آقا سمجھتے رہے کبھی بھائی کو بھائی کہہ کر نہیں پکارا ریاض القدس ص ۱۱۰  
یہاں تک کہ آپ ریگ گرم پر کر بلا کے میدان میں دم توڑ رہے تھے تو حضرت امام حسینؑ کے فرمان کو ایک  
شاعر نے نظم کیا ہے

اپنے کو غلام اور مجھے آمت سمجھے اس تیری دنیا کے ہوں میں قربانِ علمدار  
اک بار تو بھائی مجھے کہہ کے پکارو رہ جائے نردل میں مرے ارماں علمدار  
تاریخ شاہد ہے کہ دنیا والے رسولؐ کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنے اور رشتہ دار کہلانے کی کوشش  
کرتے تھے اور آج تک ان کے نام لیا بھی اس رشتہ داری کو فخر سے بیان کرتے ہیں حالانکہ سبھی رشتہ  
قابلِ فخر نہیں ہوا کرتا۔ سبھی رشتہ دو لفظوں سے جڑتا ہے اور ایک لفظ سے ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر پھر بھی  
قابلِ فخر وہ لوگ سمجھے جاتے ہیں جن کا نبی اکرمؐ سے سبھی رشتہ تھا اور اسی پر ان کی فضیلت کی دیوار کھڑی  
کی گئی ہے۔ مگر واہ رے عظمتِ عباسؓ نبی رشتہ دار ہو کر ساری زندگی غلام بنے رہے اور اسی بات پر ناز  
تھا کہ ہم اولادِ رسولؐ کے غلام ہیں۔ مملوات۔

روایت میں ہے کہ شمر ملعون نے ابن زیاد سے کہا کہ بسے امیر حسینؑ ابن علیؑ کے لشکر میں کچھ میرے  
رشتہ دار ہیں۔ آپ ان کے لئے امان نامہ تحریر کر دیں تاکہ میں ان کو آپ کا امان نامہ دکھا کر اپنے ساتھ  
لا سکوں تو ابن زیاد نے عباسؓ عبد اللہ جعفر اور عثمان کے نام امان نامہ لکھ دیا کہ حاکم وقت نے انہیں  
امان دی ہے۔ جب شمر کر بلا میں پہنچا تو خیام حسینؑ کے قرب آ کر اوزدی آئین بنو ہاشم



زندہ نہیں رہے گا۔ میرے غیور بھائی کے لئے قتل ہونا آسان ہے مگر دشمن سے ایک رات کی بہت  
 مانگنا بڑی مشکل ہے تو آپ نے حبیب ابن مظاہر اور زبیر ابن نعین سے فرمایا تم دونوں عباس بن کے  
 ساتھ جاؤ۔ عباس خاموش کھڑے رہیں گے۔ تم ہی اشدنیاد سے کہنا کہ حسین تم سے ایک رات کی بہت  
 مانگتا ہے کہ میں اپنے خالق کی مزید عبادت کر لوں اور تم سوچ لو کہ کس کو اور کیوں قتل کرنا چاہتے ہو تاکہ  
 کل قیامت کو غدر نہ کر سکو کہ ہمیں معلوم نہ تھا۔ عواد اور ابن حسین حضرت عباس کی ایک طرف حبیب کا گھوڑا  
 اور دوسری طرف جناب زہیر کا گھوڑا۔ درمیان میں حضرت عباس سوار جا رہے تھے کہ حبیب نے زبیر  
 سے بات چھیڑ دی کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت امیر نے جناب ام البنین سے کیوں شادی کی تھی۔ زبیر  
 نے کہا کہ بیان فرمائیے۔ حبیب نے کہا کہ اے زبیر حضرت علی کی دلی تمنا تھی کہ میں کسی شہور بہادر  
 خاندان کی عورت سے عقد کروں اور اللہ تعالیٰ اس سے مجھے لڑکا دے گا جو میری پچیوں کے پردے کا  
 ضامن ہوگا۔ اسی غرض اور وجہ سے حضرت ام البنین سے جناب امیر علیہ السلام نے شادی کی ہے۔  
 عواد اور ابن دونوں کی یہ باتیں سن کر عباس کو جلال آ گیا اور ایک مرتبہ رکابوں پر جرد ر دیا تو دونوں رکابوں  
 ٹوٹ گئیں اور گھوڑے کے گھسنے زمین پر آ گئے۔ جو نبی حسین کی نگاہ پر طی تو آواز دے کر فرمایا حبیب  
 یہ کیا کر رہے ہو۔ میں تو عباس کو بڑی شکل سے سنبھالے ہوئے ہوں۔ حبیب کیا تم عباس کو غیرت  
 دلار ہے ہو۔ حضرت عباس نے فرمایا میں یہاں کھڑا ہوں تم فرزند رسولی سے اجازت لے کر عباس  
 اشدنیاد کو کوہ و شام پہنچانے خدا کی قسم جنگ خندق، خیبر جنین کا نقشہ تازہ کر دوں گا۔

عواد اور ابراہیم کے ہلاک کے میدان میں ہر سپاہی کی کمان حضرت عباس نے کی اور ہر سپاہی کو تیار کیا۔ اپنے  
 سلاح جنگ سے اپنے بھائیوں کو بھی آراستہ کیا جو اتفاقاً سب سے پہلے اولاد علی ابن ابی طالب  
 میں حضرت عبداللہ جن کی عمر انیس برس کی تھی میدان کا نزار میں تشریف لائے۔ ان کے بعد جناب  
 جعفر ان کے بعد حضرت عثمان کو حضرت عباس نے بھیجا۔ حضرت عثمان کی پیدائش پر جناب امیر  
 نے فرمایا تھا کہ میں اس بچے کا نام اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے نام پر رکھتا ہوں لواج الاحزان جبر  
 صلا حضرت عباس نے اپنے ان تین بھائیوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے دیکھا اور حضرت  
 امام حسین کے ساتھ ہر بھائی کی لاش پر تشریف لائے اور اپنے ہر بھائی کو مبارک کامیابی کی سنائی  
 ایک روایت میں نے دیکھی ہے کہ جب حضرت عباس مغکیڑہ اور علم لے کر فرات کی طرف روانہ ہوئے

تو۔ اشقیاء نے روکا۔ آپ نے فرمایا گو میرا راستہ چھوڑ دو۔ میرے مولا کے نچے پیاسے ہیں۔ میں پانی لینے آیا ہوں۔ اعدائے دین نے کہا کہ ہمارے سردار کا حکم ہے کہ جب تک یزید کی بیعت نہ کر دو گے ایک نظرہ آب بھی نہ ملے گا۔ عباس نے کہا کہ اب تو میں آچکا ہوں۔ میرے آنے کی وجہ سے شرم کرو یہی فرزندِ ساقی کو کثر ہوں۔ میرے لئے خالی لوٹ کر جانا بڑی مشکل بات ہے۔ اگر تیشا بھی دو تو خرید کر دوں اشقیاء نے کہا کہ قیمت کیا دو گے۔ فرمایا جو تم مانگو دینے کے لئے تیار ہوں۔ کہا کہ زہ اپنی دو گے۔ فرمایا حاضر ہے۔ کہا گھوڑا دو گے۔ فرمایا ضرور۔ کہا علم دو گے۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا یہ علم امام کی امانت ہے۔ اس کے بعد آپ نے جنگ کر کے اشقیاء سے گھاٹ چھین لیا اور مشک بھر کر واپس چلے۔ شعر

تیغیں کھینچے ہوئے تھے غزل ستم گاروں کے  
شیر سایہ میں چلا جاتا تھا تلواروں کے

عباس نے کہا اوتوم جنا کار تم میرا راستہ چھوڑ دو۔ سکیئہ پیاسی ہے۔ میں مشک خیمہ میں پہنچا کرواپس آجاؤں گا اور تم سے جنگ میں نہیں لڑنا گا۔ تم میرا سر تلک کر لینا مگر پانی علی اصغر اور سکیئہ تک پہنچانے دو۔ ہائے ستائے سکیئہ تیری ونا پر قربان۔ جب مشک نہ پہنچی تو خیمہ میں آنا مناسب نہ سمجھا کہ سکیئہ کو کیا جواب دوں گا۔ عروادارو! دنیا تو زندگی میں وفا کے جوہر دکھلاتی ہے مگر جناب عباس شہید ہونے کے بعد بھی ونا کا حق ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ گیارہویں محرم کو اشقیاء نے سر ہائے شہدائے نیروں پر سوار کئے۔ مگر حضرت عباس کا سرا اشقیاء سے نیزہ پر سوار نہ ہو سکا۔ ہر ممکن کوشش کی مگر عباس کا سر بلند نہ ہو سکا۔ کسی نے معصوم سے دریافت کیا تو فرمایا۔ رسول کی بیٹیوں کے گھلے ہوئے سر عباس کو دیکھتے ہوئے شرم آتی تھی آخراپ کا سر حرد بن کا بل اسدی کے گھوڑے کے گلے میں لٹکا دیا گیا۔ جب گھوڑا سر پہنچا کرتا تھا تو سر زمین پر خط کھینچتا تھا۔ ذکر العباس ص ۲۹۹ دعو ساکیہ ص ۳۳۵۔ یہ ہے ایفا کے عہد کی آخری مثال۔ اَلذِّقْنَةُ اللّٰهُ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيُّ مَنْقَلَبٍ يُّنْقَلِبُوْنَ۔

# بیسویں مجلس

سورہ انبیاء کا کلام وحی کے تابع ہوتا ہے خواہشات نفسانیہ کی گرفت

اور جناب امیر المؤمنین علیہ السلام، امام حسینؑ کی تربیت، حسینؑ مبنی و انامن الحسین، معراج نام <sup>مبین</sup> مشید الشہداء کی شہادت کی پیشین گوئی، وہب کی آمد اور شہادت، مادر وہب کے مصائب۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا يَنْطِقُ مِنَ الْهَوَىٰ اِنَّ هُوَ اِلَّا دَخْوٌ یُّوْحٰی پارہ ۲۷ رکوع ۵ اور نہیں بولتا خواہش

اپنی سے۔ نہیں وہ مگر وحی کہ بھی جاتی ہے (ترجمہ رفیع الدین صاحب)

کامل اور ناقص انسان میں مابہ الامتیاز جوئے ہے اس کا نام ہے خواہش مادی۔ جتنی خواہش مادی زیادہ ہوگی اتنا ہی انسان ناقص اور بے کار ہوگا اور جتنی خواہشات نفسانیہ کم ہوں گی اتنا ہی انسان بلند اور کامل ہوگا۔ خواہشات ہی سے انسان کامل اور ناقص معلوم کیا جاسکتا ہے۔ آپ جس آدمی کو بھی ترازو انسانی پر وزن کرنا چاہیں۔ اُس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کی خواہشات نفسانیہ کو دیکھنا چاہیے۔ پس اس کی حقیقت اور کیفیت اور کیفیت کا علم ہو جائے گا۔ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت علیؑ نے جابرؓ بن عبد اللہ انصاریؓ کو ارشاد فرمایا اے جابر ناقص انسان کو دنیا میں سات طرح کی خواہشات کثرت سے ہوا کرتی ہیں۔

(۱) اچھے کھانے کی خواہش (۲) اچھا پینے کی خواہش (۳) اچھا پہننے کی خواہش (۴) خوب و عورت کی خواہش (۵) اچھی سواری کی خواہش (۶) اچھا سُننے کی خواہش (۷) اور اچھا سونگھنے کی خواہش۔ لے جابر اگر تُو غور کرے تو ان کی حقیقت کا تجھے علم ہو جائے کہ یہ ساتوں اشیاء ہی نہایت پست اور بے سود ہیں۔ مابراثر ان سات اشیاء کی مدد سے تو انسان کی زینت نہیں ہو سکتی بلکہ زینت انسانیت ہے رضائے الہی کا چاہنا۔ مطالب السؤل ص ۱۹۱ چودہ تارے ص ۶۶۔ جن چیزوں کو جناب حمید کرار

نے نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہم ان ہی چیزوں کے۔ بے قراری سے حلیں نظر آتے ہیں۔ صلوات  
روایت ہے کہ حضرت امیر المؤمنین اپنی ظہری خلافت کے زمانہ میں ایک بار قنبر کو اپنے  
ساتھ بازار کو فرمایا لائے اور ایک دکان سے در پیرا بن خرید کئے۔ ایک پیرا بن سات درہم کا اور  
ایک پانچ درہم کا سات درہم والا پیرا بن قنبر کو دیا اور پانچ درہم والا خود زیب تن فرمایا۔ قنبر نے  
عرض کی مولایہ زیادہ قیمت والا پیرا بن آپ استعمال فرمادیں اگر کوئی اور ہوتا اور ایسا کرتا تو شاید یہ جواب  
دیتا کہ میں مسرات کے پھیلائے اور غلاموں کا درجہ بلند کرنے کے لئے ایسا کرتا ہوں۔ علی کا مقصد یقیناً  
ایسا ہی تھا۔ لیکن اگر یہ جواب دیتے تو اس میں تو خود عدم مساوات کا پہلو مضمر تھا۔ سُننے والے کو احساس  
غلامی ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے آپ نے ایسا جواب دیا جو اپنے بچوں کو دیا جاتا ہے۔ فرمایا  
قنبر تو نوحہ نوحہ جو ان پر۔ جو ان کے لئے اچھا لباس ہوتا ضروری ہے اور میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میرے  
لئے یہی مناسب ہے۔ اللہ اکبر یہ ہے خواہشِ نفسانیہ کی پامالی کا ایک منظر شہیدِ انسانیت صلی اللہ  
صلواتہ وسلم۔

وہ دن نہ ملیں گے وہ مفتر نہ ملے گا  
کعبہ کی قسم اب کوئی حیدر نہ ملے گا  
مل جائیں گی ایرانِ مصر و روم کی راہیں  
دہرا میں کعبہ کی مگر دُور نہ ملے گا  
مل جائے گا چھپ کر کہیں رونے کا مقام  
سونے کو کعبہ بسترِ سرد نہ ملے گا  
مل جائیں گے بُت توڑنے والے کچھ اب بھی  
قدموں کو مگر دوششِ چیمبر نہ ملے گا

منقول ہے کہ جناب حیدر کراڑنے ایک درزی کو اپنی پرانی قمیص دی کہ اسے مرتت کر دے  
درزی نے ایک جگہ سے رونو کی تو قمیص بوسیدہ ہونے کی وجہ سے دوسری جگہ سے پھٹ گئی۔ درزی  
نے دوسری جگہ سے درست کی تو وہ تیسری جگہ سے پھٹ گئی۔ ناچار درزی نے عرض کی یا امیر المؤمنین  
یہ قمیص نہایت ہی بوسیدہ ہے اب یہ پہننے کے قابل نہیں رہی اور یہ رونو نہیں ہو سکتی۔ آپ نے  
فرمایا بھائی گواہ رہنا کہ علی کو تو اس قمیص کے پہننے سے کوئی انکار نہیں ہے مگر اس نے خود ہی علی کو  
جواب دے دیا فرمایا اس بوسیدہ قمیص کو پہن کر شکرِ خدا کرنے میں علی کو لذت محسوس ہوتی ہے۔  
اللہ اکبر ربّی -



جرا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جب محمد مصطفیٰ کے بچوں کی یہ کیفیت ہے تو خود حضور پُر نور کتنے بلند ہوا گئے۔ ماننا پڑے گا کہ جناب ختی المرتبت کی ہر حرکت دینِ مبین ہے ماں اگر ایسا نہیں تو پھر اسلام ناقص اور بے کار ہے کیوں کہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر اپنی خواہشات حضور میں کار فرما تھیں تو ممکن ہے کہ نماز و روزہ وغیرہم کا اپنی خواہش سے حکم صادر کیا ہو۔ بس چاروں ناچار ہر مسلمان کو ماننا پڑے گا کہ آمنہؓ کا لالہ ہر خواہشِ نفسانیہ سے منزہ اور مبرا تھا۔ صلوات۔

دنیا کا ہر انسان چاہتا ہے کہ میری زندگی اور میرے بچوں کی زندگی آسودگی سے گزرے بلکہ ہر انسان اپنے سے بھی زیادہ اپنے بچوں کو آسودہ دیکھنا چاہتا ہے۔ بچوں کی خاطر دنیا داروں نے ہر قسم کی مصیبت کو خوشی سے برداشت کیا اور ہر ممکن اپنی اولاد کی زندگی کو پُر امن بنانے کی کوشش کی مگر دوسری طرف نبیؐ خدا کا واقعہ سنیں۔ بلند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب رسولِ خدا سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں جنابِ فاطمہؑ کو رخصت کرتے اور ان کے گھر سے متوجہ سفر فرماتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے جنابِ فاطمہؑ سے ہی ملاقات کرتے جنابِ امیر نے کوئی چیز مالِ غنیمت سے لڑائی میں پائی تھی اور وہ جنابِ سیدہؑ کو دے دی۔ جب جنابِ رسولِ خدا سفر پر گئے تو جنابِ فاطمہؑ نے اس مالِ غنیمت سے دو چاندی کے کڑے بنا کر ہاتھوں میں پہنے اور دروازے پر نیا کپڑا لے کر پردہ ڈالا۔ جب آنحضرتؐ سفر سے واپس تشریف لائے اور غارِ سیدہ زہراؑ میں داخل ہوئے تو جنابِ سیدہؑ خوشی خوشی استقبال کے لئے آئیں۔ حضور نے جب کڑے اور پردہ دیکھا تو ملول ہوئے پھر آئے اور سجد میں جا کر بیٹھے۔ جنابِ سیدہؑ کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور رو کر فرمانے لگیں کہ اس سے پہلے میرے باپ نے کبھی ایسا نہیں کیا پس جنابِ حسنؑ اور امام حسینؑ کو بلا یا اور پردہ کھول ڈالا ایک صاحبزادے کو کڑے اور دوسرے کو پردہ دیا اور فرمایا ان کو میرے پدر پر زنگا کے پاس لے جاؤ اور یہ اسلام کہو اور میری طرف سے عرض کرنا کہ باپا آپ کے تشریف لے جانے کے بعد سوائے ان کے کوئی نئی شے نہیں بنوائی گئی جو باعثِ آپ کے غصہ و غضب کا ہو۔ آپ ان چیزوں کو جہاں چاہیں خرچ کریں۔ جب دونوں شہزادوں نے پیغام اپنی مادرِ گرامی تدر کا پہنچایا تو حضرت نے دونوں نزنوں کو گواہ میں یہ اند پڑا کہ دونوں کو زانوں پر بیٹھایا اور حکم دیا کہ ان کو لوں کو توڑ کر نقرہ پہنیں اور ایا صدف کو رجر و س کوئی معاف نہ کر سکتے تھے بلکہ تفسیر کر دو اور پردہ بقدار لگیں کہ کھڑکھڑے کر کے

تعمیر کر دیا جلاہ العیون جلد ۱۹۳ میں ہر صاحب انصاف سے سوال کرنا ہوں کہ اب بھی کوئی گنجائش ہے۔ یہ کہنے کی کہ آنحضرت اپنی خواہش سے کوئی کام کرتے تھے۔ سنا ہوں کہ جب جناب سیدہ نے عرض کی کہ بابا آپ کیوں واپس تشریف لے آئے تو آپ نے حسرت سے فرمایا بیٹی اپنی غریب امت کے لئے آپ کا گھر ہی سہارا اور نمونہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ صلوات۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ جناب تاجدار رسالت کا ہر لمحہ رضائے الہی میں گزرتا تھا اور وہ اپنی خواہش کے تابع نہ تھے بلکہ حکم خدا اور وحی کے تابع تھے تو اب میری تقریر کی عرض کو سن کر فیصلہ خود کیجئے۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول خدا کا گور جناب سیدہ کے گھر کے قریب سے ہوا۔ اس گھر سے حضرت ام حبیبہ کے رونے کی آواز آئی آپ جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا اے بیٹی غلط کیا تو نہیں جانتی کہ حسین کے رونے سے مجھے کس قدر تکلیف و اذیت پہنچتی ہے۔ بیٹی آپ میرے حسین کا خاص خیال رکھا کریں۔ بعض علماء کا بیان ہے کہ ایک روز رسول خدا کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک مدرسہ کی طرف سے گور ہوا۔ ایک بچے کے رونے کی آواز گوش میں پہنچی جو حسین کی آواز سے بہت زیادہ مشابہ تھی۔ آپ داخل مدرسہ ہوئے اور استاد کو ہدایت فرمائی کہ اس بچے کو نہ مارا کرو۔ کیوں کہ اس کی آواز میرے بیٹے حسین سے بہت مشابہ ہے۔ چودہ سارے سال ۱۲۹۹ء تا وہ مسلمان یہ امانت محبت بظاہر وحی الہی ہے یا رسول خدا کی اپنی عرض و خواہش ہے۔ صلوات۔ اگر آپ فتویٰ صادر کریں کہ حضور کی یہ اپنی خواہش تھی تو میں عرض کروں گا کہ خواہش مادی اگر نبی اکرم مسلم میں ہو تو پھر نبی کیسے ممکن ہے کہ یہ سارا دین ہی اپنی خواہش سے بنا ڈالا ہو۔ بس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ تسلیم کیا جائے کہ وحی خدا سے ایسا ارشاد فرمایا تھا۔ جب انسان اقرار کرے کہ وحی الہی سے ایسا فعل ہوا تو فیصلہ کیجئے کہ حسین ابن علی کا مرتبہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کتنا بلند و بالا ہے۔ رہا می۔

جہاں میں یوں تو بہت لوگ با اصول بنے دکھاؤ ایسا کوئی جس کی ماں بتول بنے حسین تیرے مدارج کی حد نہیں ملتی سوار تو ہے سواری تیری رسول بنے معتبر روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم مسلم حالت نماز یعنی سجدے میں تھے کہ حضرت امام حسین تشریف لائے اور دو شخص رسول پر سوار ہو گئے اور حضور پر پڑنے سے سجدے کو طول دید اور اس قدر طول ہوا کہ آنحضرت نے بہتر مرتبہ سبحان رب الاعلیٰ و بھڑ پڑھا۔ علماء اس بات کو فخر سے تسلیم کرتے

علاقتہ مبارک

ربانی

تذکرہ اہل بیت

ہیں کہ امام حسین اپنی مرضی کے ساتھ درویشِ رسولی سے اترے اور نبی کریم نے سرسجدے سے اٹھایا۔ مطالب السؤل ۲۲۳ چودہ ستارے صفحہ ۱۵۱۔ کیوں مسلمانوں کو اب کیا فیصلہ دو گے کیا حضور نے اپنے بچے کی محبت میں سرسجدے سے نہیں اٹھایا یا حکمِ خدا سے سجدے کو طول دیا اگر کوئی یہ کہے کہ اپنے بچے کی محبت میں سجدے میں پڑے رہے تو ماننا پڑے گا کہ اعانتِ خدا پر حسین کی محبت غالب آگئی تو اعتراض ہر سکتا ہے کہ جس انسان کو اپنے بچے کی محبتِ خدا سے زیادہ عزیز ہو۔ وہ رسولِ مملوکِ خدا تک دین کیا پہنچائے گا اور اس کے دین میں کتنی صداقت اور حقیقت ہوگی۔ اس طرح کہنے سے تو اسلام کا ہی حق نظر آتا ہے۔ اور اگر رسولِ خدا تعالیٰ کے حکم سے سجدے کو طول دیا کرتے تھے تو اندازہ لگائیے کہ جس حسین کا کہیں حکمِ الہی سجدہ پر غالب آجائے وہ حسینِ خدا کتنا بلند بالا اور ارفع و اعلیٰ ہوگا۔ ہدایت۔ ربانی

زبان سے کہہ کے کوئی ربِ مشرقین بنا  
کوئی رسول، کوئی فاتحِ حسین بن  
کس کے سرورِ حق میں کئی شہید ہونے  
کبھی کسی نے فتا ہے کہ کوئی حسین بنا

تصدیق شریازی

اصول کافی باب مولدِ الحسین ص ۱۱۲ میں ہے کہ امام حسین نے پیدا ہونے کے بعد نہ حضرت فاطمہ زہرا کا شیر مبارک نوش فرمایا اور نہ کسی اور دایہ کا دودھ پیا لیکن ہوتا یہ تھا کہ جب آپ کو سبک لگتی تو آنحضرت جناب سرورِ کائنات۔ تشریف لاکر زبانِ مبارک دہن اتدس حسین میں دے دیتے تھے اور امام حسین اُسے چوسنے لگتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ سیر و سیراب ہو جاتے تھے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اسی سے امام حسین کا گشتِ پرست بنا اور لعابِ دہن رسالت سے امام حسین پرورش پکار کار رسالت انجام دینے کی صلاحیت کے مالک بنے یہی وجہ ہے کہ آپ رسولِ کریم کے مہبتِ شاہر تھے۔ فرالابداد ص ۱۱۳

چودہ ستارے ص ۱۲۴ جناب ختمی المرتبت سے والہانہ عقیدت رکھنے والو بتاؤ یہ جن سلوک جو محمد مصطفیٰ حضرت امام حسین سے کرتے تھے یہ حضور کی اپنی خواہش تھی یا خدا تعالیٰ کے فرمان کی بجا آوری تھی اس سلسلہ میں مولوی صاحب کا ہر فتویٰ مجھے قبول و منظور ہے۔ اپنے علم پر ناز کرنے والو خدا کے واسطے ترازوئے انصاف پر وزن کر کے بتاؤ کہ بتول کے لال سے خدا اور رسول کو کس قدر محبت تھی۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ ملاں کو انصاف سے تو بیر ہی ہے۔

لطیفہ۔ لکھا ہے کہ مولوی صاحبان کسی جگہ اکٹھے کسی صاحب کے مہمان ہوئے۔ اتفاق سے ان

میں سے ایک صاحب کسی غریب کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ میزبان ہوشیار قسم کا انسان تھا۔ اس نے حکومت کو غنیمت سمجھ کر دوسرے مولوی صاحب سے دریافت کیا مولانا صاحب ماشاء اللہ آپ کی شکل و شمائل سے تو علم و فضل کے آثار ہر یاد و آشکار ہیں۔ مگر یہ مولوی صاحب جو آپ کے ہمراہ ہیں۔ کیا یہ بھی کچھ جانتے ہیں تو اس مولوی صاحب نے فوراً کہا کہ نہیں جناب یہ تو بالکل گدھے ہیں اتنے میں وہ مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ محفوظی دیر کے بعد دوسرے مولوی صاحب کہیں باہر تشریف لے گئے تو میزبان نے اس مولوی صاحب سے جو پہلے باہر گئے تھے اور اس کے سامنے نے اُسے گدھے کا خطاب دیا تھا۔ دریافت کیا کہ مولانا اس مولوی صاحب کا مبلغ علم کتنا ہے تو ارشاد فرمایا بھائی کیا بتائیں گدھے سے واسطہ پڑ گیا ہے۔ علم سے تو یہ صاحب بالکل ہی کورے ہیں۔ میزبان دروں کی حقیقت سن کر خاشاک ہو گیا۔ شام کو جب کھانے کا وقت ہوا تو ایک تو برا خود لینے چنے کا مہر کر مولوی صاحبان کے سامنے لا کر رکھ دیا اور عرض کیا حضور تبارک فرمائیں۔ مولوی صاحبان حیران و پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ آخر غیظ و غضب کی نگاہیں میزبان کی طرف اٹھیں تو اس نے کہا کہ مولانا تم دروں نے ایک دوسرے کے بارے میں گدھا ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا ہے تو گدھوں کی بہترین مرغب نذا چنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ احسن الفوائد ص ۱۰ یہ مولوی صاحبان ہی کے کمال استناب کا نتیجہ ہے کہ آج ایک اسلام تہتر فرقوں میں نظر آ رہا ہے۔ اور ہر مولوی دوسرے کو کافر جہنی اذنبے دین فخر سے کہتا ہے مہر

دین ملاں فی سبیل اللہ فساد

الفساد والفساد والفساد

جب ملاں نے دیکھا کہ کوما ینطق عن الثموریٰ ان ہُوَ اذٌ کُحٌ یُّؤحیٰ پارہ ۲۷ ع کہ میرا حبیب اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ بلکہ وحی سے نطق فرمایا کرتا ہے۔ اگر اسے قبول کر لیں تو آلِ محمد کے کمالات اس قدر بلند ہر جا پیش گئے کہ نگاہ اصحاب تو اس کا اندازہ بھی نہ کر سکے گی اور یہ ہمارے مشن کے خلاف ہے تو دوسرے اندازہ نہ کر کو دنیا کے سامنے پیش کیا کہ دین کے کاموں میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو وحی ہوا کرتی تھی۔ باقی ان کے ارشادات ہماری ہی طرح کے ہوا کرتے تھے اور ان میں سہو کا امکان ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہا کہ ایک مرتبہ حضور پر نور ایک باغ کے پاس سے گزرے اور دیکھا کہ لوگ بُر خرا کو کاٹ کر خرا پر ڈال رہے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ یہ تو تم شرک کرتے ہو۔ پس انہوں نے

عرض کیا یا رسول اللہ اس طرح کرنے سے یہ اچھا پھیل دیتے ہیں پس حضرت نے ارشاد فرمایا اِنَّكُمْ  
 اَهْلَكُمْ بِاُمُورِ الدُّنْيَا یعنی تم مجھ سے زیادہ دنیا کے امور سے واقف ہو مرا عظیم حصہ ۳۶۷ کذُو  
 يَا لَللّٰهِ مِنْ هٰذَا اِلْتِقَادِ حَقِيْقَتِ تَوْبِهِ کہ دنیا کو سب کچھ انبیاء ہی نے سمجھا یا چر جائے کہ خاتم المرسلین  
 اور پھر عرب کا رہنے والا بھی ہو اسے علم نہیں کہ کھجوریں کس طرح زیادہ پھیل دیتی ہیں جس کی نسبت خدا تعالیٰ  
 فرماتا ہے وَعَلَّمْتِكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پاره ۱۴۷۵۔ اور سکھایا تم کو جو کچھ تم نہ جانتے تھے معلوم ہوا کہ جس جس  
 کہ بھی حضور نے جانتے تھے اُس اُس کی خدا نے تعلیم دے دی خدا کا حکم تو ہے کہ سب کچھ ہم نے اپنے حبیب کو  
 سمجھا دیا مگر ملاں کہتا ہے کہ تیسرا المرسلین کو کھجوروں کے برابر زودادہ کا بھی علم تک نہ تھا۔ یہ اس غرض سے کہا کہ  
 افعالِ مصطفیٰ در طرح کے ثابت ہو جائیں تاکہ غفلتِ آلِ محمد کو گھٹایا جاسکے۔ یہاں تک کہ بیان ہوتا ہے  
 کہ کسی نے حضور اکرم سے سوال کیا جب کہ آپ اونٹ پر سوار تھے کہ آپ کے اونٹ کے پاؤں کتنے ہیں  
 تو حضور فرما اونٹ سے کہ اوپر سے ادر اونٹ کے پاؤں شمار کر کے فرمایا کہ میرے اونٹ کے پاؤں چار ہیں۔  
 نعتِ زب اللہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوچی بھی سیکھتی جو بیان کی گئی ہے روزِ حساب کرام کی یہ شان نہیں کہ وہ آنحضرت  
 سے ایسا سوال کریں میں کہتا ہوں ایسا سوال کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور کس صحابی کی جرأت ہے کہ ایسا  
 بے معنی سوال کرے یہ تو بعد کے بزرگوں نے سوچ بچھ کر یہ فہرست تیار کی تاکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 میں خواہشِ مادی نہایت ہو سکے اور آلِ محمد کے ساتھ حضور کے حُسنِ سلوک کو پامال کیا جاسکے۔

ایک مولوی صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ حسین مرتضیٰ وانا من الحسين مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص ۲۷۶  
 اس حدیثِ رسول پر میرا ایمان تو ہے مگر تو تو اس بات کا ہے کہ حسین تو رسولِ خدا سے ہر کتنے ہیں اور  
 یہ کیونکر ہو گا کہ آنحضرت محمد مصطفیٰ بھی حسین سے ہوں۔ میں نے عرض کیا مولانا اگر حدیثِ صبیح ہے اور  
 آپ کا اس پر ایمان بھی ہے تو یہ اعتراض اُس رسول پر کر دو کہ جس نے اس طرح کی حدیثِ ارشاد فرمائی کہ  
 جس کی مولوی صاحبان کو سمجھ تک نہ آسکی۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا اگر ایک خربوزے کی چوڑہ ڈلیاں کر دی  
 جائیں تو کہا جاسکتا ہے کہ بیڑلی اس سے ہے اور یہ اس سے ہے۔ بس قدرت نے ایک نور کے چوڑہ  
 حصے کئے اور نبی نے فرمایا اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَآخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَآوَسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَكُلُّنَا مُحَمَّدٌ  
 ہمارا اول بھی محمد ہمارا آخر بھی محمد ہمارا درمیان والا بھی محمد اور ہم کل کے کل محمد ہیں اور سواگر شیشے کے ٹکڑے  
 میں ایک تبدیل روشن کر کے رکھ دی جائے تو جس طرف نظر کر دے شیشے کے اندر تبدیل ہی تبدیل نظر

آنے گی آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تقدیل اس سے ہے اور یہ تقدیل اس سے ہے کیونکہ ایک نور کا ہی ہر طرف نمود ہے۔ میں آسان مثال عرض کرتا ہوں سنو۔ سال کے مہینے بارہ نام علیحدہ علیحدہ۔ چاند ایک اور مہینوں کے نام جدا جدا۔ ہفتہ ایک اور دنوں کے نام جدا جدا جس چودہ کا نور ایک ہے اور نام جدا جدا ہیں۔ صلوات۔ مدرس

تو اپنے ایک جام پہ نازاں ہے ساقیا      چودہ پلانے والے ہیں پرداہ ہے مجھ کو کیا  
بتلائے دیتا ہوں تجھے میمانوں کا پتہ      بطحا و کاظمین و خراسان و سامرہ

خوشید مدعا میرا بروج شرف میں ہے

اک کہ بلا میں اک میرا ساقی نخب میں ہے

مولوی صاحب نے فرمایا کہ حد سے تباہ ہو گیا۔ میں کہتا ہوں ان کی مفیلت کی کوئی حد تو مقرر کرو۔ تم حد بتلا دو ہم حد کے اندر ہی رہیں گے۔ مسلمان! جب خالق کائنات نے اپنے محبوب اولیا کے فضائل کی حد مقرر نہیں کی تو اور کون ہے حد مقرر کرنے والا۔

منقول ہے کہ شب معراج جب رسول خدا عرش پر تشریف لے گئے تو قرآن میں فرمان ایزوی ہے تَلْكَانِ كَابَ قَوْ سَبِينِ اَوْ اَذْنِ پاره ۲۷ ع ۵۔ میرا حبیب اتنا قریب تھا کہ دو کمانوں کا ناصلہ

یا کچھ کم، کیوں مسلمان! خدا نے اس ناصلہ کی حد مقرر کیوں نہیں کی بناؤ خدا کو اس ناصلہ کا علم نہ تھا یا بعداً حد مقررہ نہیں بتلائی۔ میں تو کہہ سکتا ہوں کہ جب میں تقریر کرنے لگا تو مجمع دو ہزار کا تھا یا کچھ کم اور اگر

خدا فرمائے کہ غلام حسین کی مجلس میں دو ہزار کا مجمع تھا یا کچھ کم تو معاملہ توحید کا کرانہ ہو گیا؛ ماننا پڑے گا کہ خدا نے دو کمانوں کا ناصلہ یا کچھ کم ارشاد فرما کر ثابت کر دیا کہ میں اپنے محبوب کے قرب کی حد

بندی نہیں کرنا چاہتا۔ ارے جب اللہ تعالیٰ نے حد بندی نہیں کی اور کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ ان کی حد مقرر کرے بس یہ خالق کے بندے اور ساری کائنات کے والی و وارث اور تخلیق کائنات کے لئے

مقصود رب العالمین ہیں۔ صلوات۔ منقول ہے کہ جب حضرت موسیٰ طور پر تشریف لے گئے تو قدرت کی طرف سے حکم ہوا۔ فَاخْلَعْ فَعَلَيْكَ اَثَاتٌ بِاَنْذَادِ الْمُقَدَّسِ طُوسِ پاره ۱۶ ع ۱۰ اے موسیٰ اپنے نعلین کو اتار دو۔ کیوں کہ یہ وادی مقدس ہے۔ اگر میں عرض کروں کہ پالنے والے اگر تیرا ہاٹ اور

وادی پاک ہے تو تیرے کلیم کی جوتی کس نمس ہے آخر پیغمبر کی صحبت میں رہتی ہے۔ پیغمبر کے جسم ظہر

سے مس ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ موسیٰ جیسے مقدس انسان کے ہم سفر بنا کرتی ہے۔ حکم ہو گا خاموش رہو  
کیا جوتی پیغمبر کے ساتھ رہ کر پیغمبر کا مقام حاصل کرے گی اسے جوتی جوتی ہے اور نبی نبی ہے۔ کیا نبی  
کے ساتھ رہ کر جوتی نبی بن جائے گی۔ نبی نبی رہے گا اور جوتی جوتی رہے گی۔

صحبتِ گل سے اگر خار کھلی بن جائے ہزاروں غاصب و مستدار ولی بن جائے  
گر نہ فرماتے خم پہ من کُنشت مولا کتنے انسان خدا جانے عسلیٰ بن جاتے

یہ حضرت موسیٰ کا طور پر معراج تھا۔ پھر ایک روز قدرت نے اپنے حبیب کو فرمایا۔ میرے  
یا نبی عرش پر آ عرشِ معلیٰ کر جا میرے پردے میں میرے پردے کی تہلی کر جا  
پر دردی نہ رہے آج کی شب خلوت میں میرے پردے کا بلند اور بھی پلہ کر جا

میں تجھے دروں سراؤں کا مہمکڑ دوں

تو مجھے میرے حبیب آج التبت کر جا

جب حضور کو عرشِ علا پر پہنچے تو کلیم کے واقعہ کو یاد فرما کر اپنی نعلین مقدس کو اتار دیا۔ قدرت  
کی طرف سے حکم ہوا میرے حبیب یہ کیا؟ عرض کی پالنے والے۔ معراج۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

میرے اللہ موسیٰ کو طور پر نعلین اتارنے کا حکم ہوا تھا اور یہ تو عرشِ معلیٰ ہے۔ اس لئے اپنی نعلین

کو اتار رہا ہوں۔ ارشاد ہوا حبیب نعلین پہن کر ہی تشریف لائیے۔ طور پر سرسئی کے نعلین اتروانے کی

عرض اور معنی مگر آج شب معراج عرشِ علا پر مقصد اور ہے۔ میرے حبیب وہاں سرسئی کے پاک قدموں

کو طور کے پاک ذرے لگا کر موسیٰ کی شان بلند کرنا تھی۔ یہاں تیرے قدموں کی جوتی کو عرش سے لگا

کر عرش کی شان کو بلند کرنا مقصد ہے۔ سلوات۔ مسلمانو! ساری کائنات عرش کے نیچے فرشتے! انبیاء

حریریں۔ جنت۔ کوثر۔ بہنِ سبیل۔ نسیم۔ نعمان۔ کعبہ۔ بیت المقدس۔ تورات۔ انجیل۔ زبور۔ فرقان

ولی غوث۔ قطب۔ ابدال۔ قلندر۔ ملاں مسلمانو! ساری دنیا عرش کے نیچے اور نعلین مصطفیٰ عرش کے

اوپر۔ جب ساری کائنات بل کر آئمہ کے لال کی جوتی کا مقابلہ نہ کر سکی تو کوئی انسان محمد مصطفیٰ کا کیا مقابلہ

کرے گا۔ منیبے نعلین اندس ہے عرش کے اوپر اور پائے مصطفیٰ نعلین کے اوپر۔ زانوہ محمد

پاؤں سے بلند۔ سدر رسول زانوہ مبارک سے بلند اور دوش محمد صدر سے بلند۔ جب دوش محمد کی

پاؤں سے بلند۔ سدر رسول زانوہ مبارک سے بلند اور دوش محمد صدر سے بلند۔ جب دوش محمد کی

بلندی زمین میں آجائے تو ان معصوموں کا کتنا درجہ بلند ہوگا جو دوشیں سید المرسلین پر بسا اوقات کھینٹتے تھے۔ صلوات۔

عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ میں ایک روز جناب رسول خدا کے پاس بیٹھا ہوا تھا ناگاہ جناب فاطمہ الزہراء معصوم و محزون تشریف لائیں رسول خدا نے فرمایا۔ اے بعضہ بنتی آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ عرض کی اے بابا جان کافی دیر سے آپ کے دونوں شہزادے گھر پر موجود نہیں ہیں۔ آنجناب نے فرمایا بیٹی فاطمہ آپ گریہ نہ کریں جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان پر تم سے زیادہ مہربان شفیق ہے۔ پھر حضرت نے ہاتھ جناب اسحاق بن علی نے حاضر خدمت ہوئے اور بعد تحفہ درود عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ حسین کے لئے محزون و غمگین نہ ہوں۔ وہ دنیا و آخرت میں صاحبانِ فضیلت ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی افضل ہے۔ شہزادے نخلستان بنی نجران میں آرام فرما رہے ہیں اور خدا نے ایک فرشتے کو ان کی حفاظت پر مامور فرمایا ہے۔ یہ سن کر جناب رسول خدا اور خنداں اُٹھے اور مع صحابہ متوجہ نخلستان بنی نجران ہوئے۔ جب نخلستان میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ حسین علیہا السلام ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے آرام کر رہے ہیں اور ایک فرشتہ اپنے پروں کو دراز کئے ہوئے ایک شہزادے کے نیچے اور دوسرے سے اوپر سایہ کر رکھا ہے۔ جناب رسول خدا نے حسین کے سر کو اپنے زانوؤں پر رکھا اور پیار کرنے لگے یہاں تک کہ حسین نیند سے بیدار ہوئے پس امام حسن کو رسول خدا نے اپنے دوش پر اٹھایا اور امام حسین کو حضرت جبرئیل نے اپنے دوش پر سوار کیا۔ لوگ چونکہ جبرئیل کو دیکھتے نہ تھے اس لئے سمجھے کہ دونوں شہزادے حضور پر نور کے ہی دوش پر سوار ہیں۔ راستہ میں حضرت ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ ایک شہزادہ مجھے دے دیں تاکہ میں بھی اس سعادت میں شریک ہو جاؤں۔ آنجناب نے فرمایا اے ابوبکر ایسے سواروں کے لئے ایسی ہی سواری مناسب ہے۔ جلاء العین جلد ۲ ص ۱۰۰۔ اس روایت سے بلندی مرتبہ حسین کا آسانی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شہزادے خدا و رسول کو کتنے عزیز تھے۔

آخر میں ایک روایت اور بھی سن لو منفرد ہے کہ ایک آدمی بغیر تجارت یکسٹام کو گیا اور کافی عرصہ کے بعد حیب واپس گھر آیا تو اپنے گھر میں دروازے کھلتے ہوئے دیکھے۔ ان میں سے ایک بچے کا

رنگ سیاہ گویا کہ حبشی تھا اور دوسرا گورے رنگ کا اور نہایت ہی خوبصورت تھا۔ مرد نے اپنی عورت سے دریافت کیا کہ یہ دونوں بچے کس کے ہیں۔ بیوی نے عرض کی کہ یہ دونوں بچے آپ کے سفرِ تجارت میں جانے کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ یہ دونوں آپ کے ہی لڑکے ہیں۔ مرنے کے بعد سے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دونوں بچوں کا ماں باپ ایک ہو اور پھر رنگ و صورت میں اس قدر فرق ہو یقیناً یہ سیاہ رنگ کا بچہ میرا نہیں ہے بلکہ تو نے خیانت کی ہے۔ عورت نے کہا کہ ہم ہی تو آدم و حوا کی اولاد سے ہیں اور رنگ و صورت میں امتیاز اور فرق ہے۔ واللہ میں نے خیانت نہیں کی بلکہ دونوں بچے حلال زادہ ہیں مگر مرد کو عورت کی قسم پر بھی اعتبار نہ آیا اور دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ میری عورت نے میرے ساتھ خیانت کی ہے کہ میرے سفر میں جانے کے بعد دو بچے جنے ہیں جن سے ایک تو میری شکل و صورت پر ہے اور دوسرا حبشی تم رنگ کا بچہ ہے۔ آپ دونوں بچوں کو دیکھ کر حکم صادر فرمادیں کہ کیا دونوں حلال زادے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورت سے دریافت کیا تو اس نے عرض کی اے رسول اللہ میں نے آپ کی دستِ رسالت کی قسم یہ دونوں بچے حلال زادے ہیں۔ رنگ و صورت کا فرق تو قدرت کے اختیار میں ہے۔ دونوں میاں بیوی کی باتیں سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ دونوں شہزادوں کو بلا کر لاؤ۔ جب دونوں شہزادے خدمتِ رسولؐ میں پہنچے تو نبی اکرم نے کھڑے ہو کر بچوں کو گود میں لیا نبیؐ کا اٹھنا تھا کہ صحابہ کرام اور وہ دونوں میاں بیوی مع دونوں بچوں کے کھڑے ہو گئے۔ تقویٰ دیر کے بعد اس مرد نے پھر سوال کیا کہ یا رسول اللہ اس عورت کے لئے سزا تجویز فرمادیں کہ اس نے فعلِ حرام سے سیاہ رنگ کا بچہ جنا ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ یقیناً حلال زادہ ہے۔ عرض کی مرلا اس کی دلیل کیا ہے۔ فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حسین علیہا السلام کی آمد پر یہ بچہ تعلیم کے لئے کھڑا ہو گیا ہے۔ بس جو انسان بتوں کے شہزادوں کو تسلیم کرتا ہے یقیناً وہ حلال زادہ ہے۔ بس حلال زادہ وہی ہے جو مرد و آلِ محمدؐ کی تعلیم کرتا ہے۔ صلوات۔ اسی لئے تو خواجہ حسن نظامی نے بارگاہِ حسینؑ میں ولاد میں ڈوبے ہوئے لفاظی میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ نظم۔

میرا سوال ایک ہے جواب باصواب کے ہزار بار سوچ لے یہ مند نہیں شاب لے

جو ہے جو علم پر سخن کا انتخاب ہے حدیث مستند نہیں تو پھر کون کتاب دے

حسین کا جواب لا حسین کا جواب ہے  
 نظر نظر ادھر ادھر نہاں نہاں عیاں عیاں  
 زمین زمین نلک نلک زماں زماں مکان مکان  
 حسین سا کوئی نہیں حسین سا کوئی کہاں  
 میرے کلام پر اگر ہے قیل و قال این واں

حسین کا جواب لا حسین کا جواب ہے  
 جہاں حرمیں و پیش و کم ہی وہ مقام اور ہے  
 جہاں خود کے تیج و خم ہی وہ مقام اور ہے  
 جہاں اسیر قحط و غم ہی وہ مقام اور ہے  
 جہاں حسین کے قدم ہی وہ مقام اور ہے

حسین کا جواب لا حسین کا جواب ہے  
 ازل کے دن سے اُبتک کی داستان اور ہے  
 حسین جس پر مٹ گئے وہ اُن بان اور ہے  
 حدیث کر بلا الگ ہے اس کی شان اور ہے  
 سخن کے مدعی اگر تجھے گمان اور ہے

حسین کا جواب لا حسین کا جواب ہے  
 نہ فلسفی سے بحث ہے نہ منطقی سے بحث ہے  
 نہ دعویٰ سے بحث ہے نہ مولوی سے بحث ہے  
 نہ دوستی سے بحث ہے نہ دشمنی سے بحث ہے  
 مگر دلیل مستند ہے منصفی سے بحث ہے

حسین کا جواب لا حسین کا جواب ہے

اب آخر میں میں بتوں کو حسین سے جو محبت ہے اُسے بیان کرنے مجلس کو ختم کرتا ہوں۔ منقول ہے کہ جناب رسالتؐ نے اپنی پارہ جگر ناطقہ زہرا کو قتل فرزند بلند امام حسین علیہ السلام کی خبر دی اور واقعات کر بلا جو ہونے والے تھے جناب بتوں سے بیان فرمائے فَبَكَتُ كَاظِمَةً بُكَاءً شَدِيداً وَ قَالَتْ يَا أَبَتَاكَ صَغِيًّا يَكُونُ ذَالِكُ قَاتِلِ رَمَانِ حَالِي مَتِيٍّ وَمِنْكَ مِنْ حَلِيٍّ یہ سن کر بتوں نے شدت سے رونام شروع کیا اور عرض کی یا ابا یہ کس زمانے میں واقعہ ہوگا۔ فرمایا بیٹی اس وقت نہ میں ہوں گا اور نہ آپ ہوں گی اور نہ ہی علیؑ ہوں گے۔ ناطقہ اُس زمانے میں حن بھی نہ ہوں گے یعنی وہ زمانہ ہم سب سے خالی ہوگا۔ قَالَتْ يَا أَبَتَاكَ فَمَنْ يَنْبَغِي عَلَيْهِ وَمَنْ يَلْتَرَمُ بِإِقَامَةِ الْعَنَاءِ سِتْرَهُ نَعْرَضُكَ يَا بَابِجِبِ مِيرَافِرْ نَدِ عَالَمِ عُرْبَتِ مِیْنِ شَهِیدِ ہُوگا تو کون روئے گا۔ اس کی مصیبت پر اردکون مجلس عزا پیکرے گا فَخَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نِسَاءً اَصْتَبِيَّ يُنْكَبِيْنَ عَلٰی نَعْوَاهِ اَهْلِيْنِمْ وَرَجَا لِهِنَّمْ يَكُوْنُ عَلٰی زَجَالِ اَهْلِيْنِمْ۔ فرمایا اے میری نند نظر تو اس بات کی نگر نہ کر آگاہ رہو کہ عورتیں میری امت کی میری عورت ابلیس پر روئیں گی اور میری امت کے مرد میرے ابلیس کے مردوں پر روئیں گے۔ وَ مَجْبَدٌ دُونَ نَعْرَافٍ جَبِيْدٌ جَبِيْلٌ فِي كُلِّ سَنَةٍ اور ہر سال تڑپ

کریں گے۔ عرواداری کو تیرے فرزند کی ایک قوم بعد ایک قوم کے عَادَا كَانِ يَوْمَ اَنْهِيَ مَلَّةَ تَشْقِيْعِيْنَ  
 اَنْتَ لِلنِّسَاءِ وَاَنَا شَفَعُ لِلرِّجَالِ وَكُلُّ مَنْ بَكَى عَلٰى مَصَابِيْبِ الْحُسَيْنِ اَخَذْنَا بِدِيْرِهِ وَاَذْخَلْنَاهُ  
 الْجَنَّةَ۔ پس جب روزِ قیامت آئے گا تو اسے ناطقہ شفاعت کروگی تم عورتوں کی اور شفاعت کروں گا میں  
 مردوں کی اور جو مومن حسین مظلوم پر روئے گا ہم اُس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے۔ شریعتہ المصائب  
 آج ہیں جنابِ وہب بن حُباب الکلبی نصرانی خاندان کے جو ان کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ منقول  
 ہے کہ مکہ سے روانگی کے بعد پندرہویں منزل قصر بنی مقاتل پر مولائے حسینؑ کے خیمے لگے ہوئے  
 تھے کہ وہب بن حُباب الکلبی نصرانی اپنی شادی کر کے واپس اپنے وطن کو جا رہے تھے کہ اُس کی  
 ماں تمر کی نگاہ چنڈھیوں پر پڑی۔ تمر نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ جا کر حقیقت حال معلوم کرے کہ یہ کون روگ  
 ہیں۔ ماں کا حکم سن کر وہب بن حُباب حسینؑ کی طرف روانہ ہوا۔ مولا حسینؑ کی نگاہ پڑی تو جنابِ عباسؑ کو بنا کر فرمایا  
 عباسؑ اس جوان کو سمجھا کر واپس کر دے کیوں کہ اس کی شادی نئی ہوئی ہے۔ کہیں ہمارے ساتھ شریک  
 ہو کر رسوماتِ ادائیگی شادی سے محروم نہ رہ جائے۔ الحاصل حضرت عباسؑ حکم کی تعمیل کرنے کے  
 لئے وہب کی طرف بڑھے۔ وہب نے قریب آ کر حضرت عباسؑ سے عرض کی اے مردِ خدا یہ تو بتا  
 کہ یہ خیمے کس کے ہیں اور وہ فوجِ جوان کو گھیرے ہوئے ہے کون ہے۔ حضرت عباسؑ نے فرمایا یہ  
 کسی مسافر کے خیمے ہیں۔ یہ کسی غریب الوطن کے خیمے ہیں۔ یہ کسی مظلوم کے خیمے ہیں۔ یہ کسی سید کے خیمے ہیں  
 اور وہ حاکمِ وقتِ بیزاری کی فوج ہے۔ تو ٹیپٹ جا اور اپنی خوشی کو برقرار رکھ۔ وہب نے عرض کی کہ  
 مجھے ان خیموں کے مالک کے نام و نسب سے آگاہ کر دو کہ یہ مرد کون ہے اور کس خاندان سے ہے۔  
 جنابِ عباسؑ نے فرمایا کہ مظلوموں کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے تو ٹیپٹ جا اور ماں کی امیدوں کا سہارا  
 بنے رہو۔ وہب نے تعجب سے کہا اے مردِ خدا تو کس مذہب و ملت سے واسطہ رکھتا ہے فرمایا  
 کہ میں مسلمان ہوں اور آلِ محمدؐ کے پیغمبر ہوں۔ غلام ہوں بس اتنا سننا تھا کہ وہب نے کہا اگر تو آلِ محمدؐ کا ظلم  
 ہے تو میں تجھے محمدؐ کے بیٹے حسینؑ اور بتولؑ کی عظمت کا واسطہ دیتا ہوں تو بتا یہ مرد کون ہے۔ عروادار  
 اب حضرت عباسؑ نے جو مرد کو دیکھا تو حسینؑ نے اشارہ کر دیا بھتیجا عباسؑ وہب کو بتا دے کہ جنگلوں  
 میں محمدؐ کی بیٹیاں رُل رہی ہیں۔ جنابِ عباسؑ نے رد کر فرمایا وہب نے جس حسینؑ کا تو نے مجھے واسطہ  
 دیا ہے۔ یہ وہی حسینؑ ہے اور یہ فوج حسینؑ کو قتل کرنے پر مستعد ہیں۔ بس اتنا سننا تھا کہ وہب نے اپنا گریبان

چاک کیا سر میں خاک ڈالی اور روتنا ہوا واپس پلٹا۔ ماں نے جب دُور سے دیکھا کہ وہ سب پریشان حالت میں روتنا ہوا واپس آ رہا ہے تو آواز دے کر فرمایا بیٹا وہ سب خیر تو ہے۔ وہ سب کی چیخ بھل گئی اور ڈھانیں مار کر کہا اماں خیر نہیں یہ مہا بے دالے سید ہیں جو اشفیاء میں گھر سے ہوتے ہیں۔ اماں حسین کے ساتھ بتول کی بچیاں زینب و کلثوم بھی ہیں۔ اماں یہ وہ حسین ہے کہ جس کی ماں کی آمد پر ہماری قوم نے مہا بے کرنے سے انکار کر دیا تھا اور بتول کی قدر کرتے ہوئے جزیہ دینا قبول کر لیا تھا۔

مہتاب حسین جب دہشت کی ماں نے سنا کہ زینب و کلثوم بھی حسین کے ساتھ دشمنوں میں گھری ہوئی ہیں تو تڑپ کر کہا بیٹا شادی کی رسومات ختم کر دو اور بارہا تیروں کو اجازت دے دو کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس پلٹ جائیں۔ ہم نے خوشی کے ارادے بدل دیئے۔ اب ہم مدینے والے سیدوں کی نصرت پر آمادہ ہیں۔

منقول ہے کہ تمام بارہا تیروں کو الوداع کر کے قراپنے بیٹے دہشت اور بہو کو لے کر خدمتِ امام میں حاضر ہو کر عرض کی اے مہا بے دالے حسین میں آپ کی مدد کو آئی ہوں امام نے فرمایا بی بی جب تم میرے نانا گوین قبول نہیں کرو گی اس وقت تک تیری مدد و نصرت کی حسین کو کوئی ضرورت نہیں ہے، قرآن نے عرض کی بتول کے لال مجھے اس دین ہی سے تو محبت ہے جو دینِ اسلام اس بی بی کا تھا جو مہا بے میں تشریف لے گئیں نقیض بس قرآن نے اپنے بیٹے دہشت اور بہو کے ساتھ کلمہ پڑھا۔

عزادارو! قرآن نے روزِ عاشورہ اپنے بیٹے دہشت کو میدانِ قتال میں جانے کا حکم دیا اور وصیت کی کہ بیٹا میدانِ جہاد سے ہرگز واپس نہ آنا بیٹا اگر عمر بن سعد کا سر تجھے مل جائے تو بے شک میرے پاس پلٹ کر آنا، ورنہ میں تیری لاش کو حسین کے کاندھوں پر دیکھنا چاہتی ہوں۔ بیٹا ہم نئے نئے مسلمان ہیں یہ ایک ہی تو حمل ہے جس سے خوشنودی خدا و رسول کی توقع ہے۔ اگر اس میں بھی بکسر ہو گئی تو قیامت کو دربارِ رسالت میں خجالت ہوگی۔ بیٹا میرے درد دکھ کی لاج رکھنا۔

عزادارو! ماں کا حکم سن کر دہشت، امولاحین کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بستہ عرض کی کہ آقا مجھے جگ کرنے کی اجازت عطا فرمادیں۔ امام نے دہشت کے چہرے پر نگاہ ڈالی اور محبت کے انداز میں فرمایا دہشت تو میرا مہتاب ہے کیا تیری ماں کا کوئی اور بھی سہارا ہے۔ عرض کی مولا میری ماں نے ہی مجھے آنجناب کی خدمت میں بھیجا ہے اور دستیت کی ہے کہ بیٹا تو حسین کے قدموں پر قربان ہو جاؤں۔ میں بی بی

زینب کے ساتھ شام جاؤں گی۔ تیرا کے لال۔ کیا ہم نرسلوں کی قربانی اور خون اس قابل نہیں کہ آپ کے مقدس صحابہ کے خون سے مل جائے۔ خدا کی قسم ہم اپنے ناپاک خون کو اصحابِ حسین کے خون سے ملا کر رہیں گے۔ کافی کوشش کے بعد وہیٹ کو میدان کارزار میں جانے کی اجازت ملی۔ اجازت کا ملنا تھا کہ وہیٹ کا چہرہ گل گلاب کی طرح کھل گیا اور خوشی خوشی ماں کو سلام کر کے فرجِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑا۔ اور اس انداز سے جنگ کی کہ کشتوں کے پھٹے لگا دیئے ماں اپنے جوان بیٹے کی جنگ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی کہ وہیٹ ایک مرتبہ خیامِ حسین کی طرف بڑھا ماں نے جو وہیٹ کو آتے دیکھا تو منہ پھیر لیا اور کہا بیٹا پلٹ جا اور میدانِ جنگ میں نصرتِ حسین میں اپنا سر قربان کر بیٹا میری دلی تمنا ہے کہ یا نیرے ہاتھ میں عمرین سعد کا سر دیکھوں یا پھر تیری لاش امامِ حسین کے کاندھوں پر نظر آئے بس ماں کا حکم سنتے ہی وہیٹ پلٹ کر میدان میں آیا اور صرف قتال ہوا۔ صاحبِ اصحابِ الیمین ص ۹۶ پر لکھا ہے کہ وہیٹ نے انیس سوار اور بارہ پیادے فی النار کئے۔ آخر کار اس کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور گھوڑے سے گرتے ہوئے مولا کو پکارا یا مولا اور کہتی۔

روایت میں ہے کہ وہیٹ کی لاش پر وہیٹ کی بیوی پہنچ گئی اور وہیٹ کے خون کو لے کر اپنے سر کے بالوں کو خضاب کرنے لگی۔ وہیٹ کی بیوی کی کیفیت دیکھ کر اشقیاء میں اضطراب پیدا ہوا تو شتر نے اپنے غلام رستم سے کہا کہ اس کا کام تمام کر دے۔ اس ملعون نے اس مو منہ پاک کے سر انور پر گرز مارا جس سے یہ مو منہ اپنے شہرہ کی لاش پر گز کر شہید ہو گئی۔ روایت میں ہے کہ جب میرے مولا امامِ حسین علیہ السلام وہیٹ کی لاش پر لٹے تو دونوں میاں بیوی کا مل کر بہتا ہوا خون دیکھ کر جی بھر کر روئے اور ایک مرتبہ اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ لوگو یہ ہے سہاگ کی رات۔ جو وہیٹ اور اس کی بیوی کو نصیب ہوئی ہے۔ منقول ہے کہ اشقیاء نے حضرت وہیٹ کا سر تلم کر کے وہیٹ کی ماں کی طرف پھینک کر کہا کہ لے تم یہ اس بچے کا سر ہے جس کی نئی شادی کر کے آرہی تھی د کتابِ اصحابِ الیمین ص ۹۱ میں ہے کہ روزِ عاشورا وہیٹ کی شادی کو صرف سترہ روز ہوئے تھے، قمر نے اپنے بیٹے کے سر کو اٹھایا اور پشانی پر بوسہ دیا اور جوان بیٹے کے سر کو اٹھایا مولا حسین کا طرف کیا۔ سات مرتبہ طواف کرنے کے بعد وہیٹ کے سر کو قمر نے اشقیاء کی طرف پھینک کر فرمایا لے ملعونو میں نے سوچ سمجھ کر ایسا کیا ہے وہیٹ کو میں نے حسین پر تصدق کیا ہے لے جا دو سر کو جہاں جی چاہے اہلِ ولادہ صدقہ دے کر

واپس نہیں لیا کرتے اور نہ ہی پچھتا یا کرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ وہیٹ کے قاتل کو جانر لگا اور وہ ملعون  
 اسی صدمہ سے فی النار ہوا پھر قمر خود عمود لے کر ان پر حملہ آور ہوئی اور دو ملعونوں کو داخل جہنم کیا پس  
 امام حسین علیہ السلام نے اس کو واپس پٹایا اور فرمایا عزتوں سے جہاد سا قطہ ہے اور خوشخبری دی کہ تیری  
 جگہ اور تیرے فرزند کی جگہ میرے نانا کے پاس جنت میں ہوگی یہ سن کر وہیٹ کی ماں نے سجدہ  
 شکر ادا کیا اور دعا مانگی کہ اے رب العزت میری امیدوں کو قطع نہ کرنا۔ امام پاک نے فرمایا اے  
 مادر وہیٹ خدا تیری امیدوں کو قطع نہیں کرے گا۔

عزادارو! قمر اپنے جہان بیٹے اور بہو کی قربانی دینے کے بعد شام کی تیاری میں مصروف ہوئی  
 کہ بی بی زینب کا سافٹو دوں گی۔ لہوٹ ص ۶۷ نہر المصائب جلد ۲ حصہ سوم ص ۱۹۲ اصحاب الیومین ص ۹۴  
 اَلَا كُفَيْتُمْ اَللّٰهُ عَلٰى اَلْقَدِيْمِ الظّٰطِلِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيّٰ مَنْقَلَبٍ نَّمِقَلِبُنَا



# میں نے مذہبِ شیعہ کیوں قبول کیا؟

## یا علیؑ تیرے چاہنے والوں کی — خیر ہو

مومنین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عنوان کے ذیل میں بائیس ایسے لائبل سوالات ہیں جن کے جوابات کوئی مخالف مذہب، شیعہ ہرگز ہرگز نہیں دے سکتا، و لَوْ كَانَ لِقَبْضِهِمْ لِدَيْغُصِ ظَهْرِهِمَا ان ہی سوالات کی وجہ سے میں نے مذہبِ شیعہ خیر البریہ قبول کیا۔

چونکہ یہ ترقی کا زمانہ ہے ہر ترقی، ہر دیہات میں آج کل مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر استعمال ہو رہے ہیں اور جہاں شیعہ آبادی تلیل ہے۔ اُن پر تافیہ حیات تنگ کرنے کی مساعی رذیلہ کی جارہی ہے۔ آئے دن کوئی ذکوئی فسادی ملاں بلا کر مولا علیؑ والوں کو تنگ کیا جاتا ہے، اور ان پر ناروا حملے کئے جاتے ہیں لہذا میں نے نہایت ضروری سمجھا کہ ان بائیس سوالات کے ساتھ اپنی کتابِ نعیم الابرار کو مزین کروں اور اس کتاب کے انادہ میں مزید اضافہ کروں۔ حضرات یہ بائیس سوالات جہدِ کرار کے حب دار اور موالی کے ہاتھ میں تلوار بے نیام اور آلِ محمد علیہم السلام کے دشمن، ناصبی و خارجی اور فسادی ملاں کے منہ میں لگام ثابت ہوں گے۔ میرا یہ چیلنج ہے کہ ان بائیس سوالات کے جوابات کوئی ناصبی، خارجی، مفند ملاں قیام قیامت تک نہیں دے سکتا۔ مومنین کرام سے میری پُر زور گزارش ہے کہ ان سوالات کو خود یاد کر لیں، اپنے گھروں میں بچوں کو یاد کرائیں۔ چارٹ پر خوب شغف کھھا کر اپنے گھروں میں آڈیزاں کریں تاکہ شیعہ حضرات کے پھوٹے پھوٹے بچے بھی اپنے مذہبی ذماغ کو مضبوط کر کے ہر مقام اور ہر جگہ پر ان سوالات کے ذریعہ ناصبیوں اور خارجیوں کے ناپاک مومنینوں میں لگام چڑھا سکیں۔

کچھ عرصہ میں محکمہ کو اپریٹو نارنگ سوسائٹیز میں بطور سب انسپکٹر کے ملازم رہا ہوں۔ اس ملازمت کے دوران میرے ایک شیعہ دوست مسٹر غلام حسین صاحب بلوچ جو اسی محکمہ کو اپریٹو نارنگ سوسائٹیز میں انسپکٹر تھے اس نے مجھ پر مندرجہ ذیل چند سوالات کئے۔ جن کا جواب با صواب مجھ سے زبَن سکا

پھر مسئلہ دو برس ان سوالوں کے جوابات میں تحقیقات عمیقہ کرنے کے بعد مذہب شیعہ خیر البریہ میں نے قبول کیا۔

## سوالات ملاحظہ ہوں

تاریخ شاہچوکہ قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکمل طور پر بائیکاٹ کر لیا تھا۔ اس بائیکاٹ کا عرصہ تین سال کا ہے۔ حضرت ابوطالب تمام بنی اہتم کو شیبہ ابوطالب میں لے گئے تھے۔ یہ تین برس کا عرصہ بنی اہتم نے نہایت عسرت اور کٹھن تکالیف سے گزارا۔ ان تین سال کے دوران حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کہاں تھے اگر یہ بزرگ مکہ میں ہی تھے تو انہوں نے حضرت کا ساتھ کیوں نہ دیا اور اگر شیبہ ابی طالب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ جاسکے تو کیا کسی وقت ان بزرگوں نے آب و دانہ نہ ہی کی کوئی آنحضرت کی مدد کی ہو۔ جب کہ کفار مکہ میں سے زمیر بن ابی سفیان نے پانی اور کھانے پہنچانے اور عہد نامہ کو توڑنے پر دوستوں کو آمادہ کیا۔ حضرت فاطمہ زہرا صدقات اللہ علیہا کا انتقال بقول اہلسنت جناب سولنا

### سوال نمبر ۲

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوا۔ حضرت ابوبکر کا انتقال اڑھائی برس رسول خدا کے بعد اور حضرت عمر نے ۲۶ ذی الحجہ ۳۵ھ کو انتقال کیا تو کیا وجہ تھی کہ ان دونوں بزرگوں جو کافی عرصہ کے بعد انتقال کرتے ہیں روضہ رسول میں دفن ہونے کے لئے جگہ مل گئی اور رسول خدا کی اکلوتی بیٹی سیدہ طاہرہ مادر جنین عظیم السلام کو باپ کے پاس قبر کی جگہ نہ مل سکی۔ کیا خود بتوں نے باپ سے علیحدگی قبر کی وصیت کی تھی یا حضرت علی نے حکومت وقت کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا یا مسلمانوں نے بضعۃ الرسول کو قبر رسول کے پاس دفن نہ ہونے دیا۔ ناخبر و ایا اولی الالبصار۔

دعوت ذوالعشرہ کے موقع پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے وعدہ نصرت

### سوال نمبر ۳

کیوں نہ فرمایا۔ کیا یہ دونوں بزرگ دعوت ذوالعشرہ میں شامل تھے اگر شامل نہ تھے تو یہ دونوں رسول اللہ کے قریبی کیوں نہ ہو سکتے ہیں۔

جب حضرت ابوبکر بقول اہلسنت تمام امت محمدیہ سے افضل ہیں تو بروقت

### سوال نمبر ۴

مواخات یعنی جب رسول خدا نے بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت ابوبکر



کیونکہ مناسب سمجھا۔

کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کا واقعہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ جس کے انتقال پر ممال پر اس کا تمام ترکہ صدقہ ہو گیا ہو۔

## سوال نمبر ۱۱

اور امت نے صدقہ سمجھ کر آپس میں تقسیم کر کے اُس کی اولاد کو باپ کے ورثہ سے محروم کر دیا ہو۔ اور اگر رسول خدا کا ترکہ صدقہ ہی تھا تو ازواجِ رسول کے گھروں میں کچھ تو رسول اللہ کا مال ہوگا۔ کیا یہ ازواجِ رسول نے رسول اللہ کے مال کو صدقہ تسلیم کر کے وہ مال حکومت و وقت کے حوالے کر دیا تھا۔ کیونکہ صدقہ اہلبیت پر حرام ہے اور ازواجِ رسول کو اہلبیت میں اہلسنت شمار کرتے ہیں تو صدقہ ان کے لئے کس طرح حلال ہو گیا۔ جواب باصواب ہونا چاہیے۔

قرآن پاک میں قدرت کا ارشاد ہے وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدًّا فَنَجْزُاُ

## سوال نمبر ۱۲

جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔ پارہ ۱۷ دکوہ ۷۱ اور جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو جان کر پس سزا اس کی دوزخ ہے ہمیشہ رہنے والا بیچ اس کے اور غضب ہوا اللہ اور آپس کے اور لعنت کی اس کو اور نیا رکھا ہے واسطے اس کے عذاب بڑا۔ ترجمہ رفیع الدین افرامی اگر ایک آدمی مومن کو عداوت کرنے والا اس سزا کا مستحق ہے تو جہنم و صفین اور نردان میں فریقین کے کل میزان ستادن ہزار آٹھ سو ساٹھ قتل شہید ہوئے۔ ان کے قاتلوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا کلام پاک کی مندرجہ بالا آیت سے یہ لوگ مستثنیٰ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا قانون اعلیٰ، ادا فی کے لئے یکساں ہے تو خلیفہ وقت کی مخالفت کر کے مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے قیامت کو کس جگہ تشریف لے جائیں گے۔ غور تو کرو

کلام مجید شاہد ہے کہ وَمَنْ حَوَّلَكُمْ مِنَ الْإِسْرَابِ مَنَافِقُونَ

## سوال نمبر ۱۳

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى الْإِثْقَانِ قَدْ كَانُوا يَعْلَمُونَ نَعَلَهُمْ نَعْلَهُمْ طَسَعَدَ ذُهُمُ قَرَّتَيْنِ ثُمَّ يَرُدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ۔ پارہ ۱۷ دکوہ ۲۔ اور ان لوگوں سے کہ گرو تہارے ہیں با دیر نشینوں سے منافق ہیں۔ اور بعض لوگ دین کے بھی سرکشی کرتے ہیں۔ اور منافق کے تو نہیں جانتا ان کو ہم جانتے ہیں ان کو شتاب عذاب کریں گے ہم ان کو دو بار پھر پھرے جاویں گے طوف عذاب بڑے کے

ترجمہ رفیع الدین -

اس آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ مدینے منورہ میں بھی رسول خدا کے زمانے میں منافق لوگ تھے۔ اس کے علاوہ تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ مدینۃ الرسول میں کثرت سے منافقین رہا کرتے تھے۔ انتقالِ مصطفیٰ کے بعد مسلمانوں میں دو پارٹیاں معرض وجود میں آئیں۔ ایک حکومت کی پارٹی دوسری بنی ہاشم کی پارٹی۔ ارشاد فرمادیں کہ منافقین کس پارٹی میں شامل ہو گئے تھے۔ جو لوگ رسول اللہ کے زمانے میں منافق تھے۔ انتقالِ رسول کے بعد ان منافقین کو آسمان نے اٹھایا یا زمین نکل گئی یا تمام منافقین حکومت سے تعاون کرتے ہی فرشتے اور نیک ہو گئے تھے۔ ان منافقین کی نشان دہی تو کرو کہ وہ کہاں گئے جب کہ تاریخ شاہد ہے کہ ان دو پارٹیوں کے علاوہ کوئی تیسری پارٹی ہی نہ تھی۔ تحقیق ضروری ہے۔

اہلسنت والجماعت کا دین چار اصولوں پر مبنی ہے

سوال نمبر ۱۳

۱۱، قرآن مجید (۲۲) حدیث (۳) اجماع (۱۶) قیاس -

سقیفہ کی کاروائی کو پیش نظر رکھ کر ارشاد فرمادیں کہ خلافت ثلاثہ قرآن مجید اور حدیث سے ثابت ہے یا کہ اجماعی خلافت ہے۔ اگر اجماعی خلافت ہے تو بمطابق قرآن لَدَا كَطَبٍ وَلَا يَأْتِي الْآخِرِي كُنْأَبٍ مُّبِينٍ۔ پارہ ۷، رکوع ۱۳۔ پر غور فرما کر ارشاد فرمادیں کہ انہوں نے قرآن پاک سے اپنی خلافت کو کیوں نہ ثابت کیا جب کہ قرآن مجید میں ہر خشک و تر کا ذکر موجود ہے۔

اگر کوئی خلیفہ وقت کو زمانے اور اس کی عملی الاعلان مخالفت کرے

سوال نمبر ۱۴

تو اُس کی سزا کیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ بی بی عائشہ اور معاویہ نے تو خلیفہ وقت حضرت علی سے جنگیں کی ہیں ان کے واقعات جنگ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرمادیں کہ خلیفہ رسول کی مخالفت کرنے والے کی سزا کیا ہے۔ انصاف مطلوب ہے

اصول فلسفہ ہے کہ کسی ایک چیز کے متعلق اگر دو آدمی آپس میں جھگڑ

سوال نمبر ۱۵

پڑھیں تو دونوں جھوٹے تو ہو سکتے ہیں مگر دونوں سچے نہیں ہو سکتے جب ایسا ہے تو جملہ صفین کے طرفین کے بارے میں دونوں کس طرح سچے ہوئے۔ جو صاحب غلطی پر تھے ان کی نشان دہی تو کرو کہ فلاں بزرگ سے خطا ہوئی۔ کیا قاتل و مقتول دونوں

جنت میں جائیں گے۔ استغفر اللہ

جناب رسول خدا نے کبھی بار فرمایا۔

**سوال نمبر ۱۶** يَا عَلِيُّ اَنْتَ وَ شَيْعَتُكَ هُمُ الْفَاعِلُونَ۔ اسے علی تو اور تیرے

شیعہ ہی سبقت یافتہ ہیں۔

تو کیا ایسی کوئی حدیث۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی۔ مالکی حضرات کے لئے بھی مل سکتی ہے؟ اگر نہیں تو دیوبندی۔ بریلوی۔ نجدی حضرات کے لئے ہی تلاش کر کے الطینان دلا دیجئے۔ بی بی عائشہ کے تعلقات اور اشادات حضرت عثمان کے بارے

**سوال نمبر ۱۷** میں خلافت عثمان کے وقت کیا تھے۔ کیا بی بی عائشہ نے فرمایا کہ

لوگو اس بڑھے نعل کو قتل کرو۔ خدا سے قتل کرے۔ اگر ایسا ارشاد فرما کر آپ مکہ تشریف لے گئیں تو حضرت علی کی خلافت ظاہری کو سن کر حضرت عثمان کو کس طرح انہوں نے نطووم تسلیم کر لیا۔ کیا حضرت علی سے حضرت عائشہ کو ذاتی رنجش نہ تھی کہ مسلمانوں کو جمع کر کے بصرہ پہنچ کر جنگ کرنے پر میدان کا نزار میں اتر آئیں۔ کیا یہ حضرت عثمان کا بدلہ تھا یا علی سے دیرینہ دشمنی کا نتیجہ ہے۔

مسلمانوں کے چار امام ابوحنیفہ۔ شافعی۔ مالک اور احمد بن حنبل۔ کیا

**سوال نمبر ۱۸** نص سے ان کی امامت ثابت ہے یا حکومت وقت کی سپہاوار

ہے۔ اور چار مصلیٰ جو خانہ کعبہ میں رکھے گئے تھے وہ کس شرعی حکم سے حکومت نے رکھے تھے۔ سنا ہے اب وہ مصلیٰ اٹھا بھی دئے ہیں۔ اور اگر خدا رسول کے حکم سے رکھے تھے تو چاروں مصلیٰ کس کے حکم سے اٹھائے گئے تھے۔ اور اگر یہ مصلیٰ حکومت نے رکھے تھے۔ تو کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کی امامت حکومت کی مرہون مسنت ہے۔

اگر حضرت عائشہ کو نہ ماننے والا جہنمی ہے تو اس بی بی کا قاتل کیوں کر

**سوال نمبر ۱۹** رضی اللہ عنہ سکتا ہے۔ مہربانی کر کے تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۱۱۱

نجیب آبادی وغیرہ ملاحظہ کر کے فتویٰ صادر فرمادیں۔

رسول اللہ کے زمانہ حیات ظاہری میں تمام صحابہ سے شجاع  
**سوال نمبر ۲** کون بزرگ تھے۔ اور سب سے زیادہ عالم کون تھا۔ سب سے  
 زیادہ سخی کون تھا۔ اور صحابہ سے زیادہ عبادت گزار کون تھا۔ اگر آپ کسی بزرگ کو شجاع  
 ثابت کرنا چاہیں تو ارشاد فرمادیں کہ اس بزرگ نے جنگ بدر۔ احد۔ خندق۔ خیبر وغیرہ  
 میں کتنے کافر قتل کئے تھے۔ اور اگر اشد علی الکفار کسی کو ثابت کرنا ہی ہے تو اس  
 بزرگ کا اپنا ارشاد بھی زیرِ غور رہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ سے عرض  
 کی تھی کہ آپ مجھے مکہ نہ بھیجیں۔ کیونکہ میرا کوئی مکہ میں حامی نہیں ہے آپ عثمان کو بھیج  
 دیں۔ کیونکہ اس کے حامی مکہ میں موجود ہیں۔ یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ اشد علی الکفار نے  
 رسول خدا کے زمانے میں کتنے کافر قتل کئے۔ اور اپنے دورِ حکومت میں اپنی تلوار سے  
 کتنے مشرک مارے۔

کیا کوئی روایت بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابو داؤد  
**سوال نمبر ۳** نسائی، ان کے علاوہ مشکوٰۃ۔ اور موطا امام مالک۔ یعنی ان  
 آٹھ کتبروں میں مل سکتی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ۔ امام حسن۔ امام حسین۔ امام  
 علی زین العابدین۔ امام محمد باقر۔ امام جعفر صادق۔ امام موسیٰ کاظم۔ امام علی رضا۔  
 امام محمد تقی۔ امام علی نقی۔ امام حسن عسکری اور امام صاحب العصر والزمان علیہم السلام  
 اہلسنت والجماعت کے امام ہیں۔ اگر نہیں تو اپنے بارہ اماموں کے نام بتلائیں جب کہ  
 حضور نے فرمایا عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ والہ وسلم یقول لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنی عشر خلیفۃ کلہم من  
 قریش (مشکوٰۃ) کیا آپ کے بارہ امام وہی تو نہیں جن کو تاریخ الخلفاء اور شرح فقہ اکبر  
 وغیرہ نے بیان کیا ہے اور ان میں چھٹا یزید ابن معاویہ ہے مگر حدیث من مات ولم  
 یعرف امام زمانہ فقد مات میتة الجاہلیۃ ص ۱۰۰۔ منصب امامت کو دیکھ  
 کر جواب دیں۔

کیا کسی آدمی کو دین میں کمی بیشی کرنے کا اختیار اور حق ہے۔ اگر  
**سوال نمبر ۲۲** نہیں تو حضرت عمر کا الصلوات خیر من النوم۔ نماز تراویح  
 باجماعت۔ چار تکبیروں پر نماز جنازہ۔ منعہ کو حرام قرار دینا۔ تین طلاق کو جو ایک ساتھ دی  
 جائیں طلاق بائن قرار دینا اور قیاس کو اصول قائم کرنا کہاں تک درست ہے۔ اور کیا یہ  
 صراحتہ مداخلت فی الدین نہیں ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔

یہ تھے چند سوالات ایک عام آدمی کے جس کا جواب تلاش کرنے پر بھی مجھ سے نہ بن  
 سکا۔ اور حقائق آل محمد علیہم السلام کو تسلیم کرتے ہوئے ہیں نے مذہبِ حقہ قبول کیا

خادم الثقلمین

غلام حسین عفی اللہ عنہ